



# قرآنی فلسفہ انقلاب

جلد دوم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



کتاب وسنت کے عظیم انقلابی فکر پر مبنی

# قرآنی فلسفہ انقلاب

جلد دوم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین

طاہر جمید تنولی

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

[www.Minhaj.org](http://www.Minhaj.org) - [www.Minhaj.biz](http://www.Minhaj.biz)

## جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	قرآنی فلسفہ انقلاب (جلد دوم)
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی
زیر اہتمام	:	فریڈ ملٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ <a href="http://www.Research.com.pk">www.Research.com.pk</a>
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت نمبر 1	:	جولائی 2000ء (1,100)
اشاعت نمبر 2	:	جون 2002ء (1,100)
اشاعت نمبر 3	:	ستمبر 2003ء (1,100)
اشاعت نمبر 4	:	نومبر 2005ء (1,100)
اشاعت نمبر 5	:	مارچ 2007ء (1,100)
اشاعت نمبر 6	:	فروری 2009ء (1,100)
اشاعت نمبر 7	:	جون 2013ء
تعداد	:	1,200
قیمت	:	425/- روپے



نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریک منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔  
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)



مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ

وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

## نوٹیفیکیشن

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر ایس او (پی۔اے) ۱-۳-۸۰/۱ پی آئی وی مورخہ ۳۱ جولائی ۸۴، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۳-۲۰ ای جنرل وایم ۳/۹۷-۷۳ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱-۶۷-این-۱/۱ اے ڈی (لاہوری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ / ۶۳-۶۱-۸۰/۹۲ مورخہ ۲ جون ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

## انتساب

پیغمبر انقلاب، ختم الرسل، مہبط وحی

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کے نام جن کی بعثت نے دنیا کو نئی بعثت سے بے نیاز کر دیا۔

آں کہ شان او یھدی من یرید : از رسالت حلقہ گردما کشید  
رونق از ما محفل ایام را : او رسل را ختم وما اقوام را  
لا نبی بعدی ز احسان خدا است : پرده ناموس دین مصطفیٰ است

صحیفہ انقلاب، ختم الوحی، ہدایت اقوام

قرآن مجید

کے نام

قلب محمد رسول اللہ ﷺ پر جس کے نزول کے بعد دنیا ہدایت نو سے بے نیاز ہو گئی۔

فاش گویم آنچه در دل مضمراست : ایں کتابے نیست چیزے دیگر است  
اندر و تقدیر ہائے عزب و شرق : سرعت اندیشہ پیدا کن چوں برق  
مثل حق پنہاں وہم پیدا است ایں : زندہ و پائندہ و گویا است ایں



7  
فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر
	پیش لفظ	
	باب اول	1
21	مقصد بعث انبیاء علیہم السلام	
27	مقصد بعثت انبیاء کے باب میں فکری تفسیر	
29	انبیاء کرام کے دو طبقات	
30	طبقہ اولی کے انبیاء کرام	
31	طبقہ ثانی کے انبیاء کرام	
32	حضرت آدم علیہ السلام	
35	حضرت نوح علیہ السلام	
35	باطل نظام زندگی پر حضرت نوح کی تنقید اور اس کی مذمت	(الف)
38	قوم کے سامنے حضرت نوح کی رقت اور آپ کا پیش سماجی	(ب)
	اور معاشرتی نظام	
40	قوم نوح کا رد عمل	(ج)
46	قوم نوح کا انجام	(د)
51	قوم نوح کا نجات یافتہ طبقہ	(ه)
53	حضرت ہود علیہ السلام	
53	حضرت ہود کی اپنی قوم کے معاشرتی و قومی نظام زندگی پر	(الف)
	تنقید	



صفحہ	عنوانات	نمبر
55	حضرت ہود کا مذہبی و سماجی نظام کا اعلان	(ب)
57	قوم ہود کا رد عمل	(ج)
58	قوم ہود کا انجام	(د)
60	حضرت صالح علیہ السلام	
60	حضرت صالح کی اپنی قوم کے باطل مقام پر تنقید	
62	حضرت صالح کی طرف سے قوم کے سامنے پیش کردہ نظام زندگی	
64	قوم کا رد عمل	
66	قوم صالح کا انجام	
69	حضرت ابراہیم علیہ السلام	
77	حضرت لوط علیہ السلام	
82	تمنائے لوط علیہ السلام ..... ایک صالح نظام اور مثالی معاشرے کا قیام	
83	قوم لوط کا انجام	
85	تمنائے لوط کی قبولیت	
85	حضرت یوسف علیہ السلام	
89	حضرت شعیب علیہ السلام	
93	قوم شعیب کا رد عمل	
98	قوم شعیب کا انجام	
100	حضرت موسیٰ علیہ السلام	
100	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت و دعوت	

صفحہ	عنوانات	نمبر
103	فرعون اور اس کی قوم کا رد عمل	
104	فرعون سے معرکہ آرائی	
106	فرعون اور اس کی قوم کا انجام	
108	حضرت یونس علیہ السلام	
113	حضرت داؤد علیہ السلام	
117	حضرت سلیمان علیہ السلام	
123	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	
127	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	
137	مقصد بعثت محمدی اور دنیاوی زندگی کی اصلاح	
145	حواشی	
	باب دوم	-2
147	جدوجہد انبیاء علیہم السلام کی نتیجہ خیزی	
147	فلسفہ بعثت انبیاء	
149	بعثت انبیاء کا دور اول	
150	بعثت انبیاء کا دور دوم	
153	حضرت نوح علیہ السلام ---- مقصد بعثت اور دعوت	
155	حضرت ہود علیہ السلام ---- مقصد بعثت اور دعوت	
157	حضرت ابراہیم علیہ السلام ---- مقصد بعثت اور دعوت	
158	حضرت صالح علیہ السلام ---- مقصد بعثت اور دعوت	
161	حضرت لوط علیہ السلام ---- مقصد بعثت اور دعوت	

صفحہ	عنوانات	نمبر
161	حضرت شعیب علیہ السلام --- مقصد بعثت اور دعوت	
165	حضرت نوح علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
168	حضرت ہود علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
170	حضرت صالح علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
172	حضرت ابراہیم علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
173	حضرت لوط علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
174	حضرت شعیب علیہ السلام --- پیغمبرانہ چیلنج - نتیجہ	
176	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا مقصد بعثت	
182	جدوجہد انقلاب کے بنیادی تقاضے	
185	تاریخ انبیاء کا مایہیوں کی تاریخ ہے	
189	مقصد بعثت محمدی ﷺ	
193	ختم نبوت کا مفہوم	
194	مقصد بعثت محمدی ﷺ اور غایت نزول قرآن	
197	مقصد بعثت محمدی ﷺ کی جدوجہد کی مزاحمت	
202	مقصد بعثت محمدی ﷺ کی جدوجہد کرنے والی جماعت	
207	مقصد بعثت محمدی ﷺ اور دین کا تصور	
209	نتیجہ خیزی	
210	قابل غور امر	
213	حواشی	
	باب سوم	3-

صفحہ	عنوانات	نمبر
219	دعوت اور اس کی اہمیت	
222	قرآن حکیم کے ہر بیان میں ہمہ گیر کائناتی وحدت کا اصول	
222	کل و جزو کی خصوصیات میں مطابقت کا مسلمہ اصول	
223	کائنات میں اصولی وحدت	
223	مذکورہ استدلال پر قرآنی شہادتیں	
228	اصول وحدت کے اسلوب استدلال کی روشنی میں مطالعہ آیات	
230	دعوت کی اہمیت و ناگزیریت	
231	سلسلہ موت و حیات اور فلسفہ دعوت	
235	نظام دعوت کی کامیابی کے لئے شرائط	
238	موثر دعوت کے تقاضے سنت ابراہیمی کی روشنی میں	
240	آیہ کریمہ کا پس منظر	
242	انبیاء کا اولین منصب کا رد دعوت تھا	
247	آیت مذکورہ کا تعلیماتی پہلو	
254	اسلوب دعوت	
257	سورۃ منزل اور داعی کا نصاب	
270	سورۃ مدثر اور داعی کا نصاب	
277	دعوت پر استقامت کے ثمرات	
293	حواشی	

صفحہ	عنوانات	نمبر
	باب چہارم	4-
299	قیام جماعت اور اس کی شرائط	
	ابتدائیہ	
308	قیام جماعت کے اساسی تقاضے	
309	تمسک باللہ۔ تمسک بالرسول۔ تمسک بالقرآن	
311	تمسک بالتقویٰ۔ تمسک بالوحدت	
313	وجوب قیام جماعت۔ دعوت الی الخیر۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر	
315	وحدت امت۔ امت مسلمہ کا خیر امت ہونا۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر	
315	رسوک فی الایمان۔ قتال فی سبیل اللہ۔	
317	اراکین جماعت کی شرائط	
321	رسوخ فی الایمان۔ بیع نفس للہ۔ بیع مال للہ۔	
321	توبہ۔	
322	عبادت۔ تحمید۔	
323	خلوت باللہ۔	
323	رکوع و سجود۔	
323	امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔	
324	حفاظت حدود الہی۔	
324	قتال فی سبیل اللہ۔ آرزوئے شہادت۔	

صفحہ	عنوانات	نمبر
325	امید و یقین فلاح۔	
326	اراکین جماعت کی جدوجہد کے تقاضے	
326	شعور مقصدیت۔ انتھک جدوجہد۔ مصائب و مشکلات۔	
327	اخلاص و وفاداری۔ ایثار و قربانی۔	
328	سخت کوشی و جانفشانی۔ نظم و ضبط۔ اخلاق حسنہ و اعمال صالح۔	
330	بے غرضی و نفع بخشی۔ سرفروشی۔	
331	انقلاب۔	
333	حواشی	
	باب پنجم	-5
337	مصطفوی انقلاب کا منہاج سیرت نبوی کی روشنی میں	
	ابتدائیہ	
345	مراحل انقلاب کی قرآنی ترتیب	
347	قومی زندگی میں انقلاب کا لائحہ عمل	
348	لائحہ عمل کے تعین میں عصری تحریکات کا تسامح	
350	لائحہ عمل کا قرآنی تصور	
354	قرآنی لائحہ عمل اور سیرت نبوی ﷺ	
358	اقامت دین کی جدوجہد کے دو پہلو	

صفحہ	عنوانات	نمبر
359	سماجی و مذہبی انقلاب کے لئے سیاسی انقلاب مقدم ہے	
371	نیکی اور تقویٰ کا قرآنی تصور	
376	سیاسی غلبے کی ناگزیریت	
377	مصطفوی انقلاب کی اخلاقی اساس	
379	مصطفوی انقلاب کی معاشی و اقتصادی اساس	
380	مصطفوی انقلاب کی دینی و شرعی اساس	
383	باطل اقتدار کے اثرات	
390	مصطفوی انقلاب کی جدوجہد سیرت نبوی کی روشنی میں	
390	مکی دور	
390	مدنی دور	
392	قومی سطح پر انقلاب	
392	میشاق مدینہ	
393	مواخات: سماجی و اقتصادی انقلاب کا منشور	
396	صفہ یونیورسٹی کا قیام	
397	حضور اکرم ﷺ کی کثیر الجہاد حکمت عملی	
410	معاہدہ حدیبیہ	
415	فتح مکہ	
416	بین الاقوامی سطح پر انقلاب	
416	ہجرت حبشہ	
417	جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع	
417	سربراہان کو خطوط	

صفحہ	عنوانات	نمبر
417	وفود کا قبول اسلام	
419	خطبہ حجۃ الوداع: نیا عالمی نظام (NWO)	
421	حواشی	
	باب ششم	-6
423	تحریک منہاج القرآن عظیم عالمی انقلابی تحریک	
425	قیام کا مقصد	
431	وقت کی اہم ضرورت	
432	موجودہ زوال کی نوعیت اور جدوجہد کا دائرہ کار	
436	تحریک منہاج القرآن کے پانچ اہداف	
439	تحریک منہاج القرآن کے پانچ مراحل	
450	تحریک منہاج القرآن کے فکری و نظریاتی امتیازات	
469	تحریک منہاج القرآن کے دینی اثرات و امتیازات	
490	تحریک منہاج القرآن کے عملی امتیازات	
503	حواشی	
507	فرہنگ مصطلحات	



Handwritten Arabic calligraphy in a circular or oval shape, likely a seal or stamp. The text is highly stylized and difficult to decipher, but appears to contain several lines of text. The script is dense and fills the circular area.

## پیش لفظ

قوموں کے عروج و زوال کی داستان دراصل ان کے فکر و عمل کی ہم آہنگی اور اسکی صحت و درستگی کے نشیب و فراز کی داستان ہے۔ وہ قوم جس نے اپنے لئے فکر و عمل کا راہ راست متعین کیا اور پھر اس پر عمل کرنے کا حق ادا کیا وہی قوم ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم کے الوہی قانون کے تحت عروج و تمکنت کی مستحق قرار پائی۔ ملت اسلامیہ کا دور زوال عالم اسلام کے لئے بالخصوص اور بقیہ دنیا کے لئے بالعموم مختلف النوع مسائل اور محرومیاں لے کر آیا تاہم یہ اپنے اندر ایک روشن پہلو بھی رکھتا ہے کہ تاریخ کے اس دور زوال نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ ملت اسلامیہ کا عروج کسی تاریخی حادثے کا نتیجہ نہیں بلکہ اس الوہی نظام ہدایت سے وابستگی میں مضمر ہے جس کا نمونہ کامل حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں بطور اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ آج ملت اسلامیہ کے احیاء و بیداری کے خواب کو اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں کیا جاسکتا جب تک اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اس کے فکر و عمل کی اصلاح نہیں کی جاتی۔

مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس تاریخی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قرآن حکیم کی روشنی میں دور زوال سے نجات کا ہمہ گیر اور حیات افروز لائحہ عمل اخذ کیا اور پہلے سے قرآنی فلسفہ انقلاب کا نام دیا۔ سن شعور کے آغاز سے ہی فکر انقلاب آپ کی سوچ کا مرکز و محور رہا۔ کتاب ہذا کے آخر میں آپ کے دور طالب علمی (۱۹۷۳ء) کی تحریر اس امر کی گواہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے غلبے کی بحالی آپ کا ایسا خواب تھا جن کی تعبیر کی تمنا آپ کے بحر شعور میں شروع سے ہی موجزن تھی۔ سو آپ نے قرآن حکیم کا انقلابی حوالے سے مطالعہ کیا اور ”منتخبات القرآن“

کے نام سے قرآن حکیم کا منتخب نصاب تیار کیا (ضمیمہ نمبر ۲) اور ان آیات سے مستنبط ہونے والی انقلابی تعلیمات کی روشنی میں آپ نے ”قرآنی فلسفہ انقلاب“ کے عنوان کے تحت جدوجہد انقلاب کا پورا فکر و منہج اخذ کیا۔ (ضمیمہ نمبر ۳)

قرآنی فلسفہ انقلاب کے دوسری جلد میں زندگی کی وحدت کے تصور کو سیرت انبیاء کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ دین و دنیا زندگی کے صفحے کے دو رخ (Recto and Verso) ہیں جنہیں الگ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی علیحدگی صفحہ کی شکستگی یعنی زندگی کے اختلال کا باعث ہوگا۔ جدوجہد انبیاء کی نتیجہ خیزی کو بھی قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر نبی کی جدوجہد کامیاب اور نتیجہ خیز جدوجہد تھی۔ یہ تصور اہل حق کے لئے جادہ حق پر چلنے کے لئے رہنمائی و حصول یقین کا باعث ہے۔ غلبہ دین حق کی بحالی کی دعوت، اس دعوت کو منظم کرنے کے لئے ضرورت جماعت، مصطفوی انقلاب کی جدوجہد کا نبوی منہاج، اور پھر تحریک منہاج القرآن کے تعارف و لائحہ عمل کا بھی مفصلاً موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ قرآنی فلسفہ انقلاب کی یہ جلد ان مباحث کے عملی پہلو کا احاطہ کرتی ہے جن کے فکری پہلو کو جلد اول میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی یہ تصنیف انقلابی کارکنوں کے لئے ضابطہ فکر و عمل ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم فکر کی روایت میں ایک روشن سنگ میل کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

طاہر حمید تنولی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۱ء

۱۶ جون ۲۰۰۰ء

## باب اول

وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله. (٤ : ٦٤)

مقصد بعثت انبياء



انسانیت کو راہ ہدایت عطا کرنے کے لئے رب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء قائم فرمایا۔ انبیائے کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے تاریخ کے ہر نازک موڑ پر گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا دیا اور اسے پھر سے سوئے منزل رواں دواں کر دیا۔ اس طرح انسانیت کے ارتقاء کا یہ سفر جاری رہا۔ یہ ہماری ملی تاریخ کا المیہ ہے کہ آج تاریخ انبیاء کو صرف مذہبی تاریخ ہی سمجھا جاتا ہے حالانکہ وسیع تر معنوں میں یہ فلاح و بہبود انسانی (Human Amelioration) کی درخشاں تاریخ ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام انسانی زندگی کے ہر گوشے کو انقلاب آشنا کرنے کے لئے آتے رہے۔ انہوں نے مذہبی اصلاح کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ انسانیت کو ایک نظام فکر و عمل بھی دیا مگر ان معنوں میں نہیں جو آج ہمارے ہاں مروج ہو چکے ہیں بلکہ انبیاء کا دیا ہوا نظام فکر و عمل توحید و رسالت کی بنیادوں سے اٹھنے والا ایسا نظام حیات عطا کرتا ہے جو عدل اجتماعی (Social Justice) پر مشتمل اور سماجی امتیاز (Social Discrimination) سے پاک ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی ابدی فلاح کا ضامن بھی ہے۔ انبیائے کرام کے اس جامع اور کامل منصب کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے:-

اور (یہی نہیں بلکہ) ہم نے ان کو (اپنی  
اپنی امتوں کا) پیشوا بنایا۔ جو ان کو  
ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور

وَجَعَلْنَاهُمْ آئِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا  
وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ  
وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ

وَكَاٰنُوا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝  
 ہم نے ان کی طرف بھی (یہی) وحی  
 بھیجی تھی کہ نیک کام کرنا اور نماز قائم  
 رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا اور وہ (ان  
 احکام پر کار بند رہے اور) ہماری بندگی  
 میں (دل و جان سے) لگے رہے۔

(۷۳:۲۱)

اس آیت کریمہ میں انبیائے کرام کو بنی نوع انسان کی امامت و قیادت کے  
 منصب پر فائز کرنے کا مقصود یہ بتایا جا رہا ہے کہ:  
 ۱۔ وہ امر الہی کو اس طرح قائم کریں کہ وہ لوگوں کے لئے راہ یابی کا باعث بن  
 جائے۔

۲۔ وہ لوگوں کو فعل الخیرات کی تعلیم دیں۔ فعل الخیرات قرآن حکیم کی ایک  
 جامع اصطلاح ہے جسے قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:-

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
 وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ  
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي  
 الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ  
 الصّٰلِحِيْنَ ۝  
 (یہ لوگ) اللہ اور یوم آخرت پر  
 ایمان رکھتے ہیں اور بھلی بات کرنے  
 کو کہتے ہیں اور برے کام سے منع  
 کرتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف  
 تیزی سے بڑھتے ہیں اور یہی صالحین  
 میں سے ہیں۔

(۱۱۳:۳)

گویا قرآن حکیم کے دیئے ہوئے ”تصور خیرات“ سے مراد زندگی کی وہ عملی  
 روش ہے جو منکر سے پاک اور معروف سے مملو ہو۔ جس میں تعمیر غالب ہو اور تخریب  
 کا شائبہ تک نہ ہو اور جو دوسرے افراد قوم کی فلاح اور نشوونما کی راہ کھولتی ہو۔

۳۔ نظام صلوة قائم کریں تاکہ معاشرہ فحشاء و منکر (Moral & Social Evils) کے اثرات سے پاک ہو کر پاکیزہ اور مثالی معاشرہ بن جائے۔

۴۔ نظام زکوٰۃ قائم کریں تاکہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم سے پاک ہو کر معاشرہ

ایسی روش پر چلے کہ ہر فرد مساویانہ بنیادوں پر ذرائع معیشت سے متمتع

ہو سکے۔

۵۔ نظام عبادات کے ذریعے معاشرے کو تزکیہ و تصفیہ اور پاکیزگی کا مرقع بنایا

جائے تاکہ دنیا پرستی کی بجائے خالق پرستی افراد معاشرہ کا شعار ہو۔

ان فرائض خمسہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انبیائے

کرام کی بعثت کا مقصد نہ صرف اعتقادات و عبادات کا ایک مثالی مذہبی نظام فکر و عمل

دینا تھا بلکہ معاشرے کو ایک ایسا الوہی نظام زندگی (Divine Social Order)

عطا کرنا تھا جو قومی زندگی کے جملہ شعبہ جات کو اس طرح انقلاب آشنا کرے کہ:

سیاست: نظام خیرات کے تابع ہو جائے۔

معاشرت: نظام صلوة کے تابع ہو جائے اور

معیشت: نظام زکوٰۃ کے تحت الوہی ضابطوں کی پابند ہو جائے۔

مشیت ایزدی کا مقصود صرف انبیاء کے ذریعے انسانیت کو یہ سیاسی و سماجی

نظام (Political & Social Order) ہی عطا کرنا نہ تھا بلکہ اسے انسانیت کی

ابدی فلاح کے لئے تاقیامت کرہ ارض پر جاری و ساری کرنا بھی ہے:-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ

اور (جملہ) نصیحتوں کے بعد ہم نے

الدِّمْرِ أَنْ الْأَرْضِ يَرْتُهَا عِبَادِي

(داؤد کی کتاب) زبور میں (صاف)



لکھ دیا تھا کہ بے شک میرے نیک  
بندے ہی زمین کے وارث  
ہو گئے۔ بے شک اس میں اطاعت  
شعاروں کے لئے (کامل) پیغام ہے۔

گویا رب ذوالجلال کا یہ قانون اور سنت ہے کہ اگر بنی نوع انسان عبادی  
الصلحون کے جملہ تقاضے پورے کرے اور ذکر (جو قانون الہی سے عبارت ہے) کو  
کلی طور اپنا شعار زندگی بنائے تو تمکن علی الارض کے وارث وہی ہوں گے اور  
انبیاء کرام کے عطا کردہ ضابطہ زندگی کو قائم و جاری کریں گے۔ اس مفہوم کو دوسرے  
مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

(اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو  
ملک پر تسلط عطا کریں تو یہ لوگ نماز  
قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو  
بھی جملہ) نیک کاموں کا حکم دیں وہ  
بری باتوں سے روکیں اور تمام  
کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں  
ہے

الصّٰلِحُونَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا  
لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝

(۱۰۶-۱۰۵:۲۱)

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ  
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَتَوْا الزَّكٰوةَ  
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ  
الْمُنْكَرِ ۗ وَاللّٰهُ عٰقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(۳۱:۲۲)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:-

اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم  
میں سے ایمان لائے اور نیک عمل  
کرتے رہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ  
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ  
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

دے گا جیسا کہ ان سے قبل کے لوگوں کو حاکم بنا چکا ہے۔ اور ان کا دین جس کو اس نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد (جس سے وہ قومی و معاشرتی زندگی میں دوچار ہیں) ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور (اپنے مقصد حیات یعنی اپنے فکر و عمل میں) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی (میری اور میرے رسول کی اطاعت سے) انکار کرتے ہیں وہی لوگ بد کردار ہیں۔ (ان کے لئے نہ دین ہے نہ ایمان)۔ اور اے اہل ایمان! نمازوں کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

(۵۶-۵۵:۲۳)

مقصد بعثت انبیاء کے باب میں فکری تغیر

تاریخ کے روز اول سے جاری رجحان کے تحت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام کی عطا کردہ فکر اور ان کے مقاصد بعثت نظروں سے اوجھل ہوتے

گئے۔ ہر دور میں جب گمراہی و ضلالت کا معاشرے پر غلبہ ہوا تو زندگی کے عملی احوال سے انبیاء کرامؑ کے عطا کردہ نظام فکر و عمل کا رابطہ کٹ کر چند اعتقادات و عبادات تک محدود ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ اعتقادات و عبادات بھی اپنی روح سے محروم ہو کر مجرد ظاہری رسوم میں بدل گئیں۔ جس سے نئی بعثت کی ضرورت پیدا ہوتی رہی۔ دین کے جزوی تصور نے عملی زندگی کو دین کے ضوابط و قوانین سے لا تعلق کر دیا۔ یہی المیہ آج اسلامی دنیا کو درپیش ہے۔ پچھلی دو صدیوں سے عالم کفر کے مقابلے میں مسلمانوں کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور علمی پستی نے جب انہیں ذہنی اور فکری طور پر مضحل کر دیا تو ان کی سوچ ہر لحاظ سے ناامیدی کا شکار ہو گئی۔ جس نے قومی و ملی زندگی کو مذہب و سیاست کے خانوں میں تقسیم کر دیا۔ مذہبی امور علماء کا اور سیاست سیاستدانوں کا کام متصور ہونے لگا اور یہ حقیقت کہ سیاست کار پیغمبروں کا ایک افسانہ بن گیا۔ مذہب و سیاست کی اس تفریق نے امت مسلمہ کو قومی زندگی کے میدان میں کئی مفاسد کا شکار کر دیا۔

(1) دین کے جامع و مکمل نظام حیات کے بارے میں عملاً فکری التباس پیدا ہوا۔ یہ انداز فکر پیدا ہو گیا کہ اسلام چودہ سو سال پہلے کا دین ہے اس کے تہذیبی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی ضوابط آج کے بدلے حالات میں کارگر نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ آخرت کی نجات کا ذریعہ اسلام ہی ہے مگر آج کے حالات میں عملاً نظام کے طور پر قابل عمل نہیں۔

(2) سیاست سے مراد کار جہاں بانی ہے۔ ملکی نظام چلانا نیکو کار لوگوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس کے لئے سیاسی حربے (Political Tactics) چاہئیں۔ جو مذہبی اور دینی قیادتوں کے بس کا روگ نہیں۔ دینی قیادت کا

کام تو آخرت کی فلاح کے لئے کمر بستہ رہنا اور لوگوں کی اخلاقی اصلاح کا سامان کرنا ہے۔ یہی کام انبیاء کرامؑ کرتے رہے۔ اور اسی سلسلے کو قائم رکھتے ہوئے دینی حلقوں کو سیاسی جھمیلوں سے دور رہنا چاہئے اور مذہبی و اخلاقی اصلاح کا کام جاری رکھنا چاہئے۔

(3) دینی فکر اور قرآنی تعلیمات کا آج کے ترقی یافتہ دور میں سماجی، ثقافتی اور سیاسی و معاشی میدانوں کے ساتھ کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں زندگی کے تقاضے بدل گئے ہیں۔ اور زندگی اتنا آگے نکل چکی ہے کہ مذہبی و دینی فکر کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے تقاضے پورے کر سکے۔ اور اس کے لائیکل اور پیچا پیچ مسائل کا حل دے سکے۔

یہ تمام مغالطے اور التباسات ناقص اور جزوی انداز نظر اور قرآنی تعلیمات کے سطحی مطالعے کا نتیجہ ہیں۔ اگر انبیاء کرامؑ کے مقصود بعثت و دعوت اور ان کی عملی جدوجہد کا قرآن حکیم کی روشنی میں گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے کہ تاریخ انبیاء میں کبھی بھی کسی نبیؑ نے دین و دنیا کی تفریق کا تصور سرے سے پیش ہی نہیں کیا۔ بلکہ انبیاء کرامؑ کی اصلاح بطور ایک وحدت نامی (Organic Whole) کے کرتے رہے۔ اور دین و دنیا کی اصلاح کو لازم و ملزوم ٹھہراتے رہے۔ معاشرتی و قومی زندگی کے جملہ پہلوؤں بشمول سیاست، معاشرت اور معیشت کی اصلاح دعوت انبیاء کا مقصود رہا اسی لئے اس دور کے جابر، مستبد اور مقتدر طبقوں (Political Elites) کی طرف سے انہیں مخالفتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

انبیاء کرامؑ کے دو طبقات

قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کے علاوہ جن انبیاء کرامؑ کا تذکرہ مختلف

مقامات پر کیا ہے۔ اگر ان کے مقاصد بعثت کے حوالے سے جائزہ لیں تو قرآن مجید میں مذکورہ انبیائے کرام کے دو طبقات سامنے آتے ہیں:-

- ۱- وہ انبیاء کرام جنہوں نے اپنے دور کے رائج الوقت باطل نظام کو بدلنے کے لئے باقاعدہ جدوجہد کی اور اپنی قوم کو باقاعدہ ایک نظام زندگی عطا کیا۔ قرآن حکیم ان کی عملی جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔
- ۲- وہ انبیائے کرام جن کی جدوجہد کی تفصیل کا تذکرہ تو قرآن مجید میں نہیں ملتا مگر ان کا تذکرہ طبقہ اولی کے انبیائے کرام کے مقاصد کے حوالے سے Supporting Role کے طور پر آتا ہے۔

### طبقہ اولی کے انبیاء کرام

اس طبقے میں مذکورہ انبیائے کرام کو ان کی جدوجہد کے حوالے سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:-

- (i) وہ انبیائے کرام جنہوں نے اپنی اقوام کے سامنے حق و عدل پر مبنی نظام زندگی (Political & Social Order) رکھا۔ نتیجتاً انہیں معاشرتی و سیاسی مخالفتوں (Political & Social Resistance) کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی دعوت پر لبیک نہ کہنے سے ظالم و فاسق گروہ نذر ہلاکت ہو گئے اور فلاح و نجات ان کے متبعین کو ہی حاصل ہوئی۔ اس نوعیت کا تذکرہ انبیاء کرام کیا گیا:-

حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ہودؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت صالحؑ۔  
حضرت شعیبؑ۔ حضرت عیسیٰؑ

- (ii) وہ انبیائے کرام جنہوں نے باطل و طاغوتی نظام سے باقاعدہ ٹکری اور باطل

سے دو بدو معرکہ آرائی کی۔

حضرت موسیٰؑ - حضرت ہارون

(iii) وہ انبیائے کرامؑ جنہوں نے براہ راست کاروبار سلطنت (Govt.

Business) سنبھالا۔ اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم فرمایا:

حضرت یوسفؑ - حضرت داؤدؑ - حضرت سلیمانؑ -

(iv) وہ نبی محترمؑ جنہیں گمراہ قوم کو راہ ہدایت کی طرف راغب کرنے سے الگ

ہونے پر بارگاہ رب العزت سے کار اصلاح کی طرف دوبارہ لوٹنے کا حکم فرمایا

گیا۔

حضرت یونسؑ

(v) وہ انبیائے کرامؑ جن کی زندگی انفرادی و قومی سطح پر ایک مکمل نمونہ (اسوہ

حسنہ) قرار دی گئی۔

حضرت ابراہیمؑ - حضور اکرم ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ مذکورہ بالا تمام انبیاء کرامؑ کی جدوجہد کے

جملہ پہلوؤں کی جامع تھی اور ہر لحاظ سے آنے والی انسانیت کیلئے نمونہ کامل قرار دی

گئی۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

طبقہ ثانی کے انبیائے کرامؑ:

وہ انبیائے کرامؑ جن کی نبوی جدوجہد کی گو تفصیل تو مذکور نہیں مگر ان کا

تذکرہ مذکورہ طبقہ اولیٰ کے انبیائے کرامؑ کے ساتھ اور ان کے مقاصد کے ساتھ کیا

گیا۔

اور یسٰ۔ اسماعیلؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ الیاسؑ۔ الیسعؑ۔ ایوبؑ۔ ذوالکفلؑ۔  
عزیرؑ۔ زکریاؑ۔ یحییٰؑ۔

اب ان انبیائے کرامؑ کی جدوجہد کے حوالے سے قرآن حکیم کی روشنی میں  
مفصل تجزیہ کیا جاتا ہے کہ ہر نبیؑ نے اپنے دور میں اس دور کے حالات کے  
مطابق زندگی کے بگاڑ دور کرنے کے لئے واضح نظام زندگی پیش کیا۔ جب معاشرے  
کے گمراہ اور فاسق و فاجر عناصر نے اس سے منہ موڑا اور اسے رد کیا تو ان کا انجام  
ہلاکت و خسران ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت آدمؑ ابوالبشر اور جد انبیاء ہیں ہبوط آدمؑ کے ساتھ ہی کرہ ارض پر  
نسل انسانی کا آغاز ہوا۔ حضرت آدمؑ کو مجبور ملائک بنا کر رب ذوالجلال نے نسل آدمؑ  
کی شرف و منزلت کو روز اول سے ہی واضح کر دیا۔ آدمؑ کو علم الاسماء سے بھی بہرہ ور کیا  
گیا۔ جو جہاں ایک طرف معرفت ربانی کا باعث ہے تو دوسری طرف تسخیر کائنات کا  
ذریعہ بھی۔ حضرت آدمؑ چونکہ بنی نوع انسانی کا نقطہ آغاز تھے لہذا کرہ ارض پر ان کی  
آمد کے ساتھ ہی دو امور کا فیصلہ کر دیا گیا۔

۱۔ آنے والی نسل انسانی کا باہمی ربط و تعلق اور ان کی زندگی کا نمونہ  
(Paradigm) کیا ہوگا؟

۲۔ زندگی کو کامیاب و کامران اور فلاح و فوز پر مبنی کرنے کے لئے لائحہ عمل کیا  
ہوگا؟ ان دونوں امور کا تعین ایک لحاظ سے مستقبل کے معاشرتی، معاشی اور  
سیاسی نظام کی تشکیل کی اساس کو بیان کرنا تھا۔ اور اس نظام کو عدل و انصاف

پر قائم رکھنے اور ممکنہ فساد و بگاڑ سے محفوظ کرنے کے لئے ایک واضح لائحہ عمل بھی دینا تھا۔

بنی نوع انسانی کی حیات ارضی کے Pattern کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

گیا:-

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ  
عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ  
وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦:٢﴾

اور ہم نے حکم دیا کہ تم نیچے اتر جاؤ تم  
ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اب  
تمہارے لئے زمین میں ہی معینہ مدت  
تک جائے قرار اور نفع اٹھانا مقدر کر دیا  
گیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اس بنیادی حقیقت کو بیان کیا گیا کہ بنی نوع انسان حیات ارضی میں باہمی عداوت کا شکار ہوں گے۔ اور اس عداوت باہمی کا باعث وہ مفادات ہوں گے جو متاع اور مستقر سے جنم لیں گے۔ مستقر و متاع سے مراد سیاسی و معاشی استحکام (Political & Economic Stability) ہے۔ یعنی جبلی طور پر افراد نوع انسانی مستقر و متاع کے حوالے سے باہمی تفوق کے لئے کار آزار ہیں گے۔ جو معاشرتی کشمکش (Social Conflicts) کا باعث بنے گا۔

اس عداوت باہمی کے ماحول کی جو لازماً انفرادی اور قومی زندگی کے ماحول کو

عدل و توازن سے محروم کر دے گا، کی اصلاح کے لئے ارشاد فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا  
يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبَعَ  
هُدَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ۔  
پھر اگر تمہارے پاس میری طرف  
سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری



يَحْزَنُونَ  
 ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی  
 خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں  
 (۳۸:۲) گے۔

یعنی یہ سنت الہی قرار پایا کہ ارتقائے تہذیب انسانی کے ساتھ ساتھ آمد انبیاء کا سلسلہ قائم رہے گا جو ہدایت ربانی لوگوں تک پہنچائیں گے۔ اور اس ہدایت کی اتباع افراد معاشرہ کو خوف اور حزن سے آزاد کر دے گی۔ اس آیت مبارکہ میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:-

۱۔ جنت سے آدمؑ و حوا کو زمین پر اتارتے وقت اھبطا ہی نہیں فرمایا گیا جس طرح اس سے قبل دونوں کو خطاب کرتے ہوئے ولا تقربا (۳۵:۲) فرمایا گیا تھا۔ بلکہ اھبطوا جمیعا کہہ کر صرف آدمؑ و حوا کو ہی نہیں بلکہ نسل انسانی کو خطاب کیا گیا۔

ب۔ ہدایت اور خوف و حزن سے نجات کو لازم و ملزوم قرار دے کر اس امر کی ضمانت دے دی گئی کہ انبیائے کرام ایسا واضح سماجی و معاشرتی نظام فکر و عمل لے کر آتے رہیں گے جو اپنے اندر زندگی کے گونا گوں مسائل جو مستقر و متاع کے لئے آویزش باہمی سے جنم لیں گے کا حل موجود ہوگا دوسرے الفاظ میں ایک کامیاب اور فلاحی زندگی صرف ہدایت ربانی سے ہی ممکن ہوگی۔

اس حوالے سے آدمؑ جہاں کرہ ارض پر نوع انسانی کا نقطہ آغاز اور پہلے نبی ہیں وہاں نسل انسانی کے لئے پہلے سماجی و معاشی نظام کے بانی (Founder of Social Order) بھی ہیں۔ ۱۷

حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح کی 950 سالہ نبوی جدوجہد (Prophetic Struggle) درج ذیل مراحل پر مشتمل ہے۔

- ا۔ اس دور کے باطل نظام زندگی پر تنقید اور اس کی مذمت
- ب۔ قوم کے سامنے آپ کا دعوت حق اور سماجی و معاشرتی نظام پیش کرنا
- ج۔ قوم کا رد عمل
- د۔ باغیانہ طرز عمل پر قوم کا انجام
- ه۔ پیروکاروں ان نوح کی کامیابی۔

ا۔ باطل نظام زندگی پر حضرت نوح کی تنقید اور اس کی مذمت  
ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ  
يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ  
إِنَّا لَنَرُّكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ  
يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي  
رَسُولٌ مِّن رَّبِّ  
الْعَالَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی  
طرف بھیجا سو انہوں نے کہا اے  
میری قوم (کے لوگو) تم اللہ کی  
عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی  
معبود نہیں یقیناً مجھے تمہارے اوپر  
ایک بڑے دن کا خوف ہے ان کی قوم  
کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا  
(اے نوح) بے شک ہم تمہیں کھلی  
گراہی میں (بتلا) دیکھتے ہیں۔ انہوں

وَأَنْصَحَ لَكُمْ وَاعْلَمُ مِنَ اللَّهِ  
مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَ  
كُمُ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ  
مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ  
تُرْحَمُونَ ۝

(۵۹:۷-۶۳)

نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی  
گمراہی نہیں۔ لیکن (یہ حقیقت ہے  
کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی  
طرف سے رسول (مبعوث ہوا)  
ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے  
پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت  
کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ  
جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا  
تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ  
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف  
سے تم ہی میں سے ایک مرد  
(کی زبان) پر نصیحت آئی تاکہ وہ  
تمہیں (عذاب الہی سے) ڈرائے اور  
تم پر ہیزگار بن جاؤ اور یہ اس لئے ہے  
کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ نوحؑ نے اپنے معاشرے میں موجود  
شرک و ضلالت اور قانون الہی سے انحراف کی زندگی سے قوم کو دور رہنے اور تقویٰ کی  
زندگی گزارنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اللہ کی رحمت  
قوانین الہی (ذکر) کی پابندی سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ نوحؑ کی اس دعوت کو  
دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا:-

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا نُوحٍ إِذْ قَالَ  
 لِقَوْمِهِ يَقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ  
 مَقَامِي وَ تَذِكْرِي بآيَاتِ اللَّهِ  
 فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمَعُوا  
 أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ  
 أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا  
 إِلَيَّ وَلَا تَنْظِرُونِ ۝ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ  
 فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِن أَجْرِي  
 إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأَمْرٌ أَن أَكُونُ  
 مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

(۷۲-۷۱:۱۰)

اور ان پر نوحؑ کا قصہ بیان فرمائیے۔  
 جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے  
 میری قوم اگر تم پر میرا قیام اور میرا  
 (انتقالی) آیتوں کے ساتھ نصیحت  
 کرنا گراں گزر رہا ہے تو (جان لو  
 کہ) میں نے تو صرف اللہ ہی پر توکل  
 کر لیا ہے (اور تمہارا کوئی ڈر نہیں) اور  
 تم اکٹھے ہو کر (میری مخالفت میں)  
 اپنی تدبیر کو پختہ کر لو اور اپنے گھڑے  
 ہوئے شریکوں کو بھی (ساتھ ملا لو اور  
 اس قدر سوچ لو کہ) پھر تمہاری تدبیر  
 (کا کوئی پہلو) تم پر مخفی نہ رہے۔ پھر  
 میرے ساتھ (جو جی میں آئے) کر  
 گزرو اور (مجھے) کوئی مہلت نہ دو۔ سو  
 اگر تم نے (میری نصیحت سے) منہ  
 پھیر لیا تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ  
 (بھی) تو نہیں مانگا۔ میرا اجر تو صرف  
 اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے یہ حکم  
 دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے  
 ہو جاؤں۔

ب۔ قوم کے سامنے حضرت نوح کی دعوت اور آپ کا پیش کردہ سماجی و معاشرتی نظام

حضرت نوح کی دعوت دو پہلوؤں پر مشتمل تھی۔

۱۔ مذہبی پہلو (Religious Aspect)

ارشادِ بانی ہے:-

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے آپ اپنی قوم کو (اس عذاب سے) ڈرائیں۔ (نوح ﷺ نے تبلیغ شروع کی اور) فرمایا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے واضح طور پر نصیحت کرنے والا (عواقب سے ڈرنے والا) ہوں۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری فرمائیں برداری کرو۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا ۝

(۳۱:۱-۳)

یعنی نوح نے اپنی قوم کو عبادت الہی، تقویٰ اور اطاعت نبوی کی دعوت دے کر توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کی طرف متوجہ کیا اور انہیں شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی سعی فرمائی۔

## ii۔ دنیاوی پہلو (Secular Aspect)

دعوتِ نوح صرف حصولِ تقویٰ اور تصورِ آخرت تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ زندگی کے دنیاوی پہلو کو بھی محیط تھی۔ ارشادِ بانی ہے:-

ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ثُمَّ إِنِّي  
أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ  
إِسْرَارًا ۚ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ  
إِنَّهُ كَانَ عَفَّارًا ۚ يُرْسِلِ السَّمَاءَ  
عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۚ وَ يُمِدِّدْكُمْ  
بِأَمْوَالٍ وَ بَيْنَ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ  
جَنَّتٍ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ  
أَنْهَارًا ۚ مَالِكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ  
وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۚ

(۱۳-۸:۷۱)

پھر (بھی) میں ان کو با آواز بلند  
(مجلسوں اور محفلوں میں اور ہر  
مناسب موقع پر دینِ حق کی طرف)  
بلاتا رہا۔ پھر میں نے ان کو اعلانیہ  
(بھی سمجھایا) اور چپکے چپکے (بھی)۔  
پھر میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب  
سے اپنے گناہ بخشو الو بے شک وہ بڑا  
بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے  
موسلا دھار بارش برسائے گا اور مال  
اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور  
تمہارے واسطے باغ بنا دے گا اور  
تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔ تم کو  
کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی عظمت پر  
اعتقاد نہیں رکھتے (اس کے غضب  
سے نہیں ڈرتے) حالانکہ اس نے تم  
کو طرح طرح (کی صورت و سیرت)  
کا بنایا۔

یعنی نوح نے اپنی قوم کو اس طرف متوجہ کیا کہ یہ صرف قانون الہی کی پابندی اور اعتقاد او عملارب ذوالجلال کی طرف رجوع ہی ہے جس سے

فراخی رزق----- (استحکام معیشت)

فراخی اولاد----- (استحکام معاشرت)

فراخی وقار----- (ملی و سیاسی استحکام)

میسر آسکے گا۔

### ج۔ قوم نوح کا رد عمل:

حضرت نوح کی اس جامع دعوت کو سن کر جو زندگی کے ظاہر و باطن کو منقلب کر دینے سے عبارت تھی قوم نوح کے سردار اور وڈیرے لرزاٹھے۔ انہیں اپنا نظام زندگی اور اجارہ داریاں خطرے میں نظر آنے لگے۔ نتیجتاً انہوں نے معاشرے میں اس نوح کا پراپیگنڈا شروع کر دیا جس سے نوح کی دعوت کے بارے میں عامۃ الناس التباس (confusion) کا شکار ہو جائیں۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ	اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم
فَقَالَ يَقُومُوا عِبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ	کی طرف بھیجا۔ تو انہوں نے ان سے
إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَقَالَ	کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت
الْمَلَأُوا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا	کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ	نہیں۔ کیا تم کو خوف (خدا) نہیں کہ
يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ	دوسروں کو اس کا شریک بناتے
لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي	(ہو۔) پس ان کی قوم کے سردار جو کافر
	تھے کہنے لگے کہ (لوگو! تم اس شخص کی

اَبَانَا الْاَوَّلَيْنِ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ  
بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ۝  
(۲۳:۲۳-۲۵)

طرف (التفات نہ کرو) یہ تمہارے  
جیسا ایک انسان ہی تو ہے جو (اپنے کو  
نبی بتا کر) تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا  
ہے اور اللہ اگر (نبی ہی بھیجنا) چاہتا تو  
کوئی فرشتہ اتار تا (آدمی کا نبی ہو کر آنا  
تو عجیب بات ہے) ہم نے تو اپنے پہلے  
باپ دادوں سے یہ سنا نہیں (کہ  
انسان بھی نبی ہوتا ہے)۔ یہ تو بس  
ایک دیوانہ آدمی ہے پس کچھ مدت  
تک اس کا انتظار کرتے رہو۔ (تاکہ وہ  
اپنے ہوش و حواس میں واپس آجائے  
پھر اس قسم کا دعویٰ نہ کرے گا۔)

یعنی قوم نوح کے سرداروں نے معاشرے میں موجود اپنی Lobby کو اس  
امر پر اکسایا کہ حضرت نوح سے ان کی سرداری اور فضیلت کو خطرہ لاحق ہے۔ گویا یہ  
دعوت نوح کی جامعیت تھی جس سے قوم نوح کے وڈیرے اور سردار اپنے  
استحقاقات کو خطرے میں گھرا محسوس کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنے اس حربے کو  
کارگر ہوتا نہ دیکھا تو حضرت نوح پر ایمان لانے والوں کے سماجی مرتبہ (Social  
Status) کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا۔ اور اس معاشرتی تفاوت کو جو اس قوم کے  
سرداروں اور غریب عوام میں موجود تھی بنیاد بنا کر حضرت نوح کو اس امر کی طرف  
راغب کرنا شروع کر دیا کہ وہ معاشرے کے گرے پڑے اور مفلوک الحال لوگوں کو



اپنے پاس نہ آنے دیں:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ  
 ۞ اِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ  
 ۞ اَلَا تَتَّقُونَ ۞ اِنِّى لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ  
 ۞ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ وَاَمَّا  
 ۞ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ  
 ۞ اِلَّا عَلَى رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ فَاتَّقُوا  
 ۞ اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۞ قَالُوْۤا اَنْتُمْ لَكُمْ  
 ۞ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْضُ ذٰلُوْنَ ۞

(۱۱۱-۱۰۵:۲۶)

نوح کی قوم نے (بھی اپنے زمانہ میں) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا (اے میری قوم کے لوگو) کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں۔ بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا معتبر پیغام لانے والا ہوں۔ پس (تم) پر لازم ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (میرا کہا مانو) اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) کا کوئی صلہ نہیں چاہتا میرا اجر تو سب جہانوں کے پروردگار کے ہی ذمہ ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بولے (کیسی باتیں کرتے ہو) کیا ہم تم پر ایمان لائیں حالانکہ تمہارے پیرو حقیر لوگ ہیں (جن کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں ان کے ساتھ شامل ہونا کوئی عقلمندی ہے)۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ إِلِيمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرُكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرُكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا بِآدَى الرَّأْيِ ۝ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ۝ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝

(۲۵:۱۱-۲۷)

اور بے شک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے ان سے کہا) میں تمہارے لئے کھلا ڈرنے والا (بن کر آیا) ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم پر دردناک دن کے عذاب (کی آمد) کا خوف رکھتا ہوں۔ سو ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں اور وڈیروں نے کہا ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بندہ دکھائی دیتے ہو۔ اور ہم نے کسی معزز شخص (کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے ہمارے (معاشرے کے) سطحی رائے رکھنے والے پست و حقیر لوگوں کے (جو بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں) اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری بھی نہیں دیکھتے۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

مگر جو ابا حضرت نوح نے نہ صرف اہل ایمان کو کم سماجی مرتبے کی بنا پر اپنی

قربت سے دور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ قوم نوح کو انتہائی شائستہ اور حکیمانہ انداز میں حق کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی:-

(نوح نے) کہا اے میری قوم بتاؤ تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے حضور سے (خاص) رحمت بخش ہو مگر وہ تمہارے اوپر (اندھوں کی طرح) پوشیدہ کر دی گئی ہو تو کیا ہم اسے تم پر جبراً مسلط کر سکتے ہیں در آنحالیکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم میں تم سے اس (دعوت و تبلیغ) پر کوئی مال و دولت (بھی) طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔ اور میں (تمہاری خاطر) ان (غریب و پسماندہ) لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں۔

بے شک یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے بہرہ یاب ہونے والے

قَالَ يٰ قَوْمِ اَرَاۤءَ يُتَمَّ اِنْ كُنْتُ عَلٰى  
بَيْنَةٍ مِّنْ رَبِّىْ وَاَتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ  
عِنْدِهٖ فَعُمِيَّتْ عَلَيْكُمْ  
اَنْزَلْنَا مُكْمُوْهَا وَاَنْتُمْ  
لَهَا كَرهُوْنَ ۝ وَاَقُوْمٌ لَاۤ اَسْئَلُكُمْ  
عَلَيْهِ مَالًا ۙ اِنْ اَجْرٰى اِلَّا عَلٰى  
اللّٰهِ وَمَا اَنَاۡ بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اِنَّهُمْ مُّلقَوْنَ رَبِّهٖمْ وَلٰكِن اَرٰىكُمْ  
قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝

(۲۸-۲۹:۱۱)

ہیں اور میں تو درحقیقت تمہیں جاہل قوم دیکھ رہا ہوں۔

فرمایا مجھ کو اس سے کیا غرض کہ وہ لوگ پہلے کیا کرتے تھے (ان کا پیشہ کیا تھا) (تم ان پر فضول اتہام نہ لگاؤ) ان سے (ان کے کاموں کا) حساب لینا میرے پروردگار کے ذمہ ہے کاش تم (یہ بات) سمجھ سکتے اور میں ایمان لانے والوں کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں (مجھے تمہارے ساتھ ہونے نہ ہونے سے غرض نہیں) میں تو بس صاف طور پر ایک نصیحت کرنے والا اور اللہ سے ڈرانے والا ہوں۔

مگر قوم نوح جو کفر و باطل پر ہٹ دھرمی اختیار کر چکی تھی، نے آپ کو ملک بدر کرنے اور ہلاک کرنے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔

وہ بولے اے نوح! اگر تم نے (اپنا یہ طور طریقہ) نہ چھوڑا تو تم کو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا۔

قَالَ وَمَا عَلِمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حَسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝ وَمَا اَنَا بِطَارِدٍ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(۱۱۵-۱۱۲:۲۶)

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَنْوُحْ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝

(۱۱۶:۲۶)

اور حضرت نوح سے عذاب الہی کے پاپا ہو جانے کا تقاضا کرنا شروع کر دیا۔

وہ کہنے لگے اے نوح! بیشک تم ہم سے  
جھگڑ چکے ہو تم نے ہم سے بہت جھگڑا  
کر لیا بس اب ہمارے پاس وہ (عذاب)  
لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے  
ہو اگر تم (واقعی) سچے ہو۔

قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ  
جِدَالَنا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ  
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (۳۲:۱۱)

مگر بایں ہمہ حضرت نوحؑ کا رویہ اپنی قوم سے نصیحت کرنے، ان کی اصلاح  
پذیری اور خیر خواہی کا رہا۔ تا آنکہ قوم نوحؑ کی باغیانہ روش حد سے تجاوز کر گئی:-

(نوحؑ نے) کہا وہ (عذاب) تو بس اللہ  
ہم پر لائے گا۔ اگر اس نے چاہا۔ اور تم  
اسے عاجز نہیں کر سکتے۔ اور میری  
نصیحت بھی تمہیں نفع نہ دے گی خواہ  
میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ  
کروں اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے کا  
ارادہ فرمایا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے اور  
تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَاءَ  
وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ وَلَا  
يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ  
أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ  
يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَ إِلَيْهِ  
تَرْجِعُونَ ۝

(۳۳:۱۱-۳۴)

## د۔ قوم نوحؑ کا انجام

جب قوم نوحؑ کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور وہ کسی طور پر بھی حضرت نوحؑ  
کی دعوت کو سنجیدگی اور متانت سے سننے اور اس پر غور کرنے پر رضامند نہ ہوئے بلکہ  
گمراہی میں مزید آگے بڑھنے لگے تو حضرت نوحؑ نے ان کے فیصلہ کن انجام کے لئے

رب ذوالجلال کے حضور التجا کی:-

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي  
كَذَّبُونِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ  
فَتَحًا وَ نَجِّنِي وَ مَنْ مَعِيَ مِنَ  
الْمُؤْمِنِينَ ۝

(نوح نے) التجا کی اے میرے رب  
مجھے میری قوم نے جھٹلایا ہے سو تو ہی  
میرے اور ان کے درمیان کھلا فیصلہ  
فرمادے اور مجھے اور جو میرے ساتھ  
ایمان لانے والے ہیں ان کو بچالے۔

(۲۶:۱۱۷-۱۱۸)

حضرت نوح نے صرف ان کی ہلاکت کے لئے ہی التجا نہ کی بلکہ ان کے ان

عیوب کو بھی گنویا جو در حقیقت ان کی ہلاکت کا باعث بن رہے تھے:-

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا  
وَ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَايَ ۝  
إِلَّا فِرَارًا ۝ وَ إِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ  
لِتُغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي  
أَذَانِهِمْ وَ اسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَ  
أَصْرُوا ۝ وَ اسْتَكْبَرُوا  
وَ اسْتَكْبَرُوا ۝ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ  
جِهَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ  
أَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝

(نوح نے) عرض کیا اے میرے  
رب میں اپنی قوم کو رات دن (دین  
حق کی طرف) بلاتا رہا۔ لیکن میرے  
بلانے سے وہ (دین سے) اور زیادہ  
بھاگنے لگے۔ اور جب بھی میں نے ان  
کو بلایا (کہ میری دعوت حق کو قبول  
کریں) تاکہ تو ان کو بخش دے تو  
انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں  
دے لیں (کہ میری بات سننا بھی ان  
کو گوارا نہ ہوا) اور اپنے اوپر کپڑے  
ڈال لئے (کہ مجھ کو نہ دیکھیں کہ وہ

(۷۱:۵-۹)

میری صحت سے بیزار ہیں) اور وہ

(اپنے کفر پر) اڑے رہے اور انتہائی تکبر کرتے رہے۔ پھر بھی میں ان کو با آواز بلند (دین حق کی طرف) بلاتا رہا۔ پھر میں نے ان کو اعلانیہ بھی سمجھایا اور چپکے چپکے (بھی)۔

نوح نے عرض کیا اے میرے رب انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ اور ان (مالداروں) کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے خود ان کو نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ دیا۔ (یعنی مال و اولاد کی کثرت نقصان ہی کا موجب بنی اور اس سے ان کی آخرت نہ سنوری) اور انہوں نے بڑے بڑے فریب کئے۔ اور ان (روساء نے لوگوں سے) کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا و نہ سوا کو نہ سوا کو نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو (جو مختلف امور میں تمہارے کام آتے ہیں)۔ اور اس طرح ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور اے اللہ اب تو بھی ان

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي  
وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ  
إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكْرُوهًا مَكْرًا  
كِبَارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ  
وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا  
يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ  
أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ  
إِلَّا ضَلَالًا ۝ مَا خَطْبُكُمْ أَغْرِقُوا  
فَأَدْخِلُوا نَارًا ۝ فَلَمْ يَجِدُوا إِلَهُمْ  
مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝ وَقَالَ  
نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ  
مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ  
تَذَرَهُمْ يُضِلُّوكَ عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا  
إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (۲۱: ۷۱-۷۷)

ظالموں کو بس گمراہی کے سوا کچھ نہ  
 دے چنانچہ اپنی خطاؤں کے سبب  
 ڈبو دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے  
 گئے۔ تو انہوں نے دنیا و آخرت میں  
 اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو معاون (و  
 مددگار) نہ پایا۔ اور نوح نے یہ بھی دعا  
 کی تھی اے میرے رب اب روئے  
 زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا اگر تو  
 نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں  
 کو بہکاتے ہی رہیں گے اور ان کی اولاد  
 بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی۔ (نہ یہ حق  
 پر آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد)

دیگر کئی مقامات پر بھی قرآن حکیم نے قوم نوح کے اس کردار کو بیان کیا ہے

جو ان کی ہلاکت کا باعث بنا:-

اور قوم نوح\* (ہی کو لے لیجئے) جب  
 انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی ہم  
 نے ان کو غرق کر دیا اور (خود) ان کو  
 دنیا کے لئے ایک (سبق آموز) نشانی  
 بنا دیا اور (ان کی سزا یہی ختم نہیں ہوتی  
 بلکہ) ہم نے ان ظالموں کے لئے

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ  
 أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً.  
 وَاعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا  
 (۳۷:۲۵)



دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔  
 اور بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم  
 کی طرف بھیجا (پینمبر بنا کر) پھر وہ ان  
 میں پچاس سال کم ایک ہزار سال  
 رہے (اور ان کو سمجھاتے رہے لیکن  
 ان کی قوم ان کو جھٹلاتی رہی) بالآخر ان  
 کو طوفان نے آپکڑا اس لئے کہ وہ ظالم  
 تھے (جھوٹے تھے۔ کافر تھے)۔

اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلہ میں  
 جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا  
 ان کی مدد کی۔ بے شک وہ بہت ہی  
 برے لوگ تھے اس لئے ہم نے ان  
 سب کو (طوفان میں) غرق کر دیا۔  
 اور ان سے پہلے (یہی کچھ حال) قوم  
 نوحؑ (کا ہوا) بے شک وہ بڑے نافرمان  
 لوگ تھے۔

اور ان سے بھی قبل قوم نوحؑ کو  
 (ہلاک کیا) کہ بڑے ظالم اور سرکش  
 تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ  
 فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ  
 إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا. فَأَخَذَهُمُ  
 الطُّوفَانُ وَهُمْ الظَّالِمُونَ ۝  
 (۱۳:۲۹)

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
 بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ  
 فَأَخَذْنَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝  
 (۷۷:۲۱)

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ. إِنَّهُمْ كَانُوا  
 قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝  
 (۴۶:۵۱)

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ. إِنَّهُمْ كَانُوا  
 هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَىٰ ۝  
 (۵۲:۵۳)

ان سے قبل نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا (اور دھمکایا) بھی گیا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا  
عِبَادَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝  
(۹:۵۳)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن حکیم نے قوم نوحؑ کی ہلاکت کے جو اسباب جہاں کئے ہیں یعنی ظلم، کذب، فسق، طغیان، بغاوت اور سرکشی یہ بیک وقت زندگی کے مذہبی اور لامذہبی پہلوؤں کو محیط ہیں۔ جو از خود رسالت نوحؑ کی جامعیت کو بیان کر رہے ہیں۔

۵۔ قوم نوحؑ کا نجات یافتہ طبقہ

قوم نوحؑ کا وہ طبقہ جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا وہ عذاب الہی سے محفوظ رہے۔

چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں (بٹھا کر) بچالیا پھر اس کے بعد باقی رہنے والے لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔

فَأَنجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ  
الْمَشْحُونِ ۝ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ  
الْبَاقِينَ ۝  
(۱۱۹:۲۶-۱۲۰)

کشتی نوحؑ بنانے کا حکم بھی انہی افراد کے لئے دیا گیا جو ظلم سے دور اور صاحب عدل تھے۔

پس ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے (ہماری

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلَكَ  
بِأَعْيُنِنَا وَوْحَيْنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَ

نگرانی میں) اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) پہنچے اور تنور (سے پانی) ابلنے لگے تو (حیوانات کے ہر جوڑے میں سے دو

دو اس (کشتی) میں رکھ لو اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی (یعنی جو اہل ایمان ہوں) سوائے ان کے جن پر (غرق ہونے کا) حکم پہلے ہی (صادر) ہو چکا ہے۔ اور ایسے کافروں (کی نجات) کے متعلق ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے

اور انجام کار یہی مصاحبین نوح اور پیروکاران حق فلاح یاب ہوئے:-

فرمایا گیا اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان طبقات پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور

آئندہ پھر کچھ طبقے ایسے (بھی) ہوں گے جنہیں ہم (دینی نعمتوں سے) بہرہ یاب فرمائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

فَارَ التُّورَ. فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ۝

(۲۷:۲۳)

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَ بَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَّةٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَ أُمَّةٍ سَنُنَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

(۲۸:۱۱)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ وہ سر زمین جہاں کے باشندوں نے پیغام حق کو ٹھکرادیا انجام کار ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اور وہ مختصر سی نبوی مملکت (کشتی نوح) جس کے پاسی تمام تر اہل ایمان اور پیروکاران حق تھے سلامتی و برکت (۴۸:۱۱) (Security & Prosperity) سے بہرہ ور ہوئے۔<sup>۲</sup>

حضرت ہود علیہ السلام:

حضرت ہود علیہ السلام کی نبوی جدوجہد بھی حضرت نوح کی طرح درج ذیل امر پر مشتمل ہے۔

- ۱۔ قوم کے عدل و انصاف سے عاری اور باطل معاشرتی نظام پر تنقید
- ب۔ قومی اصلاح کے لئے ایک مکمل مذہبی و سماجی نظام کا اعلان
- ج۔ قوم ہود کا رد عمل
- د۔ قوم ہود کا انجام

۱۔ حضرت ہود کی اپنی قوم کے معاشرتی و قومی نظام زندگی پر تنقید ارشاد ربانی ہے:-

قوم ہود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔  
جب ان کے بھائی (یعنی ان کے ہم  
قوم) ہود نے ان سے کہا کیا تم (اللہ  
سے ڈرتے نہیں) کہ اس کی ضعیف  
مخلوق پر ظلم و ستم توڑتے رہتے ہو  
بے شک میں تمہاری طرف امانت دار

كَذَّبَتْ عَادٌ نِ الْمُرْسَلِينَ ۝ اِذْ  
قَالَ لَهُمْ اخُوهُمْ هُوْدٌ اَلَا  
تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّى لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ  
۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۝ وَمَا  
اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ  
اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَّبِعُوْنَ

بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝  
 تَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ  
 تَخْلُدُونَ ۝ وَإِذَا بَطِشْتُمْ بَطِشْتُمْ  
 جَبًّا رِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا  
 وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا  
 تَعْلَمُونَ ۝ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ  
 وَبَيْنٍ ۝ وَجَنَّتْ وَ عُيُونٍ ۝ إِنِّي  
 أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ  
 عَظِيمٍ ۝

(۱۳۵-۱۲۳:۲۶)

پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ سے  
 ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس تبلیغ  
 حق کا تم سے صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر  
 تو سب جہانوں کے پروردگار کے ذمہ  
 ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشان  
 (ایک بلند یا مستحکم عمارت) فضول بنایا  
 کرتے ہو اور تم (پر تکلف) محل بناتے  
 ہوئے شاید (تم سمجھتے ہو کہ) تم ہمیشہ  
 رہو گے اور جب تم ان کی گرفت  
 کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے کرتے  
 ہو (پس ان ظالمانہ حرکتوں سے باز

آو) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت  
 کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو  
 وہ تمام چیزیں عطا فرمائیں جو تم جانتے  
 ہو تم کو چوپائے اور بیٹے (سامان بقائے  
 زیست و نسل) عطا کئے اور باغات اور  
 چشمے عطا فرمائے۔ (بصورت دیگر)  
 مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑے  
 سخت دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

یعنی حضرت ہوڈ نے اپنی قوم کی معاشرتی زندگی، طرز بود و باش، سیاسی

خراب (Political Anarchy) اور معاشی ناشکری کو گنویا اور قوم کو اس طرف متوجہ کیا کہ انفرادی اور قومی زندگی میں ان کی یہ روش انہیں تباہی و ہلاکت (عذابِ یومِ عظیم) کی طرف لے جائے گی۔

پ۔ حضرت ھوڈ کا مذہبی و سماجی نظام کا اعلان

حضرت ھوڈ نے اپنی قوم کو گمراہی و سرکشی کی روش پر انہیں صرف متنبہ ہی نہیں کیا بلکہ انہیں ایک جامع اور مکمل نظام سے بھی آگاہ کیا جو حضرت ھوڈ کی دعوت بھی تھا اور قوم کی فلاح کا ضامن ایک مکمل پروگرام بھی۔

دعوتِ ھوڈ کا مذہبی پہلو (Religious Aspect)

جب ان کے بھائی (ہم قوم) ھوڈ نے	إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُوْدٌ
ان سے کہا کیا تم (اللہ سے) ڈرتے	أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ
نہیں۔ بے شک میں	فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝

تمہارے لئے اللہ کی طرف سے امانت (۱۲۶-۱۲۴:۲۶)

دارِ پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

یعنی حضرت ھوڈ کی دعوت کا مذہبی پہلو ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور

تقویٰ شعاری پر مشتمل تھا۔

دعوتِ ھوڈ کا دنیوی پہلو (Secular Aspect)

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ

اور (ہم نے) قوم ھوڈ کی طرف ان

يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
 غَيْرُهُ ط إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا  
 مُفْتَرُونَ ۝ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ  
 أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي  
 فَطَرَنِي ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَقَوْمِ  
 اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ  
 يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا  
 وَ يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا  
 تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

(۵۲-۵۰:۱۱)

کے بھائی ہوڈ کو (بھیجا) انہوں نے کہا  
 اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس  
 کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں  
 تم اللہ پر (شریک رکھنے کا) محض  
 بہتان باندھنے والے ہو۔ اے میری  
 قوم میں اس دعوت و تبلیغ پر تم سے  
 کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر فقط اس کے  
 ذمہ کرم پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا  
 ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اور  
 اے لوگو! تم اپنے رب سے (گناہوں  
 کی) بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں  
 (صدق دل سے) رجوع کرو۔ وہ تم  
 پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے  
 گا۔ اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے  
 گا۔ اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے  
 روگردانی نہ کرنا۔

یعنی حضرت ہوڈ نے اپنی قوم کو انفرادی و قومی زندگی میں قانون الہی کی  
 پیروی (ولاتوا مجرمین) پر معاشی استحکام اور سیاسی و قومی استحکام کا مشورہ سنایا۔  
 گویا دعوت ہوڈ بیک وقت دینی و دنیاوی پہلوؤں پر محیط تھی۔ اور ایسے نظام  
 سے عبارت تھی جو زندگی کے ہر پہلو کو قوانین الہی کی پابندی کا مظہر بنا کر عطا الہی کا

مستحق بنادے۔

## ج۔ قوم ہوڈ کا رد عمل

قوم ہوڈ نے جب اپنے باطل نظام کو مسمار ہوتے دیکھا تو اپنے نبی کی دعوت پر لبیک کہنے اور اس پر غور کرنے کی بجائے حضرت ہوڈ پر الزامات کی بارش شروع کر دی۔ اور آپ کے خلاف طرح طرح کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا بازار گرم کر دیا۔

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (قومی) بھائی ہوڈ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم پر ہیزگار نہیں بنتے؟ ان کی قوم کی سرداروں اور

وَإِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۚ قَالَ الْمَلَأُ  
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا  
لَنُرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ ۚ وَإِنَّا لَنَنظُنُّكَ  
مِنَ الْكٰذِبِينَ ۝ قَالَ  
يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّي  
رَسُولٌ مِّن رَّبِّ  
الْعٰلَمِينَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلَتِ رَبِّي  
وَ اَنَا لَكُمْ نٰصِحٌ اٰمِيْنٌ ۝

(۶۸-۶۵:۷)

رئیسوں نے جو کفر کر رہے تھے کہا اے ہوڈ بے شک ہم تمہیں حماقت میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں بلکہ (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث



ہوا) ہوں میں تمہیں اپنے رب کے  
پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا  
امانت دار خیر خواہ ہوں۔

ان آیات کریمہ سے یہ حقیقت ہویدا ہے کہ قوم ہوڈ کے حضرت ہوڈ علیہ  
السلام پر طرح طرح کے الزامات لگانے اور بار بار دعوت نبوی رد کرنے کے باوجود  
حضرت ہوڈ نے کمال ضبط و تحمل سے اپنی قوم کو راغب الی الحق کرنے کی کوششیں  
جاری رکھیں۔

د: قوم ہوڈ کا انجام

جب قوم ہوڈ کسی طرح بھی حضرت ہوڈ کی دعوت کی طرف متوجہ نہ ہوئی  
اور اپنی باغیانہ و مجرمانہ روش پر کار بند رہی تو بارگاہ رب العزت سے اس قوم کی ہلاکت کا  
فیصلہ کر دیا گیا:-

غرض انہوں نے ہوڈ کو جھٹلایا۔ پس  
ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا ہے  
شک اس میں نشانی ہے اور (قوم ہوڈ  
کے لوگوں میں سے) اکثر ایمان لانے  
والے ہی نہ تھے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ط إِنَّ فِي  
ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ  
مُؤْمِنِينَ ۝

(۱۳۹:۲۶)

اور ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے  
ساتھ تھے اپنی رحمت کے باعث  
نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ  
دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا  
وَ قَطَعْنَا دَا بِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝

(۷۲:۷)

تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچالیا اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات بخشی۔ اور یہ قوم عاد ہے جنہوں نے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور جابر و متکبر دشمن حق کے حکم کی

پیروی کی۔ اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی اور

قیامت کے دن بھی۔ یاد رکھو کہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا خبردار ہودؑ کی قوم عاد کے لیے (رحمت سے) دوری ہے۔

قوم ہودؑ کی ہلاکت کو رب ذوالجلال نے ایک نشانی بنا دیا۔ اور اس تاریخی

حقیقت کو مثبت فرما دیا کہ قوم ہودؑ کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ :-

i- وہ آیت الہی کی تکذیب کرنے والے تھے۔

ii- وہ قانون الہی کی پابندی کی بجائے اپنے سرکش و باغی سرداروں کے مطیع

تھے۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا  
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا  
وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ  
غَلِيظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا  
بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ  
وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝

وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً  
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ط آ لَا إِنَّ عَادًا  
كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ  
هُودٍ ۝

(۱۱: ۵۸-۶۰)

نتیجتاً نہ صرف ان کی ہلاکت کو ایک عبرت انگیز مثال بنا دیا گیا بلکہ قیامت تک ان پر لعنت مسلط کر دی گئی۔ جو ان کے دنیوی و اخروی خسران سے عبارت ہے۔<sup>۳</sup>

حضرت صالح علیہ السلام:

حضرت صالح کی دعوت بھی اس دور کے معاشرے کے جملہ عیوب و نقائص کی اصلاح اور ان کی انفرادی و قومی زندگی کو قانون الہی کا پابند بنانے سے عبارت تھی۔

حضرت صالحؑ کی اپنی قوم کے باطل نظام پر تنقید:-

وَالِیْ ثَمُوْدَ اٰخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ	اور قوم ثمود کی طرف ان کے (قومی)
یَقُوْمُ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ	بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے
غَیْرُهٗ ۝ قَدْ جَآءَ تَکْمَ بَیِّنَةٌ مِّنْ	میری قوم! اللہ کی عبادت کیا کرو اس
رَبِّکُمْ ۝ هٰذِهِ نٰفَۃُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیَةٌ	کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے
فَدْرُوْهَا تَاۗءًا کُلٌّ فِیۡ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا	شک تمہارے پاس تمہارے رب کی
تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فِیۡاْخُذْ کُمْ	طرف سے ایک روشن دلیل آگئی
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَاذْکُرُوْۤا اِذْ	ہے۔ یہ اللہ کی اوٹنی تمہارے لئے
جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ	نشانی ہے سو تم اسے (آزاد) چھوڑے
وَبَوَّآکُمْ فِیۡ الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ	رکھنا کہ اللہ کی زمین چرتی رہے اور
مِّنْ سُهُوْلِہَا فُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ	اسے برائی (کے ارادے) سے ہاتھ نہ

لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب  
 آپکڑے گا۔ اور یاد کرو جب انہوں  
 نے تمہیں قوم عاد کے بعد (زمین  
 میں) جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں  
 سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم  
 (میدانی) علاقوں میں محلات بناتے ہو  
 اور پہاڑوں کو تراش کر (انہیں) گھر  
 بناتے ہو سو تم اللہ کی (ان نعمتوں کو یاد  
 کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ  
 کرتے پھرو۔

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے (ہم  
 قوم) بھائی صالحؑ کو بھیجا (اس پیغام  
 کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو تو  
 وہ دو فریق ہو کر (یعنی مومن اور  
 منکر) آپس میں (پیغام حق کے بارے  
 میں) جھگڑنے لگے فرمایا اے میری  
 قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کی کیوں  
 جلدی کرتے ہو (اور) اللہ سے اپنے  
 گناہوں کی مغفرت کیوں طلب نہیں  
 کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

الْجِبَالِ بُيُوتًا فَأذْكُرُوا آيَةَ اللَّهِ  
 وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ  
 مُفْسِدِينَ ۝

(۷۳:۷۳-۷۴)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ إِخَاهُمْ  
 صَالِحًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذْ هُمْ  
 فَرِيقَيْنِ يَخْتَصِمُونَ ۝ قَالَ يَقَوْمِ  
 لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ  
 الْحَسَنَةِ ۝ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ  
 لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

(۲۷:۲۷-۲۸)

## حضرت صالحؑ کی طرف سے قوم کے سامنے پیش کردہ نظام زندگی:

حضرت صالحؑ نے نہ صرف اپنی قوم کی زندگی کی خرابیوں کی نشاندہی کی اور انہیں راغب الی الحق ہونے کی دعوت دی بلکہ ان کے سامنے دنیوی و اخروی فلاح کا حامل ایک مکمل نظام زندگی بھی رکھا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحًا أَلَا تَتَّقُونَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۝ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلَیْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَتُرِکُوْنَ فِیْ مَا هُنَّا اٰمِیْنٌ ۝ فِیْ جَنَّتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ۝

جب ان کے (ہم وطن) بھائی صالحؑ نے ان سے کہا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس کا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو میرے رب کے ذمے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ کیا جو چیزیں تم کو میسر ہیں تم ان میں (لطف اٹھانے کے لئے) بے فکری سے چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں (کہ یوں ہی عیش کرتے رہو گے) اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن میں نرم نرم کو نپلیں پھوٹ رہی ہیں۔ اور تم

پہاڑوں کے پر تکلف گھر تراشتے ہو  
(اس خیال سے کہ ان میں ہمیشہ عیش و  
عشرت کی زندگی بسر کرتے رہو گے  
اور ان سے کبھی نہ نکلو گے)

پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو  
اور بے باک لوگوں (حد سے تجاوز  
کرنے والوں) کا کہنا نہ مانو جو زمین میں  
فساد پھیلاتے ہیں (معاشرہ کی) اصلاح  
نہیں کرتے (لہٰذا نیک صلاح دیتے  
ہیں)

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے  
بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا  
اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔  
تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا  
فرمایا اور اس میں تمہیں آباد فرمایا سو تم  
اسی سے معافی مانگو پھر اس کے حضور  
توبہ کرو بے شک میرا رب قریب  
ہے دعائیں قبول فرمانے والا۔

وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا  
فَرِهِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝  
وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝  
الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا  
يُصْلِحُونَ ۝

(۱۵۲-۱۴۲:۲۶)

وَالِى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ  
وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُكُمْ  
ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ  
مُجِيبٌ ۝

(۶۱:۱۱)

## قوم کا رد عمل:

حضرت صالحؑ کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے اور اپنی زندگی کو آپ کے پیش کردہ نظام زندگی کے مطابق ڈھالنے کی بجائے آپ کی ذات، آپ کی دعوت اور آپ کے تابعین کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا۔

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالحؑ اپنے رب کی طرف سے (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں انہوں نے کہا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر متکبر لوگ کہنے لگے بے شک جس چیز پر تم ایمان لاتے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالحؑ اپنے رب کی طرف سے (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں انہوں نے کہا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر متکبر لوگ کہنے لگے بے شک جس چیز پر تم ایمان لاتے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

(قوم کے لوگوں نے) کہا کہ ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ پھر آخر تم بھی ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو۔ پس اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی معجزہ پیش کرو۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صٰلِحًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُّوْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

(۷۵:۷۶-۷۷)

قَالُوْٓا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بٰیٰةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(۱۵۳:۲۶-۱۵۴)

انہوں نے (بجائے اصلاح کرنے کے یہ گستاخانہ) جواب دیا۔ صالحؑ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس (ہی) سمجھتے ہیں انہوں نے فرمایا! تمہاری ہر نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جن کی آزمائش ہو رہی ہے۔ اور شہر میں نو شخص (ایسے) تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے رہتے اور اصلاح نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپس میں قسم کھاؤ کہ رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شیخون ماریں گے اور ان کو قتل کر دیں گے اور پھر ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔

اور بے شک ہم سچ کہتے ہیں

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ قوم صالح میں موجود 9 بڑے سرداروں نے حضرت صالحؑ کے خلاف اور آپ کے پیروکاروں کے خلاف محاذ کھڑے کر دیئے اور ہر ممکن کوشش شروع کر دی کہ کسی طور ان کی دعوت فروغ پذیر نہ ہو سکے۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ ۚ قَالَ طَّيَّرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ۝ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ بَسْعَةٌ رَهْطٌ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝

(۲۷:۲۷-۲۹)



## قوم صالح کا انجام:

جب حضرت صالحؑ کی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے دعوت صالحؑ کو قبول کرنے کی بجائے آپ کے خلاف طرح طرح کی منصوبہ بندیاں اور سازشیں شروع کر دیں تو ان کے مقدر کا فیصلہ یوں کر دیا گیا:-

اور انہوں نے ایک خفیہ سازش کی اور  
ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ان  
کو خبر بھی نہ ہوئی۔ پھر دیکھ لیجئے ان کی  
سازشوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ ہم  
نے ان (سرداروں) کو اور ان کی قوم  
کو سب کو ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ جن کے  
گھر ان کے ظلم کے باعث ویران  
پڑے ہیں۔ بے شک اس میں جاننے  
والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ اور ہم  
نے ایمان والوں کو بچا لیا اور وہ (خدا کی  
نا فرمانی سے) بچے رہتے تھے۔

وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَهُمْ لَا  
يَشْعُرُونَ ۝ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
مَكْرِهِمْ ۝ أَنَا ذَمَرْنَهُمْ وَقَوْمَهُمْ  
أَجْمَعِينَ ۝ فَبَلَكَ بُيُوتَهُمْ خَاوِيَةً بِمَا  
ظَلَمُوا ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ  
يَعْلَمُونَ ۝ وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا  
وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

(۵۳:۲۷-۵۰)

وہ بولے صالحؑ اس سے قبل ہماری  
قوم میں تم امیدوں کا مرکز تھے کیا تم  
ہمیں ان (بتوں) کی پرستش کرنے  
سے روک رہے ہو جن کی ہمارے

قَالُوا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا  
مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا ۝ أَتَنْهَانَا أَنْ  
نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّا لَفِي  
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ

باپ دادا پر سستش کرتے رہے ہیں اور جس (توحید) کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو یقیناً ہم اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں صالحؑ نے کہا اے میری قوم ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور مجھے اس کی جانب سے خاص رحمت نصیب ہوئی ہے (اس کے بعد اس کے احکام کو تم تک نہ پہنچا کر) اگر میں اس کی نافرمانی کر بیٹھوں تو کون شخص ہے جو اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں میری مدد کر سکتا ہے۔ پس سوائے نقصان پہنچانے کے تم میرا کچھ نہیں بڑھا سکتے۔ اے میری قوم! یہ اللہ کی (خاص طریقہ سے پیدا کردہ اونٹنی ہے جو) تمہارے لئے نشانی ہے سو اسے چھوڑے رکھو (یہ) اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ تمہیں قریب (واقع

مُرِيبٍ ۝ قَالَ يَقَوْمِ اَرَأَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَ اَتْنِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُوْنِي غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝ وَيَقَوْمِ هٰذِهِ نٰقَةٌ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةٌ فَذُرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعَدُوْ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِّنْ خِزْيٍ يَوْمَئِذٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الصَّيْحَةَ فَاصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جَثِيْمِيْنَ ۝ كَاْنَ لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اِلَّا اِنَّ ثَمُوْدًا كَفَرُوْا وَ اَرَبَهُمْ اِلَّا بُعْدًا لِّثَمُوْدٍ ۝

ہونے والا) عذاب آپکڑے گا پھر  
 انہوں نے اسے (کو نچیں کاٹ کر)  
 ذبح کر ڈالا اور صالح نے کہا (اب تم  
 اپنے گھروں میں (صرف) تین دنوں  
 تک عیش کر لو۔ یہ وعدہ ہے جو (کبھی)  
 جھوٹا نہ ہوگا۔ پھر جب ہمارا حکم  
 (عذاب) آپہنچا (تو ہم نے صالحؑ کو  
 اور جو ان کے ساتھ ایمان والے تھے  
 اپنی رحمت کے سبب سے بچا لیا اور اس  
 دن کی رسوائی سے (بھی نجات بخشی)  
 بے شک آپ کا رب ہی طاقتور غالب  
 ہے۔ اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز  
 نے آپکڑا سوا انہوں نے صبح اس طرح  
 کی کہ اپنے گھروں میں مردہ حالت  
 میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی  
 ان میں رہتے ہی نہ تھے۔ یاد رکھو قوم  
 شمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا سن  
 لو! (قوم) شمود کے لئے رحمت سے  
 دوری ہے۔ کہے

## حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم انبیاء کرام میں نہایت جلالت شان کے حامل پیغمبر ہیں۔ آپ کو نہ صرف جد الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ آپ کے اکثر شعائر اور عبادات کو رب ذوالجلال نے امت محمدی کے لئے بھی لازمی قرار دیا۔ آپ کے مقصد بعثت کی جامعیت و ہمہ گیریت کا حامل ہونے کی طرح ہی آپ کی شخصیت بھی جامع اوصاف سے متصف ہے کہ آپ نے نہ صرف عقائد عبادات اور احوال حیات کے باب میں اصلاح کی مساعی فرمائی بلکہ اپنے دور کی اقوام و ملل کے دنیاوی احوال کی درستگی اور ان کی دنیوی و اخروی فلاح بھی آپ کا مطمح نظر رہا۔ جب آپ کو قوم لوط پر عذاب کے نزول کا علم ہوا تو آپ عذاب کے لئے آنے والے فرشتوں سے گفتگو کرنے لگے کہ کسی طرح قوم لوط سے عذاب ٹل جائے اور انہیں اصلاح احوال کا ایک اور موقع مل جائے آپ کے اس وصف کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:-

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۝  
بے شک ابراہیم بڑے پروقار، رقیق  
القلب (نرم دل) اور (ہر وقت خدا کی  
(۷۵:۱۱)

طرف) رجوع کرنے والے تھے۔

آپ کے مقصد بعثت کے مذہبی اور سیکولر پہلو کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

### مذہبی پہلو (Religious Aspect)

توحید رسالت اور آخرت جیسی بنیادی تعلیمات آپ کے مقصد بعثت کے بنیادی مشمولات تھے۔ قرآن حکیم نے نہ صرف ان کی تفصیل بیان کی بلکہ آپ کی زندگی کے ابتدائی مراحل کے دوران تلاش حق کے لئے غور و فکر کو بھی بیان کیا کہ آپ کس طرح ترک آفل سے معبود حقیقی تک پہنچے۔ آپ کی تلاش حق کی یہ ساری

جدوجہد اہل بصیرت کے لئے اپنے اندر رہنمائی کا ان گنت سامان رکھتی ہے۔

فَلَمَّا رَا الشَّمْسَ بَاذِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

(۷۸:۶، ۷۹)

پھر جب (مذکورہ مشاہدات کے بعد) سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو بول اٹھے اے میری قوم (میں نے ان سب کو دیکھ لیا جن کو تم اپنا معبود قرار دیتے ہو ان کی حقیقت تو زوال ہے۔ جبکہ اللہ لازوال ہے) میں ان سب سے جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنا منہ اسی ذات کی طرف یکسو ہو کر کر لیا۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت آدمؑ کے بعد کرہ ارض پر انسانیت کے لئے عبادت کے مرکز و مرجع کعبۃ اللہ کی تعمیر بھی آپ ہی نے فرمائی:-

وَ إِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور جب ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا کر رہے تھے) اے ہمارے پروردگار

ہماری یہ سعی قبول فرما بے شک تو سننے

(۱۲۷:۲)

والا اور جانے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیغام حق کی اشاعت کے فریضے کو ادا فرمایا، دنیا میں اللہ کے پہلے گھر کی تعمیر نو کی اور اطاعت الہی کی انجام دہی کو اس کمال تک پہنچا دیا جس کا تصور بھی عام انسانیت کے لئے ناممکن تھا۔ جب آپ کو اپنے لخت جگر حضرت اسمعیل کی قربانی کا حکم دیا گیا تو آپ نے اس پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ارشادِ باری ہے:-

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝  
 وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ  
 صَدَّقْتَ الرُّءْيَا يَا إِنَّا كَذَلِكَ  
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ  
 الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ  
 عَظِيمٍ ۝

پھر جب دونوں نے (اللہ کا حکم) مان لیا تو (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندادی کہ اے ابراہیم تم نے ہمارا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ بنا دیا۔

(۱۰۷-۱۰۳:۳۷)

اور رب ذوالجلال نے حضرت ابراہیم کے اس عمل کو اتنی زیادہ قبولیت سے

نوازا کہ آنے والی امتوں میں بھی اسے جاری رکھا:-

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ  
 عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝

اور ہم نے ان کے بعد آنے والوں میں ان (کے ذکرِ خیر) کو باقی رکھا۔ سلام ہو ابراہیم پر۔

(۱۰۹-۱۰۸:۳۷)

## دنیوی پہلو (Secular Aspect)

بعثت ابراہیمی کے اس پہلو کا جائزہ اگر قرآن حکیم کی روشنی میں لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم اس حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کو اسی مقصد سے عبارت ٹھہراتا ہے جو مقصد حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا، اور اس مقصد کو قرآن حکیم ”اقامت دین“ کا عنوان دیتا ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ  
نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا  
وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَ  
عِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا  
تَتَفَرَّقُوا فِيهِ

(اللہ نے) تمہارے لئے وہی دین  
مقرر فرمایا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھا  
اور جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا  
اور اس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور  
عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ (اس) دین کو قائم  
رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

(۱۳:۴۲)

اقامت دین کے اس عظیم کام کی انجام دہی کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکمران وقت کے سامنے بھی دعوتِ حق رکھی۔ اور اسے متنبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بادشاہی کے زعم میں خدائی دعوے نہ کرے کیونکہ زندگی و موت اور کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ظلم ہے اور ظلم ہدایت سے محرومی کا سبب۔ ارشادِ بانی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الدِّينِيِّ حَاجِّ إِبْرَاهِيمَ  
فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ

کیا آپ نے اس (شخص یعنی نمرود) کو  
نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے ان

إِبْرَاهِيمَ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ  
 قَالَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ  
 فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ  
 الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ  
 فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي  
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

(۲۵۸:۲)

کے پروردگار کے متعلق بحث کی۔  
 اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو  
 سلطنت عطا فرمائی تھی۔ (حضرت  
 ابراہیمؑ نے جب عام لوگوں کی طرح  
 اسے سجدہ نہ کیا اس نے حیرت سے  
 پوچھا تیرا رب کون ہے اس کے  
 جواب میں) جب حضرت ابراہیمؑ نے  
 کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا  
 ہے اور مارتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں  
 بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ  
 نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تو سورج  
 کو مشرق سے نکالتا ہے اب تو اسے  
 مغرب کی طرف سے نکال دے۔ تو یہ  
 سن کر وہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا (لا  
 جواب ہو گیا لیکن ایمان نہ لایا) اور اللہ  
 بھی ایسے ظالموں (ابطال حق کرنے  
 والوں) کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

آپ نے نہ صرف نمرود کے سامنے دعوت حق رکھی بلکہ اس دور کے  
 شرک، بت پرستی اور احکامات الہی سے بغاوت پر مبنی نظام زندگی سے بھی ٹکری۔ آپ  
 نے اپنی قوم کو بتوں کی پرستش چھوڑنے اور ایک اللہ کی عبادت کی تلقین کی اور عملاً بھی



ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تاکہ ان پر ان کی حقیقت اور بے بسی منکشف ہو سکے۔ اس کے نتیجہ میں آپ کی قوم نے آپ کو نذر آتش کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی حفاظت کی خاطر آگ کے مزاج کو بدل ڈالا اور اسے آپ کیلئے باعثِ رحمت کے بجائے باعثِ رحمت بنا دیا۔ ارشادِ باری ہے:

فَرَمَايَا (نبی کی بات مذاق نہیں ہوتی یہ  
بت تمہارے رب نہیں) بلکہ تمہارا  
رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا  
پروردگار ہے (اور) جس نے ان کو  
پیدا کیا اور میں (یقین کامل کے  
ساتھ) اس (عقیدہ توحید) کے  
گواہوں میں سے ہوں۔ اور (فرمایا)  
قسمِ خدا کی! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے  
جاؤ گے میں تمہارے بتوں کے متعلق  
(وہ) چال چلوں گا (کہ تم اپنے بتوں  
کی مجبوری اور بے کسی خود سمجھ لو) پھر  
(جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیم نے  
ان بتوں کو) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا  
سوائے ان کے بڑے (بت) کے تاکہ  
وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَ أَنَا  
عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَ تَا  
لِلَّهِ لَا كَيْدَ أَصْنَامُكُمْ بَعْدَ أَنْ  
تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذَاآ  
إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ  
يَرْجِعُونَ ۝

(۵۸-۵۶:۲۱)

اتنے بڑے اقدام پر قوم کی طرف سے شدید رد عمل سامنے آنا لازمی امر تھا۔ سو آپ کی

قوم نے آپ کو سزا دینے اور اپنے معبودان باطل کا بھرم قائم رکھنے کے لئے آپ کو نذر آتش کرنے کا فیصلہ کیا مگر رب ذوالجلال کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال رہی اور آپ اس معرکہ حق و باطل میں سرخرو ہوئے:-

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ  
 اِنْ كُنْتُمْ فَعَلِينَ ۝ قُلْنَا يَا رُكُونِي  
 بَرِّدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيمَ ۝

(۶۸:۲۱، ۶۹)

انہوں نے (آپس میں) کہا کہ بحث  
 مباحثہ سے تو فائدہ نہیں۔ اس نوجوان  
 نے ان بتوں کو توڑا ہے اس کو یہ سزا  
 ملنی چاہئے کہ (اس کو) آگ میں  
 جلادو اور (اس طرح) اپنے ان  
 معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے  
 (تو یہی کرو ان کے اس اہتمام پر) ہم  
 نے حکم دیا اے آگ تو ابراہیمؑ پر  
 ٹھنڈی اور آرام دہ بن جا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت حق کی انجام دہی کو دینی اور دنیاوی دونوں پہلوؤں سے اس طرح منتہائے کمال تک پہنچایا کہ مذہبی میدان میں حق عبودیت ادا کرتے ہوئے اپنے لخت جگر تک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جبکہ دوسری طرف باطل اور طاغوتی نظام کی بیخ کنی اور کفر و شرک کے معاشرے کو توحید و اطاعت حق کے معاشرے میں بدلنے کے لئے آگ تک میں جلنا گوارا کر لیا۔ نتیجتاً رب ذوالجلال نے آپ کو امت حنیف اور آپ کے دین کو دین حنیف قرار دیا اور اس کی اطاعت میں ہی دنیا و آخرت کی فلاح قرار دیا:-

اِنْ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ  
 بے شک ابراہیمؑ ہی (دین اسلام کے)

بڑے مقتدا اللہ کے فرمانبردار (اور اس کے ہو کر رہنے والے تھے۔ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ وہ تو اس کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے۔ (اللہ نے بھی) ان کو (اپنی نبوت اور مقامِ خلت کے لئے) چن لیا تھا اور ان کو سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی (ہر فرقہ ان سے اپنا تعلق قائم کرتا ہے اور ان کے صفات حمیدہ کا ذکر کرتا رہتا ہے) اور بے شک وہ آخرت میں بھی صالحین میں ہوں گے۔ پھر (اے رسول) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملتِ ابراہیم ہی کی اتباع کریں جو یک رخ رہنے والے (خالص اللہ ہی کی اطاعت کرنے والے) تھے اور ہرگز مشرکین میں سے نہ تھے۔

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے حوالے

حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝  
شَاكِرًا لِّأَنْعَمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَيْهُ إِلَى  
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي  
الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ إِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ  
لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا  
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

(۱۶: ۱۲۰-۱۲۳)

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ  
وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ

کر دیا اور وہ نیک کاموں میں لگا رہا۔ اور  
یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے دین کی پیروی  
کرتا رہا اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا  
دوست بنا لیا ہے۔

اور تمہارے لئے تو ابراہیم اور ان کے  
ساتھیوں (کی زندگی) میں ایک اعلیٰ  
نمونہ (موجود) ہے۔ ۵

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَاَتَّخَذَ اللّٰهُ  
اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝

(۱۲۵:۴)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ فِي  
اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ

(۴:۶۰)

حضرت لوط علیہ السلام:

حضرت لوطؑ کی دعوت بھی مذہبی اور سیکولر پہلوؤں کو محیط ہے:

حضرت لوطؑ کی دعوت کا مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

ارشاد ربانی ہے:

جب ان سے ان کے بھائی لوطؑ نے  
کہا۔ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ بے  
شک میں اللہ کی طرف سے تمہارے  
لئے ایک معتبر پیغام لانے والا ہوں۔  
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور  
میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا  
مرا اجر تو سارے جہانوں کے  
پروردگار کے ذمہ ہے (جس کا میں

اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوْطُ اَلَا  
تَتَّقُوْنَ . اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۝  
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا ۝ وَمَا  
اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ  
اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَاتُوْنَ  
الدُّكْرَانَ مِنْ الْعٰلَمِيْنَ  
۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ  
مِنْ اَزْوَاجِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

رسول ہوں) کیا تم (ایسے بد اطوار ہو کہ) اہل عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو اور اپنی بیویوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے بنائی ہیں ان کو چھوڑ رہے ہو حقیقت یہ ہے کہ (انسانیت کی) حد ہی سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ وہ بولے اے لوط! اگر تم (اس نصیحت کرنے سے) باز نہ آؤ گے تو تم شہر سے نکال دیئے جاؤ گے۔ لوط نے فرمایا میں (بھی) تمہارے اعمال (کے سبب تم) سے بیزار ہوں۔

عَذُونَ ۝ قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنْتَه يَلُوطَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۝ قَالَ اِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِينَ ۝ (۱۶۸-۱۶۱:۲۶)

یعنی حضرت لوط کی دعوت کا مذہبی پہلو ان امور پر مشتمل تھا۔

- i- ایمان باللہ و ایمان بالرسالت
- ii- اطاعت نبوی و تقویٰ
- iii- اخلاق و معاملات کی اصلاح

حضرت لوط کی دعوت کا سماجی و دنیوی پہلو:

(Social & Secular Aspect)

ارشاد ربانی ہے:-

اور لوط کو (بھی ہم نے اسی طرح بھیجا) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم

وَلَوْطَاذًا قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

(اس) بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہل جہاں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ بے شک تم نفسانی خواہشوں کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔

بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو اور ان کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے ان کو بستی سے نکال دو بے شک یہ لوگ بڑے پاکیزگی کے طلبگار ہیں۔

اور لوٹنے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ کیسا گندا اور برا کام ہے) کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر للچا کر دوڑتے ہو درحقیقت تم لوگ بالکل جاہل ہو۔ لیکن ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوٹ کے گھر والوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔

بِأَعْدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ أَنْتُمْ لَتَأْتُونَ  
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ  
ط بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا  
كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ  
أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝

(۸۲-۸۰:۷)

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ  
الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ إِنَّكُمْ  
لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ  
النِّسَاءِ ۝ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝  
فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ  
قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ  
قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝

(۵۶-۵۳:۲۷)

اور لوٹنے جب (ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تو) اپنی قوم میں کہا تم (تو ایسی) بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے بھی دنیا والوں میں سے نہ کئے۔ (تم کو کیا ہو گیا ہے) کیا تم مردوں سے بد فعلی کرتے ہو اور (آفرینش نسل کی) راہ منقطع کرتے

ہو اور اپنی مجلسوں میں (علی الاعلان) برے کام کرتے ہو تو اس کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہ

تھا کہ وہ کہہ اٹھے (اچھا) اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا قہر نازل کر دو۔ (چنانچہ لوٹنے) عرض کی اے میرے رب ان مفسد (گندے اور مشرک) لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔

یعنی حضرت لوٹ کی دعوت کا سماجی اور دنیوی پہلو ان امور پر مشتمل تھا۔

فجاشی کی مذمت اور اسے ترک کرنا  
معاملات میں طہارت اختیار کرنا  
قوانین الہی سے تجاہل کی مذمت

وَلَوْطًا أَذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ أَيْنَكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝

(۲۸:۲۹-۳۰)

-iv تقطیع سبیل (مسافروں کو تنگ کرنا) کی مذمت، اللہ کے فیصلہ کردہ راہ کو پامال (violate) کرنے کی مذمت۔

-v مجلس میں بے حیائی کی مذمت

-vi فساد فی الارض کی ممانعت

قوم کا رد عمل:

حضرت لوطؑ کی دعوت اور اصلاحی جدوجہد کے باوجود قوم لوطؑ اپنی سرکشی پر قائم رہی۔ اور ہر موقع پر اپنی سرکشی کی روش کا مظاہرہ کرتی رہی ارشادِ باری ہے:-

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

خوشیاں مناتے ہوئے (لوطؑ کے

پاس) پہنچے۔ لوطؑ نے کہا بے شک یہ

لوگ میرے مہمان ہیں۔ پس تم

مجھے ان کے بارے میں شرمسار نہ

کرو۔ اور اللہ (کے غضب) سے

ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بدست

لوگ بولے اے لوطؑ! کیا ہم نے

تمہیں دنیا بھر کے لوگوں (کی

حمایت) سے منع نہیں کیا تھا؟

یعنی یہ دعوت لوطؑ کی ہمہ گیریت تھی جسے قبول کرنے کا مقصود قوم لوطؑ کے

لئے اپنی زندگی کو کلیتہً قانونِ الہی کے ماتحت کرنا تھا۔ سو اہل قوم نے کہا کہ اے لوطؑ تو

ہمارے دنیاوی معاملات (علمین) میں دخل اندازی نہ کر! ان معاملات میں ہمیں

(۷۰:۱۵-۶۷)



ہمارے حال پر چھوڑ دے۔

تمنائے لوطؑ!

ایک صالح نظام اور مثالی معاشرے کا قیام:

جب قوم لوطؑ کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو حضرت لوطؑ نے اس تمنا کا

اظہار فرمایا جس کے لئے وہ مصروف جدوجہد رہے:-

اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے پریشان ہوئے اور ان کے باعث ان کی طاقت کمزور پڑی اور کہنے لگے یہ بہت سخت دن ہے۔ اور لوطؑ کی قوم (مہمانوں کی خبر سنتے ہی) ان کے پاس دوڑتی ہوئی آگئی۔ اور وہ پہلے ہی برے کام کیا کرتے تھے۔ لوطؑ نے کہا اے میری نافرمان قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے (بطریق نکاح) پاکیزہ و حلال ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں (اپنی بے حیائی کے باعث) مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی نیک سیرت آدمی نہیں ہے۔ وہ بولے کہ تم خوب

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئِ  
بِهِمْ وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَ قَالَ  
هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ  
يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ. وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا  
يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ط قَالَ يَقَوْمِ  
هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ  
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي  
ضَيْفِي ط أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ  
رَّشِيدٌ ۝ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا  
فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ  
مَا نُرِيدُ. قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً  
أَوْ آوِيَّ إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۝

(۱۱: ۷۷-۸۰)

جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری قوم کی  
بیٹوں سے کوئی غرض نہیں ہے اور تم  
یقیناً جانتے ہو جو کچھ ہم چاہتے ہیں۔

لوٹنے کا کاش مجھ

میں تمہارے مقابلے کی ہمت ہوتی یا  
میں (آج) کسی مضبوط قلعہ میں پناہ  
لے سکتا۔

یعنی جب قوم لوٹ کسی طور پر بھی اپنی بغاوت و سرکشی سے باز نہ آئی تو لوٹنے  
تمنا کی کہ کاش انہیں کفر، گمراہی، طغیان اور نراجی معاشرے (Anarchiac  
Society) میں کوئی راجل رشید، قوہ اور رکن شدید میسر ہوتا۔ جو اس وقت ہی ممکن  
ہے جب پیغمبرانہ دعوت کا دینی و دنیوی پہلو ایک عملی نظام میں ڈھل جائے۔

قوم لوٹنے کا انجام:

ارشاد ربانی ہے:

پھر جب ہمارا حکم عذاب آ پہنچا تو ہم  
نے (الٹ کر) اس بستی کے اوپر کے  
حصہ کو تباہ کر دیا اور ہم نے اس پر پتھر  
اور پکی ہوئی مٹی کے کنکر برسائے جو  
پے در پے گرتے رہے۔ جو آپ کے  
رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا  
سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً  
مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ ۝ مُّسَوَّمَةً  
عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ  
بِبعيدٍ ۝

(۸۳-۸۲:۱۱)

تھے۔ اور یہ (سنگریزوں کا عذاب)  
ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں  
ہے۔

پس انہیں طلوع آفتاب کے ساتھ  
ہی سخت آتش کڑک نے آلیا۔ سو ہم  
نے ان کی بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اور  
ہم نے ان پر پتھر کی طرح سخت مٹی  
کے کنکر برسائے بے شک اس واقعہ  
میں اہل فراست کے لئے نشانیاں  
ہیں۔ اور بے شک وہ بستی ایک آباد  
راستہ پر واقع ہے بے شک اس (واقعہ  
قوم لوط) میں اہل ایمان کے لئے نشانی  
(عبرت) ہے۔

فَاخَذْتُهُمُ الصَّيْحَةَ مُشْرِقِينَ  
۞ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا  
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ  
سِجِّيلٍ ۞ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۞ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ  
مُّقِيمٍ ۞ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
لِّلْمُؤْمِنِينَ ۞

(۷۷:۱۵-۷۷)

یعنی قوم لوط پر فرشتوں کے ذریعے سے نہ صرف ظاہری و باطنی عذاب  
مسلط کیا گیا بلکہ جعلنا عالیہا سافلہا کے مصداق اس قوم کے تمام تر عروج کو ابدی  
زوال سے بدل دیا گیا۔ اور اس واقعہ یعنی پیغمبرانہ دعوت سے انحراف اور انفرادی و قومی  
زندگی میں قوانین الہی سے بغاوت کے انجام کو آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشانی  
بنادیا گیا کہ وہ اسے صرف ایک واقعہ ہی نہیں بلکہ سنت الہی کے تحت جاری ایک قانون  
حیات سمجھیں۔

تمنائے لوطؑ کی قبولیت:

ارشادِ بانی ہے:-

اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) اور (ان کے بھتیجے) لوطؑ کو بھی (تباہی سے)

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ  
الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ۝

(۷۱:۲۱)

بچا کر اس سر زمین کی طرف پہنچا دیا  
جس کو ہم نے دنیا جہان کے واسطے با  
برکت بنایا ہے۔

وہ تمنا جو رکنِ شدید کی طلب کی صورت میں حضرت لوطؑ نے کی تھی  
انہیں اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو ”ارض مبارک“ عطا کر کے پوری کر دی گئی۔ جو  
ایک لحاظ سے باغیوں کی تباہی کے قانونِ الہی کا دوسرا پہلو ہے۔ کہ اہل حق اور اطاعت  
شعار لوگ حیاتِ دینی میں کس طرح کامیاب و کامران اور فلاح یاب ہو سکتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا۔  
تاہم سورۃ یوسف میں تفصیل کے ساتھ آپ کا تذکرہ بیان ہوا۔ اور اسے قرآن حکیم  
نے ”احسن القصص“ بھی قرار دیا۔ جس کی وجہ دیگر کئی حکمتوں کے علاوہ ایک یہ بھی  
ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں حضرت یوسفؑ کی ابتدائی حیات مبارکہ، دور ابتلاء اور پھر  
مسند اقتدار پر فائز ہونے کے مراحل کو بیان کیا گیا اور اس حقیقت کو ایک اصول کے  
طور پر بیان کر دیا گیا کہ تقویٰ اور صبر ہی وہ اسلحہ ہیں جو بندہ مومن کو قید خانہ سے مسند



لَا يَشْكُرُونَ ۝ يَصَاحِبِي السَّجْنِ  
ءَ أَرْبَابٍ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرًا مِّنْ اللَّهِ

الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ  
دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ  
وَ آبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ  
سُلْطَنِ إِلَّا الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ إِلَّا  
تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(۱۲: ۳۷-۴۰)

قبول نہیں کیا جو اللہ پر ایمان نہیں  
لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ اور  
میں نے تو ان لوگوں کا دین قبول نہیں  
کیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ  
آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے تو  
اپنے باپ داداؤں کا یعنی ابراہیمؑ اسحاق  
اور یعقوبؑ کا دین اختیار کر رکھا ہے۔  
ہم کو کسی طرح یہ زیب نہیں دیتا کہ  
ہم کسی شے کو خدا کے ساتھ شریک  
ٹھہرائیں۔ یہ خدا کا فضل ہے ہم پر  
بھی اور (ملت ابراہیمی کی وساطت  
سے) عام لوگوں پر بھی لیکن اکثر  
لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے (کہ  
ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کریں)۔  
اے میرے قید خانے کے رفیقو! کیا  
کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں یا ایک یکتا و  
یگانہ زبرست اللہ۔ تم اللہ کو چھوڑ کر  
محض ان ناموں ہی کی عبادت کرتے  
ہو جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں  
نے رکھ لئے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت کے مذہبی پہلو کی درج ذیل تفصیلات ہمارے سامنے رکھی ہے۔

۱۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکرین کی ملت سے لا تعلقی کا اظہار فرمایا اور اپنے ساتھیوں کے سامنے اس بنیادی حقیقت کو رکھا کہ صرف ملت ابراہیمی ہی وہ طرز حیات ہے جس کی پیروی نہ صرف تمام انبیاء کرتے رہے بلکہ انسانیت کی فلاح بھی اسی ملت کی پیروی میں ہے۔

۲۔ توحید کی برکات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ توحید دراصل ان گنت معبود باطن کی نفی اور ایک واحد قہار رب کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔ آپ نے نام نہاد معبودان باطل جن کی اطاعت کی کوئی معقول دلیل یا جواز نہیں اطاعت سے اجتناب کی تلقین فرمائی کہ یہی دین قیم ہے۔

### دنیوی پہلو (Secular Aspect)

آپ نے عزیز مصر سے خزانۃ الارض کی تنظیم کا مطالبہ فرمایا کیونکہ یہ وہ بنیادی منصب تھا جس کے ساتھ عامۃ الناس کی بہبود اور مملکت کے مبنی برانصاف انتظام کا انحصار ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

یوسفؑ نے کہا (اے عزیز مصر) مجھے	قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ
ملک کے خزانوں پر مامور کر دیجئے	الْأَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ
(تاکہ میں عامۃ الناس کے لئے فلاحی	عَلِيمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ
معاشرہ تشکیل دے سکوں) کیونکہ	فِي الْاَرْضِ يَتَّبِعُوْنَهَا حَيْثُ
میں دولت کی حفاظت کر سکتا ہوں	يَشَاءُ نَصِيبٌ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ

وَلَا تُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

(۵۶:۵۵:۱۲)

(اور اس کا صحیح مصرف بھی) خوب  
جانتا ہوں اور اس طرح ہم نے  
یوسفؑ کو ملک (مصر) میں جگہ دی کہ  
جہاں چاہتے قیام کرتے (اور جو چاہتے  
تصرف کرتے گویا وہی حکمران تھے)  
ہم اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں پہنچاتے  
ہیں اور بھلائی کرنے والوں کا بدلہ ہم  
ضائع نہیں کیا کرتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

تمام انبیائے کرام کی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت بھی پوری  
زندگی پر محیط ایک جامع دعوت تھی جس کا مقصود پوری زندگی کو قانون الہی کا پابند کرنا  
تھا۔

دعوت شعیبؑ کا مذہبی پہلو (Religious Aspect)

اور مدین (والوں) کی طرف ہم نے  
ان کے ہم وطن بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔  
پس انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ  
کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی  
امید رکھو اور زمین پر فساد مت  
پھیلاتے پھرو۔

وَالِی مَدِیْنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۝ فَقَالَ  
یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ  
الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ  
مُفْسِدِیْنَ ۝

(۳۶:۲۹)



جب ان سے شعیبؑ نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے (کہ ناپ تول میں خرابی کر کے معاشرہ ہی بگاڑ دیا) میں تمہارے لئے ایک دیانتدار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ اور میں تم سے اس (خیر خواہی) کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرے بدلہ تو سہمے جہان کے پالنے والے کے ذمہ ہے۔

اور تم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو بے شک میرا رب نہایت مہربان محبت فرمانے والا ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۱۸۰-۱۷۷:۲۶)

وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝ (۹۰:۱۱)

### دعوت شعیبؑ کا دنیوی پہلو (Secular Aspect)

اور ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی

وَالِیٰ مَدَیْنَ اٰخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اُرِیْکُمْ بِخَیْرٍ وَّ

معبود نہیں ہے اور ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور میں تم پر ایسے درد کے عذاب کا خوف (محسوس) کرتا ہوں جو تمہیں گھیر لینے والا ہے۔ اور اے میری قوم تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو ان لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں تباہی مت مچاتے پھرو۔ جو اللہ کے دیئے میں بیچ رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

اور مدین کی طرف ہم نے کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ  
مُّحِيطٍ ۝ وَيَقَوْمِ ۝ أَوْفُوا  
الْمِيزَانَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ  
وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ  
وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ  
مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَتْ لِلَّهِ خَيْرٌ  
لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا أَنَا  
عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝

(۸۶-۸۴:۱۱)

وَالِي مَدِينٍ أَحَاهُمْ شُعَيْبًا ۝  
قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ  
مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۝ قَدْ جَاءَ تَكُمْ  
بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ  
وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ  
أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَفْسِدُوا فِي

دلیل آچکی ہے۔ سو تم ناپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (ماحول حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپا نہ کیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اس الوہی پیغام کو) ماننے والے ہو۔ اور تم ہر راستے پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو (اس دعوت پر) ایمان لے آیا ہے خوفزدہ کرو اور اسے اللہ کی راہ سے روکو اور اس دعوت میں کجی تلاش کرو (تاکہ اسے دین حق سے برگشتہ اور متنفر کر سکو) اور (اللہ کا احسان) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں عزت بخشی اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس (دین) پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ط  
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ  
مُؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ  
صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ  
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ  
وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۝ وَادْكُرُوا  
إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَرَكُمْ  
وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُفْسِدِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ  
مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ  
وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا  
حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ  
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ

(۸۷:۷-۸۵)

روہ ایمان نہیں لایا تو (اے ایمان والو!) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو اور (خلق خدا کو) نقصان پہنچانے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ اور سیدھی ترازو رکھ کر تولو کرو (تاکہ تول میں بھی کمی نہ آنے پائے) اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور (لوگوں کے حقوق مار کر) ملک میں خرابی مت مچاتے پھرو۔ اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تم کو اور تم سے قبل ساری خلقت کو پیدا کیا۔

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ  
الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا  
بِالْقِسَاطِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا  
تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا  
تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ  
وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ  
الْأُولَيْنِ ۝

(۱۸۱:۲۶-۱۸۳)

### قوم شعیب کا رد عمل:

حضرت شعیب کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے اور اپنے حالات کو سنوارنے کے بجائے آپ کی ذات و دعوت اور متبعین کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا:

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ  
الْمُسَحَّرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ

وہ بولے تم پر تو کسی نے (سخت) جادو کر دیا ہے کہ ایسی باتیں کر رہے ہو

اور (آخر) تم بھی تو ہماری طرح ایک آدمی ہو اور ہمارے خیال میں تو تم جھوٹے ہو۔ بہر حال اگر تم اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو (کہ ہم سب ہلاک ہو جائیں)

وہ بولے اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم جو کچھ اپنے اموال کے بارے میں چاہیں نہ کریں بے شک (تم ہی) ایک بڑے تحمل والے ہدایت یافتہ (رہ گئے) ہو۔ شعیب نے کہا اے میری قوم ذرا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی بارگاہ سے عمدہ رزق (بھی) عطا فرمایا۔ (تو پھر حق کی تبلیغ کیوں نہ کروں) اور میں یہ (بھی) نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے لگ کر

مِثْلُنَا وَإِنْ نُّظُنُّكَ لَمِنَ  
الْكَذِبِينَ ۝ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا  
مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ  
الصَّادِقِينَ ۝

(۱۸۷:۲۶-۱۸۷)

قَالُوا يَشْعِبُ أَصْلُوتُكَ تَأْمُرُكَ  
أَنْ تَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَائِنَا أَوْ أَنْ  
نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۝ إِنَّكَ  
لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝ قَالَ يَقَوْمِ  
أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّنْ  
رَّبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَ  
مَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا  
أَنْهَكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا  
الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ  
مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ  
وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ وَيَقَوْمِ لَا يَجْرُ  
مَنْكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ  
مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

(حق کے خلاف) خود وہی کچھ کرنے لگوں جس سے میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔ میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی (کی مدد) سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم مجھ سے دشمنی و مخالفت تمہیں یہاں تک نہ ابھاردے کہ جس کے باعث تم پر وہ (عذاب) آ پہنچے جیسا (عذاب) قوم نوحؑ یا قوم ھوڈیا قوم صالحؑ کو پہنچا تھا اور قوم لوطؑ کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں (گزرا)۔

وہ بولے اے شعیبؑ! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں۔ اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔ اور (ہمیں اسی کا لحاظ ہے

وَقَوْمٍ صَالِحٍ وَمَا قَوْمٌ لُّوطٍ  
مِنْكُمْ بَبَعِيدٍ ۝

(۱۱:۸۷-۸۹)

قَالُوا يَشْعِيبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا  
تَقُولُ وَإِنَّ لَنَرُوكَ فِينَا ضَعِيفًا  
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا  
أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝ قَالَ يَقَوْمِ  
أَرَهَطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ  
وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظَهْرِيًّا إِنَّ

ورنہ) تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے اور تم نے اسے (گویا) پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بے شک میرا رب تمہارے سب کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں اپنا کام کر رہا ہوں تم عنقریب جان جاؤ گے کہ کس پر وہ عذاب آپہنچتا ہے جو رسوا کر ڈالے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے اور تم بھی انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

اور ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو سرکش و متکبر تھے کہا اے شعیبؑ! ہم تمہیں اور ان لوگوں کو جو تمہاری معیت میں ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے بہر صورت نکال دیں گے یا تمہیں ضرور ہمسازوں میں

رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ وَيَقَوْمٍ  
أَعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّى  
عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّاتِيهِ  
عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ  
وَارْتَقِبُوا اِنِّى مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝  
(۹۱:۱۱-۹۳)

قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ  
قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ  
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْ  
لِنَعُوْذَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا  
كٰرِهِيْنَ ۝ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلٰى اللّٰهِ  
كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذِ

پلٹ آنا ہوگا انہوں نے (جواباً) کہا  
 اگرچہ ہم تمہارے مذہب میں پلٹنے  
 سے بیزار ہی ہوں؟ بے شک ہم اللہ پر  
 جھوٹ و بہتان باندھیں گے اگر ہم  
 تمہارے مذہب میں اس امر کے بعد  
 پلٹ جائیں کہ اس نے ہمیں اس سے  
 بچالیا ہے اور ہمارے لئے ہرگز  
 (مناسب) نہیں کہ ہم اس (مذہب)  
 میں پلٹ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے جو  
 ہمارا رب ہے ہمارا رب از روئے علم ہر  
 چیز پر محیط ہے۔ ہم نے اللہ ہی پر  
 بھروسہ کر لیا ہے

اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری  
 مخالف (قوم) کے درمیان حق کے  
 ساتھ فیصلہ فرمادے۔ اور تو سب سے  
 بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور ان کی  
 قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے  
 جو کفر و انکار کے مرتکب ہو رہے تھے  
 کہا اے لوگو! اگر تم نے شعیبؑ کی  
 پیروی کی تو اس وقت تم یقیناً نقصان

نَجِّنَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ  
 نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبَّنَا  
 وَسِعَ رَبَّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ عَلَى  
 اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ  
 قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ  
 الْفَاتِحِينَ ۝ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيَنَّ اتَّبَعْتُمْ  
 شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ ۝

(۹۰-۸۸:۷)



اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

## قوم شعیب کا انجام:

جب قوم شعیب کسی طور پر بھی اپنے نبی کی دعوت کی طرف راغب نہ ہوئی اور اپنی زندگی کو باغیانہ و سرکش روش پر ہی جاری رکھا تو وہ انجام کار اپنے منطقی انجام سے دوچار ہو گئی:-

پس انہیں شدید زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا سو وہ (ہلاک ہو کر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا (وہ ایسے نیست و نابود ہوئے) گویا وہ اس (بستی) میں (کبھی) رہتے ہی نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا (حقیقت میں) وہی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ تب (شعیب) ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہنے لگے اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہیں نصیحت (بھی) کر دی تھی پھر میں کافر قوم (کے تباہ ہونے) پر افسوس کیوں کروں؟

فَاخَذَتْهُمْ الرِّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي  
دَارِهِمْ جِثْمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا الَّذِينَ  
كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ  
الْخٰسِرِينَ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ  
يَقَوْمِ لَقَدْ ابْلَغْتُكُمْ رِسَالِ رَبِّي  
وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَسَى  
عَلَى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

(۹۱:۷-۹۳)

اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے شعیبؑ کو اور ان کی ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچالیا اور ظالموں کو خوفناک عذاب نے

آپکڑا۔ سوانہوں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے گھروں میں مردہ حالت میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ ان میں کبھی بستے ہی نہ تھے۔ سنواہل مدین کے لئے ہلاکت ہے جیسے قوم ثمود ہلاک ہوئی تھی۔

انہوں نے اس کو جھٹلایا آخر ان کو سائبان والے عذاب نے آپکڑا۔ بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا اور رحم والا ہے۔

پھر ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا تو ان کو ایک زلزلے نے آپکڑا پس صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا  
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا  
وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ  
فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ

جَثِمِينَ كَانُوا لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۝ أَلَا  
بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُودُ ۝  
(۹۵-۹۴:۱۱)

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ  
الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ  
عَظِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا  
كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ  
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

(۱۹۱-۱۸۹:۲۶)

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ  
فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثِمِينَ ۝  
(۳۷:۲۹)

پڑے رہ گئے۔ ۱۷

## حضرت موسیٰ علیہ السلام:

تاریخ انبیاء میں حضرت موسیٰؑ اس لحاظ سے ممتاز مقام کے حامل ہیں کہ آپ کے معرکہ حق و باطل کو قرآن حکیم نے تمام انبیاء کے تذکرے سے زیادہ بیان کیا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ آپ کی معرکہ آرائی کی تفصیلات کے مختلف پہلوؤں کو قرآن مجید نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے، جو آپ کی دعوت کی جامعیت، جدوجہد کی نوعیت اور اس کے نتائج کو بیان کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی بیان کردہ تفصیلات نہ صرف موسیٰؑ جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں بلکہ انبیاء کرام کے اس کردار کو بھی واضح کرتی ہیں کہ بعثت انبیاء کا بنیادی مقصد زندگی کے جملہ پہلوؤں کو قانون الہی کا پابند بنانا ہے۔ اور اس تناظر میں یہاں دین و دنیا کی تفریق کا کوئی تصور متصور نہیں۔ بلکہ دونوں کی فلاح باہم لازم و ملزوم ہیں۔

## حضرت موسیٰؑ کی بعثت و دعوت:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا  
 وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ  
 وَمَلٰٓئِهٖ فَاتَّبَعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَ  
 مَا اَمْرَ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝

اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو (بھی)  
 اپنی نشانیوں اور روشن برہان کے  
 ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے  
 (درباری) سرداروں کے پاس تو

(۹۶:۱۱-۹۷)

(قوم کے) سرداروں نے فرعون کے  
 حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم

درست نہ تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا  
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ مَلَآئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا  
فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُفْسِدِينَ ۝ وَقَالَ يَفِرْعَوْنُ إِنِّي  
رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ حَقِيقٌ  
عَلَيَّ أَن لَّا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا  
الْحَقَّ. قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن  
رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي  
إِسْرَائِيلَ ۝

(۱۰۵-۱۰۳:۷)

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی  
نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس  
کے (درباری) سرداروں کے پاس  
بھیجا۔ تو انہوں نے ان (دلائل و  
معجزات) کے ساتھ ظلم کیا پھر آپ  
دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا کیا  
انجام ہوا؟ اور موسیٰ نے کہا اے  
فرعون! بے شک میں تمام جہانوں  
کے رب کی طرف سے رسول  
(آیا) ہوں۔ مجھے یہی زیب دیتا ہے کہ  
اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا  
کچھ نہ کہوں۔ بے شک میں تمہارے  
رب (کی جانب) سے تمہارے پاس  
واضح نشانی لایا ہوں۔ سو تو بنی اسرائیل  
کو (اپنی غلامی سے آزاد کر کے)  
میرے ساتھ بھیج دے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جہاں ایک طرف فرعون کو توحید کی دعوت دی اور اسے اپنی  
فرعونی روش کے انجام سے متنبہ کیا وہاں اپنی قوم کو بھی دنیوی و اخروی فلاح کا پیغام دیا:

اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اپنے اوپر (کیا گیا) اللہ کا وہ انعام یاد کرو جب اس نے تم میں انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو (تمہارے زمانے میں) تمام جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا۔ اے میری قوم! اس مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور اپنی پشت پر (پیچھے) نہ پلٹنا ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور انجام خیر پر ہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

اپنی قوم کو فرعونی مظالم سے نجات دلانے اور موسوی نظام کو عملاً پکا کرنے کے لیے آپ نے حکم الہی کے تحت اجتماعی کو اختیار فرمایا:

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ  
جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ  
مُلُوكًا وَآتَكُمْ مَالًا يُنُوتِ أَحَدًا  
مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ يَقَوْمِ ادْخُلُوا  
الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ  
لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ  
فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝

(۲۱-۲۰:۵)

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ  
وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ ۝  
يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ  
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

(۱۲۸:۷)

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ۔ پس ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا لیا۔ تم کونہ فرعون کے آپکڑنے کا خوف ہو گا اور نہ ڈوبنے کا ڈر۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفُ دَرَكًا وَلَا يَخْشَىٰ ۝  
(۷۷:۲۰)

### فرعون اور اس کی قوم کا رد عمل:

فرعون نے جب حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو اپنے اقتدار اور نظام کے لئے خطرہ محسوس کیا تو اس نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو ہدف تنقید بنایا بلکہ اپنے سرداروں کو اس امر پر اکسایا کہ حضرت موسیٰؑ انہیں ملک بدر کر کے ان کے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہیں۔

اس (فرعون) نے کہا اگر تم کوئی نشانی لاتے ہو تو اسے (سامنے) لاؤ اگر تم سچے ہو۔ پس موسیٰؑ نے اپنا عصا (نیچے) ڈال دیا تو اسی وقت صریحاً اژدھا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ (گریبان میں ڈال کر) نکالا تو وہ بھی اسی وقت دیکھنے والوں کے لئے (چمکدار) سفید ہو گیا۔ قوم فرعون کے سردار

قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنُّظُرِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ

بولے بے شک یہ تو کوئی بڑا ماہر  
جادوگر ہے لوگو! یہ تمہیں تمہارے  
ملک سے نکالنا چاہتا ہے سو تم کیا مشورہ  
دیتے ہو؟

اور قوم فرعون کے سرداروں نے  
(فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس  
کی (انقلاب پسند) قوم کو چھوڑ دے گا  
کہ وہ ملک میں فساد پھیلائیں اور (پھر  
کہا) وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو  
چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا (نہیں)  
اب ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں  
گے (تاکہ ان کی مردانہ افرادی قوت  
ختم ہو جائے) اور ان کی عورتوں کو  
زندہ رکھیں گے (تاکہ ان سے زیادتی  
کی جاسکے) اور بے شک ہم ان پر  
غالب ہیں۔

أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

(۱۱۰:۷-۱۰۶)

وَقَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَدْرُ  
مُوسَىٰ وَ قَوْمِهِ لِيُفْسِدُوا فِي  
الْأَرْضِ وَ يَذْرَكَ وَ الْهِتَكَ قَالَ  
سَنُقْتِلُ أَبْنَاءَهُمْ وَ نَسْتَحْيِ  
نِسَاءَهُمْ وَ إِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝  
(۱۲۷:۷)

فرعون سے معرکہ آرائی:

حضرت موسیٰ کی دعوت کے فروغ کو روکنے اور اپنی مملکت و نظام کو تحفظ  
دینے کے لئے فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے براہ راست معرکہ آرائی شروع  
کردی۔

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي  
 الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ  
 سِحْرِ عَلِيمٌ ۝ وَجَاءَ السَّحْرَةُ  
 فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ  
 كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَ  
 أَنْتُمْ لِمَنِ الْمُقَرَّبِينَ ۝ قَالُوا  
 يُمُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ  
 نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ قَالَ أَلْقُوا  
 فَلَمَّا أَلْقُوا سَحَرُوا آعْيُنَ النَّاسِ  
 وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ  
 عَظِيمٍ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ  
 أَلِقْ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا  
 يَأْفِكُونَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا  
 كَانُوا يُعْمَلُونَ ۝ فَغَلَبُوا هُنَالِكَ  
 وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ۝

(۷: ۱۱۳-۱۱۹)

انہوں نے کہا (ابھی) اس کے اور اس  
 کے بھائی (کے معاملہ) کو موخر کر دو  
 اور مختلف گھروں میں جادوگروں کو  
 جمع کرنے والے افراد بھیج دو۔ وہ  
 تمہارے پاس ہر ہر جادوگر کو لے کر  
 آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس  
 آئے تو انہوں نے کہا یقیناً ہمارے  
 لئے کچھ اجرت ہونی چاہئے بشرطیکہ  
 ہم غالب آجائیں فرعون نے کہا ہاں  
 اور بے شک (عام اجرت تو کیا اس  
 صورت میں) تم (میرے دربار کی)  
 قربت والوں میں سے ہو جاگے۔ ان  
 جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! یا تو  
 (اپنی چیز) آپ ڈال دیں یا ہم ہی پہلے  
 ڈالنے والے ہو جائیں۔ موسیٰ نے کہا  
 تم ہی پہلے ڈال دو پھر جب انہوں نے  
 (اپنی رسیوں اور لاثیوں کو زمین پر)  
 ڈالا تو (انہوں نے) لوگوں کی  
 آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرا دیا  
 اور وہ زبردست جادو لے



آئے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔ تو وہ فوراً ان چیزوں کو نکلنے لگا جو انہوں نے فریب کاری سے وضع کر رکھی تھیں۔ پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے (سب) باطل ہو گیا سو وہ (فرعونی نمائندے) اس جگہ مغلوب ہو گئے۔ اور ذلیل ہو کر پلٹ گئے

بولے بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہاری اچھی خاصی روایات (تہذیب) نیست و نابود کر دیں۔ پس اپنی جملہ تدابیر مکمل کر لو پھر قطار باندھ کر آؤ۔ اور آج وہی کامیاب ہے۔ جو غالب آئے۔

قَالُوا إِنَّ هَذَيْنِ لَسِحْرَانِ يُرِيدَانِ  
أَنْ يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ  
بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ  
الْمُثَلَّى ۝ فَاجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ  
اتُّوا صَفًّا وَ قَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ  
اسْتَعْلَى ۝

(۶۳:۲۰-۶۴)

فرعون اور اس کی قوم کا انجام

حضرت موسیٰؑ کی دعوت کے رد و قبول سے مرتب ہونے والے نتائج نے نہ صرف پیغمبرانہ دعوت کی نتیجہ خیزی کو واضح کر دیا بلکہ اس تاریخی حقیقت کو بھی

واضح کر دیا کہ فلاح قانون الہی کی پابندی سے ہی ممکن ہے۔ قوم فرعون کے انجام کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا:-

فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي  
الْيَمِّ بِآيَاتِنَا وَكَانُوا  
عَنْهَا غَافِلِينَ ۝  
(۱۳۶:۷)

پھر ہم نے ان سے (بالآخر تمام  
نافرمانیوں اور بد عہدیوں کا) بدلہ لے  
لیا اور ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا  
اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں  
کی (پے درپے) تکذیب کی تھی۔ اور  
وہ ان سے (بالکل) غافل تھے۔

جبکہ حضرت موسیٰ کے متبعین ہی قوم فرعون کے مقابلے میں فلاح یاب  
ہوئے:-

يَاوُرَّثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا  
يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقِ الْأَرْضِ  
وَمَغَارِبِهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا  
وَلَقَدْ كَلَّمْتُ رَبِّكَ الْحُسْنَى  
هَلَلِي بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا  
وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ  
وَقَوْمَهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝  
(۱۳۷:۷)

اور ہم نے اسی قوم (بنی اسرائیل) کو جو  
کمزور اور استحصال زدہ تھی اس  
سر زمین کے مشرق و مغرب (مصر اور  
شام) کا وارث بنایا۔ جس میں ہم نے  
برکت رکھی تھی اور (یوں) بنی  
اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا  
نیک وعدہ پورا ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ  
انہوں نے (فرعون کے مظالم  
پر) صبر کیا تھا۔ اور ہم نے (عالیشان  
محلّات) کو تباہ و برباد کر دیا

جو فرعون اور اس کی قوم نے بنا رکھے  
تھے۔ اور ان چٹائیوں (اور باغات) کو  
بھی جنہیں وہ بلندیوں پر چڑھاتے  
تھے۔ ۹

### حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:-

اور بے شک یونس (بھی) ہمارے  
رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ  
کر (ایک) بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔  
پھر قرعہ ڈالا (گیا) تو یہی ملزم  
ٹھہرے۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا  
اور وہ نادام تھے۔ پس اگر وہ اس (ذات  
پاک) کو بہت یاد کرنے والے نہ ہوتے  
تو وہ اس (مچھلی) کے پیٹ میں اس دن  
تک رہتے جس دن لوگ اٹھائے  
جائیں گے (یعنی قیامت تک)۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ  
أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ  
الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَا فَكَانَ مِنَ  
الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَ  
هُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ  
الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى  
يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝

(۱۳۹:۳-۱۴۴)

قرآن حکیم میں مذکورہ تمام انبیاء کرام میں سے حضرت یونس علیہ السلام  
اس لحاظ سے ایک امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں کہ آپ کے اپنی قوم کے رویہ سے  
دل برداشتہ ہو کر اس سے قبل از حکم ربانی علیحدگی اختیار کر لینے کو اور اس کے مابعد  
اثرات کو قرآن حکیم نے خصوصی طور پر بیان کیا ہے۔ جب آپ نے اپنی قوم سے

کبیدہ خاطر ہو کر علیحدگی کا فیصلہ کیا تو مختلف حالات و واقعات سے گزرنے کے بعد (جو تفاسیر میں بتفصیل مذکور ہیں) انجام کار آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔ جہاں قرآن حکیم کے الفاظ کے مطابق ”تسبیح“ آپ کی نجات کی سبیل ثابت ہوئی۔ ”تسبیح“ کے ذریعے آپ کو کس طرح مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب ہوا، اسے دوسرے مقام پر قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:-

وَذَالْتُونِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ  
اَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي  
الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ  
سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ  
الظَّالِمِيْنَ ۝ فَاَسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ  
مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي  
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(۸۸:۸۷-۸۸)

اور مچھلی والے (پیغمبر یونسؑ کا واقعہ یاد کیجئے) جب وہ (اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر) ناراض ہو کر (بستی سے) نکل کھڑے ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں (آخر مچھلی کے پیٹ میں جس نے آپ کو نگل لیا تھا آپ کو احساس ہوا کہ میں نے بستی چھوڑنے میں جلدی کی) پھر (مچھلی کے پیٹ کی) ان تاریکیوں میں اللہ سے التجا کی کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی (تمام نقائص سے) پاک ہے (اور) میں قصور وار لوگوں میں سے تھا۔ پس ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ہم نے ان کو اس غم سے نجات دی اور (ہماری یہ سنت آج تک قائم رہی ہے) ہم ایمان

والوں کو یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں۔  
ان آیات کریمہ میں بیان کردہ درج ذیل امور خصوصی طور پر قابل غور  
ہیں:-

۱۔ حضرت یونسؑ کا اپنی قوم کے رویہ سے نالاں ہو کر ترک وطن اور اس قوم  
سے علیحدگی کو اللہ تعالیٰ نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ ”فظن ان لن نقدر  
علیه“ کے الفاظ سے اس کیفیت کو بھی بیان کر دیا جس کے تحت حضرت یونس علیہ  
السلام نے ترک وطن کا ارادہ فرمایا تھا۔ گویا انسانیت کی اصلاح کا کام اللہ تعالیٰ کے حضور  
اتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ کمال مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی اسے ترک نہ کرنا ہی  
حصول رضائے الہی کا باعث ہے اور اس سے روگردانی غضب الہی کو دعوت دینے کے  
مترادف ہے۔ اور اس الوہی اصول سے انبیاء کرامؑ جیسی جلیل القدر ہستیوں کو بھی  
مستثنی نہیں رکھا گیا۔ اس بنیادی حقیقت کو امت مسلمہ کے لئے بھی ایک قانون اور  
اصول کی شکل میں یوں بیان کیا گیا:-

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ  
كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَ  
هُوَ مَكْظُومٌ ۚ لَوْلَا أَنْ تَدْرَكُهُ  
نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لُنُبِدَ بِالْعُرَاءِ وَ هُوَ  
مَذْمُومٌ ۚ فَاجْتَبَهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ  
الصَّالِحِينَ ۝  
پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار  
کیجئے اور مچھلی (کے پیٹ میں جانے)  
والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جائیے  
(جو گھبراہٹ کا اظہار کئے بغیر نہ رہ  
سکے اور) جب انہوں نے (اپنے رب  
کو) پکارا (اور بلا انتظار حکم روانہ  
ہو گئے) اس حال میں کہ وہ (غم و غصہ

سے) گھٹ رہے تھے۔ اگر ان کے رب کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال برا ہوتا۔ پھر ان کو ان کے رب نے (اپنی عنایات خاص کے لئے) منتخب فرمایا اور ان کو (اپنے برگزیدہ) نیک بندوں میں (شامل) رکھا۔

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو قرآن حکیم کے الفاظ (۱۲۴:۳۷) میں مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں اور قید سے ان کی رہائی کا سبب بنی اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ اس میں حضرت یونس نے دو الوہی صفات کا تذکرہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اپنے ایک وصف کو بیان کیا:

**الف۔** آپ نے رب ذوالجلال کے حضور التجا کرتے ہوئے رب ذوالجلال کے ”معبود مطلق“ ہونے اور ذات باری تعالیٰ کے ”سبحان“ ہونے کا اقرار و اظہار فرمایا جو آپ کی عبودیت اور بارگاہ رب العزت کے ساتھ آپ کے تعلق بندگی کو بیان کرتا ہے۔

**ب۔** اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے ”من الظلمین“ ہونے کا اعتراف فرمایا اگر آپ کے ان الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے کہ ایک پیغمبر کی ذات سے کسی طرح کے ظلم کا صدور کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اور وہ ظلم جو آپ کو بطن حوت تک لے آنے کا سبب بنا اور جس کے نتیجے میں آپ خود کو بھی ”من الظلمین“

قرار دے رہے ہیں پھر فقط ایک ہی امر تھا اور وہ تھا آپ کا اپنی قوم کے اصلاح احوال سے قوم کے منفی رویہ کے سبب قطع تعلق کر کے ان سے علیحدگی اختیار کر لینا۔ گویا آپ کا بارگاہ رب العزت میں اظہار توبہ اور پھر قوم کے اصلاح احوال کی طرف لوٹ آنے کے عزم و ارادہ کو بارگاہ رب العزت میں اتنی شرف و قبولیت سے نوازا گیا کہ آپ کو نہ صرف بطن حوت کی قید سے رہائی عطا ہو گئی بلکہ جب آپ اپنی قوم کی طرف دوبارہ لوٹے تو انہیں بھی دینی اور دنیوی فلاح عطا ہوئی۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَ ارْسَلْنَهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفِ اَوْ  
يَزِيدُوْنَ ۝ فَاْمَبُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى  
حِيْنٍ ۝

اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے  
کچھ زائد لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر  
بھیجا تھا۔ پس (جب ان کی قوم کے  
لوگ آثار عذاب دیکھ کر) ایمان لے  
آئے تو (ہم نے بھی ان پر سے عذاب  
نال دیا) ہم نے ان کو (دنیا میں) ایک  
وقت (مقرر) تک (زندہ رکھا اور دنیا  
کی متاع سے فائدہ اٹھانے دیا۔

(۱۳۷: ۳۷-۱۳۸)

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے آخری الفاظ ”فمتعنہم الی حین“ اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی قوم کو آپؐ کی اطاعت اختیار کر لینے پر دین و دنیا کی فلاح سے نوازا گیا جو آپؐ کے مقصد بعثت کی اسی جامعیت کو بیان کر رہا ہے جو تمام انبیائے کرام کے مقصد بعثت میں موجود ہے۔ پھر اسے ایک الوہی ضابطے اور قانون کے طور پر بایں طور بیان کیا گیا:-

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا

پس کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ

(عذاب خداوندی کو دیکھ کر) ایمان لاتی، پھر اس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا۔ سوائے قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب اٹھالیا (جو ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا) اور ایک (خاص) مدت تک ان کو (دنیاوی زندگی کے فیوض و برکات اور راحت و آرام سے) مستفید کیا۔

إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا  
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنَاهُمْ إِلَى  
حِينٍ ۝

(۹۸:۱۰)

یعنی اگر اب بھی کوئی قوم اطاعت نبوی کی طرف رجوع اختیار کرے گی تو نہ صرف اسے اخروی فلاح نصیب ہوگی بلکہ ”عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا“ سے بھی نجات عطا کر کے اسے فلاح اور عروج و تمکنت سے نوازا جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کا شمار ان انبیاء کرام میں ہوتا ہے جنہیں نبوت کے منصب جلیلہ کے ساتھ ساتھ ظاہری حکومت بھی عطا کی گئی آپ کی حیات مبارکہ دونوں میادین حیات یعنی مذہبی اور دنیاوی دونوں حوالوں سے رہنما اصولوں کا مرقع ہے۔

مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اور

إِنَّا دَاوُدَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ



قَصُّصُهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ  
رُسُلًا لَمْ نَقْضُصُهُمْ عَلَيْكَ  
وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۝  
(۱۶۳:۳، ۱۶۴)

(جیسے ہم نے دوسرے) پیغمبروں پر  
جن کے احوال ہم آپ کو اس سے  
پہلے سنا چکے ہیں اور ان پیغمبروں پر  
جن کے احوال ہم نے اب تک آپ  
کو نہیں سنائے (انعام کیا) اور اللہ نے  
موسیٰ سے (تو) کلام بھی فرمایا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَ قَلِيلٌ  
مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ ۝  
(۱۳:۳۴)

اے داؤد کے گھر والو! میرا شکر ادا کرو  
(سراپا اطاعت بن کر) اور میرے  
بندوں میں (میری عنایات و احسانات  
پر) شکر ادا کرنے والے بہت کم  
ہوتے ہیں۔

### دنیوی پہلو: (Secular Aspect)

وہ مقصد بعثت جسے لیکر حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے یعنی توحید  
الہی کے پیغام کی تبلیغ اور حدود الہی کا قیام، اس کے لئے آپ نے اپنے دور کے جابر اور  
مستبد حکمران جو احکامات الہی کا باغی اور کفر و طاغوت کا علمبردار تھا، کے خلاف علم جہاد  
بھی بلند کیا۔ قرآن حکیم آپ کے اس معرکہ حق و باطل کو بیان کرتے ہوئے ارشاد  
فرماتا ہے:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدَ  
جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ

پھر مومنوں نے ان کو اللہ کے حکم  
سے شکست دی (اور وہ بھاگ کھڑے

ہوئے) اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا۔ اور اللہ نے داؤد کو سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو مناسب سمجھا اسے سکھایا۔ (حکومت و سیاست کے علوم جو حق کی حفاظت کرنے اور حق کو بلند کرنے میں معاون تھے عطا کئے کہ یہی ان کی دعا بھی تھی) اور اگر اللہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین پر فساد برپا ہو جاتا۔ (بغاوت پھیل جاتی، ملک تباہ و برباد ہو جاتے) لیکن اللہ جہان والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ (کہ وہ اپنے بندوں کے ذریعے استیصال فساد و فتنہ فرماتا رہتا ہے)

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ  
وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ  
بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ  
اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝  
(۲۵۱:۲)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام کی اپنے دور کے طاغوتی حکمران کے خلاف جدوجہد کو بیان کیا بلکہ اس معرکہ حق و باطل کی حکمت کو بھی بیان کیا۔ اس امر کو رب ذوالجلال نے اپنی سنت کے طور پر بیان فرمایا کہ اہل حق اور اہل باطل کے درمیان معرکہ بپا ہوتے رہیں گے کیونکہ اس طرح ہی اہل باطل و طاغوت کی بیخ کنی ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ اہل باطل کا اہل حق سے تصادم کروا کر ان کا قلع قمع نہ فرماتا رہے تو زمین فساد اور فتنہ کا مرکز بن جائے اور اہل حق کیلئے کفر و

طاغوت کی طرف سے زمین تنگ کر دی جائے۔ اس عالمگیر فتنے کے تدارک کی واحد سبیل یہ ہے کہ اہل حق باطل و طاغوت کے خلاف آمادہ جہاد رہے اور کبھی بھی کوتاہی اور سستی کا شکار نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا  
يَجِبَالُ أَوْبَىٰ مَعَهُ وَالطَّيْرِ وَالنَّ  
لَهُ الْحَدِيدَ ۚ أَنْ أَعْمَلَ سَبِغَتٍ وَ  
قَدِرٌ فِي السَّرْدِ وَأَعْمَلُوا صَالِحًا  
إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اور ہم نے داود کو اپنی طرف سے  
(مخصوص) بڑائی بخشی تھی (یعنی  
نبوت کے ساتھ ساتھ غیر معمولی  
سلطنت بھی عطا کی تھی) اے پہاڑو!

تم ان کے ساتھ خوش آوازی سے  
(زبور یا تسبیح) پڑھو اور پرندو تم بھی۔  
اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم  
کر دیا تھا۔ کہ کشادہ زر ہیں بناؤ اور (اس  
کی) کڑیاں مناسب انداز سے جوڑو۔  
اور نیک عمل کرو کہ جو کچھ تم کرتے  
ہو میں اسے دیکھ رہا ہوں۔

(۱۱۱۰:۳۳)

رب ذوالجلال نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت عطا کرنے کو اپنی نعمت  
کے طور پر بیان کیا اور یہ بھی کہ انبیاء کرامؑ کو اقتدار کے ساتھ حکمت بھی عطا کی گئی کہ  
ان کا اقتدار دراصل الوہی اقدار کے قیام کا ایک ذریعہ تھا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ  
اور ہم نے ان کی حکومت کو بڑا استحکام

## وَفَضَّلَ الْخِطَابِ ۝

دیا اور ان کو حکمت اور قول فیصل (کا  
سلیقہ) سکھایا (کہ سننے والا خود ہی ان  
کے انصاف کا قائل ہو جائے)

(۲۰:۳۸)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر (اپنا)  
نائب بنایا ہے پس تم لوگوں میں  
انصاف کے ساتھ حکومت کیا کرو۔  
اور اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو  
کہ کہیں وہ تم کو اللہ کی راہ سے بہکانہ  
دے۔ بے شک جو لوگ اللہ کی راہ

يَدَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي  
الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ  
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ  
عَن سَبِيلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ  
عَن سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ  
بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

سے بہک جاتے ہیں ان کے لئے سخت  
عذاب ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے  
روز حساب کو بھلا دیا ہے۔

(۲۶:۳۸)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت ہویدا ہوتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام  
کو حکمرانی عطا کرنے کا مقصود ہی یہ تھا کہ دنیا میں حدود الہی کا قیام عملاً ممکن ہو سکے۔ اور  
انسانی معاشرہ عدل و انصاف کا عملی مظہر بنے۔ جہاں قانون الہی کی حکمرانی ہو نہ کہ  
ہوائے نفس اور اللہ کے باغی لوگوں کی۔ ۱۱

حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام سے مملکت اسلامیہ  
کے سربراہ کا منصب ان کے نائب کے طور پر حاصل کیا۔ اور آپ کو نبوت کے منصب  
جلیلہ پر بھی فائز کیا گیا۔

## مذہبی پہلو: (Religious Aspect)

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ  
إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

اور (جس طرح ہم نے داؤد کو اپنا نائب  
بنایا تھا اور نبوت دی تھی اسی طرح)  
ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) دیا جو  
نہایت خوب بندہ تھا۔ اور بے شک وہ  
(بھی ہماری طرف) رجوع کرنے والا  
تھا۔

(۳۰:۳۸)

اسی طرح آپ کے اس منصب کو دیگر انبیائے کرامؑ کے ساتھ بیان کیا گیا:-

كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ  
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ وَ  
أَيُّوبَ وَ يُوسُفَ وَ مُوسَى وَ  
هَارُونَ وَ كَذَلِكَ نَجْزِي  
الْمُحْسِنِينَ ۝

سب (انبیاء کرامؑ) کو ہم نے ہدایت  
سے نوازا۔ اور ان سے قبل نوح کو ہم  
نے ہدایت دی۔ اور ہم نے ان کی  
(یعنی ابراہیمؑ کی) اولاد میں داؤد کو اور  
سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور  
موسیٰ کو اور ہارون کو بھی (اپنی ایک  
ایک صفت خاص کا مظہر بنایا اور

(۸۵:۲)

ہدایت سے سرفراز کیا) اسی طرح ہم  
نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے  
ہیں۔

## دنیوی پہلو: (Secular Aspect)

اگرچہ نبوت کے ساتھ حکمرانی بھی آپ کو عطا کر دی گئی تھی مگر آپ نے اپنی ایک دعا میں بھی رب کائنات کے حضور التجا کی کہ آپ کو ایسی بے مثال سلطنت عطا کی جائے جو کسی اور کو نہ ملی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا  
لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ  
أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(سلیمان نے) عرض کی! اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے علاوہ (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔

(۳۵:۳۸)

بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔

اور بے شک ہم نے داؤد اور (ان کے بیٹوں میں سے ان کے جانشین) سلیمان کو ایک علم (خاص) عطا فرمایا اور وہ دونوں (بھی شکر گزار رہے) کہا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں میں فضیلت دی۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ عِلْمًا  
وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا  
عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝  
(۱۵:۲۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح منصب قضا بھی عطا کیا گیا اور اس منصب سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے علم و حکمت سے بھی نوازا گیا۔

اور داؤد اور (ان کے بیٹے) سلیمانؑ کا واقعہ یاد دلائیے) جب وہ دونوں کھیتی کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے جب کہ (رات کو) قوم کی بکریوں نے اس (کھیت) کو روند ڈالا (یعنی کھیت چر گئیں) اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے سلیمانؑ کو اس (معاملہ) کی فہم دی (اور انہوں نے ایک بہتر فیصلہ کر دیا جو ہر طرح مناسب تھا) اور (یوں تو) دونوں ہی کو ہم نے حکمت و علم بخشا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا غلبہ دین حق کے لئے جدوجہد کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کو زندگی کے نصب العین کے طور پر اپنانے ہی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ کو اس امر کی اطلاع ملی کہ ایک ایسا ملک بھی موجود ہے جہاں ایک عورت کے زیر حکمرانی اس ملک کی رعایا معبود حقیقی کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کر رہی ہے اور شیطان کی پیروی میں مصروف ہے تو آپ نے اسے توحید کا پیغام حق پہنچانے کا فیصلہ کیا اور ملکہ سبا کو خط لکھا:-

وہ (مکتوب) سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ ”اللہ کے نام سے شروع جو بے حد مہربان اور ہمیشہ

وَ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ  
فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ  
الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ  
شَاهِدِينَ ۝ فَفَقَهُمْنَهَا سُلَيْمَانٌ وَ كَلَامًا  
آتَيْنَا حُكْمًا وَ عِلْمًا ۝  
(۷۹:۷۸:۲۱)

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ إِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَيَّ  
وَ أَتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ (۳۱:۳۰:۲۷)

رحم فرمانے والا ہے۔“ (اور مضمون یوں ہے کہ) میرے (پیغام حق کے) مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس فرمانبردار ہو کر آ جاؤ۔ (یعنی مسلمان ہو جاؤ اور میری نبوت کا اقرار کرو)

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پر شکوہ اقتدار اور رب ذوالجلال کی طرف سے آپ کو عطا کردہ جلال و ہیبت کا اثر تھا کہ جب ملکہ سبا کو آپ کا دعوت الی الحق کے پیغام پر مبنی مکتوب ملا تو اس نے اپنے امرائے سلطنت سے اس مکتوب کے رد عمل کے لئے مشورہ طلب کیا۔ اور ان کی طرف سے جنگ و مقابلہ کی رائے کے باوجود یہ کہتے ہوئے جنگ سے احتراز کی پالیسی اختیار کی:-

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا  
 قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ  
 أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝  
 (۳۴:۲۷)

اس نے کہا (کہ اتنے صاحب جبروت و عظمت پیغمبر سے معرکہ آرائی کسی طور مناسب نہیں کیونکہ) جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی (شاید) ایسا ہی کریں گے۔

اور اس کے بعد بھی جب اس کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مختلف النوع ریاستی روابط قائم ہوئے تو بتدریج اس پر آپ کی شوکت و عظمت



اور حق پرستی کا واضح ہوتی چلی گئی تا آنکہ اس نے آپؐ کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا  
عَرَشُكَ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا  
الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا  
مُسْلِمِينَ ۝

پھر جب ملکہ سبا (سفر طے کرتی ہوئی) آپؐ کی پہنچی (تو اس سے) پوچھا گیا کیا آپؐ کا تخت ایسا ہی ہے۔ اس نے جواب دیا گویا یہ وہی ہے۔ اور (اس آزمائش کی ضرورت ہی کیا ہے) ہم کو اس سے قبل ہی (آپؐ کی شان نبوت کا) علم ہو چکا ہے اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

(۴۳:۲۷)

اس طرح ملکہ سبا نے اپنی ماضی کی گمراہی اور شرک پر مبنی روش سے روگردانی کرتے ہوئے وہ حضرت سلیمانؑ کی اطاعت قبول کر لی اور توحید پرستی پر کاربند ہو گئی

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَ  
أَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ ۝

(جب ملکہ سبا پر پیغام حق کی قبولیت کی راہ کھل گئی اور اسے ایمان و اسلام کی نعمت نصیب ہو گئی تو) وہ بول اٹھی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (کہ تیرے سوا غیر کی عبادت کی) میں اللہ کے آگے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے (اور) سلیمان کے

(۴۳:۲۷)

ساتھ (ان کی اتباع میں آکر) مسلمان  
ہوئی۔ ۱۲۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ کا مقصد بعثت بھی مذہبی و دنیوی دونوں پہلوؤں کو محیط تھا۔

مذہبی پہلو (Religious Aspect)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقصد بعثت کے مذہبی پہلو کو بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا گیا:-

اور جب عیسیٰ بھی نشانیاں لے کر  
آئے تو انہوں نے (بھی یہی) کہا کہ  
لوگو! میں تمہارے پاس حکمت (کی  
باتیں) لے کر آیا ہوں۔ اور اس لئے  
(آیا ہوں) کہ بعض وہ باتیں جن میں  
تم جھگڑتے رہتے ہو تم پر واضح  
کردوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری  
اطاعت کرو۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ  
قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ  
لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ  
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ  
رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا  
صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

(۶۳:۴۳-۶۴)

آپ کی تقویٰ اطاعت الہی کے توحید کی دعوت کے جواب میں آپ کی قوم

کے رد عمل کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:-

پھر ان میں سے ان کے متعدد فرقے  
بن گئے پس ظالموں کے لئے بڑی

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ

يَوْمَ الْيَمِّ ۝

خرابی ہے۔ ایک دردناک دن کے

عذاب سے (ان کو سابقہ ہوگا جس

سے وہ بچ نہ سکیں گے)

یعنی حضرت عیسیٰ کی دعوت کو رد کرنے اور اس کے قبول کرنے میں

اختلاف کرنے کی روش کو قرآن حکیم نے ظلم قرار دیا۔

دعوت عیسوی کے اسی پہلو کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا:-

پھر ان کے بعد (ان کے اثرات کو

جاری رکھنے کے لیے) ہم نے پے در

پے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور ان

کے بعد عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا اور ان

کو انجیل عطا فرمائی اور ان کے متبعین

کے دلوں میں شفقت اور رحمت ڈال

دی اور رہبانیت جس کی ابتدا انہوں

نے خود کی ہم نے اسے ان پر فرض نہ

کیا تھا۔ مگر انہوں نے اسے اللہ کی

رضامندی کے لئے اختیار کیا۔ لیکن

جس طرح اس کو نبھانا چاہئے تھا نباہ نہ

سکے (افراط و تفریط میں پڑ گئے) پھر ان

میں جو ایمان لائے ہم نے ان کو اجر دیا

اور ان میں سے اکثر (تو) نافرمان ہی

ثُمَّ فَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا

وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ

الْإِنْجِيلَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَافَةً وَرَحْمَةً

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا

عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

فَمَا دَعَوْهَا حَقًّا رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ

مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝

(۲۷:۵۷)

ہیں (اس لئے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ  
پر ایمان نہیں لاتے)۔

اس آیت مبارکہ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا کہ احکامات الہی کی اتباع کا مقصود ایک اعلیٰ اور مثالی کردار کی تشکیل تھا جو رضائے الہی کے حصول کا سبب بن جائے مگر امت عیسوی نے افراط سے کام لیتے ہوئے اسے رہبانیت کی شکل دے دی جس کا لحاظ وہ خود بھی آگے چل کر نہ رکھ سکے اور احکام الہی کی اطاعت کے باب میں ان کی افراط و تفریط پر مبنی روش کو قرآن حکیم نے ”فسق“ قرار دیا جو انکی گمراہی اور ان پر اللہ کے غضب کا باعث بنا۔

حضرت عیسیٰ کی دعوت صرف انجیل کے احکام تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ نے اپنی قوم کو یہ خوشخبری بھی دی کہ احکامات الہیہ کی تکمیل کے لئے آنے والے آخری پیغمبر پر ان کی قوم ایمان لائے ارشاد ربانی ہے:-

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ  
اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول  
ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں  
میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کا  
جو مجھ سے پہلے آئی اور خوشخبری سنانے  
والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد  
آئیں گے ان کا نام احمد ہے پھر نب  
وہ (خاتم النبیین) کھلی نشانیاں لے کر  
آئے تو (یہ لوگ) کہنے لگے کہ

وَ اِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِي  
اسْرَائِيْلَ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ  
مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ  
وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاتِي مِنْ بَعْدِي  
اسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ  
مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى  
عَلٰى اللّٰهِ الْكُذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰى  
اِلٰى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

## الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

یہ صریح جادو ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف دعوت بھی دی جا رہی ہو۔ اور اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا۔

(۷۶:۶۱)

## دنیوی پہلو (Secular Aspect)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت صرف زندگی کے مذہبی اور اخلاقی پہلوؤں کی اصلاح پر ہی مبنی نہ تھی۔ پیغمبر اسلام اور اسلام کی دعوت بھی اپنی قوم کے سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کر دیا تھا کہ ان کے دنیوی زندگی کی فلاح بھی الوہی پیغام کی کامل اتباع میں مضمر ہے اور یہ کہ ان کی دنیوی زندگی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں جسے رہنمائی کے لئے الوہی ہدایت سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکے۔ بلکہ مبنی بروحی ہدایت ہی وہ واحد سبیل ہے جسے اپنا کر وہ نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کی زندگی میں بھی انعامات الہی کے مستحق قرار دیئے جاسکتے۔ ارشاد ربانی ہے:-

اور اگر (یہ) اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ان کے گناہ ان سے یقیناً دور کر دیتے اور ان کو اپنی نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا  
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا  
دَخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ وَلَوْ  
أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ

اور اگر وہ تورات و انجیل پر اور اس پر جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر اتارا گیا کاربند رہتے (یعنی ان میں جو اصول دینی تھے ان کو قائم رکھتے اور ان میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی جو بشارت تھی اس کو نہ چھپاتے) تو (ان پر رزق طیب کی بارش ہوتی اور) وہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے (طرح طرح کی نعمتیں) کھاتے لیکن ان میں سے کچھ لوگ (ہی) اعتدال پسند ہیں۔ (جو صراط مستقیم پر قائم ہیں) اور ان میں اکثریت (تو) ایسے لوگوں کی ہے جو برے کام کر رہے ہیں۔<sup>۱۳</sup>

وَمَا أَنْزَلْ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝  
(۶۵:۶۶)

### حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

انبیائے کرام کی بعثت کا وہ مقصد جلیل جس کی تکمیل کیلئے وہ مبعوث ہوتے رہے حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ آپ سے قبل آنے والے تمام انبیاء کرام مخصوص زمانوں یا علاقوں کے لئے تھے۔ مگر آپ کی بعثت مبارکہ کی جامعیت کو قرآن حکیم کو یوں بیان کیا:-

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ

وَ دِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
كُلِّهِ  
سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب  
دینوں پر غالب کر دے۔

(۳۳:۹)

گزشتہ انبیاء اور رسل کے مقصد بعثت کے مقابل آپ کو اظہار علی  
الدین کلمہ کا منصب عطا کر کے انسانیت کو آئندہ احتیاج نبوت سے بے نیاز کر دیا گیا۔  
کیونکہ ختم نبوت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ آپ کو ایسا جامع دین عطا کر کے مبعوث کیا جو  
اظہار علی الدین کلمہ کی خصوصیت کا حامل اور کسی نئے دین کے ظہور کی ضرورت کو  
ختم کرنے والا ہے۔

اس جامع مقصد بعثت کے حصول کے لئے آپ نے دونوں ہی جدوجہد کا منہج  
اختیار فرمایا:-

۱۔ دعوت انذار (اصلاح احوال و اعمال)

۲۔ تبدیلی نظام (جہاد و انقلاب)

دعوت نبوی ﷺ کا مذہبی پہلو (Religious Aspect)

آپ نے اپنے مشن کا آغاز دعوت و انذار سے کیا:-

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۗ وَرَبِّكَ  
فَكْبَرُ ۗ

اے لحاف اوڑھنے والے (محبوب نبی)

کھڑے ہو جائیے اور اہل غفلت کو

ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان

(۳-۱:۷۳)

کیجئے۔

آپ کے اسی منصب دعوت و تبلیغ کو کئی دوسرے مقامات پر بھی قرآن

حکیم نے بیان فرمایا:-

(اے رسول) بلاؤ اپنے رب کی طرف  
حکمت اور اچھی نصیحت سے اور ان  
سے اس طرح سے بحث (وگفتگو) کرو  
جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا  
رب اسے خوب جاننے والا ہے جو اس  
کی راہ سے بہکا اور وہ ہدایت پانے  
والوں کو بھی جانتا ہے۔

أَذِيعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ  
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ  
أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ  
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

(۱۲۵:۱۶)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ تم پر اترا  
تمہارے رب کی طرف سے اور اگر  
آپ نے ایسا نہ کیا تو اس سے مراد یہ  
ہوگا کہ آپ نے اپنے رب کا پیغام نہ  
پہنچایا اور اللہ آپ کی لوگوں سے

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ  
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ  
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ  
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا  
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

(۶۷:۵)

نگہبانی (و حفاظت) فرمائے گا۔ بے  
شک اللہ کافروں کو راہ ہدایت نہیں  
عطا فرماتا۔

(اے رسول محترم) آپ انہیں  
نصیحت فرمائیے بے شک آپ (اہل  
عالم کو) نصیحت فرمانے والے ہیں۔

فَلَذِكْرٍ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝

(۲۱:۸۸)



اے نبیؐ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا  
وَّ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا ۝ وَ دَاعِيًا إِلَى  
اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَ سِرَاجًا مُنِيرًا ۝  
(۳۳:۳۵، ۳۶)

جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تمہیں میں سے بھیجا کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کا علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ کچھ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں پہلے علم نہ تھا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ  
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ  
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ  
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا  
تَعْلَمُونَ ۝  
(۲:۱۵۱)

یہ آیات اور اس مضمون کی کئی دیگر آیات حضور اکرم ﷺ کے منصب دعوت کو بیان کرتی ہے جو آپ کے مقصد بعثت کا مذہبی پہلو ہے۔

مقصد بعثت نبوی ﷺ کا دنیوی پہلو (Secular Aspect)

غلبہ دین حق کا جو مقصود لیکر آپؐ مبعوث ہوئے تھے وہ صرف دعوت و تبلیغ سے حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔ سو آپ کی جدوجہد کے دائرہ کار میں زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی پہلو بھی شامل تھے۔ جدوجہد نبویؐ سے زندگی کے ان شعبوں میں اسلام کے دور آغاز میں کس طرح تبدیلی واقع ہوئی قرآن حکیم اسے یوں بیان کرتا ہے:-

وَ اذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ  
 مُّسْتَضْعِفُوْنَ فِي الْاَرْضِ  
 تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ النَّاسُ  
 فَاَوْلَانِكُمْ وَ اَيْدِيكُمْ بِنَصْرِهِ  
 وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ  
 تَشْكُرُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب تم تعداد میں قلیل  
 تھے۔ اور ملک میں دبے ہوئے (اور)  
 خوفزدہ تھے۔ کہ کہیں لوگ تمہیں  
 اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں  
 جگہ (جائے امان) دی اور اپنی مدد سے  
 قوت عطا کی اور پاکیزہ روزی عطا کی کہ  
 تم اس کے شکر گزار بنو۔

(۲۶:۸)

اس آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے امت مسلمہ کے ابتدائی دور کے  
 دوران قومی زندگی کے تین پہلوؤں کا تذکرہ فرمایا۔

### ۱۔ سیاسی پہلو (Political Aspect)

آغاز اسلام میں مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے آیۃ مذکورہ میں ”قلیل“  
 فرما کر سیاسی اقلیت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ تعداد میں کمی کے باعث مسلمان کفار و  
 مشرکین مکہ کے مقابلے میں سیاسی طور پر کمزور اور محکوم تھے۔ مگر پیغمبرانہ کاوشوں اور  
 جدوجہد کے نتیجے میں آنے والے سالوں میں مسلمان اس حالت سے نکل گئے۔ اس کی  
 طرف ”وایدکم بنصرہ“ فرما کر اشارہ کیا گیا کہ رب ذوالجلال نے تمہیں اپنی مدد سے  
 طاقت اور تقویت بخشی۔ اس طرح سیاسی زندگی کی غلامی، محکومی اور اقلیت ہونے کے  
 ناطے کمزوری سے نجات عطا کر کے اقتدار و حکومت عطا کی۔ جس سے مسلمانوں کو  
 سیاسی طور پر آزادی اور استحکام نصیب ہو گیا یہ سیاسی انقلاب ہجرت کے بعد پیا ہوا جب  
 مدینہ منورہ میں میثاق مدینہ کے نتیجے میں آپ نے ایک اسلامی مملکت کا سنگ بنیاد رکھا۔  
 آپ اس اسلامی ریاست کے سربراہ مقرر ہو گئے اور تمام غیر مسلم طبقات مسلمانوں

کے سیاسی اقتدار کے تحت آگئے۔

## ۲۔ معاشی پہلو (Economic Aspect)

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان معاشی طور پر بھی کمزور تھے۔ رب ذوالجلال نے ”مستضعفون فی الارض“ فرما کر مسلمانوں کو اس معاشی کمزوری اور عدم استحکام کے دور کی یاد دلائی ہے جس سے اسلام کو تمکن فی الارض عطا کرنے پر ”ورز قلم من الطیبت“ کا مصداق بنا دیا گیا یعنی اب مسلمانوں کو معاشی کمزوری، نا انصافی اور استحصال سے نجات دلا کر ایسی مستحکم اور منصفانہ معاشی زندگی عطا کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی معاشی تعطل کا شکار نہ رہا۔ یہ معاشی انقلاب مواخات مدینہ کے نتیجے میں پیا ہوا۔ جس کے ذریعے تمام اہل ثروت انصار نے مہاجرین صحابہ کو اپنے معاشی وسائل میں برابر کا شریک بنا لیا۔

## ۳۔ معاشرتی پہلو (Social Aspect)

کسی بھی قوم کی سیاسی اور معاشی محکومیت اسے سماجی عدم استحکام اور عدم تحفظ و ظلم و استحصال کا شکار کر دیتی ہے۔ یہی حال ابتدائی دور اسلام میں مسلمانوں کا بھی تھا۔ ”تخافون ان یتخطفکم الناس“ اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ معاشی طور پر مسلمان کمزور اور غیر محفوظ تھے اور انہیں ہر وقت طاقت ور لوگوں کے دستِ ظلم کا شکار ہو جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ مگر سیاسی اور معاشی استحکام نے اس عدم تحفظ کا خاتمہ کر دیا۔ ”فاواکم“ (تمہیں جائے امان عطا کی) آزاد اور محفوظ سماجی و معاشرتی زندگی کو بیان کر رہا ہے یعنی غیر محفوظ، غیر مستحکم اور ناہموار معاشرتی زندگی سے نجات دلا کر مسلمانوں کو ایک الگ خطہ زمین کی صورت میں آزاد ملک عطا کیا گیا تاکہ مسلمان خوشگوار اور محفوظ ماحول میں زندگی بسر کر سکیں۔

یعنی جوں جوں پیغمبرانہ دعوت آگے بڑھتی گئی توں توں زندگی کا ہر شعبہ  
الوہی ہدایت کی برکات اور پیروی سے اصلاح و استحکام کی طرف بڑھنے لگا۔ دین کے  
مذہبی و دنیوی پہلوؤں کے اس باہمی تعلق کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا گیا:-

لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۝ الْفِهُمُ رِحْلَةَ  
الْشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا  
رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي  
أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِّنْ  
خَوْفٍ ۝

اس لئے کہ قریش کو میلان دلایا۔ ان  
کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ  
میں میلان دلایا تو انہیں چاہئے کہ  
اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔  
جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور  
انہیں ایک بڑے خوف سے امن  
بخشا۔

(۱۰۶:۱-۴)

ان آیات میں عبادات کے طرف رجوع کی دعوت دیتے ہوئے رب  
ذوالجلال نے بطور خاص ان انعامات الہیہ کا تذکرہ فرمایا۔

۱۔ اطعمہم من جوع: یعنی انہیں بھوک میں کھانا دیا۔ اس سے مراد معاشی  
اور اقتصادی استحکام ہے۔

۲۔ امنہم من خوف: یعنی انہیں ہر نوع کے خوف سے امن عطا کیا۔ یہ خوف  
سماجی بھی ہو سکتا ہے اور مخالفین کی جانب سے سازشوں اور حملوں کا بھی۔ یعنی خوف  
سے نجات اس طور ہی ممکن ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی اور سماجی تمکن اور استحکام مل  
جائے۔

حضور اکرم ﷺ کی جدوجہد کی یہی جامعیت تھی کہ ہر شعبہ زندگی میں  
باطل اور طاغوتی نظام کے علمبرداروں کو اپنا وجود خطرے میں محسوس ہوا نتیجہ یہ نکلا

کے

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا  
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۝

اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے  
مجرم لوگوں میں سے دشمن بنائے۔

(۳۱:۲۵)

کے قرآنی اصول کے تحت آپ کے خلاف مزاحمت و مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا گیا  
تاکہ اس دعوت حق کو بڑھنے اور فروغ پذیر ہونے سے روکا جاسکے۔

ارشاد ربانی ہے:-

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ  
نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

وہ (مخالفین دعوت حق) چاہتے ہیں  
کہ اللہ کے نور (دین حق) کو اپنی  
پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ

اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔  
(۳۲:۹)

چاہے کافروں کو کتنا ہی برا لگے۔

اس آیت مبارکہ میں دین حق کو نور اللہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ نور کے

آتے ہی باطل اور طاغوتی نظام کے اندھیروں کو سوائے عدم جانا تھا:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ  
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

حق آگیا اور باطل چلا گیا بے شک  
باطل نے جانا ہی تھا۔

(۸۱:۷۱)

اور دوسری بڑی حقیقت جو اس آیت مبارکہ میں بیان کی گئی یہ ہے کہ اہل باطل کی تمام  
تر مخالفت حق کی کوششیں اللہ کے سامنے ایک پھونک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔  
یعنی مخالفین کی تمام تر مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود بھی نور حق اتمام پذیر ہو کر

رہے گا۔ اور غلبہ دین حق ایک حقیقت زندہ بن کر صفحہ ہستی میں رقم ہو کر رہے گا۔ دوسرے مقام پر اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا:-

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ  
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي  
أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ  
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ يَا أَيُّهَا  
الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

(مخالفین حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو برا لگے۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ کہ اسے تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے چاہے مشرکوں کو برا لگے۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت نہ بتا دوں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ (وہ یہ کہ) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کی راہ میں جہاد کرو اپنے مال سے وہ اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ  
الْأَلِيمِ ۝ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ  
لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(۱۱-۸:۶۱)

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا کہ وہ

رَ إِذِ يُعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى  
الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ  
تَمُرَّ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ

تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم اس  
 تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت  
 تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ تعالیٰ کو  
 یہ منظور تھا کہ اپنے حکم سے حق کا حق  
 ہونا (عملاً) ثابت کر دے اور ان  
 کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا  
 حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً)  
 ثابت ہو جائے گو (اسے) مجرم لوگ  
 ناپسند ہی کریں۔

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّقَ الْحَقَّ  
 بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ  
 لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ  
 لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

(۸: ۷۸)

یعنی نہ صرف اہل باطل کی طرف سے آپ کی دعوت حق کے مقابل  
 مخالفتوں اور مزاحمتوں کا طوفان کھڑا کر دیا گیا بلکہ خود یہ مشیت ایزدی بھی تھی تاکہ حق  
 و باطل کے تصادم سے باطل کا قلع قمع کر دیا جائے۔

تاہم اہل کفر و طاغوت کی تمام تر مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود بھی اہل  
 ایمان کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ دین محمدیؐ جو کہ عالم انسانیت کے لئے آئینِ آخری ہے  
 کے آجانے کے بعد اب کسی دوسرے دین یا نظام کا اسلام پر غالب آنے کا کوئی امکان  
 باقی نہیں رہا۔

(اے اہل ایمان!) آج کے دن کافر  
 تمہارے دین کی طرف سے مایوس  
 ہو گئے۔ پس تم ان سے مت ڈرو۔ مجھ  
 سے ڈرو آج میں نے تمہارا دین

الْيَوْمَ يَيْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ  
 دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ  
 الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ  
 وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا.  
تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی  
نعمت پوری کر دی اور میں نے  
تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند  
کر لیا۔

(۳:۵)

### مقصد بعثت محمدی اور دنیاوی زندگی کی اصلاح

دعوت و انداز اور تبدیلی نظام و جہاد جیسے ہمہ گیر مقاصد پر مشتمل آپ کا مقصد بعثت اس وقت تک کما حقہ اتمام پذیر نہ ہو سکتا تھا جب تک زندگی کے تمام شعبہ جات بشمول سیاست، معاشرت اور معیشت کو اصلاح پذیر نہ کر دیا جاتا اس بنیادی نکتے کو کہ سماجی، معاشرتی اور سیاسی میادین حیات میں تبدیلی ایک ہمہ گیر دینی انقلاب کے لئے ضروری ہے قرآنی حکیم نے متعدد مواقع پر بیان فرمایا:-

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ  
أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ  
لِيُقِيمُوا النَّاسَ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا  
الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ  
لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنِ يَنْصُرُهُ  
وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ  
عَزِيزٌ ۝

(۲۵:۵۷)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو  
دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے  
ساتھ (نظام زندگی دینے والی) کتاب  
اور (زندگی میں عدل و توازن قائم  
رکھنے والی) ترازو اتاری۔ تاکہ لوگ  
(اعتدال اور) انصاف پر قائم رہیں۔  
اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت  
آزمائش اور قوت ہے اور لوگوں کے  
لئے کئی منافع ہیں (کہ اس سے باطل  
قوتوں کو زیر کرنے کے لئے آلات



جنگ اور دیگر مصنوعات بنائی جاتی ہیں) اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ کون بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی (یعنی استیصال باطل اور غلبہ و استحکام حق کی خاطر جہاد کے مشن کی) مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب و فائق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے کہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلافت (یعنی سیاسی قوت و اقتدار) عطا کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی اور یقیناً (اس قوت و اقتدار کے باعث) ان کا وہ دین جو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور (اس طرح) یقیناً وہ ان کے خوف و غم کو امن و سلامتی سے بدل دے گا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا  
اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ  
لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي  
ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ  
خَوْفِهِمْ أَمْنًا

(۵۵:۲۴)

اور یوں عرض کر کہ اے میرے رب مجھے (مقصد بعثت کی جدوجہد میں) سچائی اور عزت کے ساتھ داخل کر اور اس میں سے سچائی اور عزت کے ساتھ (عہدہ برآفرما کر) باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار اقتدار عطا فرما۔

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ  
وَ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَ اجْعَلْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا  
نٰصِيْرًا.

(۸۰:۱۷)

حضور اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ نے نیکی کے تصور تک کو بدل ڈالا۔ یعنی روایتی مذہبیت جسے زندگی کے دنیوی پہلو سے کوئی علاقہ ہی نہ ہو، کے دائرے کے اندر رہ کر اب نیکی اور عمل صالح کی تعریف نہیں کی جائے گی بلکہ آپ نے نیکی کے تصور کو وسیع اور ہمہ گیر کرتے ہوئے اس میں وہ تمام تقاضے بھی شامل کر دیئے جن کے پورا کرنے پر معاشرے کی ہمہ گیر اصلاح ممکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے:-

(نیکی کے جزوی تصور سے قطع نظر) نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر اور آخرت پر فرشتوں اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور (پھر اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے) اللہ کی محبت میں اپنا سرمایہ اور دولت مستحق رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں،

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ  
وَالنَّبِيِّنَّ وَآتٰى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ  
ذَوٰى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى  
وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ  
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ  
الصَّلٰوةَ وَ اٰتٰى الزَّكٰوةَ

مسافروں، حاجت مندوں، سائلوں اور محکومی و غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کی آزادی (معاشی بحالی و استحکام) پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور مصیبت و سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ صاحب تقویٰ ہیں۔

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا  
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبِاسَاءِ  
وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ  
الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ ۝

(۱۷۷:۲)

اس آیت مبارکہ میں نیکی کے تصور میں دنیا اور آخرت کے امور کو جمع کر دیا گیا۔ یہاں ایک طرف اللہ، یوم آخرت، ملائکہ، کتب اور انبیاء پر ایمان کو نیکی قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی انفاق فی اعمال کو بھی نیکی کہا گیا۔ یعنی کسی ایک پہلو سے بھی اعراض و غفلت نیکی سے اعراض کے مترادف ہو گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

کیا آپ نے وہ شخص نہیں دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے پس یہ وہی شخص ہے جو یتیموں کو دھکے دیتا ہے (یعنی ان سے نفرت کرتا ہے اور وہ انہیں اپنے قریب نہیں آنے دیتا) اور مسکینوں (یعنی محتاجوں اور ضرورت

أَرَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۝  
فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا  
يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝  
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ  
صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ  
يُرَآءُونَ ۝ وَ يَمْنَعُونَ

(مندوں) کو نہ خود کھانا کھلاتا ہے اور نہ دوسروں کو اس عمل کی ترغیب دیتا ہے (گویا ان کی معاشی ضروریات سے بالکل بے نیاز رہتا ہے اور ان کے اقتصادی تعطل کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا) پس تباہی و ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز (کی روح) کو فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ یہ (نمازی) ایسے لوگ ہیں جو محض دکھلاوا (یعنی ریاکاری) کرتے ہیں اور (ان کی بے دینی کا یہ عالم ہے کہ) وہ گھر کے برتنے کی چیزوں سے بھی دوسروں کو فائدہ نہیں اٹھانے دیتے۔

مذکورہ بالا آیات نہ صرف نیکی بلکہ پورے تصور دین کو ایک انقلابی مفہوم دے رہی ہے۔ اور اس تصور کی کلیہ نفی کر رہی ہے کہ اگر دین داری صرف عبادات کی ادائیگی تک ہی محدود کر لی جائے اور معاملات کو دائرہ دین سے خارج کر دیا جائے تو اس طرح کی دین داری فلاح و کامیابی کے بجائے ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوگی۔ قرآنی تصور دین یہ ہے کہ نہ صرف عقائد و عبادات بلکہ معاملات کا بھی اس طرح لحاظ رکھا جائے کہ

۱۔ معاشرہ کے بے سہارا اور یتیم لوگوں کو معاشی کشمکش (یدع) میں مبتلا نہ رکھا جائے بلکہ ان کی اس معاشی کشمکش سے نجات کی سبیل پیدا کی جائے تاکہ وہ بھی با عزت زندگی بسر کر سکیں۔

۲۔ معاشرے کے حاجت مند افراد (مسکین) کی معاشی کفالت کے لئے رغبت دلائی جائے تاکہ ان کا معاشی تعطل (Economic Deadlock) ختم ہو سکے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ براہ راست مسکین کو کھانا کھلانے کی بجائے انہیں کھانا کھلانے کی رغبت دلانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ کیونکہ جو وسعت رغبت دلانے کے مفہوم میں ہے وہ اس کام کے خود کرنے کے ذکر میں نہیں یعنی ایک تو مساکین کے معاشی تعطل کو دور کرنے کی رغبت دلانے سے مراد پہلے خود اس روش پر کاربند ہونا ہے کیونکہ اگر دوسروں کو کسی کار خیر کی رغبت دلانے والا خود اس پر عمل پیرا نہ ہو تو اس کا یہ عمل بے اثر اور بے نتیجہ ہو کر رہ جائے گا۔ اور اگر وہ خود کسی نیک عمل پر کاربند ہو مگر دوسروں کو رغبت نہ دلائے تو وہ کار خیر انفرادی عمل تو ہو گا لیکن معاشرتی رویہ (Social Behaviour) نہ بن سکے گا۔ آیت مذکورہ میں مساکین کے معاشی تعطل کو دور کرنے کے لئے رغبت دلانے کا تذکرہ کر کے اس بنیادی اصول کو بیان کیا گیا کہ یہ کام معاشرے میں ایک تحریک اور موثر نظام کے طور پر انجام دیا جان چاہئے۔

۳۔ معاشرے سے ”امتناع الماعون“ کی روش کا خاتمہ کیا جائے اور وسائل و اسباب کی نفع بخشی میں ہر فرد معاشرہ اور ضرورت مند کو شریک کیا جائے۔

مقصد بعثت نبویؐ کی جامعیت مدنی دور کی روشنی میں

۱۳ سال تک مکہ میں رہ کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد جب استحکام دعوت حق کے لئے آپؐ نے نئے امکانات کا انتخاب فرمایا تو اس کے لئے آپؐ

نے شہر مدینہ کو چنا۔ آپؐ کا مدنی دور جدوجہد ہجرت کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ دس سالہ جہد مسلسل کے اس زمانے میں آپؐ نے باطل قوتوں کے خلاف انقلابی جدوجہد کے لئے مدینہ طیبہ کو باقاعدہ تحریکی مرکز کی حیثیت عطا فرمادی۔ مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی پہلے سال میں آپؐ نے ایک باقاعدہ اسلامی مملکت کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ مہاجرین کے معاشرتی استحکام کے لئے مواخات کا نظام قائم فرمایا اور اہلیان مدینہ کی معاشرتی و تعلیمی تربیت کے لئے ایک کھلی اقامتی درسگاہ ”صفہ“ کا قیام فرمادیا۔ یعنی جہاں ایک طرف دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اور ترویج دین کا کام جاری تھا وہاں دوسری طرف فروغ حق کے لئے آپؐ نے ایسے اقدامات بھی فرمائے جس سے دعوت حق کے ہمہ جہت، ہمہ گیر فروغ کے امکانات پیدا ہوئے۔ آپؐ نے غلبہ دین حق کے لئے دعوتی و تنظیمی (Propagational & Organizational) سیاسی اور آئینی و دستوری (Political & Constitutional) معاہداتی و سفارتی (Diplomatic) اور عسکری و جہادی (Military & Stretagic) راستوں کو اختیار فرمایا تا آنکہ دس برس کے قلیل عرصے میں تمام جزیرہ نما عرب آپ کے زیر نگیں آگیا۔ اور ۱۰ ہجری کو آخری حج کے موقع پر آپؐ نے نہ صرف اپنے مقصود بعثت کی تکمیل کی گواہی لاکھوں شرکائے حج سے لی بلکہ خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرما کر عالمی مصطفوی انقلاب کی مضبوط اساس فراہم کرتے ہوئے قیامت تک آنے والی انسانیت کو یہ درس دے دیا ہے کہ اس کی فلاح اپنی زندگیوں کو مقصد بعثت محمدیؐ کے تابع کر دینے میں ہی مضمر ہے جو اپنی جامعیت اور ہمہ گیریت کی وجہ سے کسی بھی گوشہ زندگی کو طلب ہدایت پر تشنہ ہدایت نہیں رہنے دیتا۔

## حرف آخر

انبیائے کرامؑ کے مقاصد بعثت، دعوت، جدوجہد اور ان کی جدوجہد کے نتائج کے تذکرے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انبیائے کرامؑ اساسی طور پر حیات انسانی کو کلیہً ایک نظام کے تحت لانے کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ وہ نظام جو نہ صرف توحید و رسالت اور آخرت کے تصور جیسی بنیادوں سے اٹھتا ہو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی فوز و فلاح کا مظہر بناتا ہو یہ جامع جدوجہد اپنے نقطہ کمال پر حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں نظر آتی ہے۔ نہ صرف حیات انسانی کے لیے نظام فکر و عمل آپ کے ذریعے سے تکمیل پذیر ہو گیا بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے جو راستہ اختیار فرمایا اور جس طرح جدوجہد فرمائی وہ اپنی اتمام پذیری اور نتیجہ خیزی کے اعتبار سے رہتی دنیا کے لئے نشان ہدایت اور رہنما (اسوۃ حسنہ) بن گیا۔ کفار کو مخاطب کرتے ہوئے جب حضور اکرم ﷺ نے لکم دینکم ولی دین فرمایا تو یہ فرمان کفار سے کنارہ کشی کا ہی مظہر نہ تھا بلکہ اس کے اندر اپنے دین کی حقانیت پر یقین اور اسکے ابلاغ و فروغ کے لئے کی جانے والی جدوجہد کی نتیجہ خیزی پر یقین بھی پنہاں تھا کہ دین محمدیؐ ضرور بالاخر دین کفار پر غالب آکر رہے گا، جس کا مشاہدہ فتح مکہ کی صورت میں ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا یہی پہلو اس حقیقت کو الم نشرح کرتا ہے کہ آپ پر سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اور بشمول زندگی کے دیگر شعبہ جات کی رہنمائی کے کائنات کی عظیم ترین سیاسی قیادت بھی آپ ہی قرار پائے کہ آپ کا مقصد بعثت نہ صرف گزشتہ تمام انبیاء کرامؑ سے زیادہ جامع، ہمہ گیر اور کلی تھا بلکہ آپ کی حیات ظاہری میں اتمام پذیر بھی ہو کر رہا۔





۹۔ مزید تفصیل کیلئے:

۲:۵۳، ۵۴، ۹۲، ۱۳۶، ۳:۸۴، ۵:۲۲، ۴:۲۵، ۴:۲۳، ۱۳:۳۶، ۳۰:۳۶، ۱۲:۳۶

انعام، اعراف، یونس، ہود، ابراہیم، الاسراء، کہف، مریم، طہ، انبیاء، الحج، المؤمنون، الفرقان، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، السجدہ، الاحزاب، الصافات، غافر

۱۰۔ دیگر مقامات:

۴:۱۶۳، ۶:۸۶، ۳۷:۱۳۹

۱۱۔ دیگر مقامات: ۵:۷۸، ۶:۸۴، ۱۷:۵۵، ۲۱:۷۸، ۲۹:۷۸، ۱۶:۲۷

۳۴:۳۸، ۳۸:۲۶، ۳۰:۳۴

۱۲۔ دیگر مقامات: ۲:۱۰۲، ۴:۸۶، ۶:۱۶۳

۲۱:۷۸، ۲۹:۸۱، ۳۷:۱۵، ۱۸:۳۴، ۱۲:۳۸، ۳۰:۳۴

۱۳۔ دیگر مقامات: ۲:۸۷، ۲:۱۳۶، ۳:۲۵۳، ۵۲:۸۴

۴:۱۵۷، ۱۶۳:۱۷۱، ۵:۷۸، ۱۱:۱۱۲، ۱۱:۱۱۳، ۶:۸۵

۳۳:۷۱، ۱۳:۳۲، ۷:۱۴

## باب دوم

فاما ياتينكم منى هدى فمن سح هدى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون  
(۳۸:۲)

هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله  
(۲۸:۳۸)

فلسفه بعثت انبياء عليهم السلام



جب سے کر ضارضی پر حضرت آدم ﷺ کے ساتھ نسل انسانی کا آغاز  
 ہوا اس کی رہنمائی اور تربیت کا سامان عطا کرنے کے لئے رب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء  
 کو جاری فرمادیا۔ ہبوط آدم ﷺ کے ساتھ ہی رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

فَإِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ      پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے  
 هُدًى فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ      کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت  
 يَحْزَنُونَ ۝      کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف

(طاری) ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں      (۳۸:۲)

گے۔

اس سلسلہ ہدایت کے قیام کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم و بیش)  
 انبیائے کرامؑ مبعوث ہوئے جنہوں نے مختلف ادوار اور مختلف خطوں میں ہدایت کے  
 نور کو عام کیا۔ اگر ہم تاریخ انبیاءؑ کا مطالعہ کریں تو ہم تاریخ انبیاءؑ کو دو ادوار میں تقسیم  
 کر سکتے ہیں۔

## دور اول

جب سے تاریخ مرتب ہونا شروع ہوئی ہے یہ اس سے پہلے کا زمانہ ہے یعنی  
 زمانہ قبل از تاریخ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کا دور  
 زمانہ قبل از تاریخ (Pre-Historic Period) کہلاتا ہے۔ اس زمانے کے انبیاء  
 میں سے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور دیگر کچھ انبیاء علیہم السلام کا زمانہ بھی قریب قریب یہی ہے۔ انجیل کے عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں بھی ان انبیاء کرام کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ وہ بنیادی مصادر ہیں جن سے Pre-Historic دور کے انبیاء کا تذکرہ معلوم ہوتا ہے۔

### دور دوم

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور دوسرا دور کہلاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔ آپ کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کئی انبیاء بنی اسرائیل میں آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے تھے تاہم بنی اسرائیل کے حوالے سے زیادہ تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت اور مقصد بعثت کی مکاحقہ معرفت کے لئے ضروری ہے کہ ہم بعثت انبیاء علیہم السلام کو ان کے متعلقہ ادوار کے تناظر میں دیکھیں۔ بیشتر انبیاء علیہم السلام انسانی تاریخ کے ابتدائی زمانوں میں تھے۔ اس وقت انسانی معاشرہ اتنا زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا۔ معاشرے میں سیاسی، سماجی، معاشی و اقتصادی اور زندگی کے دیگر اجتماعی پہلو زیادہ ارتقاء پذیر نہ ہوئے تھے۔ یہ زمانہ انسانی تاریخ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اس زمانے میں لوگوں میں زیادہ تر رائج مرض شرک تھا۔ مختلف مظاہر قدرت مثلاً سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کی پوجا کی جاتی تھی۔ ہندو مذہب کا ذکر ۵۰۰۰ ق م تک

ملا ہے۔ اس وقت سے آگ، پانی، گوسالہ، پتھر گائے وغیرہ کی پوجا چلی آرہی ہے لہذا اس دور کے عیوب کے مطابق انبیاء علیہم السلام کا مقصد شرک کی نفی اور توحید کا پیغام عام کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے ایک زمانے میں مختلف آبادیوں میں کئی کئی نبی اور رسول بھی مبعوث ہوئے۔

بعثت انبیاء کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ پہلی دعوت جو حضرت آدم علیہ السلام نے بنی نوع انسان کے سامنے رکھی، توحید کی دعوت تھی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا پیغام توحید آگے بڑھا تو کما حقہ پیغام کا ابلاغ نہ ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ ساتھ مختلف تصورات کو بھی فروغ ملا۔ رفتہ رفتہ یہ شعور کہ انسان کا کوئی خالق اور مالک ہے، تلاش کے جذبے سے بدل گیا کہ ہماری حیات و حاجات کا کفیل، رزاق، مالک اور خالق کون ہے؟ مرنے کے بعد انسان کس کے پاس جاتا ہے اور یہ حکم کہ رب کی عبادت کی جائے تو اس رب کا تصور کس طرح کیا جائے؟ جذبہ تلاش کے تحت اس طرح کے سوالات کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ چونکہ انسانی شعور اپنے ارتقاء کے ابتدائی مراحل میں تھا، وہ اتنا بالغ نہ تھا اور لوگ بھی حق آگاہ نہ تھے تو خدائی تلاش میں بھٹک گئے اور وہ کائنات کے مظاہر کو خدا سمجھ بیٹھے۔ اس طرح وہ شرک کے اندھیروں میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم، توحید ہونے کے باوجود انسان شرک میں کس طرح مبتلا ہو گیا۔ اس کا ایک نفسیاتی محرک یہ تھا کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اسے دیکھنا بھی چاہتا ہے۔ اس طلب دید نے معبود کی تلاش میں مختلف مظاہر بنا دیئے اور ہدایت انبیاء کی پیروی نہ ہونے کی وجہ سے تلاش کی پرواز چاند، ستاروں، سورج وغیرہ تک ہی پہنچ کر رک گئی اور مظاہر پرستی و بت پرستی کا آغاز ہو گیا۔ یہی جذبہ دید تھا جس کے تحت بنی اسرائیل نے دیدار الہی کا تقاضا کیا۔ گو وہ اسے

برداشت نہ کر سکے۔ اس بنیادی محرک کے علاوہ شیطان کا کردار بھی شامل رہا لاغوبینہم اجمعین کے شیطانی اعلان کے تحت شیطان نے بھی انسان کو شرک کی راہ پر چلا دیا۔

شرک کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرہ میں اخلاقی برائیاں مثلاً ظلم، حق تلفی، کم تولنا وغیرہ بھی عام ہو گئی۔ اس طرح ابتدائی انسانی معاشرہ دو طرح کی خرابیوں کا شکار ہوا۔

- |    |                |                          |
|----|----------------|--------------------------|
| ۱- | عقیدہ کی خرابی | شرک                      |
| ۲- | عمل کی خرابی   | اخلاقی و معاشرتی برائیاں |

ابتدائی انسانی معاشرے کی انہی دو اساسی خرابیوں کی وجہ سے اس دور میں مبعوث ہونے والے انبیائے کرام علیہم السلام کے مقاصد بعثت بھی انہی امور کی اصلاح سے عبارت تھے۔ اس ابتدائی زمانے میں انسانی معاشرہ اتنا منظم بھی نہ ہوا تھا۔ معاشرے میں برائیاں تھیں مگر وہ برائیاں ایک سسٹم میں نہ بدلی تھیں اس لئے چھوٹے چھوٹے شہروں، آبادیوں میں انبیاء مبعوث ہوئے جنہوں نے دعوت حق اپنی اپنی قوموں کے سامنے رکھی۔ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والے کامیاب ہوئے اور تکذیب کرنے والوں پر عذاب آیا اور انبیاء نقل مکانی کر کے دوسری جگہ چلے گئے۔ انبیاء کی دعوت زیادہ تر مندرجہ بالا دو خرابیوں کی اصلاح سے عبارت تھی جہاں کہیں معاشرے میں موجود سرمایہ داروں، اجارہ داروں وغیرہ کے مفادات انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت سے ٹکراتے تو تصادم بھی پیدا ہو جاتا مگر انبیاء کی دعوت میں یہ نکتہ سرفہرست نہ تھا کہ انہوں نے نظام کو الٹ دینا ہے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا کہ آپ کے دور تک انسانی معاشرہ کافی حد تک منظم ہو چکا تھا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے بعد باقاعدہ سلطنتوں کا نظام شروع ہو چکا تھا۔ بابل کی تہذیب، مصری تہذیب اور فرامین مصر وغیرہ کے تذکرے تاریخ میں ملتے ہیں یعنی بعثت موسوی تک انسانی منظم ہو چکا تھا اور منظم ریاستی معاشرے میں بدل چکا تھا۔ قوانین بن گئے تھے، آج بھی بابل اور مصری تہذیب کے قوانین ملتے ہیں۔ اس بدلے ہوئے منظم معاشرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک وسیع تر مقصد بعثت کے ساتھ بھیجا گیا جو دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی نسبت آقائے دو جہاں علیہ السلام کے مقصد بعثت سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے تاہم پہلے انبیاء کا مقصد بعثت درج ذیل مقاصد سے ہی عبارت تھا۔

۱- عقیدہ کی اصلاح شرک کا خاتمہ، توحید کا فروغ

۲- عمل کی اصلاح اخلاقی برائیوں کا خاتمہ

پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے مقاصد بعثت کی قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

مقصد بعثت اور دعوت

ارشاد ربانی ہے:

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سوا انہوں نے کہا اے میری قوم (کے لوگو!) تم اللہ کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ  
يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝



ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا (اے نوح!) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (بتلا) دیکھتے ہیں۔

انہوں نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں۔

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے ان سے کہا) میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا (بن کر) آیا ہوں۔

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم پر دردناک دن کے عذاب (کی آمد) کا خوف رکھتا ہوں۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرُكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

أَبْلَغُكُمْ رَسُولٌ مِّن رَّبِّي وَأَنْصَحَ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

(۶۲:۷-۵۹)

سورہ ہود میں ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ۝

سوان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں اور وڈیروں نے کہا ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بشر دکھائی دیتے ہو اور ہم نے کسی (معزز شخص) کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے ہمارے (معاشرے کے) سطحی رائے رکھنے والے پست و حقیر لوگوں کے (جو بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں) اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری (یعنی طاقت و اقتدار، مال و دولت یا تمہاری جماعت میں بڑے لوگوں کی شمولیت الغرض ایسا کوئی نمایاں پہلو) بھی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا بِادِي الرِّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝ (۲۵:۱۱-۲۷)

حضرت ہود علیہ السلام

مقصد بعثت اور دعوت

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (قومی) بھائی ہود کو (بھیجا) انہوں نے کہا

وَالِي عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ

غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم پر ہیزگار نہیں بنتے؟

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر (یعنی دعوتِ حق کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا (اے ہود!) بے شک ہم تمہیں حماقت (میں بتلا) دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں۔

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔

اور (ہم نے) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا) انہوں نے کہا اے

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ  
إِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ  
مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ  
وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ ۝

أَبْلَغُكُمْ رَسُولِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ  
نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝

(۶۵:۷-۶۸)

سورہ ہود میں ارشاد فرمایا۔

وَالِي عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ

میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے  
سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں، تم  
اللہ پر (شریک رکھنے کا) محض بہتان  
باندھنے والے ہو۔

اے میری قوم! میں اس دعوت و تبلیغ  
پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر  
فقط اس (کے ذمہ کرم) پر ہے جس نے  
مجھے پیدا فرمایا ہے کیا تم عقل سے کام  
نہیں لیتے۔

اور اے لوگو! تم اپنے رب سے  
(گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی  
جناب میں (صدق دل سے) رجوع  
کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار  
بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت  
بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس  
سے روگردانی نہ کرنا۔

غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝

يَقَوْمٍ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ  
أَجْرِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا  
تَعْقِلُونَ ۝

وَ يَقَوْمٍ اسْتَغْفَرُوا رَبَّهُمْ ثُمَّ  
تَوْبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ  
مُدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ  
وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

(۵۲:۱۱-۵۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

مقصد بعثت اور دعوت

اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو  
بھی (ان کے مرتبہ کے مطابق دین

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ  
قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۝ إِذْ قَالَ

اسلام کی) فہم و ہدایت عطا کی تھی اور ہم ان (کی استعداد و اہلیت) سے خوب واقف تھے۔ (خصوصاً وہ وقت یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیں (کیسی شکل و صورتیں) ہیں جن پر تم جے بیٹھے ہو (ان میں کیا خوبی ہے کہ تم ان کی پرستش کرتے ہو)۔

لَا بِيَهُ وَ قَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ  
الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝  
(۵۲۰ ۵۱:۲۱)

حضرت صالح عليه السلام

مقصد بعثت اور دعوت

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں تم کو بسایا۔ پس اس سے اپنے گناہ بخشو اور پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ بے شک میرا رب قریب ہے۔

وَالِى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ  
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَ  
اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ  
تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ  
مُجِيبٌ ۝

انہوں نے کہا کہ اے صالح! اس سے قبل ہم کو تم سے تو امیدیں تھیں، کیا تم ہم کو ان چیزوں کی پرستش سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آ رہے ہیں اور جس کی طرف تم بلا رہے ہو، ہم تو اس کے بارے میں بڑے شبہ میں پڑے ہیں۔

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا  
مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ  
مَا يَعْبُدَ آبَاؤُنَا وَإِنَّا لَفِي شَكِّ مِمَّا  
تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝

(۶۱:۱۱-۶۲)

سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا۔

اور (قوم) ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالح کو (بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل آگئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔ سو تم اسے (آزاد) چھوڑے رکھنا کہ اللہ کی زمین میں چرتی رہے اور اسے برائی (کے ارادے) سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آپکڑے گا۔

وَالَّذِي تَمْوَدَّ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ  
يَنْقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ  
هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا  
تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا  
بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں (قوم) عاد کے بعد (زمین میں) جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم (میدانی) علاقوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر (ان میں) گھر بناتے ہو، سو تم اللہ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

ان کی قوم کے ان سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بے شک ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

متکبر لوگ کہنے لگے بے شک جس (چیز) پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلْ كُمْ خُلَفَاءَ  
مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَ بَوَّأَكُمْ فِي  
الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا  
قُصُورًا وَ تَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا  
فَاذْكُرُوا آيَةَ اللَّهِ وَ لَا تَعْتُوا فِي  
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ  
قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ آمَنَ  
مِنْهُمْ اتَّعَلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ  
مِّن رَّبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ  
مُؤْمِنُونَ ۝

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي  
آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝  
(۷۳:۷-۷۶)

## حضرت لوط علیہ السلام

مقصد بعثت اور دعوت

اور لوط کو (بھی ہم نے اسی طرح بھیجا) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم (ایسی) بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہل جہان میں سے کسی نے نہیں کیا تھا، بے شک تم نفسانی خواہش کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو۔ اور ان کی قوم کا سوائے اسکے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے ان کو بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ بڑے پاکیزگی کے طلبگار ہیں۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ  
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ  
مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ  
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ  
بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ  
جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ  
أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝

(۷ : ۸۰-۸۲)

## حضرت شعيب علیہ السلام

مقصد بعثت اور دعوت

اور مدین کی طرف (ہم نے) ان کے (قومی) بھائی شعيب کو (بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی

وَالِی مَدِیْنٍ اٰخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ  
يٰۤاَقُوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ  
غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ  
فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيزَانَ وَلَا



معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے سو تم ماپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (کے ماحول حیات) کی اصلاح کے بعد فساد پانہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اس الوہی پیغام کو) ماننے والے ہو۔

اور تم ہر راستہ پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو اس (دعوت) پر ایمان لے آیا ہے خوفزدہ کرو اور (اسے) اللہ کی راہ سے روکو اور اس (دعوت) میں کبھی تلاش کرو (تاکہ اسے دین حق سے برگشتہ اور متنفر کر سکو) اور (اللہ کا احسان) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں کثرت بخشی اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَفَرْتُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس (دین) پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو (اے ایمان والو!) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو سرکش و متکبر تھے کہا اے شعیب! ہم تمہیں اور ان لوگوں کو جو تمہاری معیت میں ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے بہر صورت نکال دیں گے یا تمہیں ضرور ہمارے مذہب میں پلٹ آنا ہوگا۔ انہوں نے (جواباً) کہا اگرچہ ہم (تمہارے مذہب میں پلٹنے سے) بیزار ہی ہوں؟

اور (ہم نے اہل) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (کو بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

وَإِنْ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي  
أُرْسِلْتُ بِهِ وَ طَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا  
فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا  
وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ  
قَوْمِهِ لُنُحْرِ جَنك يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرِيْنِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ  
فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ أَوْلُوْ كُنَّا  
كَرِهِيْنَ ۝

(۷۸-۸۵:۷)

سورہ ہود میں ارشاد فرمایا۔

وَالِيْ مَدِيْنٍ اٰخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ  
يٰۤاَقُوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ  
غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوْا الْمِكْيَالَ وَ

الْمِيزَانَ إِنِّي أَرْكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي  
أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ  
مُّحِيطٍ ۝

تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں ہے اور ناپ اور تول میں کمی مت  
کیا کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال  
دیکھتا ہوں اور میں تم پر ایسے دن کے  
عذاب کا خوف (محسوس) کرتا ہوں جو  
(تمہیں) گھیر لینے والا ہے۔

وَ يَأْقُومِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ  
الْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا  
النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَ لَا تَعْتُوا فِي  
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَتْ لِلَّهِ  
خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا  
أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝

اور اے میری قوم تم ناپ اور تول  
انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو اور  
لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو  
اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں  
تباہی مت مچاتے پھرو۔ جو اللہ کے  
دیئے میں بچ رہے (وہی) تمہارے  
لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور  
میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَوْتُكَ تَأْمُرُكَ  
أَنْ تَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ  
تَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ  
لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝

وہ بولے اے شعیب! کیا تمہاری نماز،  
تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان  
(معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش  
ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ  
کہ ہم جو کچھ اپنے اموال کے بارے  
میں چاہیں (نہ) کریں ”بے شک تم ہی

(۸۳:۱۱-۸۴)

(ایک) بڑے تحمل والے، ہدایت یافتہ  
(رہ گئے) ہو۔“<sup>نلہ</sup>

قرآن حکیم کے متذکرہ بالا چند مقامات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پہلے انبیائے کرام کو اصلاح عقیدہ اور اصلاح عمل کے مقاصد کے ساتھ مبعوث کیا گیا مگر بعثت موسوی پر آکر ان مقاصد کو وسعت ملی یعنی عقیدہ و عمل کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جہاد و انقلاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں شامل کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقاصد بعثت بیان کرنے سے قبل اس بات کو قرآن حکیم کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے کہ تمام انبیاء کی جدوجہد نتیجہ خیز رہی اور ان کی دعوت کے نتیجے میں دو طرح کے طبقات سامنے آئے۔ وہ لوگ جنہوں نے ان کی دعوت کا اقرار کیا اور دل و جان سے اس پر لبیک کہا اور وہ لوگ جو منکر ہوئے۔ اہل ایمان کامیاب و کامران ہوئے جبکہ منکرین حق تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام

پیغمبرانہ چیلنج

۱- قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي  
وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَهُ  
إِلَّا خَسَارًا ۝ وَ مَكْرُوا مَكْرًا  
كُبَارًا ۝

نوح نے عرض کیا اے میرے رب  
انہوں نے میرا کہنا نہ مانا، اور ان  
(مالداروں) کی پیروی کی جن کے مال  
اور اولاد نے خود ان کو نقصان کے سوا  
کچھ فائدہ نہ دیا (یعنی مال و اولاد کی  
کثرت نقصان ہی کا موجب بنی، اس  
سے ان کی عاقبت نہ سنوری)۔ اور

(یہی نہیں کہ وہ دولت مندوں کی پیروی اور اطاعت میں لگے رہے بلکہ) انہوں نے بڑے بڑے فریب کئے۔

اور (ان رؤسائے لوگوں سے) کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا (نوح کے کہنے سے ان کی عبادت سے منہ نہ موڑنا) اور (اپنے مخصوص بتوں کو) نہ چھوڑنا (نہ) ود کو نہ سواع کو، اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو (جو مختلف امور میں تمہارے کام آتے ہیں)۔

اور (اس طرح) ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور (اے اللہ! اب) تو بھی ان ظالموں کو بس گمراہی کے سوا کچھ نہ دے۔

(چنانچہ) کچھ اپنی خطاؤں کے باعث ڈبوئے گئے پھر (غرق کئے جانے کے بعد دوزخ کی) آگ میں ڈال دیئے گئے تو انہوں نے (دنیا و آخرت میں) اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو معاون (و مددگار) نہ پایا (جو انہیں قہر الہی یا عذاب الہی سے بچا سکتا)۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ نَسْرًا ۝

وَ قَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

مِمَّا خَطَبْتَهُمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝

اور نوح نے (یہ بھی) دعا کی (تھی)  
اے میرے رب! (اب) روئے زمین  
پر کسی کافر کو بستا ہوانہ چھوڑ۔

اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے  
بندوں کو بہکاتے ہی رہیں گے اور ان  
کی اولاد بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی (نہ  
یہ حق پر آئیں گے اور نہ ان کی اولاد)۔  
اے میرے پروردگار! مجھ کو بخش دے  
اور میرے والدین کو (بھی) اور (ان کو  
بھی) جو میرے گھر میں ایمان کے  
ساتھ داخل ہوئے اور تمام مومنین  
اور مومنات کو بھی (اپنے لطف و کرم  
سے بخش دے)۔

سو تم عنقریب جان لو گے کہ کس پر  
(دنیا میں ہی) عذاب آتا ہے جو اسے  
ذلیل و رسوا کر دے گا اور (پھر) کس پر  
(آخرت میں) عذاب اترتا ہے جو ہمیشہ  
قائم رہے گا۔

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ  
الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝

إِنَّكَ إِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ  
وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فِاجِرًا كُفَّارًا ۝

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ  
دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَ لِلْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ لَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا  
تَبَارًا ۝

(۲۸-۲۱:۷۱)

۲- فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ  
عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَ يُحِلُّ عَلَيْهِ  
عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

(۳۹:۱۱)

## نتیجہ

پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو ہم نے انہیں اور ان لوگوں کو جو کشتی میں ان کی معیت میں تھے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا بیشک وہ اندھے (یعنی بے بصیرت) لوگ تھے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ وَ أَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۝  
(۶۴:۷)

## حضرت ہود علیہ السلام

## پیغمبرانہ چیلنج

انہوں نے کہا یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا کیا تم مجھ سے ان (بتوں کے) ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (خود ہی فرضی طور پر) رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری سو تم (عذاب کا) انتظار کرو میں (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

۱- قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَ غَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَنِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝

(۷۱:۷)

اور اے لوگو! تم اپنے رب سے  
(گناہوں کی) بخشش مانگو پھر اس کی  
جناب میں (صدق دل سے) رجوع  
کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار  
بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت  
بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس  
سے روگردانی نہ کرنا۔

۲- وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ  
تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ  
مُدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ  
وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

(۵۲:۱۱)

### نتیجہ

پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے  
ساتھ تھے اپنی رحمت کے باعث  
نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ  
دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا  
تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اور اس دنیا میں (بھی) ان کے پیچھے  
لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن  
(بھی لگے گی) یاد رکھو کہ (قوم) عاد  
نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا،  
خبردار! ہود کی قوم عاد کے لئے  
(رحمت سے) دوری ہے۔

۱- فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ  
مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝

(۷۲:۷)

۲- وَأَتَّبِعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا إِنْ عَادَا كَفَرُوا  
رَبَّهُمْ إِلَّا بَعْدًا لَعَادِ قَوْمِ هُودٍ ۝

(۶۰:۱۱)



## حضرت صالح علیہ السلام

### پیغمبرانہ چیلنج

۱- وَ يَأْتِيهِمْ هَذِهِ نَاقَةٌ لَكُمْ آيَةٌ  
فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا  
تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ  
قَرِيبٌ ۝

پس سوائے نقصان پہنچانے کے تم میرا  
(اور) کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اے میری  
قوم! یہ اللہ کی (خاص طریقہ سے پیدا  
کردہ) اونٹنی ہے (جو) تمہارے لئے  
نشانی ہے سوائے چھوڑے رکھو (یہ)  
اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے  
کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں قریب  
(واقع ہونے والا) عذاب آپکڑے گا۔

فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ  
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَذِكِّيرٌ غَيْرُ  
مَكْذُوبٍ ۝

پھر انہوں نے اسے (کو نچیں کاٹ کر)  
ذبح کر ڈالا، صالح نے کہا (اب) تم  
اپنے گھروں میں (صرف) تین دن  
(تک) عیش کر لو یہ وعدہ ہے جو (کبھی)  
جھوٹا نہ ہوگا۔

(۱۱: ۶۳-۶۵)

### نتیجہ

۱- فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ أَمْرِ  
رَبِّهِمْ وَ قَالُوا يَصْلِحْ أئْتِنَا بِمَا  
تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

پس انہوں نے اونٹنی کو (کاٹ کر) مار  
ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی  
کی اور کہنے لگے اے صالح! تم وہ

(عذاب) ہمارے پاس لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے تھے اگر تم (واقعی) رسولوں میں سے ہو۔

سو انہیں سخت زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا پس وہ (ہلاک ہو کر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

پھر (صالح نے) ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور نصیحت (بھی) کر دی تھی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند (ہی) نہیں کرتے۔

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا (تو) ہم نے صالح کو اور جو ان کے ساتھ ایمان والے تھے اپنی رحمت کے سبب بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے (بھی) نجات بخشی (بے شک آپ کا رب ہی طاقتور غالب ہے۔

فَاخَذَتْهُمْ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولًا مِنْ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ۝

(۷۹-۷۷:۷)

۲- فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آ  
پکڑا سوا نہوں نے صبح اس طرح کی کہ  
اپنے گھروں میں مردہ حالت میں  
اوندھے پڑے رہ گئے۔

گویا وہ کبھی ان میں بے ہی نہ تھے، یاد  
رکھو (قوم) ثمود نے اپنے رب سے کفر  
کیا تھا۔ خبردار (قوم) ثمود کے لئے  
(رحمت سے) دوری ہے۔

وَآخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ  
فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا آلَا إِنَّ ثَمُودًا  
كَفَرُوا رَبَّهُمْ آلَا بُعْدًا لَثَمُودَ ۝  
(۶۸-۶۶:۱۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

پیغمبرانہ چیلنج

فرمایا (نبی کی بات مذاق نہیں ہوتی، یہ  
بت تمہارے رب نہیں) بلکہ تمہارا  
رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا  
پروردگار ہے (اور) جس نے ان کو پیدا  
کیا اور میں (یقین کامل کے ساتھ) اس  
(عقیدہ توحید) کے گواہوں میں سے  
ہوں۔

اور (آہستہ سے یہ بھی کہا) قسم خدا کی  
جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے میں  
تمہارے بتوں کے متعلق (وہ) چال

۱- قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى  
ذَلِكَ مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝

وَتَاللَّهِ لَا كِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ  
تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝  
(۵۷-۵۶:۲۱)

چلوں گا (کہ تم اپنے بتوں کی مجبوری  
اور بے کسی خود سمجھ لو)۔

حضرت لوط علیہ السلام

پیغمبرانہ چیلنج

جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا  
(اے قوم کے لوگو!) کیا تم (اللہ سے)  
ڈرتے نہیں (کہ اس طرح کی گندی  
بدکاریوں میں مبتلا ہو)۔ بے شک میں  
(اللہ کی طرف سے) تمہارے لئے  
ایک معتبر پیغام لانے والا ہوں (جو کچھ  
کہتا ہوں حق ہے) پس اللہ سے ڈرو اور  
میرا حکم مانو۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا  
تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝  
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝  
(۱۶۱:۲۶-۱۶۳)

نتیجہ

پس ہم نے ان کو (یعنی لوط علیہ السلام کو) اور  
ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی  
سوائے ان کی بیوی کے وہ عذاب میں  
پڑی رہنے والوں میں سے تھی۔ اور ہم  
نے ان پر (پتھروں کی) بارش کر دی سو  
آپ دیکھئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

۱- فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ  
كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ وَآمَطَرْنَا  
عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَأَنْظَرُ كَيْفَ كَانَ  
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝  
(۸۳:۷-۸۴)

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے (الٹ کر) اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا اور ہم نے اس پر پتھر اور پکی ہوئی مٹی کے کنکر برسائے جو پے در پے (اور تہہ بہ تہہ) گرتے رہے۔ جو آپ کے رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے اور یہ (سنگریزوں کا عذاب) ظالموں سے (ابھی) کچھ دور نہیں ہے۔

۲- فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ آمَطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ ۝ مُّسَوَّمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بَعِيدَةٌ ۝

(۸۲:۱۱-۸۳)

حضرت شعیب علیہ السلام  
پیغمبرانہ چیلنج

اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری (مخالف) قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

۱- رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝

(۸۹:۷)

اور اے میری قوم مجھ سے دشمنی و مخالفت تمہیں یہاں تک نہ ابھاردے (کہ جس کے باعث) تم پر وہ (عذاب) آپہنچے جیسا (عذاب) قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچا تھا اور قوم لوط (کا

۲- وَ يَأْقَوْمٍ لَّا يَجْرُ مِنْكُمْ شِقَاقِي ۚ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَ مَا قَوْمٌ لُّوطٍ مِّنْكُمْ بَعِيدٌ ۝

(۸۹:۱۱)

زمانہ تو) تم سے کچھ دور نہیں (گزرا)۔

نتیجہ

پس انہیں شدید زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا سو وہ (ہلاک ہو کر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا (وہ ایسے نیست و نابود ہوئے) گویا وہ اس (بستی) میں (کبھی) بسے ہی نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا (حقیقت میں) وہی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ تب (شعیب) ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہنے لگے اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہیں نصیحت (بھی) کر دی تھی پھر میں کافر قوم (کے تباہ ہونے) پر افسوس کیونکر کروں؟

اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچا لیا

۱- فَأَخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَائِمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا الَّذِينَ كَذَبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولِي وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝

(۹۱:۷-۹۳)

۲- وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ

فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَثِمِينَ ۝  
 كَانُوا لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا اِلَّا بُعْدًا  
 لِمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُودُ ۝  
 اور ظالموں کو خوفناک آواز نے آپکڑا  
 سوا نہوں نے صبح اس حال میں کی کہ  
 اپنے گھروں میں مردہ حالت میں  
 اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا وہ ان میں  
 کبھی بے ہی نہ تھے، سنو (اہل) مدین  
 کے لئے ہلاکت ہے جیسے (قوم) ثمود  
 ہلاک ہوئی تھی۔

(۹۵-۹۴:۱۱)

اب مقاصد بعثت موسیٰ کو بیان کیا جاتا ہے۔

### حضرت موسیٰ عليه السلام

حضرت موسیٰ عليه السلام کو مقاصد بعثت کے حوالے سے دیگر انبیائے کرام میں  
 امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ آپ کو اپنے مقاصد بعثت کے لحاظ سے آقائے  
 دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت سے قدرے مشابہت حاصل ہے۔ حضرت موسیٰ  
عليه السلام کے دور تک بدی اور برائی ایک نظام کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ فرعون جو اس  
 دور کا سلطان اور مقتدر قوت تھا وہ باطل اور طاغوت کی علامت بن چکا تھا۔ اس سے قبل  
 برائی ایک انفرادی عمل تھی لیکن اب ایک نظام بن چکی تھی اور قانون بن کر اقتدار میں  
 بدل چکی تھی۔ پورا معاشرہ اس بدی کی قوت کے نیچے دب گیا تھا۔ عوام الناس کی  
 آزادی سلب ہو گئی اور بنی اسرائیل غلام ہو گئے۔ ان کی گردنوں پر باطل کے اقتدار کا  
 تخت سج گیا۔ ان حالات میں برائی کو روکنے کے لئے فقط عقیدہ و عمل کی اصلاح تک  
 محدود رہنا کافی تھا کیونکہ اب فرعون ایک فرد نہ تھا بلکہ بدی کا پورا معاشرہ اور نظام تھا اور  
 زیر دست لوگوں کی زندگی فرعون کے دستِ تعظیم میں گرفتار تھی۔ ان حالات میں

موسیٰ علیہ السلام کو اذہب الی فرعون انہ طغی کے حکم کے ساتھ درج ذیل مقاصد کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔

۱- دعوت و تبلیغ

۲- جہاد و انقلاب

قرآن حکیم نے موسیٰ مقاصد بعثت اور اس کے نتائج کو یوں بیان کیا۔

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے (درباری) سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان (دلائل اور معجزات) کے ساتھ ظلم کیا، پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

پھر ہم نے ان سے (بالآخر تمام نافرمانیوں اور بد عہدیوں کا) بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی (پے در پے) تکذیب کی تھی اور وہ ان سے (بالکل) غافل تھے۔ اور ہم نے اس قوم (بنی اسرائیل) کو جو کمزور اور استحصال زدہ تھی اس سر زمین کے مشرق و مغرب (مصر اور شام) کا

۱- ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

(۱۰۳:۷)

۲- فَانتقمنا منهم فأغرقناهم في اليم بانهم كذبوا بآياتنا وكانوا عنها غفلين ۝ واورثنا القوم الذين كانوا يستضعفون مشارق الارض و مغاربها التي بركنا فيها و تمت كلمت ربك الحسنى على بنى اسرائيل بما صبروا و دمرنا ما كان يصنع فرعون و قومه و ما كانوا



يَعْرِشُونَ ۝

(۱۳۶:۷-۱۳۷)

وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور (یوں) بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا نیک وعدہ پورا ہو گیا، اس وجہ سے کہ انہوں نے (فرعونؑی مظالم پر) صبر کیا تھا اور ہم نے ان (عالیشانِ محلات) کو تباہ و برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنا رکھے تھے اور ان چنائیوں (اور باغات) کو بھی جنہیں وہ بلندیوں پر چڑھاتے تھے۔

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو (بھی) اپنی نشانیوں اور روشن برہان کے ساتھ بھیجا فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس تو (قوم کے) سرداروں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم درست نہ تھا۔

اور اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوا کرتی ہے جب وہ بستیوں کی اس حال میں گرفت فرماتا ہے کہ وہ ظالم (بن

۳- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا  
وَسُلْطَنٍ مُّبِينٍ ۝ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ  
وَمَلَائِهِ فَاتَّبَعُوْا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا  
أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۝

(۹۶:۱۱-۹۷)

۴- وَكَذَٰلِكَ أَخَذْنَا مِنْكَ إِذَا آخَذْنَا  
الْقُرَىٰ وَ هِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخَذْنَا  
أَلَيْمٌ شَدِيدٌ ۝

(چکی) ہوتی ہیں بے شک اس کی گرفت (۱۰۲:۱۱)

دردناک (اور) سخت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ عليه السلام کو سابقہ انبیائے کرام میں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ قرآن حکیم میں آپ کا تذکرہ سب سے زیادہ آیا اور آپ کی دعوت و جدوجہد کو کوئی مقامات پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ دعوت موسوی دراصل نظام کی تبدیلی دعوت تھی۔ جب فرعون کے مظالم نے بنی اسرائیل پر اپنی گرفت اس حد تک مضبوط کر رکھی تھی کہ (اوائل دور میں) موسیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے والے چند نوجوان ہی تھے اور دیگر افراد معاشرہ فرعون کی گرفت کے خوف سے موسیٰ کی دعوت کو قبول نہیں کر رہے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس موسیٰ پر ان کی قوم کے چند جوانوں کے سوا (کوئی) ایمان نہ لایا، فرعون اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں اور

فَمَا أَمَّنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَا لَهُمْ أَنْ يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝

بے شک فرعون سرزمین (مصر) میں (۸۳:۱۰)

بڑا جابر و سرکش تھا اور وہ یقیناً (ظلم میں) حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا۔

موسیٰ کی دعوت کو جامعیت کے پیش نظر تفصیل سے قرآن حکیم میں بیان کیا گیا۔ آغاز دعوت سے فرعون کے مقابلے تک کے مراحل اور ان میں کامیابی کے

بنیادی تقاضوں کی تفصیل کو سورہ طہ میں بیان کیا گیا۔

جب صحبت حضرت شعیب میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹے تو آپ کو منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ کو بارگاہ رب العزت سے حکم ملا۔

اذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى ۝ (حکم ہوتا ہے کہ اے موسیٰ!) تم فرعون کی طرف جاؤ کہ اس نے بہت سر اٹھایا ہے (تاکہ جو لوگ مادیت میں پھنسے ہیں ان کو نکالو۔ یہ احساس رہے کہ میں سفیر بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

تو اس کارِ عظیم کی انجام دہی کے لئے موسیٰ نے بارگاہ رب العزت سے درج ذیل دعا کی۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَ  
 يَسِّرْ لِي اَمْرِي ۝ وَ احْلِلْ عُقْدَةً  
 مِنْ لِسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝  
 وَاجْعَلْ لِي وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِي ۝  
 هُرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِي ۝  
 وَ اشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِي ۝ كَيْ  
 نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَ نَذْكُرَكَ  
 كَثِيْرًا ۝

(موسیٰ نے) کہا اے میرے پروردگار!  
 (میری التجا ہے کہ) میرا سینہ کشادہ فرما  
 دے (غلافِ دل نکل جائے دل ہی دل  
 ہو جاؤں تاکہ حلم و بردباری سے تبلیغ  
 کے فرائض ادا کروں اور کشادہ دلی اور  
 خندہ پیشانی سے اس راہ کی تکلیفیں  
 اٹھاؤں) اور میرا کام آسان کر دے  
 (مجھے اپنے امر کی طرف متوجہ رکھ وہ  
 سامان فراہم کر دے کہ عظیم الشان

کام آسان ہو جائے) اور (یہ زبان جو بچپن میں جل گئی تھی کہ اب صاف بول بھی نہیں پاتا۔ یہ کمزوری بھی رفع فرمادے) میری زبان سے یہ گرہ کھول دے (تاکہ ان کیفیات قلبی و روحانی کو بخوبی ادا کر سکوں اور سب لوگ) میری بات سمجھ سکیں (وہ انداز بیان دے کہ زبان کہے اور میری بات دلوں میں گھر کر جائے) اور میرے گھر والوں سے مجھے ایک کام بٹانے والا عطا فرما۔ (جس میں کام کی اہلیت ہو جو میرا مددگار و معاون بن سکے یعنی) میرے بھائی ہارون (کہ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور فہم بھی اچھی رکھتے ہیں) ان سے میری کمر مضبوط فرما (مجھے تقویت بخش) اور ان کو میرے کام میں (میرا) شریک بنا دے تاکہ ہم تیری ذات کی پاکی خوب بیان کریں (جیسے آسمانوں پر فرشتے) اور تیرا ذکر کثرت سے کریں۔

جدوجہد انقلاب کے بنیادی تقاضے دعائے موسوی کی روشنی میں:  
یہ دعا دراصل جدوجہد انقلاب کے سپاہیوں کے لئے بنیادی تقاضوں اور  
ضرورتوں کو بیان کر رہی ہے کہ انقلابی کارکنوں کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔

۱- شرح صدر

کہ وہ صاحب بصیرت ہوں اور ان کے دل ہر طرح کے لالچ، طمع، بے  
صبری اور بخل سے پاک ہوں۔

۲- یسرا مر

کار دعوت و جہاد کی مشکلات میں آسانی طلب کرنے کے لئے وہ رب  
ذوالجلال سے تعلق کے حامل ہوں۔

۳- احلال عقدہ لسان

اپنے مافی الضمیر اور مدعا کو کماحقہ آگے عوام تک پہنچا کر سکتے ہوں۔

۴- تفقہ قول للناس

ان کی بات عام فہم ہو اور لوگ اسے سمجھ لیں۔ دعوت حق کو وہ اس موثر  
انداز سے آگے پہنچائیں کہ سامعین

”میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے“

کے مصداق اس کا فہم حاصل کر لیں۔

۵- اہل و عیال کی معاونت

دعوت حق کا آغاز اہل خانہ سے کرے تاکہ اس کے اپنے قرابت دار اس کار  
عظیم میں اس کی راہ میں مشکلات کھڑی کرنے کی بجائے اس کے معاون اور مددگار

بہایت ہوں۔

## ۶۔ تسبیح و ذکر

انقلابی کارکنوں کی روحانی تربیت و ارتقاء کے لئے ذکر و تسبیح کی کثرت بہت ضروری ہے کیونکہ انقلاب کا سفر روحانیت کے بغیر طے نہیں ہوتا۔ ذکر و تسبیح دراصل کار انقلاب کا ایک حصہ ہے۔ جب انقلابی کارکن باکردار ہوں گے تو اللہ کی مدد ان کے شامل حال ہوگی۔

۷۔ معیت الہی کا احساس

(انک کنت بصیرا) انقلابی کارکنوں کو ہر وقت یہ احساس رہے کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ احساس بندے کو بیدار اور سراپا عمل رکھتا ہے جو نصرت الہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا پر رب کائنات نے اعلان قبولیت کے ساتھ اس امر کی تصدیق فرمادی کہ دعوت و جہاد کی راہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مانگا گیا اسلحہ ہی وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعے اس سفر کو طے کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد ہوا۔

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب ملتا ہے)

(۳۶:۳۰) فرمایا اے موسیٰ! تمہاری (ہر)

درخواست قبول کی گئی (تم کو ملا جو تم

نے مانگا)۔

پھر دوبارہ اس امر کا تذکرہ کیا گیا کہ فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کا اسلحہ

معجزوں کے علاوہ کیا ہوگا۔

اذْهَبْ أَنْتَ وَ أَخُوكَ بِأَيْتِي وَلَا  
تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۝  
تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں  
لے کر جاؤ اور (دیکھو) تم دونوں میری  
یاد میں نہ سستی نہ کرنا۔ (۲۰:۲۲)

یعنی انقلابی کارکنوں کے لئے یاد الہی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہی ایسی  
دولت ہے جو انہیں باطل اور طاغوت کے سامنے پامردی اور استقامت عطا کرتا ہے  
اور حق و باطل کے تصادم میں انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ عليه السلام کی شخصیت میں ہمیں ان کے مقاصد بعثت کارنگ جھلکتا  
نظر آتا ہے یعنی دعوت و تبلیغ کا کردار جو کہ رحمت و شفقت سے عبارت ہے اور جہاد و  
انقلاب کا کردار جو قتال فی سبیل اللہ سے عبارت ہے۔ مدین میں جب حضرت موسیٰ  
علیہ السلام ایک کنویں کے کنارے قیام فرماتے تو حضرت شعیب عليه السلام کی صاحبزادیوں  
کو پانی حاصل کرنے میں دشواری پر ان کی مدد کی جس کا تذکرہ انہوں نے حضرت شعیب  
عليه السلام سے جا کر کیا۔ یہ آپ کی حمد لی کا پہلو ہے اور جب آپ نے ایک قبیلے کو بنی  
اسرائیل کے ایک فرد پر ظلم کرتے دیکھا تو اس کی گرفت کی حتیٰ کہ وہ جان سے  
چلا گیا۔ یہ آپ کی جہادی اور انقلابی روح کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی کردار دراصل مومنانہ  
کردار ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم  
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن  
(اقبال)

گویا مقاصد بعثت کے حوالے سے حضرت موسیٰ عليه السلام کو انفرادی سطح پر  
دعوت و اصلاح عقیدہ و عمل اور اجتماعی و قومی سطح پر جہاد و انقلاب اور تبدیلی نظام کے

لئے مبعوث کیا گیا۔ اللہ

تاریخ انبیاء علیہم السلام کامیابیوں کی تاریخ ہے

قرآن حکیم نے نہ صرف گذشتہ انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے مقاصد بعثت کو بیان کیا بلکہ ان کے باطل و طاغوت کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں ان کی کامیابی اور ان کے دعوؤں کی صداقت کو بیان کر کے اس امر کو واضح کر دیا کہ پیغمبرانہ جدوجہد کی تاریخ کامیابیوں اور کامرانیوں کی تاریخ ہے۔ پھر اکثر و بیشتر اس ذکر کے ختم ہوتے ہی حضور ﷺ سے خطاب کیا گیا جس میں گذشتہ انبیائے کرام و رسل عظام کی کامیابیوں اور ان کے منکرین کی تباہی و بربادی کے بیان کو ایک قانون کے طور پر بیان کر کے آقائے دو جہاں ﷺ کے قلب اطہر کی تقویت کا سامان فراہم کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ  
آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت  
قدم رہے) جس نے آپ کی معیت میں  
(اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے اور  
(اے لوگو!) تم سرکش نہ کرنا بے شک  
تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا  
ہے۔ اور تم ایسے لوگوں کی طرف مت  
جھلنا جو ظلم کر رہے ہیں ورنہ تمہیں  
آتش (دوزخ) آچھوئے گی اور  
تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ

۱- فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ مَنْ  
تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى  
الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا  
لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ  
لَا تُنصَرُونَ ۝

(۱۱۲:۱۱-۱۱۳)



ہو گا پھر تمہاری مدد (بھی) نہیں کی جائے گی۔

سو تم سے پہلے کی امتوں میں ایسے صاحبانِ فضل و خرد کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد انگیزی سے روکتے بجز ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے جنہیں ہم نے نجات دے دی اور ظالموں نے عیش و عشرت (کے اسی راستے) کی پیروی کی جس میں وہ پڑے ہوئے تھے اور وہ (عادی) مجرم تھے۔ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلماً ہلاک کر ڈالے در آنحالیکہ اسکے باشندے نیکوکار ہوں

اس طرح سورہ اعراف میں بھی جملہ انبیائے کرام و رسل عظام کا بیان ختم

ہوئے موصولاً حضور ﷺ کی نسبت فرمایا گیا۔

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم معارف بتاتے

۲- فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلِهَا مُصْلِحُونَ ۝

(۱۱۶:۱۱-۱۱۷)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ

ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارگراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آپ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف (اس) اللہ کا رسول (بن کر آیا)

يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَ يَضَعُ  
عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الْأَغْلَالَ الَّتِي  
كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ  
عَزَّوهُ وَ نَصَرُوهُ وَ اتَّبَعُوا النُّورَ  
الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ ۝

(۱۵۷:۷)

۴- قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ  
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ

ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمیں کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے سو تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شانِ امیت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جو ان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو (رسول) اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاسکو۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(۱۵۸:۷)

غرضیکہ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے احوال، واقعات اور جدوجہد کا

مقصد و مدعا یہ بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب حالات آپ ک سنا رہے ہیں جس سے ہم آپ کے قلب (اطہر) کو

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَ جَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ

وَذِكْرِي لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

تقویت دیتے ہیں اور آپ کے پاس  
اس (سورت) میں حق اور نصیحت آئی

(۱۲۰:۱۱)

ہے اور اہل ایمان کے لئے عبرت (و  
یاد دہانی بھی)۔

یہ امر الم نشرح ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی تاریخ (معاذ اللہ) ان کی  
ناکامیوں کی تاریخ ہوتی تو اس کے بیان سے حضور ﷺ کے قلب مبارک کی تقویت  
نہیں بلکہ تکلیف اور مایوسی ہوتی حالانکہ قرآن اس کے ذکر کو باعث تقویت و فرحت  
قرار دے رہا ہے۔

اس لئے پیغمبرانہ سیرت و جدوجہد کی ساری تاریخ کامیابی و کامرانی کی تاریخ  
ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت و نصیحت بھی کہ انہیں علم ہو جائے کہ  
دعوت انبیاء کو ٹھکرانے والے اس طرح نیست و نابود ہو گئے اور ان کے اطاعت گزار  
اس طرح سرخرو ہوئے۔ ۱۲

مقصد بعثت محمدی ﷺ

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
كُلِّهِ

وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو  
ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا  
تاکہ اس (رسول) کو ہر دین (والے)  
پر غالب کر دے۔ ۱۳

(۳۳:۹)

گذشتہ انبیائے کرام کو اصلاح و اعمال اور دعوت و انداز کا مقصد دے کر  
مبعوث کیا گیا تھا کہ انسانی معاشرہ ابتدائی دور میں تھا اور ریاستی سطح تک منظم نہ ہوا تھا  
تاہم موسیٰ علیہ السلام کی بعثت، آقائے دو جہاں ﷺ کی بعثت اور مقاصد بعثت سے

کافی حد تک مماثل ہے کہ فرامین مصر کے دور میں معاشرہ ریاستی سطح تک منظم ہو چکا تھا۔ بدی کی طاقت و اقتدار ایک ادارہ و نظام بن چکا تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت درج ذیل مقاصد سے عبارت تھی۔

۱- دعوت و انداز (اصلاح و احوال و اعمال)

۲- تبدیلی نظام (جہاد و انقلاب)

مگر جب آقائے دو جہاں ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کا ذکر قرآن میں آیا تو اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کی بعثت محض دعوت و انداز کے لئے نہ تھی۔ یہ کام آپ ﷺ کے سپرد ضرور تھا، آپ کے فرائض نبوت میں شامل تھا مگر قرآن میں نہیں آیا کہ آپ کی بعثت محض دعوت و تبلیغ اور تبشیر و انداز کے لئے تھی۔ مختلف مقامات پر آپ کے اس منصب کو بیان کیا گیا۔

۱- اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ  
بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ  
جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ  
رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ  
سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝  
(۱۲۵:۱۶)

(اے رسول معظم ﷺ!) آپ اپنے  
رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ  
نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے  
بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجئے جو  
نہایت حسین ہو بیشک آپ کا رب اس  
شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس  
کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ  
لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔

۲- يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا  
أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ

اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی  
طرف آپ کے رب کی جانب سے

نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (رب) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

پس (اے رسول!) آپ تو ان کو سمجھاتے ہی رہئے، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔

اے کپڑے میں لپٹنے والے (محبوب ﷺ!) اٹھئے (اور پھر) لوگوں کو خدا کا خوف دلائیے (تاکہ وہ اپنے اعمالِ بد کے نتائج سے ڈریں) اور اپنے پروردگار کی بڑائی (اور عظمت) بیان فرمائیے۔

اے نبی ﷺ! ہم ہی نے آپ کو گواہ (بنا کر) اور خوشخبری سنانے والا اور نصیحت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ کو) اللہ کے اذن (اس کے

تَفَعَّلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَ اللَّهُ  
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا  
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝  
(۶۷:۵)

۳- فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝

(۲۱:۸۸)

۴- يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝  
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

(۳-۱:۷۴)

۵- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا  
أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ  
نَذِيرًا ۝ وَ دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَ  
سِرَاجًا مُنِيرًا ۝

(۳۳ : ۳۵، ۳۶) اشارہ سے اللہ کی طرف بلانے والا اور  
ایک روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے، آپ  
نور علی نور ہیں ﷺ)

۶- كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا  
مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَ  
يُزَكِّيكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ  
الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ  
تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں  
میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر  
ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور  
تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے  
اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور  
حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ  
(اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے  
جو تم نہ جانتے تھے۔

(۱۵۱:۲)

یہ تمام امور آپ کے فرائض نبوت میں شامل تھے اور اس کام کے ساتھ  
ملحق تھے جو اصلاً مقصود بعثت تھا۔ اس کا تذکرہ (۳۳:۹) میں کیا گیا۔ اس مضمون کو سورہ  
فتح (۲۸:۲۸) اور سورہ صف (۹:۶۱) میں بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کی ہدی اور دین حق  
کے ساتھ مبعوث کیا گیا کہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آجائے۔<sup>۳۳</sup>

آج فرائض نبوت اور مقصد بعثت میں فرق کونہ سمجھنے سے دینی جدوجہد اپنی  
منزل کھو چکی ہے۔ وہی دینی جدوجہد اتباع نبوی میں ہوگی جو مقصد بعثت نبوی کے لئے  
پاکی جائے گی بصورت دیگر جزوی اطاعت تو ہوگی مگر مقصد بعثت کی اطاعت و پیروی  
نہ ہو پائے گی کیونکہ اصل اور کامل پیروی آقائے دو جہاں ﷺ کے کام کی پیروی ہے۔

جب سے مسلم معاشرے میں سیکولر سوچ آئی دین اور دنیا الگ الگ ہوئے تب سے فکر و نظریے کا کفر شروع ہوا۔ برطانوی سامراج نے ایک سازش اور منصوبہ بندی کے تحت ذہن بدل دیئے۔ ان تغیرات سے عالم اسلام ذہنی و فکری طور پر سیکولر ہو گیا اور دین و دنیا کے شعبے الگ الگ ہو گئے اور دینی و دنیاوی قیادتیں الگ ہو گئیں۔ اس تصور کا بانی یزید تھا اور اس دور میں حضرت امام حسینؑ اس تصور سے ٹکرا گئے تھے۔ یزید کلیئہ مذہب کا انکاری نہ تھا بلکہ اس کے عقیدت مندوں کا بھی حلقہ تھا جنہوں نے معاذ اللہ امام پاکؑ کو باغی لکھا مگر اس نے اس ذہنیت کا آغاز کیا کہ وعظ و تبلیغ کی مسند بے شک امام پاکؑ کے پاس رہے مگر راج وہ کرے۔ برطانوی سامراج نے ایک سازش کے تحت جاگیرداروں کو مراعات دے کر ان نسلیں تیار کیں اور انہیں دنیاوی لیڈر بنا دیا جبکہ دین و مذہب کو مسجد و خانقاہ میں بند کر دیا۔ یہی تصور آج بھی قوم میں رائج ہے کہ وہ نیک نام اور صالح شخص کو سیاسی قیادت کے میدان میں نہیں دیکھ سکتی حالانکہ مقصد بعثت محمدی ﷺ خالی تعلیم، تبلیغ، تدریس نہیں بلکہ یہ لیظہرہ علی الدین کلمہ سے عبارت ہے۔

### ختم نبوت کا مفہوم

ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نوع انسانی نئی بعثت کی احتیاج سے بے نیاز ہو گئی ہے۔ زوال پذیر ہونے اور اپنے دگرگوں حالات کو سنوارنے کے لئے اب اسے کسی نئی نبوت کی احتیاج نہیں رہی۔ امم سابقہ میں اگر کوئی امت زوال پذیر ہوتی، راہ توحید سے انحراف کرتی، اخلاقی و روحانی اقدار مٹ جاتیں اور سابقہ انبیاءؑ کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات سے کلیتاً ہٹ جاتی تو دوبارہ اصلاح کے لئے نئی بعثت ناگزیر ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نئے نبی کو نبوت سے سرفراز فرما کر اس بگڑی ہوئی امت کی اصلاح کے لئے مبعوث



فرماتا۔ ہر نبی کو اوامر و نواہی کا ایسا نظام اور زندگی گزارنے کے لئے ایسی شریعت، ضابطہ حیات کے طور پر دیتا جو اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے عین مطابق ہوتی۔ ہر چند کہ تمام انبیاء ایک ہی دعوت توحید کا پرچار کرنے والے تھے اور تبلیغ توحید ان کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ تھا اور اوامر و نواہی زندگی کی اصلاح کے لئے موثر ہوتے مگر زوال پذیر ہونے کے بعد فقط اوامر و نواہی کی پیروی اور شریعت کے احکام کی پابندی کے ذریعے مثالی معاشرے کا قیام ممکن نہ تھا بلکہ معاشرے کو زوال کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر عروج و کمال سے ہمکنار کرنے کے لئے نئی بعثت اشد ضروری ہوتی تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نئے نبی کو مبعوث فرماتے تھے۔

### مقصد بعثت محمدی ﷺ اور غایت نزول قرآن

قرآنی وحی کے ذریعے تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ دور ما بعد رسالت میں امت کے زوال پذیر ہو جانے کے بعد دوبارہ عروج حاصل کر سکنے کی تدبیر بھی بغیر نئی بعثت کی ضرورت کے فقط قرآن مجید اور سیرت محمدی ﷺ سے ہی میسر آئے گی۔ یہ کیسے ممکن ہو گا؟ اس ذہن کے لئے جو خدا، رسول اور قرآن مجید کو مراسم پرستی کی زاویہ نگاہ کے تابع تصور کرتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ بغیر نئی بعثت کے دوبارہ عروج حاصل ہو سکے یا زوال پذیر ہونے کے بعد امت کی دوبارہ اصلاح ہو سکے جس کی وجہ یہ ہے کہ قانون سازندہ ہی ذہن نے قرآن مجید کو صرف ماخذ قانون سمجھا ہے اور کسی قانونی ضابطے کا موجود ہونا اس کا ضامن نہیں کہ اوامر و نواہی کے ضابطے کی پابندی بھی ہو سکے گی۔

یاد رہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد اور قرآن مجید کے نزول کی غایت ایک ہی ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس بارے میں دو گروہ ہیں۔

۱- ایک گروہ کی رائے (اخلاقی و روحانی ہدایت حاصل ہو)

۲- دوسرے گروہ کی رائے (جامع نظام حیات میسر آئے)

پہلی رائے کے مطابق اسلام کا تصور محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے تصور جامعیت کی کوئی اصل نہیں رہتی کیونکہ اگر حضور ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کا مقصد صرف اخلاقی اور روحانی ہدایت مہیا کرنا ہی ہے تو کئی اور مذاہب مثلاً عیسائیت، بدھ مت، ہندومت وغیرہ بھی یہ محدود ہدایت مہیا کرنے کے مدعی ہیں۔ اگر ان سے بھی اخلاق و روحانیت حاصل ہو رہی ہو تو اصولی طور پر اسلام کی انفرادیت و امتیاز ختم ہو گیا اور یہ حکم ان الدین عند اللہ الاسلام ”اللہ کے نزدیک دین فقط اسلام ہے“ محض دعویٰ قرار پایا۔

دوسری رائے کہ ”جامع نظام حیات میسر آئے“ بھی ہمارے نزدیک درست نہیں کیونکہ یہ مقصد تو تکمیل فقہ سے حاصل ہو رہا ہے۔ اس صورت میں فقہ کی جامعیت و اکملیت احتیاج قرآن سے بے نیاز کر دے گی۔ قرآن و سنت اور اجماع سے استنباط شدہ مسائل پر مشتمل فقہ مکمل ہو چکی ہے اور مزید اضافوں کے لئے قیاس و اجتہاد و استحسان کے راستے کشادہ ہیں۔ اگر مقصد و غایت وحی و بعثت ”جامع نظام حیات“ ہی پیش کرنا ہے تو یہ کام ”فقہ“ کرتی ہے اور اسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین کا اعلان کیا حالانکہ اس وقت فقہی جدوجہد کا آغاز ہی نہیں ہوا تھا لہذا یہ رائے بھی محل نظر ٹھہرتی ہے کیونکہ ”تکمیل فقہ“ سے مذکورہ مقصد باتمام و کمال حاصل ہو سکتا ہے اور قرآن کی حیثیت لابدی اور ضروری نہیں ٹھہرتی۔

### مقصد بعثت اور غایت نزول قرآن

جیسا کہ مذکورہ سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ مقصد بعثت محمدی اور غایت

نزول قرآن کے بارے میں امت مسلمہ کے فکری حلقوں میں پائے جانے والے دو نظریات میں کسی ایک نظریے کے حامل افراد راست فکر کے مالک نہیں ہیں۔ انہوں نے غایت بعت اور نزول قرآن جو بیان کی ہے اس کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں لہذا اب سوالی پیدا ہوتا ہے کہ بعثت و نزول کا صحیح مدعا و مقصد کیا ہے۔ ہم جو اب قرآن کی اس آیت کریمہ پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝  
(التوبہ ۹: ۳۳)

وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو  
ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا  
تاکہ اس (رسول) کو ہر دین (والے)  
پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا  
لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو دو چیزیں دے کر مبعوث فرمایا۔

۱- ہدئی (اخلاقی و روحانی ہدایت)

۲- دین حق (جامع نظام حیات)

مقصد و غایت کو اس کے بعد بیان کیا جا رہا ہے اور اس کا آغاز لفظ ”ہ (لام بمعنی اس لئے) تاکہ“ سے ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”اس دین حق کو تمام ادیان عالم پر اس روح غالب کر دیا جائے کہ قیامت تک یہ کسی دین سے مغلوب نہ ہو سکے۔ اس مقصد و غایت کے پورا کرنے کی ضمانت کا نام ”تکمیل دین“ ہے۔

اب قیامت تک وہی دینی جدوجہد اور تحریک کامل ہوگی جس کا مقصد وہی ہو گا جو مقصد بعثت محمدی ﷺ ہے۔ پھر اس منزل کو حاصل کرنے کے لئے وہ تمام کام ضروری ہوں گے جو آقائے دو جہاں ﷺ نے کئے یعنی تبلیغ، تدریس، اصلاح عقائد

عمال، تزکیہ، جہاد سب کچھ کیا جائے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے یہ تمام کام کئے مگر  
ن سب کا مقصود لیظہرہ علی الدین کلہ ہوگا۔

مقصد بعثت محمدی ﷺ کی جدوجہد کی مزاحمت  
ارشاد ربانی ہے۔

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں  
سے بجھا دیں اور اللہ (یہ بات) قبول  
نہیں فرماتا مگر یہ (چاہتا ہے) کہ وہ  
اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے اگرچہ  
(۳۲:۹)

کفار (اسے) ناپسند ہی کریں۔

اس آیت مبارکہ میں دعوت حق کی پہچان کی اہم علامت بیان کر دی گئی ہے  
کہ جب بھی دعوت حق بلند ہوگی اس کی مخالفین حق کی طرف سے مخالفت کی جائے  
گی۔ اگر باطل و مفاد پرست قوتیں کسی دینی جدوجہد کی مخالفت کریں تو یہ اس بات کا  
ثبوت ہے کہ یہ حق والی تحریک ہے بصورت دیگر جزوی طور پر تو حق کی تحریک ہو سکتی  
ہے کاملاً نہیں ورنہ مفاد پرست قوتیں اس کی راہ میں ضرور مزاحم ہوتیں کہ پیغمبروں  
سے زیادہ بابرکت کوئی نہیں اور انہیں بھی مخالفتوں و مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا  
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ۔  
اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے  
گنہگاروں میں سے دشمن بنا دیئے اور  
(ان کی دشمنی راہ حق میں رکاوٹ نہیں  
بن سکتی)۔

آقائے دو جہاں ﷺ کو محلہ بنی ہاشم سے لے کر طائف، مکہ، مدینہ حتیٰ کہ فتح

مکہ تک مزاحمتوں اور مخالفتوں کا سامنا رہا اس لئے اہل حق اور انقلابی کارکنوں کو مخالفت پر فکر مند نہیں ہونا چاہئے کہ یہ کامل اتباع محمدی ﷺ کی دلیل ہے۔ مفاد پرست قوتیں اس وقت تک ہی خاموش رہیں گی جب تک ان کے مفادات کو زدنہ پہنچے۔ جو نہی حق کی بات ہوگی نظام بدلنے کی بات ہوگی اور باطل، طاغوتی، استحصالی اور استبدادی طاقتوں کے استیصال کی بات ہوگی، مزاحمت ہوگی کہ جہاں اللہ کا نور چمکے گا باطل لوگ اسے بجھانے کی کوشش بھی کریں گے مگر ارادہ الہی یہ ہے کہ باوجود کفر و طاغوت کے ہتھکنڈوں کے حق کا چراغ جل کر رہے، اس کا نور اتمام پذیر ہو کر رہے۔ ۵

دعوت حق کی یہ مخالفت معاشرے کے کن طبقات کی طرف سے ہوگی اس

کا تذکرہ اگلی آیت میں کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا  
مِّنَ الْأَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ  
أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ  
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَ الَّذِينَ يَكْنِزُونَ  
الذَّهَبَ وَ الفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُونَهَا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ  
أَلِيمٍ ۝

(۳۴:۹)

اے ایمان والو! بے شک (اہل کتاب کے) اکثر علماء اور درویش لوگوں کے مال ناحق (طریقے سے) کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دین حق کی تقویت و اشاعت پر خرچ کئے جانے سے روکتے ہیں) اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر

سنادیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا ہے کہ

۱- دنیا دار (سیکولر) طبقہ

۲- مذہبی (احبار، علماء، رہبان، پیر و مشائخ) طبقے کی طرف سے ہوگی۔

یعنی دعوت حق کے مخالف نہ صرف سیکولر اور دنیا دار لوگ ہوں گے بلکہ وہ مذہبی لوگ بھی اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں گے جو مذہب کے نام پر مفاد لینے والے ہوں گے۔ جن کے استحصال کا تانہ بانہ مذہب کے گرد بنا ہوا ہوگا۔ (سارے نہیں بلکہ اکثر مذہبی لوگ مخالف ہوں گے) کیونکہ یہ لوگ ناحق دین کے نام پر مال بٹور رہے ہوں گے۔ جب دعوت حق کا پیغام عام ہوگا، مذہبی شعور بیدار ہوگا تو ان کی اجارہ داریاں خطرے میں پڑ جائیں گی اور وہ یکجان ہو کر اس دعوت حق کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔

وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے تم سے (کفار مکہ کے) دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ و فتح کا وعدہ فرمایا تھا کہ وہ یقیناً تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کمزور گروہ) تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے حق کو حق ثابت فرمادے اور (دشمنوں کے بڑے مسلح لشکر پر

مسلمانوں کی فتح یابی کی صورت میں)  
 کافروں کی (قوت اور شان و شوکت  
 کی) جڑ کاٹ دے تاکہ (معرکہ بدر اس  
 عظیم کامیابی کے ذریعے) حق کو حق  
 ثابت کر دے اور باطل کو باطل کر  
 دے اگرچہ مجرم لوگ (معرکہ حق و  
 باطل کی اس نتیجہ خیزی کو) ناپسند ہی  
 کرتے رہیں۔

ان آیات مبارکہ میں دعوت دین حق اور مقصد بعثت محمدی ﷺ کی  
 جدوجہد کی مخالفت و مزاحمت کے حوالے سے درج ذیل رہنما نکات بیان کئے گئے  
 ہیں۔

الف- غلبہ دین حق کی بحالی کی جدوجہد میں حق و باطل کا تصادم ارادہ الہی ہے۔  
 جب بذریعہ وحی آقائے دو جہاں ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ آپ کو قافلہ تاجر ان مکہ اور  
 قافلہ ابو جہل سے کسی ایک پر غلبہ ہو گا تو اکثر صحابہؓ نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ انہیں وہ  
 قافلہ ہاتھ لگ جائے جو تاجروں پر مشتمل ہے تاکہ بغیر لڑائی کے کثرت مال ان کے  
 ہاتھ لگ جائے مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا بلکہ اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اہل ایمان کا سامنا اس  
 لشکر سے ہو جو جنگ کی نیت سے بدر میں ابو جہل کی قیادت میں ٹھہرا ہوا تھا۔

ب- گویا دین حق کی نفسیات محض بے ضرر عبادات نہیں بلکہ احقاق حق و ابطال  
 باطل کے لئے باطل سے ٹکرا جانا ہے۔

ج- جب تک حق و باطل کا تصادم نہ ہو احقاق حق اور ابطال باطل ممکن نہیں۔

- د- حق و باطل کا تصادم ہی باطل کی جڑ کے کٹنے کا ذریعہ ہے۔  
 ہ- تصادم حق و باطل کی راہ کو وہی لوگ ناپسند کرتے ہیں جو مجرم ہیں۔  
 و- نصرت الہی و مدد الوہی انہیں ملتی ہے جو اس کی رضا کے لئے میدان عمل میں صف آراء ہو جاتے ہیں۔ (۹:۸)

۳- یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(۹-۸: ۶۱)

یہ (حق ناشناس، منکر حق) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (یعنی اپنی پھونکوں سے، اپنے پروپیگنڈے سے) بجھادیں لیکن اللہ اپنے نور (حق) کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس (دین اسلام) کو سب دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی برا معلوم ہو (اللہ کی مشیت میں ان کا دخل نہیں وہ منہ سے جو چاہیں بک لیں لیکن یہ حق پر حجاب نہیں ڈال سکتے، یہ خود منور ہے اور عالم کو منور کر کے رہے گا)۔

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے بچالے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝



تُمْؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ  
تُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ  
خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝  
(۱۰-۸:۶۱)

تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ  
اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی  
جانوں سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے  
ہو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے  
(بہت معمولی سی چیز دے کر آخرت کی  
ابدی راحتیں خرید رہے ہو، اس سے  
بڑھ کر کامیابی کیا ہوگی)۔

آیت نمبر ۹ میں مقصد بعثت نبوی ﷺ بیان کرنے سے قبل آیت نمبر ۸  
میں اس کی راہ میں آئیوالی مزاحمت کا بیان ہے جس کی تفصیل گذشتہ گزر چکی ہے۔  
آیت نمبر ۱۰ میں منہاج اور راہ عمل بیان کر دی گئی جبکہ مقصد بعثت نبوی کی  
تکمیل نور حق کا اتمام اور اس کی راہ میں آنے والی مزاحمت سے بچاؤ کا طریق کار کیا ہوگا؟  
وہ طریق کار دو امور پر مشتمل ہے۔

۱- ایمان باللہ و ایمان بالرسول

۲- جہاد بالمال و جہاد بالنفس

یعنی مقصد بعثت نبوی ﷺ کے لئے جدوجہد کرنے والے انقلابی کارکن اگر  
چاہتے ہیں کہ ان کی راہ میں باطل و طاغوت کی مزاحمت حائل نہ ہو اور وہ بے اثر رہے تو  
انہیں ایمان میں رسوخ حاصل کرنا ہوگا اور اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینا ہوگی  
کہ اس طرح سے ہی ان کی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہو سکے گی۔<sup>۸</sup>

مقصد بعثت محمدی ﷺ کی جدوجہد کرنے والی جماعت

ارشاد ربانی ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ  
رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ  
رُكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ  
اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي  
وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي  
الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً  
فَأَزْرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى  
سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ  
الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ  
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَ  
أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(۲۸:۲۸-۲۹)

وہی (اللہ) تو ہے جس نے اپنے رسول  
(محمد ﷺ) کو (کتاب) ہدایت اور دین  
حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام  
ادیان پر مکمل طور پر غالب کر دے  
(اور جملہ حقائق و معارف کو ظاہر فرما  
دے اور کلمہ طیبہ کی صداؤں سے عالم  
گو نجات رہے) اور (یوں تو دین حق کی  
صداقت اور رسول کی رسالت پر) اللہ  
ہی گواہ کافی ہے۔ (کافر تو محمد ﷺ کے  
رسول ہونے پر کڑھتے ہیں، ذرا وہ  
آپ پر اور آپ کے اصحاب پر نظر  
کریں۔ دیکھیں کہ تابع امر کیسے ہوتے  
ہیں، ان کی کیا شان ہے۔ حضور محمد  
ﷺ کی رسالت اور ان کے برگزیدہ  
صحابہ کے جلال و جمال پر خود اللہ گواہی  
دیتا ہے کہ) محمد (ﷺ) اللہ کے  
رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ  
ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت  
(اور زور آور) ہیں (لیکن) آپس میں  
رحم دل (ایک دوسرے کے ساتھ

اخلاص اور محبت سے پیش آتے ہیں۔  
 ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا غصہ ان کی  
 محبت سب اللہ کے لئے ہے، اے دیکھنے  
 والے! (تو) (بھی) دیکھتا ہے کہ وہ  
 (کبھی) رکوع (کبھی) سجود میں ہیں۔  
 (غرض ہر طرح) اللہ سے اس کے  
 فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار  
 ہیں ان کی علامت (ان کے پر نور پر  
 رونق نشان سجدہ سے) ان کے چہروں  
 پر نمایاں ہے جو سجدوں کا اثر ہے (ان  
 کے چہروں پر عبادت کے آثار، پیشانی  
 پر سجدہ کے نشان، ولایت کا بار ان کی  
 جبین پر ہے، یہ تو الگ پہچانے جاتے  
 ہیں) ان (صحابہ) کی تعریف تو ریت  
 میں اور ان کے اوصاف انجیل میں  
 (آئے) ہیں ان کی مثال ایک کھیتی کی  
 مانند ہے کہ اس نے (پہلے) سوئی (کی  
 طرح کی ایک پتی) نکالی، پھر (ارد گرد  
 کے ماحول اور زمین سے قوت حاصل  
 کر کے) اس کو مضبوط (اور قوی) کیا۔

پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر (بڑھ کر)  
 اپنے بل پر کھڑی ہو گئی (اور یہ سر سبز و  
 لہلہاتی ہوئی کھیتی) کاشتکاروں کو بھی  
 معلوم ہونے لگی (اسلام کی کھیتی بھی  
 لہلہا رہی ہے) تاکہ کافروں کا جی جلے  
 (اور یہ تو دنیا میں ان صحابہ کرام اور  
 مومنوں کا انعام ہے، آخرت میں تو)  
 اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور نیک  
 عمل کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا  
 وعدہ کیا ہے۔

آیت نمبر ۲۸ میں مقصد بعثت محمدی ﷺ کو بیان کرنے کے بعد آیت نمبر  
 ۲۹ میں اس جماعت کے اراکین کے اوصاف بیان کئے جو اس مقصد کو حاصل کرنے  
 کے لئے جدوجہد کریں گے۔ جس طرح آقائے دو جہاں ﷺ تمام ادیان باطل پر  
 ہمیشہ کے لئے دین حق کو غالب کر دینے اور ہمہ گیر وابدی مقصد بعثت کے حامل ہیں  
 اس طرح اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے والی جماعت کے بھی بانی ہیں۔ وہ جماعت  
 جماعت صحابہؓ ہے۔ قیامت تک جو جماعت بھی مقصد بعثت محمدی ﷺ کے حصول  
 کے لئے جدوجہد کرے گی اس کے اراکین و کارکنان کو ان اوصاف کا حامل ہونا ہوگا۔

### ۱- اشداء علی الکفار

یہ دین حق کے دشمنوں پر سخت ہوں گے۔ انقلابی، جہادی اور باطل و  
 طاغوت سے ٹکرا جانے والے کردار کے حامل ہوں گے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے

زمانہ میں آپ کے مقابل کافر، ابو جہل و ابولہب تھے مگر آج غلبہ دین حق کی جدوجہد کے مقابل مزاحم لوگ اصطلاحاً کافر نہیں مگر ابو جہل و ابولہب کی پیروی کے درجہ میں ہوں گے کہ انہوں نے ایمان (غلبہ دین حق) کی راہ کے بجائے کفر (مزاہمت) کی راہ کو چنا۔ انقلابی جماعت وہی ہوگی جو ان مزاحم باطل قوتوں کو صرف و عطف و تبلیغ ہی نہیں سنائے گی بلکہ ان سے فیصلہ کن تصادم اختیار کرے گی جو احقاق حق اور ابطال باطل پر منتج ہوگا۔

## ۲- رحماء بینہم

انقلابی جماعت کے کارکن آپس میں رحمدل، برداشت والے اور ایک دوسرے کے دوست و غمخوار ہوں گے۔ یہ صفت تب حاصل ہوگی جب نفس و من میں سے ”میں“ کو مٹا دیا جائے گا۔

وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ ۝  
جو کس (توفیق الہی سے) اس کے نفس  
کی حرص سے محفوظ رکھا گیا تو وہی  
لوگ مراد پانے والے ہیں۔ (۹:۵۹)

## ۳- سراپار کوع و سجود

انقلابی جماعت کے کارکن کردار کی پاکیزگی اور ذوق عبادت سے مملو ہوں گے۔ ان کی جلوتیں، جہاد اور خلوتیں مجاہدہ سے پر ہوں گی۔ وہ فرسان فی النہار و رہبان فی الیل کی تصویر ہوں گے۔

## ۴- فضل و رضائے الہی کی طلب

تمام تر قربانیوں اور جدوجہد کے باوجود انقلابی جماعت کے کارکن نام و نمود اور دنیاوی نیک نامی سے مستغنی ہوں گے۔ ان کا مقصود فقط اللہ کا فضل و رضائے الہی کا

حصول ہوگا۔ ان کا ہر عمل و رضوان من اللہ اکبر کی روح سے عبارت ہوگا۔  
 مقصد بعثت محمدی ﷺ اور دین کا تصور  
 ارشاد ربانی ہے۔

الْيَوْمَ يَبْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ  
 دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ  
 وَاخْشَوْنِ ۗ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ  
 دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
 وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا۔

(۳:۵)

آج کافر لوگ تمہارے دین (کے)  
 غالب آ جانے کے باعث اپنے ناپاک  
 ارادوں (سے مایوس ہو گئے سو (اے  
 مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ  
 ہی سے ڈرا کرو آج میں نے تمہارے  
 لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی  
 نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے  
 اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام  
 حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

اس آیت مبارکہ میں کفار کی دین حق پر غلبہ پانے سے مایوسی کو بیان کر کے  
 مقصود بعثت محمدی ﷺ کی ابدیت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ مقصود بعثت محمدی ﷺ  
 عبارت ہے کفر و طاغوت پر غلبہ پانے سے اور یہ غلبہ ابدی شان کا حامل ہے۔ اسی لئے  
 نئی بعثت کی احتیاج ختم ہو گئی۔ پھر یہ کہ کفار کی مایوسی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے  
 لئے نور الہی کو اپنی پھونکوں سے بجھانا نہ صرف ممکن نہیں رہا بلکہ قیامت تک مقصد  
 بعثت محمدی ﷺ کے لئے کی جانے والی جدوجہد اس طرح نتیجہ خیز رہے گی جس کا  
 دوسرا نتیجہ کفر کی مایوسی ہوگا۔

کافر مایوس کیوں ہوئے؟ اگر ان کی مایوسی کا سبب سمجھ میں آجائے تو تکمیل

دین کا مفہوم خود بخود روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اس ایہ کریمہ میں کفار کی مایوسی کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے ولو كره المشركون ”اگرچہ کفار غلبہ دین کو ناپسند کریں“ کے چیلنج کے بعد جب اسلام غالب آچکا اور اعلان کے دن (حجۃ الوداع) تک قرآن مسلمانوں کو حصول مقصد (حصول غلبہ) کی خاطر پیش کردہ طریق میں کامیابی و کامرانی کی ضمانت دے چکا تو کافر مایوس و ناامید ہو گئے کہ لات و جبل کے اوندھے منہ گرنے اور اسلام کے آج کے دن غلبہ کے بعد ہمارا (کفر) کبھی غالب نہیں آسکتا۔ کفار کی مایوسی کا سبب صرف اور صرف یہی تھا کہ اب غلبہ اسلام کے پاس چلا گیا حالانکہ وہ کافر اسے ناپسند کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی

فلاتخشوہم و اخشون کہ ”اب کفار سے مت ڈرنا بلکہ مجھ سے ڈرنا“۔

قرآن نے اب تمہیں غلبہ و اقتدار حاصل کرنے کا مکمل طریق بتا دیا ہے اور تاقیامت اس طریقہ میں کامیابی و کامرانی اور حصول نتائج کی ضمانت بھی دے دی ہے۔

پس الیوم اکملت لکم دینکم ”آج کے دن تکمیل دین ہو گئی“ اور تم قیامت تک نئی وحی، نئی رسالت اور نئی نبوت کی احتیاج سے بے نیاز ہو گئے۔ زوال کے بعد مطلوبہ نتائج (یعنی حصول غلبہ) تمہیں بغیر پیغمبرانہ قیادت کے اسی قرآن مجید کی ہدایت سے حاصل کرنا ہو گا اور حصول غلبہ کے لئے وہی طریق کار اپنانا ہو گا جو اس قرآن میں مکمل طور پر بیان ہو چکا۔ اب زوال پذیر ہونے کے بعد عروج حاصل کرنے کے لئے نئی بعثت کی ضرورت جنم نہیں لے سکتی بلکہ حضور ﷺ کی رسالت ہی تاقیامت رہے گی۔ ”یہی خاتمیت محمدی ﷺ“ کا معنی اور تقاضا ہے۔

اگر حصول نتائج کی ضمانت قرآن مجید کے بیان کردہ طریقہ میں نہ ہو تو ”خاتمیت محمدی ﷺ (معاذ اللہ) محض شاعرانہ تعلق رہ جاتی ہے اور ہم نئی بعثت کی

احتیاج سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس ذہن کے لئے تو زوال کے بعد عروج حاصل کرنے کے لئے نئی بعثت لابدی قرار پائے گی جو خدا، رسول اور قرآن مجید کو مراسم پرستی کے زاویہ نگاہ کے تابع تصور کرتا ہو۔

اگر تکمیل دین کا مفہوم محض احکام شریعت کی تکمیل ہی ہے تو پھر کفار کی مایوسی اور ان سے نہ ڈرنے کا حکم چہ معنی دارد؟ اگر قانون ساز مذہبی ذہن کے بقول تکمیل دین ”تکمیل فقہ“ کا دوسرا نام ہے تو گویا اس کے نزدیک تکمیل دین فقط یہ ہے کہ آج حجۃ الوداع کے دن اوامر و نواہی اور حلت و حرمت کے تمام احکام مکمل ہو گئے اور یہی تکمیل دین ہے۔ اگر مذکورہ ذہن کی پیش کردہ یہ تعبیر مان لی جائے تو سوال یہ ہے کہ حلت و حرمت کے احکام کی تکمیل سے کفار کو کیونکر مایوسی ہو گی؟ اور مسلمانوں کو کافروں سے نہ ڈرنے کا حکم کیونکر دیا گیا؟ حلت و حرمت کے احکام کی تکمیل کی وجہ سے کفار پر مایوسی کا سورج طلوع ہونا اور مسلمانوں ان سے عدم خوف کا حکم سنانے بے ربط و بے ہنگم بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کافروں کا مایوس ہونا اور مسلمانوں کو آئندہ ان سے نہ ڈرنے کا حکم دیا جاتا اس لئے تھا کہ سیاسی غلبہ و اقتدار کفار کے ہاتھوں سے چھن کر مسلمانوں کو منتقل ہو گیا تھا اور کفار مستقبل میں اپنے (کفر کے) غلبہ کی نسبت مایوس ہو گئے تھے۔

### نتیجہ خیزی

اگر اسلام نے ”جامع نظام حیات“ پیش کر دیا ہو اور مسلمان اس کے نفاذ کی کوشش میں ناکام ہو رہے ہوں مگر قرآن خود اس نظام کو غالب و نافذ کرنے کی سو فیصد کامیاب تدبیر (ٹیکنیک) بتانے میں خاموش ہو تو پھر ”تکمیل دین“ کا کیا مطلب اور کیا



فائدہ؟ اور انسان کو نئی وحی نبوت کی احتیاج سے بے نیاز کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس لئے تکمیل دین اور خاتمیت محمدی ﷺ جو لازم و ملزوم ہے، ان کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اسلام خود اپنے پیش کردہ نظام کو غالب و نافذ کرنے کا ایک طریقہ بتاتا ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ (ہر وقت جب اپنایا جائے) کامیاب ہونے کی ضمانت دیتا ہے اور حضور ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں اس طریقے سے کامیاب ہو کر دکھا دیا۔ پس جس رہنمائی نے یہ نتیجہ پیدا کیا اسی رہنمائی اور لائحہ عمل کے نتیجہ خیز ہونے کی ضمانت مہیا کر دیئے جانے کا نام تکمیل دین ہے۔

### قابل غور امر

اس موقع پر یہ امر غور طلب ہے کہ کامیابی و کامرانی جس کا اعلان کافروں کی مایوسی اور تکمیل دین کی صورت میں حجۃ الوداع کے دن کیا گیا محض ایک تاریخی اتفاق تھا یا کسی باقاعدہ ٹیکنیک اور پروگرام کا نتیجہ؟

اگر یہ فتح محض حادثاتی طور پر ایک اتفاق کی صورت میں حاصل ہوئی تھی تو اس میں نہ خدا کا کوئی کمال رہا نہ رسول کا کارنامہ اور نہ قرآن کا کوئی دخل۔

اور اگر یہ کامیابی محض تاریخی اتفاق نہ تھی بلکہ کسی باقاعدہ پروگرام اور ضابطہ عمل کا نتیجہ تھی تو سوال یہ ہے کہ یہ پروگرام رسول اللہ کی قیادت و سیادت نے اور قرآن کی ہدایت نے صرف دور رسالت کے لئے مہیا کیا تھا یا قیامت تک کے دور مابعد رسالت کے لئے بھی۔

اگر صرف دور رسالت کے لئے ہی تھا تو پھر تکمیل دین اور ختم نبوت کے دعاوی محض شاعرانہ تعلق رہ جاتے ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور اگر یہ پروگرام دور مابعد رسالت میں بھی اسی طرح موثر اور نتیجہ خیز ہے تو وہ کہاں

ہے؟

مفاد پرست ذہن حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا اور قانون ساز مذہبی ذہن کے نزدیک بے جان عقائد، مردہ رسوم، فرقہ پرستانہ آرزوئیں اور مفاد پرستانہ گروہ بندیاں ہی پیغمبرانہ راہ اور حق پرستی ہیں اس لئے متحد ہونا کفر سمجھا جاتا ہے۔

فرقہ پرستی کا خاتمہ صرف اور صرف دین کی حقانیت کا معیار اور تکمیل دین کا مذکورہ معنی متعین کرنے سے ہی ممکن ہے اور زوال کے بعد اس کی نتیجہ خیزی کا چیلنج قبول کیا جائے مگر اس چیلنج کو قبول کرنے کی جو ضمانت بیان کی گئی ہے اس کو قبول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

غلبہ و اقتدار کے حصول کے لئے قرآن مجید نے اپنے دیئے ہوئے لائحہ عمل اور طریق کار کو نتیجہ خیزی کی جس ضمانت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کو قبول کرنے کی اشد ضرورت ہے مگر اس چیلنج کو قبول کرنے میں یہ بے یقینی حائل ہے کہ نتیجے کے پیدا ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

اگر رسالت محمدی ﷺ اور قرآن ہدایت کے ذریعے نتیجہ خیزی کی ضمانت نہ ہو تو خدا کی کبریائی کے دعوے شاعرانہ تعلقاً بن جائیں گے اور دور ما بعد رسالت میں قرآن حجت نہ رہ سکے گا اور نسل انسانی کو از سر نو اپنے عروج کے لئے نئی بعثت کی احتیاج و ضرورت سے محروم رکھنے والا ختم نبوت کا تصور (معاذ اللہ) ایک تحکمانہ فیصلہ (Arbitrary Decision) قرار پائے گا اور اس پر آگندہ خیالی (اپنے نظریات میں تھمت، کشمکش، ابہام اور تضاد) کے ہوتے ہوئے ہم ان نظام ہائے افکار کا تدارک قطعاً نہیں کر سکتے جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔



## حواشی

(باب دوم)

- ۱- ۱۵۳:۴'۵۵:۲
- ۲- ۸۲:۳۸'۳۹:۱۵
- ۳- ملاحظہ ہوں مستند کتب تواریخ
- ۴- ملاحظہ ہو۔
- Islamic Penal System & Philosophy  
by Dr. Tahir-ul-Qadri.
- ۵- دیگر مقامات: ۱۰:۱۰'۷۱:۲۵'۳۷:۱۰۵:۳۷'۷۵:۷۱:۲۱ و دیگر  
مقامات قرآن حکیم
- ۶- ۱۲۴:۲۶
- ۷- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن حکیم میں کم و بیش ۶۹ مرتبہ آیا  
ہے دعوت کے حوالے سے اہم مقامات:  
۲:۲۵۸'۶'۷۳:۶'۸۳:۳۲:۱۳
- ۸- دیگر: ۲۶:۱۳۲'۲۷:۲۵
- ۹- دیگر: ۱۵:۵۹'۲۶:۱۶۰:۲۷'۵۶:۲۷'۳۷:۱۳۳'۵۴:۳۳
- ۱۰- دیگر: ۲۶:۱۷۷'۲۹:۳۶
- ۱۱- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کم و بیش ۱۳۶ مرتبہ قرآن حکیم میں آیا  
اہم مقامات سورہ البقرہ، آل عمران، النساء، المائدۃ، الانعام، الاعراف،  
یونس، ہود، ابراہیم، اسراء، الکہف، مریم، طہ، الانبیاء، الحج، المؤمنون،

الفرقان، الشعراء، النمل، القصص، العنكبوت، الاحزاب، الصافات  
الغافر، الفصحت، النور، الزخرف، الاحقاف، الذاریات، النجم، الصدف  
النازعات، الاعلیٰ۔

تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہوں -۱۲

i۔ پیغمبرانہ جدوجہد اور اس کے نتائج

ii۔ حصول مقصد کی جدوجہد اور نتیجہ خیزی

iii۔ پیغمبرانقلاب و صحیفہ انقلاب

(از ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ)

دیگر: ۳۸:۳۸، ۶۱:۹ -۱۳

آقا ﷺ کا مقصد بعثت بیان کرنے والی آیات (۹:۳۳، ۳۸:۳۸، ۲۸:۲۸)  
۹:۶۱) میں آنے والے الفاظ مبارکہ پر غور و فکر سے بعثت محمدی کی  
اتمامی و تکمیلی جہت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

الهدیٰ: اس سے مراد ہدایت ہے اور خود قرآن حکیم کی روشنی میں  
اس سے مراد قرآن حکیم کیونکہ قرآن حکیم ہی ہدیٰ للمتقین  
(البقرہ: ۲) اور ہدیٰ للناس (بقرہ: ۱۸۵) ہے۔ اس سے ہدایت و  
روشنی میسر آتی ہے (ولکن جعلنہ نور انہدیٰ بہ م نشاء من  
عبادنا (شوریٰ: ۵۲) اس کہ یہ شان ہے کہ: ان هذا القرآن  
یهدیٰ للتی ہی اقوم (بنی اسرائیل: ۹) حتی کہ قرآن کی شان  
ہدایت یابی کی آفاقیت کا یہ عالم ہے کہ انسان ہی نہیں جنات نے بھی  
اسے سنا تو پکارا ٹھے:-

انا سمعنا قرانا عجباً. یهدیٰ الرشداً منا بہ (۲:۱:۷۲)

دین الحق: اس سے مراد وہ نظام زندگی ہے جو اللہ کو پسند ہے اور جسے دین کے طور پر اہل ایمان کیلئے رب ذوالجلال نے پسند فرمایا ہے۔ اور ذات حق بھی رب ذوالجلال ہی ہے۔

ذک بان اللہ هو الحق ..... ۶۲:۲۲

ويعلمون ان الله هو الحق المبين ..... ۲۴: ۲۵

پھر مختلف مقامات پر اس امر کی وضاحت بھی کر دی گئی کہ حق اور راست و خالص دین اللہ ہی کا دین ہے۔

الا لله الدين الخالص ۳: ۳۹

وله الدين واصبا ۵۲: ۱۶

اسی طرح اسے بطور نظام زندگی کے بیان کیا:

اذا جاء نصر الله والفتح. ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا. فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

(سورة النصر)

گویا دین حق سے مراد اللہ کا دیا ہوا (ورضیت لکم الاسلام دینا) وہ نظام زندگی ہے جو اپنے اندر شان کمال کا حامل ہے۔ اور اس میزان (لقد ارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنا هم الكتب والميزان۔ سورة الحديد: ۲۵) کی جو سابق انبیاء و رسل کو عطا کی جاتی رہی کی تکمیلی و اتمامی صورت ہے۔ جس میں انسانی معاشرے کے لئے مکمل ضابطہ حیات کی فراہمی اس کے ہر حق و فرض کا یقین کر کے دے دیا گیا ہے۔ تاکہ ليقوم الناس بالقسط (۲۵: ۵۷)

علی الدین کلہ: الدین کلہ سے مراد تمام ادیان مخالف ہیں آیہ ہذا کا

ترجمہ ملاحظہ ہو ”وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے“ (۳۳:۹) عرفان القرآن صاحب جلالین نے لکھا۔

هو الذی ارسل رسوله محمدا بالهدی و دین الحق ینظہرہ  
یغلبہ علی الدین کلہ جمیع الادیان المخالفة له ولو کره  
المشرکون۔ (سورۃ توبہ)

گویا اظہار علی الدین کلہ کا اعلان فرما کر مقصود بعثت محمدی ﷺ کی اتمامی و تکمیلی حیثیت کو اس طرح بیان کر دیا کہ دین نو کی احتیاج سے آئندہ انسانیت کو ہمیشہ کیلئے مستغنی کر دیا گیا کہ ان کی فلاح و بقا اسی دین کے اندر ہے جس کا تمام ادیان عالم پر غلبہ پا جانا مقصود بعثت محمدی ﷺ ٹھہرا۔

اگر مکی اور مدنی سورتوں میں بیان کردہ مضامین کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو حقیقت مزید نکھر جاتی ہے مکی سورتیں چھوٹی جبکہ مدنی سورتیں مقابلہ بڑی ہیں مکی سورتوں میں کثرت کے ساتھ دو مضامین بیان ہوئے ہیں۔

i۔ رد شرک اور بیان توحید

ii۔ آخرت کا یقین پیدا کرنا۔

جبکہ مدنی سورتوں میں اتنی کثرت سے توحید و آخرت کا مضمون نہیں ہے۔ حسب ضرورت کہیں کہیں ضرور بیان ہوا ہے۔ مگر کثرت کے ساتھ مسائل، احکام، حقوق، فرائض، قوانین، سزائیں بیان ہوئے

یعنی ایک اسلامی معاشرے میں نظام کو چلانے کے لئے جو امور ضروری تھے انہیں بیان کیا گیا۔ جنگ کے قوانین، عورتوں کے حقوق، نکاح، طلاق، حدود، حج، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور احکام شریعت کا بیان ہے۔

یہاں نزول قرآن میں بھی ہمیں ایک تدریجی عمل نظر آتا ہے کہ مکہ میں معاشرہ کفر و شرک کا معاشرہ تھا وہاں توحید و آخرت کے مضامین کا بیان ضروری تھا مگر مدینہ میں جب مسلم معاشرہ قائم ہو گیا تو اب توحید و آخرت کے ساتھ نظام زندگی بھی دینے کی ضرورت تھی۔ مگر یہ امر کتنے افسوس کا باعث ہے کہ آج مسلم معاشرے میں بھی اکثر و بیشتر جب قرآنی تبلیغ کا کام کیا جاتا ہے تو قرآن سے صرف رد شرک جیسے موضوعات کو ہی لیا جاتا ہے گویا آج کا مبلغ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کے مکی معاشرے میں کھڑا ہے۔ اس کی قرآنی تبلیغ کو دیکھ کر معاذ اللہ یوں لگتا ہے گویا قرآن کو رد شرک کے علاوہ زندگی کے نظام کو انقلاب آشنا کرنے سے کوئی سروکار نہیں۔ حالانکہ اسلام اور قرآن کا مقصود صرف عقیدہ و اعمال کی اصلاح عمل کی تہذیب ہی نہیں بلکہ پورے معاشرے کو لیظہرہ علی الدین کلمہ کے مصداق انقلاب آشنا کرنا ہے۔

وہ نبوت ہے مسلمان کیلئے برگ حشیش  
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیغام  
(ضرب کلیم)

جس طرح انقلابی تحریکوں (جن کا مقصود اصل مقصد بعثت



محمدی ﷺ کی اتباع ہو) کو کفر و طاغوت کی طرف سے جس مزاحمت کا سامنا ہوگا اسے قرآن حکیم نے بیان کیا ہے اسی طرح انقلابی تحریکوں کے کارکنوں کے اس رد عمل پر رد عمل کو بھی قرآن بیان کرتا ہے۔ ۷:۱۲۹، ۸:۷

مگر اس کا مقابلہ ۷:۱۲۸ میں بیان کردہ ضابطہ عمل سے کرنا ہوگا۔

۱۶۔ یہیں سے اس سوال کا جواب یوں معلوم ہو گیا کہ دینی قیادتیں آج ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی کیوں نہیں ہوتیں۔ کہ ان کے مفادات (یا کلون اموال الناس) اس راہ میں حائل ہیں۔

۱۷۔ حقیقی دینی قیادت وہی ہوگی جو یا کلون اموال الناس بالباطل کے شائبہ سے پاک ہوگی وہ کمائی نہیں خدمت کرے گی اور اس کا حال یہ ہوگا۔ ان اجری الا علی اللہ رب العلمین۔

کہ یہی حال خدمت دین کرنے والے انبیاء کا تھا (۱۰:۷۲، ۱۱:۵۱)

۲۶:۱۰۹، ۷:۱۲۵، ۱۳:۱۶۳، ۱۸۰:۳۳، ۷:۴

۱۸۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: اسلامی فلسفہ زندگی از ڈاکٹر محمد طاہر القادری (خصوصاً باب ۵: حصول نصب العین کی عملی اساس)

۱۹۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: نظام مصطفیٰ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(باب ۵: نظام مصطفیٰ کیا ہے؟)

## باب سوم

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن. (۱۲۵:۱۶)

قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى و سبحن الله وما انا من المشركين. (۱۰۸:۱۲)

دعوت اورا سكى اہمیت



قرآنی فلسفہ انقلاب کے باب میں جب انقلاب کے حوالے سے بنیادی فلسفہ، طریق کار، جزئیات اور دیگر تمام حوالوں سے رہنمائی قرآن حکیم اور سنت طیبہ سے حاصل کی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انقلابی جدوجہد کا سب سے پہلا مرحلہ دعوت ہے انقلابی جدوجہد میں اس کی اہمیت اور ناگزیریت سمجھنا ضروری ہے کیونکہ آج ہماری زندگی میں دینی و مذہبی جدوجہد کے کاموں میں دعوت کا کام رک گیا ہے جب دعوت کا کام رک جائے تو گویا انقلاب کی راہ پر پہلے قدم کا اٹھنا بھی محال ہو گیا۔ آج دینی جدوجہد کے میدان میں علم اور عمل پر تو مختلف طبقات کی طرف سے محنت جاری ہے مگر ان دونوں طبقات میں دعوت پر وہ محنت نہیں ہو رہی جو ہونی چاہیے تھی کیونکہ تحریک، تحریک، انقلابیت اور جہادیت صرف تعلیم و تعلم، عمل و ریاضت، تدریس یا تصنیف و تالیف سے پیدا نہیں ہوتی یہ سارے امور انقلابی جدوجہد کے مختلف مراحل اور دعوت کے بنیادی کام میں مدد ثابت ہوتے ہیں اصلاً باعث ذریعہ انقلاب نہیں۔ تعلیم و تعلم سے نظریات و افکار درست ہوں گے امت کو دین کے صحیح تصور کی واضحیت ہوگی ان کی عدم موجودگی میں اصل کام یعنی دعوت کا معیار برقرار نہیں رہے گا مگر یہ تمام امور انقلاب کی اساس نہیں ہیں بلکہ انقلاب کی اساس عمل دعوت ہے۔

قرآن مجید کی کچھ آیات کی روشنی میں ہم نفس دعوت کا فلسفہ و حکمت، اہمیت و ناگزیریت اور دعوت کا اسلوب و منہج زیر بحث لائیں گے مگر اس سے قبل فلسفہ انقلاب کے زاویہ نگاہ سے قرآنی مطالعے کے چند اصولوں میں سے ایک نہایت اہم

اور ناگزیر اصول کا سمجھنا اشد ضروری ہے۔

## قرآن حکیم کے ہر بیان میں ہمہ گیر کائناتی وحدت کا اصول

جب ہم انقلابی جدوجہد اور اس کے فلسفے کے نقطہ نظر سے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا از بس ضروری ہے کہ قرآن مجید جب انفرادی، نجی اور ایک فرد کی خالص ذاتی کیفیت، حالت، وصف، ارتقاء، تبدیلی یا عمل کا ذکر کرتا ہے تو وہ بیان صرف اس فرد تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق اجتماعی اور قومی و ملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اس فرد کی انفرادی اور ذاتی زندگی یا اس کے تعلقات پر ہوتا ہے ایسا کیوں ہے؟ اس کی کئی وجوہات اور حکمتیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

### ۱۔ کل و جزو کی خصوصیات میں مطابقت کا مسلمہ اصول

جس طرح یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ ہر کل اجزاء سے مل کر بنتا ہے اس طرح یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ جو خصوصیات اجزاء میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں وہ کل میں جمع ہو کر ایک وحدت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جب ہم کسی معاشرے کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کے افراد کے عقیدہ و عمل، فکر و نظریے اور بود و باش پر نظر ڈالتے ہیں افراد کے وجود کی ہر خصوصیت معاشرے کا اجتماعی کردار ہوتا ہے اور معاشروں کی خصوصیات جمع ہو کر پورے ملک کا اجتماعی کردار تشکیل دیتی ہیں ایسے ہی اگر ہم کائنات اصغر یعنی انسان کا مطالعہ کریں تو اس کی ہر خصوصیت کائنات اکبر یعنی دنیا و مافیہا میں پائی جانے والی اشیاء میں متفرق طور پر پائیں گے۔

## ۲- کائنات میں اصولی وحدت

فطرت وحدت کا نام ہے اور فطرت کے عطا کردہ اصول وحدت کی کڑی میں اس طرح پروئے ہوئے ہیں کہ کسی ماحول یا معاشرے کے اندر ان میں تغیر و تبدل نہیں آتا باری تعالیٰ نے فرمایا:

۱- فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا  
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۝  
اور اللہ کے دستور میں آپ کوئی تغیر  
نہ پائیں گے۔  
(۳۵:۳۳)

حیوانات کے ارتقاء اور نشوونما کے اصول جمادات کے ارتقاء پر منطبق ہوتے ہیں اسی طرح نباتات کے ارتقاء کے سارے اصول دیگر عوالم کے نشوونما کے ارتقاء میں کارفرمانظر آئیں گے انسانی، حیوانی، نباتاتی اور جماداتی کائنات کے جس فرد کا تذکرہ کریں اس کی نشوونما ارتقاء کا جو باب کھولا جائے سب میں زندگی کا ایک ہی اصول کارفرما ہوگا۔

بقول حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

مذکورہ استدلال پر قرآنی شہادتیں

۱- اس سلسلے میں پہلی شہادت یہ ہے کہ حیات و ممات کے تذکرے کے پس منظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی ﷺ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ان کا گزر ایک ایسی بستی سے ہوا جو موت کی وادی بن چکی تھی جہاں زندگی کے جملہ نشانات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے تھے ہر طرف ویرانیوں کا دور دورہ تھا اس صورت

حال میں انہوں نے اپنے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ اس قوم کو حیات کیسے عطا کرے گا؟ ایک قوم کی اجتماعی موت کا مسئلہ سوال بن کر ایک مکرم نبی ﷺ کے زبان پر آیا انہوں نے سوال کیا اے مولا اس قوم کی اجتماعی موت کو تو حیات سے کیسے تبدیل کرے گا کیا یہ انقلاب آشنا ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو کیسے؟ باری تعالیٰ نے جواب میں پوری قوم اور اجتماعی آبادی کو بحیثیت مجموعی زندہ کر کے انہیں عین الیقین کے مقام پر فائز نہ کیا بلکہ خود ان پر موت طاری کر دی ایک سو سال بعد جب انہیں دوبارہ زندگی دی گئی تو سوال کیا کہ آپ کتنا عرصہ اس صورت حال میں رہے انہوں نے عرض کیا پورا دن یا دن کا کچھ حصہ جواب دیا گیا ایک دن نہیں بلکہ آپ ایک سو سال اس کیفیت سے دوچار رہے ہیں ایک انسان کے ساتھ موت و حیات کا یہ معاملہ جس سوال کے پس منظر میں کیا گیا وہ ذہن میں رہے سوال تھا ایک قوم کو بحیثیت مجموعی کیسے زندگی ملے گی؟

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ چونکہ انسانوں کے ایک معاشرے کی موت و حیات کا فلسفہ مشاہدہ کی آنکھ سے ملاحظہ کرنا چاہتے تھے سو ان پر موت طاری کر کے سمجھا دیا گیا کہ قوم چونکہ افراد سے بنتی ہے اور افراد کی کیفیات ایک کل کے طور پر قوم پر طاری ہوتی ہیں انہیں موت و حیات کے آئینے میں کل کی موت و حیات کا نقشہ دکھا، سمجھا اور بتا دیا گیا مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عالم حیوانات و جمادات کے نشوونما اور ارتقاء کے اصول بھی یہاں جاری ہوئے ہوں یہ اعتراض درست ہے مگر جب بات صرف اس نبی محترم ﷺ کے موت و حیات پر روک دی جاتی۔ بلکہ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ معاملہ اس پر نہیں رکا بلکہ قرآن حکیم کا اس سے اگلا ارشاد اس سلسلے میں دوسری شہادت فراہم کرتا ہے، فرمایا:-

۲- فَأَنْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهٗ  
پس (اب) تو اپنے کھانے اور پینے (کی  
چیزوں) کو دیکھ (وہ) متغیر (باسی) بھی  
نہیں ہوئیں۔ (۲۵۹:۲)

طعام و شراب جماداتی عالم کی چیزیں ہیں ان کی سلامتی اور باسی نہ ہونے کو سوال کے جواب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے کھانا پینا چونکہ اپنا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں رکھتا اس کا مالک اس کو جس حال میں رکھتا ہے وہ اس پر برقرار رہتا ہے جب تک اسے کوئی حرکت نہ دے یعنی اس اس کی کوئی حرکت نہیں ہوتی اور جو ہوتی ہے وہ مالک کے ارادے کے تحت ہوتی ہے بنی اسرائیل کے اس نبی مکرم ﷺ کو عالم کے ایک جماداتی فرد کے ذریعے ایک حقیقت ثابتہ مشاہدہ کروائی جا رہی ہے اور اس حقیقت کو عالم انسانیت پر منطبق کیا جا رہا ہے جس طرح کھانا اپنی حرکت مالک کی حرکت اور ارادے کے تابع کر کے سوسال میں باسی نہیں ہوتا اسی طرح عالم انسانیت کا ہر فرد اور ہر قوم جو اپنے مالک کے ارادے میں فنا ہو چکی ہو کئی سوسال گزرنے کے باوجود باسی پن (موت) سے ہمکنار نہیں ہوتی گویا عالم جمادات کی ایک حقیقت کو عالم انسانیت کے اوپر منطبق کیا گیا۔

۳- کائنات میں اصول وحدت کی تیسری شہادت بھی زیر نظر آیت کریمہ میں دی گئی یعنی جب نبی ﷺ پر ظاہر کی جانے والی حقیقت عالم حیوانات کے ایک فرد گدھے میں بھی دکھائی اور دہرائی گئی ان کے گدھے کو موت دی گئی اور ان کی آنکھوں کے سامنے اسے زندہ کیا گیا گدھے کو انسانی آنکھوں کے سامنے زندگی دے کر اس حقیقت کو عالم انسانیت (فرد و قوم) دونوں پر منطبق کیا گیا کیونکہ قرآن مجید بنیادی طور پر عالم انسانیت کی راہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ فرمایا:



وَأَنْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ  
 آيَةً لِلنَّاسِ اور (اب) اپنے گدھے کی طرف نظر  
 کر (جس کی ہڈیاں بھی سلامت نہیں  
 (۲۵۹:۲) رہیں)۔

ہمارا محل استدلال آیت کریمہ کے یہ الفاظ ہیں ”آیۃ الناس“ لوگوں کے لئے  
 نشانی یعنی عالم انسانیت کے ایک فرد اور عالم حیوانات کے ایک فرد میں ظاہر کی جانے  
 والی حقیقت کو پوری ایک قوم پر منطبق کیا جا رہا ہے۔

۴- مذکورہ بالا اصول کی چوتھی شہادت مندرجہ بالا آیت کریمہ سے متصل  
 ارشاد ربانی سے متعلق ہے یہاں بھی قرآن طرز استدلال اسی وحدت کا آئینہ دار ہے  
 جس کا ہم ذکر کرتے چلے آرہے ہیں سیدنا ابراہیم عليه السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض  
 کرتے ہیں۔

باری تعالیٰ مجھے دکھا تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے؟ یہ مطلق سوال ہے اس  
 میں کسی عالم سے متعلق خاص مردوں کی زندگی کا سوال نہیں کیا گیا کہ وہ کیسے زندہ  
 ہوتے ہیں یعنی انسانوں یا حیوانوں کی تخصیص نہیں بلکہ علی الاطلاق سوال ہے کیونکہ جد  
 الانبیاء امام الناس سیدنا ابراہیم عليه السلام اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ فطرت کے تمام  
 اصول ایک وحدت کے طور پر نظام عالم میں کار فرما ہیں کسی ایک عالم کے مردوں کو  
 زندہ کرنے کا جو اصول ہوگا تمام عالم میں موت کو حیات میں بدلنے کا وہی اصول ہوگا  
 اس لئے مطلقاً سوال کیا کہ باری تعالیٰ مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دریافت کیا ابراہیم کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں ہے کہ  
 ہم مردے زندہ کرتے ہیں۔ عرض کی مولا! کیوں نہیں میں محض اطمینان قلب کے  
 لئے یہ مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے چار پرندے پکڑنے کی ہدایت فرمائی اور حکم دیا کہ ان کو

اپنے ساتھ مانوس کر لیں پھر انہیں ذبح کر کے ان کے گوشت کو پہاڑ پر رکھیں پھر انہیں بلائیں وہ زندہ ہو کر آپ کی طرف بھاگتے آئیں۔ (البقرہ ۲: ۲۶۰)

ثم ادعہن (انہیں بلائیں) اس میں نفس دعوت، فلسفہ دعوت اور اسلوب دعوت کا بڑا حسین تذکرہ ہے جو ہم آگے کریں گے۔

سورۃ بقرہ کی اس آیت (۲۶۰) میں بھی عالم انسانیت کی ایک حقیقت حیوانات پر منطبق کر کے سمجھائی گئی۔ دعوت ابراہیم کے ذریعے چند پرندوں کو زندہ کر کے ایک اصول تعمیر و انقلاب بتایا گیا کہ مردہ افراد ہوں یا قومیں وہ اپنی دینی و مذہبی، سیاسی و معاشی، فکری و نظریاتی علمی و عملی اور تہذیبی و ثقافتی موت سے نجات صرف نظام دعوت بنا کرنے سے ہی پاسکتی ہیں۔

۵- اصولی وحدت کی پانچویں شہادت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ملتی ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضَعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں (اور پھر) ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اجر پاتے ہیں) اور

اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے

(۲۶۱:۲)

بھی) اضافہ فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی

وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں عالم نباتات کی ایک حقیقت کو عالم انسانیت کے ایک عمل کی حقیقت پر منطبق کیا گیا ہے یہ امر روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک دانے سے سات سو دانے اگتے اور بنتے ہیں سو اس مشاہدہ حقیقت کو انسانوں کے عمل انفاق کے اجر پر

منطبق کیا گیا تاکہ قوموں کو زندگی دینے والا عمل معاشرے میں مضبوطی سے جڑیں پکڑ سکے۔

گویا قرآن مجید میں عالم انسانیت، عالم حیوانات، عالم نباتات اور عالم جمادات کی مبنی بر وحدت حقیقتوں کا ایک دوسرے پر انطباق کر کے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو۔

قرآن مجید سب سے پہلے اپنا مفسر خود ہے ہمیں قرآن حکیم کے طرز استدلال کو قطع نظر نہیں کرنا چاہیے بصورت دیگر گمراہی ہمارا نصیب ہوگا (اعاذنا اللہ) اس طرز استدلال کو مد نظر رکھ کر ہم ایک اور آیہ کریمہ کا مطالعہ کرتے ہیں جس سے حقیقت مزید نکھر جائے گی۔

اصول وحدت کے اسلوب استدلال کی روشنی میں مطالعہ آیات

سورۃ مریم میں سیدنا زکریا علیہ السلام کے حوالے سے قرآن مجید نے بیان کیا کہ انہوں نے دھیمی دھیمی آواز میں اپنے رب کو صدائیں دیں اور عرض کی میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور مجھے بڑھاپے نے آیا میں کمزور و ناتواں ہو گیا اور اعضاء و قوا مضحل ہو گئے مگر اس کے باوجود میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي  
وَأَشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ  
بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝

(انہوں نے) عرض کی اے میرے رب! (میں بالکل بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں) میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کا شعلہ سر سے نکلا

(۱۹:۴)

ہے (جس نے سر کے سب بال بالکل

سفید کر دیئے ہیں۔ اے اللہ! تو نے ہر حال میں میری دعاؤں کو قبول کیا ہے (اور اے میرے پروردگار!) میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ (میری یہ دعا بھی سن لے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے)۔

یہ اگرچہ ایک فرد کی بات ہے زیر بحث قرآنی اسلوب بیان کے حوالے سے جب ہم اس آیت کریمہ کا مطالعہ کریں گے اور ایک فرد کی بات کو قومی و اجتماعی زندگی پر منطبق کریں تو درس یہ ہو گا کہ قوم اضمحلال اور ضعف کی جس انتہاء کو بھی کیوں نہ پہنچ جائے مگر اسے رحمت الہیہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اس کی بارگاہ سے رحمت و کرم کی بارش کی امید رکھنی چاہئے وہ کسی وقت بھی احیاء و انقلاب کی بارش کے ساتھ بشارت دے سکتا ہے اور ایسی حیات بھی عطا کر سکتا ہے جو پہلی قوموں نے سنی نہ دیکھی ہو۔

یا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلْمٍ  
 اِسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ  
 سَمِيًّا ۝  
 (فرمایا) اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے  
 کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے  
 (اور) اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی  
 نام نہیں بنایا۔ (۷:۱۹)

مایوسی کی دلدل میں پھنسی ہوئی قوم کے بعض افراد اگر تعجب کریں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اتنے بگاڑ کا شکار ملت کی کشتی کس طرح بھنور سے پار ہو سکتی ہے یہ تو ناممکن سا لگتا ہے تو باری تعالیٰ نے فرمایا مایوسی اور قنوطیت میں دبے انسان تم اسے ناممکن خیال کرتے ہو حالانکہ تمہارا رب تو اس سے پہلے ایک کمال شان کا اظہار فرما چکا

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئاً ۝  
 فرمایا (اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں جو کہا ہے) یونہی ہو گا تمہارا رب  
 فرماتا ہے کہ یہ کام (یعنی اس عمر میں بھی بیٹا دینا) میرے لئے آسان ہے  
 اور (آخر) اس سے پہلے میں نے ہی تو تم کو پیدا کیا تھا حالانکہ (اس وقت تو) تم کچھ بھی نہ تھے۔  
 (۹:۱۹)

جب اس نے تمہیں کفر و سامراج کے سیاہ سایوں سے نکال کر ایک خطہ زمین عطا کیا تھا وہ مشکل تھا یا آج آزاد وطن کو شعور و آگہی دے کر ہمکنار انقلاب کرنا، یقیناً اس وقت کا کام آج کے کام سے مشکل تھا جب اس نے وہ کر دیا تو وہ آج یہ کیوں نہیں کر سکتا؟ سو مایوس نہ ہو۔

قرآن حکیم کے بیان کردہ انفرادی موت و حیات کے فلسفے میں بھی اجتماعی و قومی موت و حیات کا فلسفہ مذکور ہے قومیں اجتماعی طور پر دعوت کے کام کو چھوڑ کر ہلاکت کے انجام کو پہنچتی ہیں اور دعوت کے کام سے انہیں دوبارہ زندگی عطا ہوتی ہے وہ کون سی دعوت ہے جس سے موت حیات سے بدل جاتی ہے اور جو قوموں کو طویل مدت تک زندہ رکھتی ہے اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

### دعوت کی اہمیت و ناگزیریت

دعوت کی اہمیت و ناگزیریت تو یہ ہے کہ یہ عمل اساس انقلاب ہے تعلیم و تعلم، ریاضت و عمل، تصنیف و تدریس، فکر و فلسفہ اور تحریک و تحریک جیسے تمام عناصر متعاون انقلاب ہیں انقلاب عمل دعوت پنا کرنے سے عبارت ہے مذکورہ عناصر کی

عدم موجودگی سے کام کی کوالٹی اور معیار اپنی سطح سے اصلاً گر جاتا ہے مگر یہ چیزیں اساس انقلاب نہیں بنتیں قرآنی فلسفہ انقلاب میں عمل دعوت کو وہ بنیادی اور کلیدی اہمیت حاصل ہے جو تناور درخت میں بیج کو ہے فرسودہ، باطل، شیطانی اور طاغوتی نظام کی تبدیلی کا آغاز جس امر سے ہوتا ہے وہ دعوت ہے مردہ فرد ہو یا قوم اس کی زندگی فقط عمل دعوت پنا کرنے کی مرہون منت ہے ہم نے بد قسمتی سے دعوت کی اس اہمیت و ناگزیریت سے عملاً انحراف کا رویہ اپنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہمارے نظام کے ہر پہلو (سیاست، معیشت، تہذیب و تمدن، فقہی و قانونی اور تعلیمی و سائنسی) پر موت کے سائے گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں دعوت کی اس اہمیت و افادیت کا مطالعہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں کرتے ہیں۔

### سلسلہ موت و حیات اور فلسفہ دعوت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ قرآن مجید کے ہر بیان میں ہمہ گیر کائناتی وحدت پائی جاتی ہے اور اس اصول کے تحت ہم نے کچھ آیات کا مطالعہ بھی کیا تھا اسی اصول کے تحت ہم اپنی محل استدلال آیات کا مطالعہ کریں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ  
 ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ  
 لَكَفُورٌ ۝

(قیامت کے دن) زندہ کرے گا بے شک انسان بڑا ہی ناشکر ہے (کہ اللہ

(۶۶:۲۲)

کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا)۔

اس آیت کریمہ میں اگرچہ افراد کی زندگی و موت کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے مگر اصول وحدت پر مبنی ہوں گے کہ رب وہی ہے جو مردہ قوموں کو ان کی ابتدائی

پست حالت (جو اپنی پستی کی وجہ سے ناقابل ذکر ہوتی ہے) سے نکال کر زندگی سے ہمکنار کرتا ہے ایسی مردہ قوم کو انقلاب آشنا کیا جاتا ہے ”احیاء“ میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے انسانی ضمیر میں زندگی کی نشوونما کے سب تقاضے رکھے گئے ہیں وہ بارگاہ الوہیت سے زندہ قوائے حیات کا مالک بنایا گیا ہے ہاں! جب وہ ان سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے ان قوائے حیات کی نشوونما اور ارتقاء کے تقاضے پورے کرنا چھوڑ دیتا ہے اور اجتماعی طور پر قوم جب حیات بخش قوت (دعوت) پر بے حس کے پردے ڈال دیتی ہے تو مردہ کر دی جاتی ہے ”یمیتکم“ کا اشارہ اس امر کی طرف ہے یعنی عمل دعوت اپنے تمام تر تقاضوں کے ساتھ معاشرے اور قوم میں پیا ہوتا ہے تو قوم زندہ رہتی ہے اگر یہ چھوڑ دیا جائے تو یمیتکم کا مرحلہ آجاتا ہے اب زوال انحطاط اور اجتماعی موت کا شکار ہونے والی قومیں اس تنزل کو اپنا مقدر سمجھ کر سینے سے نہ لگائیں بلکہ نظام دعوت کے ذریعے اجتماع قوائے حیات کو بروئے کار لائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پھر زندہ کر دے گا تم یحییٰکم کے الفاظ اس امر کے ناطق ہیں۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور قوموں میں زندگی کے قوائے اعضاء کی نشوونما کے تمام تقاضے پورا کرنے کی صلاحیت اول یوم سے ودیعت کر دی ہے انہیں زندہ امور کا نہ صرف مالک و مختار بنایا ہے۔ بلکہ انہیں سراپا زندگی بنایا پھر موت و حیات کا ایک سلسلہ قائم کیا اور اس کی بنیاد امر دعوت اور اس کے بنیادی تقاضوں پر رکھی جیسا کہ اگلی آیات میں اس کی وضاحت ہے

اس کے ساتھ انسان کی ایک بنیادی کمزوری کا ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ اسے بے خبری میں مارے جانے کے خطرے سے بچایا جاسکے فرمایا۔

ان الانسان لکفور (بے شک انسان بڑانا شکر ہے) وہ کیسے؟ عروق مردہ

میں زندگی آئی تو خوش ہو گیا اور وہ عمل جو زندگی برقرار رکھنے کی شرط یعنی دعوت کو ترک کر دیا اس وجہ سے موت کے سائے گہرے ہونا شروع ہوئے تو یاس و قنوطیت چھا گئی اس مایوسی کو کفر کہا کیونکہ مایوس ہونا کفرانِ نعمت ہے اس بیان سے خبردار کیا گیا کہ موت کی اس حالت میں مایوس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔

سلسلہ موت و حیات اور امر دعوت کے اسی مضمون کو سورہ بقرہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اَلُوْفٌ حٰذِرٌ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوتُوْا ثُمَّ اَحْيَاَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے تو اللہ نے انہیں حکم دیا مر جاؤ (سو وہ مر گئے) پھر انہیں زندہ فرما دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ (اس کا) شکر ادا نہیں کرتے۔

(۲۴۳:۲)

قومی سلسلہ موت و حیات میں یہ امر بڑا قابل غور ہے کہ جو قوم موت سے ڈر جائے اس پر موت مسلط کر دی جاتی ہے اور جو موت سے ٹکر جائے وہ حیات پا جاتی ہے۔ موت سے ڈرنے والی قوم کا مقدر ہمیشہ سے موت رہا ہے اور موت سے لڑنے والوں کا مقدر ہمیشہ حیات رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگ جب موت سے فرار اختیار کرنے لگے تو انہوں نے بزدلی کو وطیرہ حیات بنایا یہ طرزِ عمل دعوت کے تقاضوں کے سراسر خلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی۔ پھر انہوں نے بزدلی کے اس امر کو ترک کیا تو زندگی عطا کر دی گئی۔ ذہن نشین رہے کہ موت و حیات



کی صدا نہیں لگائی جاتی۔ موتواثم احیاءم (مر جاؤ پھر اس نے انہیں زندہ کیا) موت و حیات کے مراحل سے گزرنے والے نے فرمایا: بز دلو! اس بز دلی نے تمہیں موت سے ہمکنار کر دیا تھا، زندہ قوموں کی طرح رہنے کا سلیقہ موت سے ڈرنا نہیں بلکہ موت سے لڑنا ہے۔ سو مرنا سیکھو تب حیات کے آثار تمہاری زندگیوں میں ظہور پذیر ہوں گے۔ فلسفہ انقلاب میں یہ طے شدہ امر ہے کہ جہاد اور انقلاب کے بغیر باعزت زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ زندہ رہنے کا یقین و وثوق مرنا بھی اس یقین اور شان کے ساتھ کہ اس موت میں حیات کار فرما ہے ورنہ بز دلی کا مرنا یا طبعی مرنا زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ ہاں ویرانی اور بربادی میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔

موت کے گہرے سائیوں کو دیکھ کر مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ زندگی سے آشنا ہونے کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ حیات مل جانے پر اس کو برقرار رکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ قوموں کو اس سلسلے میں ذرا بھر غفلت شعاری نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس غفلت شعاری کا مطلب کفرانِ نعمت ہوگا جو صانع و خالق فطرت جل جلالہ اور مزین و کامل مظہر فطرت ﷺ کی بارگاہ میں بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی سزا ہمیشہ اچانک مرگ ہوتی ہے۔ بقول حکیم الامتؒ

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

مضامین قرآن کی یکسانیت ملاحظہ فرمائیں کہ سورہ حج میں انسان کی کفران

نعمت اور مایوسی والی حالت کو ان الانسان لکفور اور سورہ بقرہ میں ولکن اکثر

الناس لایشکرون کہہ کر بیان فرمایا۔ اس معنوی یکسانیت کا مطالبہ یہ ہے کہ گہرے

تدبر سے قرآن مجید پڑھا جائے تو وحدت نتائج قرآنی فکر کا لازمی عنصر بن جاتا ہے۔

## نظام دعوت کی کامیابی کے لئے شرائط

انقلاب پر منتج ہونے والی دعوت کی دو شرائط ہیں۔

۱- جان کی بازی                      ۲- مال کی قربانی

یہ طے شدہ امر ہے کہ جو لوگ موت سے لڑیں گے وہ زندگی پا جائیں گے اور جو مال خرچ کریں گے وہ منزل آشنا ہوں گے۔ اس مضمون کو بنی اسرائیل کے حوالے سے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا  
أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي  
يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ  
لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَ  
يَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝  
(۲۳۴:۲-۲۳۵)

(اے مسلمانو!) اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو کہ اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

بنی اسرائیل کے دو ہزار لوگ جن کو بزدلی اور موت کے ڈر نے موت سے ہمکنار کیا بزدلی چھوڑنے پر انہیں زندگی مل گئی تو اس زندگی کو قائم رکھنے کا شعور دیا اور وہ شعور انقلاب جہاد تھا۔ اسی کا دوسرا اہم عنصر انفاق فی سبیل اللہ ہے جب انہیں بقائے حیات کا یہ تصور نصیب ہوا تو چل کر اپنے نبی محترم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مقصد کو منزل آشنا کرنے کے لئے ہمیں قیادت درکار ہے جس کی سرکردگی میں جہاد و قتال کا فریضہ سرانجام دیں گے تاکہ عطا شدہ حیات مرحلہ بقاء ہی سے ہمکنار رہے۔ ان کے نبی مکرم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا جہاد و قتال کے لئے قیادت

مانگنے والو! قیادت ملنے پر اس کا ساتھ چھوڑ کر کہیں بھاگ تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے ہمیں اپنے گھربار چھوڑ کر درد کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ ہم اپنے اعزاء و اقارب سے محروم کئے گئے اور ہمارے سیاسی معاشی سب حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ اس صورتحال کے پیش نظر ہم جہاد سے کیسے راہ فرار اختیار کر سکتے ہیں۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۴۹ میں مضمون بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ان کے کردار کو بھی قرآن مجید نے بیان کر دیا ہے۔ جب ان پر جہاد فرض کیا گیا اور قیادت فراہم کر دی گئی تو اکثریت حق سے منکر ہو گئی۔ بہت تھوڑے لوگوں نے حق کی خاطر اٹھنے والی تحریک اور احیائے دین کی خاطر پپائے جانے والے نظام دعوت کا ساتھ دیا جس سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ حق کی خاطر قربانی دینے والے ہمیشہ قلیل ہوتے ہیں۔ خواہ قوم کے سامنے دلائل و براہین کارنگ روپ کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر قربانی پھر بھی تھوڑے دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی اس قوم کو

۱- وقت کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی۔

۲- ملائکہ ان کے سروں پر تھے۔

۳- مقدس تبرکات تابوت میں ان کے ہمراہ تھے۔

۴- اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا ان پر سایہ تھا۔

اس قدر واضح براہین و آیات دیکھ کر بھی اکثریت حق کا ساتھ دینے سے

گھبرائی۔ حق کا ساتھ کن لوگوں نے دیا قرآن نے ارشاد فرمایا:-

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا لِلَّهِ

جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ (شہید

ہو کر یا مرنے کے بعد) اللہ سے

(۲۴۹:۲)

ملاقات کا شرف پانے والے ہیں۔

مراد یہ کہ جو لوگ گولیوں، بموں اور میزائلوں کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ

جلوہ یار کی آرزو میں جان کھپا دیتے ہیں، جو محبوب کی مسکراہٹ کی خاطر کشتیاں جلا کر سمندروں میں کود پڑتے ہیں اور ہر خواہش کو فراموش کر کے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مجنونانہ تعلق نہ ہو قربانی سہل نہیں ہوتی اور ایسا تعلق عشقی رکھنے والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں سو قربانی بھی وہی دیتے ہیں اور پھر قربانی کے بغیر موت حیات میں نہیں بدلتی۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید کا بیان ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ  
نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَ  
ادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى  
مُّسْتَقِيمٍ  
ہم نے ہر امت کے لئے ایک راہ  
عبادت مقرر کر دی ہے جس پر وہ  
چلیں اب (آپ کی تشریف آوری  
کے بعد) لوگوں کو آپ کے اس (وحی  
الہی کے) معاملے میں جھگڑنا نہ چاہئے  
(کم از کم یہی سمجھیں کہ یہ بھی اللہ کی  
دی ہوئی شریعت ہے پھر تبلیغ نبی سے  
ان کے دل نرم ہو جائیں گے اور  
قبولیت کی استعداد بھی پیدا ہو جائے  
گی) بہر حال آپ (ان کو) اپنے رب  
کی طرف بلا تے رہیں۔ بلاشبہ آپ ہی  
صحیح ہدایت پر ہیں۔

(۶۷:۲۲)

پچھلی آیت کے مفہوم کو ساتھ ملا کر بات یوں بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا پھر وہ مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ اگر سوال کیا جائے مولا موت حیات سے کیسے بدلتی ہے؟ فرمایا ناشکری نہ کرو اور ہر امت کو قربانی کی راہ بتا دی ہے جو اس پر چلے گا

زندہ ہوگا۔ یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ قوموں کا زندہ ہونا حق ہے اور زندگی جان و مال کی قربانی کے بغیر ناممکن ہے۔

اس امر میں جھگڑانہ کریں..... فلا یناز عنک فی الامر تو میں زندہ ہوتی ہیں تو جان و مال کی قربانی سے ہی زندہ ہوتی ہیں۔ یہ قابل نزاع امر نہیں ہے بلکہ یہ متفق علیہ معاملہ ہے۔ اسی میں بعد میں فرمایا:

و ادع الی ربک اور اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔

حتیٰ کہ ہدایت نصیب ہو اور وہ ہدایت استقامت سے بہریاب کر دے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو نظام دعوت پکا کریں وہ دعوت مبنی بر منک ہو۔ منک

سے مراد جان و مال کی قربانی ہے۔ یہ قربانی موت کو حیات سے بدل دے گی اور یہ

قربانی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق عشقی رکھنے والے دیں گے۔ الذین

یظنون انہم ملاقوا ربہم (جو یقین رکھتے ہیں کہ قربانی کے بعد رب کی ملاقات

سے شرفیاب ہونگے) اور یہی ہدایت مستقیم ہے اسی ہدایت مستقیم کا جو منزل پر لے

جائے پہلا قدم دعوت ہے۔ دعوت منک (قربانی) والی۔ اس کا مطلب ہے جو دعوت

منک کے جذبہ (قربانی) کی طرف نہ لے جائے وہ دعوت مقبول و مستقیم نہیں ہے۔

موثر دعوت کے تقاضے

سنت ابراہیمی علیہ السلام کی روشنی میں

اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیم

نے عرض کیا میرے رب! مجھے دکھا

دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ

فرماتا ہے۔ ارشاد ہوا کیا تم یقین نہیں

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنٖیْ کَیْفَ

تُحۡیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنُ

قَالَ بَلٰی وَا لٰکِنْ لَّیَطْمِئِنُّ قَلْبِیْ

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ

رکھتے؟ اس نے عرض کیا کیوں نہیں  
 (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں  
 کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون  
 نصیب ہو جائے۔ ارشاد فرمایا سو تم چار  
 پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف  
 مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان  
 کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو  
 پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے  
 ہوئے آجائیں گے۔

فَصُرُّهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى  
 كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ  
 يَأْتِيَنَّكَ سَعْيًا وَاعْلَمَنَّ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ  
 حَكِيمٌ ۝

(۲۶۰:۲)

یوں تو مذکورہ آیت مبارکہ کے اندر اخلاقی و روحانی تربیت اور تعلیمات کا  
 ایک سمندر موجزن ہے اور انفرادی زندگی کی اصلاح سے لے کر قومی زندگی کے ہر  
 پہلو کے بگاڑ کا خاتمہ کرنے کے لئے کامل رہنمائی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو بطریق  
 احسن انجام دینے کے لئے ایک لائحہ عمل بھی ہے، اقامت دین کی جدوجہد اور انقلابی  
 کاوش کے لئے ہدایت کا سامان بھی میسر آتا ہے مگر ذیل میں اس آیت کریمہ کے اندر  
 بیان کردہ فقط ”دعوت و تربیت کے پہلوؤں“ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

داعی کو اپنے اندر کیا کیا خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں، دعوت کو بپا کرنے کے  
 کیا کیا تقاضے پورے کرنا ضروری ہیں۔ نیز انقلابی جدوجہد کس قسم کی کاوشوں محنت و  
 مشقت، ذوق و شوق، صبر و استقامت اور عزم و استقلال کی متقاضی ہے۔ ہمارے اس  
 موضوع کا مرکز و محور مذکورہ بالا چیزیں ہوں گی۔

## آیہ کریمہ کا پس منظر

اس آیہ کریمہ سے پہلے دو آیات نہایت اہم انقلابی فکر پر مبنی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ یہ آیات قرآنی فصاحت و بلاغت کے دلنشین انداز میں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مردوں کو زندگی کیسے ملتی ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ کی احیائے موتی (مردوں کو زندہ کرنا) کی قدرت کا اظہار کب اور کیونکر ہوتا ہے۔ وہ کون سے مقدس اور بابرکت ہاتھ ہیں جن کے اٹھنے کے بعد قفسِ عنصری سے نکلی ہوئی روح اس میں لوٹ آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ  
فِي رَبِّهِ أَنْ اتَّهَمَهُ اللَّهُ الْمَلِكُ إِذْ  
قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَ  
يُمِيتُ قَالَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ  
(۲۵۸:۲)

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیم سے (خود) اپنے رب (ہی) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ (بھی) کرتا ہے اور مارتا (بھی) ہے تو (جواباً) کہنے لگا میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

اس آیہ کریمہ میں مردے جلانے اور زندگی کو موت سے ہمکنار کرنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کی مخالفت و مزاحمت وقت کے جابر اور مستبد حکمران نمرود نے کی۔ اس مخالفت کی بنیاد دینانت، بصیرت اور دلائل پر ہرگز نہ تھی بلکہ محض حکومت اور اقتدار کو خطرہ لاحق ہونے کے سبب تھی۔ ہر داعی انقلاب جب اپنی

دعوت قوم کے سامنے پیش کرتا ہے تو استحصالی مقتدر اور مفاد پرست طبقات ہمیشہ بلا جواز اس کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ وہ نمرود کے قول ”انا احی و امیت“ (میں لوگوں کو زندہ کرتا اور مارتا ہوں) کے مطابق اسی زعم باطل میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عوام کا جینا اور مرنا اور ان کی عزت و ذلت سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وہ ایسا ہی نظام برقرار رکھنا چاہتے ہیں جس میں لوگ انہی کے رحم و کرم پر جینیں اور ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر کچل دیئے جائیں۔ چنانچہ پیغمبرانہ دعوت انقلاب اسی نمرودی نظام ظلم و استحصالی کے خلاف ہوتی ہے۔ پھر ایسے اہل دعوت کو مصائب و مشکلات کی نمرودی آگ میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی مضمون کو مزید شرح: بسط اور فصاحت و بلاغت کے علاوہ دیگر اسرار و رموز کے ساتھ اگلی آیت میں سیدنا عزیر علیہ السلام کے حوالے سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا)	أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَيَّ قَرِيْبَةً وَ هِيَ
جو ایک بستی پر سے گزرا جو اپنی چھتوں	خَاوِيَةٌ عَلَيَّ عُرُوْشَهَا قَالَ اِنِّي
پر گری پڑی تھی تو اس نے کہا کہ اللہ	يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا
اس کی موت کے بعد اسے کیسے زندہ	(۲۵۹:۲)
فرمائے گا۔	

حضرت عزیر علیہ السلام یا حضرت یرمیاہ علیہ السلام (دونوں میں سے کوئی ایک پیغمبر) جب بیت المقدس کے شہر سے گزرا تو اس شہر کو دشت و بیاباں میں بدلا ہوا پایا۔ شہر کے باقی موت کی نیند سو رہے تھے اور اجڑے ہوئے دیاروں سے وحشت ٹپک رہی تھی وہاں سے گزرنے والی بر گزیدہ ہستی کے دل میں سوال پیدا ہوا کہ اللہ ان اجڑے دیاروں کو بہاروں سے آشنا کیسے کرے گا؟ آغوش موت میں گہری نیند سوئے یہ لوگ دوبارہ زندگی کی کیفیت سے کیسے واقف ہوں گے۔ اس سوال پر اللہ تعالیٰ نے اس



برگزیدہ ہستی پر موت طاری کر دی اور سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا اور چند مشاہدات میں گزار کر انہیں احیاء موتی کی قدرت میں حق الیقین تک پہنچادیا۔

اس واقعہ سے تمثیلاً رہنمائی کے تحت یہ بھی معلوم ہوا کہ خدائی نظام میں اسی طرح مردہ قوموں کو زندگی ملتی ہے مگر قوموں کی اجتماعی موت سے ہمکنار ہو جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے لئے ایک طویل عرصہ اور جدوجہد درکار ہوتی ہے۔ یہ عرصہ سو سال یا کم و بیش بھی ہو سکتا ہے۔ تب جا کر قوموں کو حیات نو نصیب ہوتی ہے۔

مذکورۃ الصدر دونوں آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت احیاء موتی کا ذکر ہے اور زیر نظر آیت میں بھی اسی مضمون کو تسلسل کے ساتھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کی شکل میں ایک جداگانہ انداز کے ساتھ بیان کیا گیا۔

مردہ زمین ہو یا ویران دل، بنجر دیار ہوں یا بے حال روح، بے جان جسم ہو یا حالت نزع سے گزری ہوئی کوئی قوم ان سب کو زندہ کرنے کا ایک الوہی نظام اور قدرت الہیہ کا خاص تصرف بروئے کار لانے کے کچھ تقاضے ہیں جو داعی کو پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ان تقاضوں کو پورا کئے بغیر کارگہ حیات میں رقصاں موت کو دلیں نکالا نہیں دیا جاسکتا یعنی ان تقاضوں کو پورا کئے بغیر نہ تو مردہ دل زندگی پاسکتے ہیں اور نہ مردہ روح کی رگ دم زیست سے تازگی پاسکتی ہے، نہ مردہ قوم زندہ ہو سکتی ہے اور نہ ہی قبر میں پڑے ہوئے کسی مردے کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ تقاضے کیا ہیں؟ ان کا بیان اس آیت کریمہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے طور پر کیا گیا ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا اولین منصب کار دعوت تھا

ابتدائے آفرینش سے لے کر آقائے دو جہاں ﷺ تک جتنے بھی انبیائے

کرام مبعوث کئے گئے ان کے ذمہ اگرچہ دیگر کئی متفرق قسم کی ذمہ داریاں بھی سپرد کی گئیں مگر ابتداء سے لے کر انتہاء تک جس ذمہ داری پر سب سے زیادہ زور دیا گیا وہ دعوت کی ذمہ داری تھی۔

ابوالبشر سیدنا آدم عليه السلام کے بعد حضرت نوح عليه السلام جنہیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے نے اپنی دعوت اور تبلیغی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا  
وَّنَهَارًا ۝  
عرض کیا اے میرے رب! میں اپنی  
قوم کو رات دن (ہمہ وقت دین حق کی  
(۵:۷۱) طرف) بلاتا رہا۔

یہ اللہ کے ایک ہی نبی کے دہن مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ ہیں کہ مولا میں نے دعوتی ذمہ داری نبھانے کے لئے دن رات کی پرواہ نہیں کی۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ تیری طرف سے سوئے جانے والے منصب کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کے گزارا۔ گویا دعوت کے نظام کو پکا کرنے کے لئے دن رات ایک کر دینا سنت انبیاء ہے۔ پھر سیدنا نوح عليه السلام نے دعوت دینے میں نہ صرف مثال قائم کی بلکہ قوم کے سخت ترین تنفر، بیزاری، سنگ زنی اور طعنہ زنی کے باوجود اپنی منصبی ذمہ داری نبھانے میں داعیانِ حق کو ایک کامل نمونہ فراہم کیا۔

۱- سیدنا نوح عليه السلام کے بعد قرآن مجید نے ایک اور برگزیدہ پیغمبر سیدنا ہود عليه السلام کی تبلیغی اور دعوتی ذمہ داری کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

أَبْلَغُكُمْ رَسُولِ رَبِّي وَ أَنَا لَكُمْ  
نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝  
میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا  
ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ

(۶۸:۷) ہوں۔

۲- سیدنا ہود علیہ السلام کے بعد سیدنا صالح علیہ السلام نے بھی اپنی منصبی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي  
اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا۔  
(۷۹:۷)

۳- پھر سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنے تبلیغی اور دعوتی منصب کو بیان کرتے ہوئے قوم کو خطاب فرمایا:

يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي  
اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے  
وَنَصَحْتُ لَكُمْ  
تھے اور میں نے تمہیں نصیحت (بھی) کر دی تھی۔  
(۹۳:۷)

۴- فرعون کے ظلم بھرے محل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والے ایک مجاہد نے دعوت دینے کا ایمان افروز مظاہرہ کیا جس کو قرآن مجید نے حضور ﷺ کی امت میں پیدا ہونے والے داعیوں کے لئے ہمیشہ یاد رکھے جانے والے سبق کے طور پر محفوظ کیا۔

وَ يَا قَوْمِ مَا لِي اَدْعُوْكُمْ اِلَى  
اور (کہا) اے میری قوم! یہ کیا ہے کہ  
النَّجْوٰى وَ تَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ  
میں تم کو (راہ) نجات کی طرف بلااتا  
تَدْعُوْنِيْ لِاَ كْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اَشْرِكَ بِهٖ  
ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف  
مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ  
دعوت دیتے ہو۔ تم مجھ کو اس طرف  
اِلَى الْعَزِيْزِ الْعَقَّارِ  
بلااتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے  
كُوْا سَ كٰثِرِيْكَ كُرُوْا جَسَ كِيْ مِيْرَے  
(۳۱:۳۰-۳۲)

پاس کوئی دلیل نہیں اور میں (تمہاری  
خیر خواہی کے لئے) تم کو غالب (اور)  
بخشنے والے (اللہ) کی طرف بلاتا ہوں  
(کہ تمہارے پچھلے گناہ بھی معاف ہو  
جائیں اور تم راوہدایت بھی پا جاؤ۔ کیا  
میری نیکی کا یہ بدلہ ہے جو تم مجھے  
دے رہے ہو)۔

حضور نبی کریم ﷺ کو منصب دعوت ان الفاظ میں سونپا گیا:

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَ  
الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ  
(اے رسول معظم ﷺ!) آپ اپنے  
رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ  
نصیحت لے ساتھ بلائیے۔ (۱۲۵:۱۶)

حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہی ایک اور مقام پر فرمایا:

فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى  
رَبِّكَ  
(یہی سمجھیں کہ یہ بھی اللہ کی دی ہوئی  
شریعت ہے پھر تبلیغ نبی سے ان کے  
دل نرم ہو جائیں گے اور قبولیت کی  
استعداد بھی پیدا ہو جائے گی) بہر حال  
آپ (ان کو) اپنے رب کی طرف  
بلا تے رہیں۔ (۶۸:۲۲)

اس ذمہ داری کو سورہ قصص میں یوں بیان کیا:

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَةِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ  
أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ  
(۸۷:۲۸)

اور کہیں (کفار) آپ کو اللہ کی آیات  
(کی تبلیغ) سے روک نہ دیں جبکہ یہ  
آپ پر نازل ہو چکی ہیں اور آپ اپنے  
رب کی طرف لوگوں کو بلاتے رہئے۔

دعوت کے منصب پر زور دیتے ہوئے ایک اور مقام پر فرمایا:

فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا  
أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ  
(۱۵:۴۲)

پس (آپ ان کا خیال نہ فرمائیں) آپ  
ان کو اسی (دین حق) کی طرف بلاتے  
رہئے اور (حسب معمول) آپ اسی پر  
قائم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم ملا ہے  
اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔

امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر دعوت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہوئے باری

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَ  
أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ  
(۳۵:۴۷)

پس تم ہمت نہ ہارو (کافروں سے  
مرعوب نہ ہو جاؤ) اور (دب کر) صلح  
کی دعوت نہ دینے لگو اور تم ہی غالب  
رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

## پہلا تقاضا..... حیات افروزی

ان سب آیات کریمہ کے اندر دعوت و تبلیغ کے منصب کو بڑی اہمیت اور شد و مد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر دعوت سے معاشرے، قوموں اور افراد ملت کو زندگی نہ ملنے تو ایسی دعوت کار لا حاصل کے ذیل میں آکر مردہ تصور ہوتی ہے۔ زیر مطالعہ آیت کریمہ (سورہ بقرہ، ۲: ۲۶۰) میں زندہ دعوت کے نظام کو بپا کرنے کے تقاضوں کے بیان کے علاوہ درج ذیل مضامین بیان ہوئے ہیں۔

### آیت کے مضامین

- ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ”نظام احیائے موتی“ کے مشاہدہ کی درخواست
- ۲- قدرت الہیہ پر ایمان کا اقرار و اعلان
- ۳- اطمینان قلب کے لئے مشاہداتی یقین کی افادیت
- ۴- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختلف پرندوں کو پہلے اپنی ذات کے ساتھ مانوس کرنا
- ۵- بعد ازاں ان پرندوں کو ذبح کر دینا اور ان کے ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر بکھیر دینا
- ۶- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر ذبح شدہ پرندوں کا جی اٹھنا
- ۷- مردوں کو جلانے کے نظام پر اللہ تعالیٰ کا قادر و غالب ہونا
- ۸- اس نظام اور بیان میں اللہ تعالیٰ کی الوہی حکمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

### آیت کا تعلیماتی پہلو

اولاً یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح پرندوں کی موت اور ان کے اجزائے جسم کے

منتشر ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس طرح وہ سب انسانوں کے مرنے کے بعد قیامت کے دن ایک ہی آواز پر سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور کھڑا کر دے گا۔

ثانیاً یہ سمجھایا گیا ہے کہ پیغمبروں کی دعا سے مردوں کا زندہ ہونا حق ہے اور باری تعالیٰ چاہے تو یہ اثر اپنے دیگر محبوب اور مقرب بندوں یعنی اولیائے کرام کی دعا میں بھی رکھ سکتا ہے۔ یہی حال قلبی اور روحانی موت و حیات کا ہے۔ اگر دل اور روح مردہ ہو جائیں تو کسی صاحب دعوت کی دعا توجہ اور صحبت کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ میسر آ جائے تو مردہ دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔

ثالثاً یہ سمجھایا گیا ہے کہ مردہ قوموں کو دوبارہ زندگی کیسے مل سکتی ہے۔ انقلاب پانکرنے والوں کو پہلے صاحب دعوت بننا پڑتا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ دعوت مبنی بر انس و محبت ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے مختلف پرندوں کو اپنی ذات کے ساتھ مانوس کیا، داعی اور دعوت حق سے تعلق محبت کا رشتہ مضبوط ہو گیا تو پھر انہیں کٹ مرنے کی طرف لایا گیا۔

یہ دوسرا اشارہ تھا کہ مردہ قوموں کو زندگی کٹنے مرنے اور جانوں کا نذرانہ دینے کے بغیر نہیں مل سکتی۔ یہ قانون قدر اور پیغمبرانہ سنت ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد قوموں میں دوبارہ زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

### آیہ مبارکہ کے عارفانہ نکات

حضرت ابراہیم علیہ السلام مشاہدہ کے ذریعے اطمینان کے طالب ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے اطمینان قلب نہ تھا حقیقت یہ ہے کہ سلوک میں اہل اللہ کے دو مقام ہوتے ہیں مقام عروج اور مقام نزول، نزول عروج سے افضل اور اکمل ہوتا ہے

مقام عروج میں ”سیر الی اللہ“ ہوتی ہے اور مقام نزول میں ”سیر من اللہ“ پہلے مقام میں وہ صفات بشریت سے انخلا کرتے ہیں اور ”اسباب“ کو ترک کرتے ہیں دوسرے مقام میں وہ اپنی تکمیل کے بعد دوبارہ صفات بشریت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسباب کو اختیار کرتے ہیں۔ پہلے مقام میں انہیں اسباب اور صفات بشریت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسباب کو اختیار کرتے ہیں۔ پہلے مقام میں انہیں اسباب اور صفات بشریت ترک کرنے سے اطمینان ملتا ہے مگر دوسرے مقام کو پالنے کے بعد انہیں وہی اطمینان اسباب اور صفات بشریت کو اختیار کرنے کے باوجود میسر آتا ہے گویا عروج میں اسباب بندے اور مولیٰ کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں مگر نزول میں اسباب حجاب نہیں بن سکتے لہذا مقام نزول پر آکر اہل اللہ ظاہر اعمام جیسی ”بنی بر اسباب“ زندگی اپنا لیتے ہیں تاکہ انہیں عوام کی عمومی زندگی میں حیرت انگیز اور غری معمولی فرق نظر آئے اور وہ لوگوں میں رہ کر ان کے لئے قابل عمل نمونہ تقلید پیش کر سکیں۔ یہ مقام دعوت ہوتا ہے اور داعی کو غیر فطری کرشماتی اور محیر العقول طرز کی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی انہیں سنت انبیاء پر چلنا ہوتا ہے مقام نبوت یہی ہے کہ وہ اس کے اندر رہ کر اپنا تعلق سبب سے قائم رکھتے ہیں اور عام مخلوق جیسی بشری زندگی گزار کر مخلوق جیسی بشری زندگی گزار کر مخلوق کو دعوت الی الخالق دیتے ہیں وہ صفات بشریت کے اندر احوال ملکوتیت کا مزہ پاتے ہیں مخلوق کی حکومت میں بیٹھ کر خالق کے ساتھ خلوت کرتے ہیں اور اس کو بھرپور طریقے سے اپنا کر اللہ پر توکل برقرار رکھتے ہیں جیسے حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودی اور غزوات میں اپنی حفاظت کے لئے لوہے کی ڈھال استعمال کی گویا ظاہر اس کو اپنا مگر توکل اللہ تعالیٰ پر کیا یہ اطمینان قلب کی وہ اعلیٰ اور مضبوط حالت ہے جو ترک اسباب میں میسر نہیں آسکتی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت کے مقام جلیل پر اسباب



یعنی مشاہدہ کیفیت میں اسی حالت اطمینان کو چاہا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی بعض کم فہم لوگ عروج و نزول اور طریق ولایت اور طریق نبوت کے احوال کو فرق کو نہ سمجھنے کے باعث کئی اہل اللہ کے معاملات سے مغالطہ اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں سو آگاہ رہنا چاہیے کہ اہل عروج کے لئے ترک اسباب میں کمال ہے جبکہ اہل نزول کے لئے اختیار اسباب میں کمال ہے اور اہل نزول کا درجہ اہل عروج سے بہت بلند ہوتا ہے عوام کا اسباب کو طلب کرنا اور ہے اور خواص کا اسباب کو طلب کرنا اور ہے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس آیت میں ایک سالکانہ تربیت کا نکتہ ہے چار پرندے جو ذبح کئے گئے مور، مرغ، کوا اور کبوتر تھے یہ نفس کی چار صفات سے استعارہ ہے مور سے تکبر اور خود پسندی مراد ہے، مرغ سے شہوت پرستی، کویں سے حرص و لالچ اور خساست، کبوتر سے عجلت اور جلد طلبی، سالکان راہ حق کو تعلیم دی گئی ہے کہ اگر نفس کی ان چار شہوات اور صفات کو ذبح کر دیا جائے تو قلب و روح زندہ ہو جاتے ہیں یوں نفسانی موت، روحانی زندگی میں بدل جاتی ہے اور اسی فنا سے حقیقی بقا میسر آتی ہے۔

اسی میں ایک عارفانہ تربیت کا نکتہ بھی ہے یہ استعارہ چار باطنی اور غیبی

پرندوں سے ہے۔

عقل، قلب، نفس اور روح اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ۔

عقل کے پرندے کو باب ملکوت پر طاقت کی چھری سے ذبح کیا جائے۔

قلب کے پرندے کو باب لاهوت پر عشق کی چھری سے ذبح کیا جائے۔

نفس کے پرندے کو باب جبروت پر شوق کی چہرے سے ذبح کیا جائے۔

اور روح کے پرندے کو باب احدیت پر عبدیت کی چھری سے ذبح کیا جائے۔

جب یہ چاروں غیبی طیور (پرندے) ذبح ہو جائیں اور انہیں اپنے اپنے باطنی

محل پر رکھ لیا جائے تب انہیں دوبارہ بارگاہ الوہیت کی طرف بلایا جائے۔

عقل کو صوت طاعت سے بلایا جائے۔

نفس کو زمزمہ شق سے بلایا جائے۔

قلب کو جس عشق سے بلایا جائے۔

ور روح کو سر عبدیت سے بلایا جائے۔

پھر یہ سب دوسری زندگی پالیں گے انہیں معرفت پر کھڑا کیا جائے گا۔ اور

وصال و جمال صمدیت سے نوازا جائے گا۔

دوسرا تقاضا: ذکر و تسبیح

زیر مطالعہ آیات میں دعوت کا دوسرا تقاضا ان الفاظ میں بیان کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ  
ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَ سَبِّحُوهُ بُكْرَةً  
وَ أُصِيلاً ۝

اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا

کردو (یہاں تک کہ اللہ کا حاضر و ناظر

ہونا تمہارے ذہن میں رچ جائے،

تمہارا تصور و تخیل ہمیشہ اسی کی یاد سے

معمور رہے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو

گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اور صبح و شام

اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو (اس طرح

تصور کے ساتھ عمل بھی ایمان کے

سانچے میں ڈھل جائے گا)۔

(۳۳:۴۱، ۴۲)

ذکر کثیر اور تسبیح و تقدیس اپنی جامعیت کے اعتبار سے ”صلوٰۃ و صیام“ گریہ و

زاری تہلیل و تجل، قیام الیل، تلاوت و ترتیل اور صبر جمیل سب کا احاطہ کئے ہوئے

ہیں ایک داعی کو اپنی دعوت موثر بنانے کے لئے ان امور پر عمل پیرا ہونا بڑا ضروری ہے یہ امر مسلم ہے کہ ایک داعی جتنا طہارت کیش ہوگا جتنا زیادہ تقویٰ شعار ہوگا، ذکر و فکر کی غرقابی سے جتنی سیرابی لے گا۔ محبت بھرے ترانوں اور سرمدی نغموں سے زبان عبدیت جتنی تر رکھے گا بات میں موثریت اتنی بڑھتی چلی جائے گی یاد محبوب میں روندے ہوئے جسم، جھکے ہوئے بازو، بہتی ہوئی آنکھیں من کی وادیوں کو دولتِ اخلاص سے مالا مال کر دیتی ہے اور قوتِ اخلاص سے ادا کئے ہوئے لسانِ ناطق کے الفاظ ایسے تشر ہوتے ہیں جو قلب و روح کے سالوں پرانے شیطانی، طاغوتی اور نفسانی سوروں کی جڑیں کاٹ دیتے ہیں سو عملِ دعوت کے اس تقاضے کو بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا تاکہ دعوت ہدایت مستقیم تک لے جائے۔

### تیسرا تقاضا: باطل کیلئے چیلنج بننے کی اہلیت

دعوت حق کا من وجہ امتیازی وصف اور من وجہ یہ تقاضا ہے کہ اس پر باطل کا ہر روپ پیچ و تاب کھانے لگے اس کی حاکمیت کے بڑے ادارے سے لے کر اس کی تشکیل و تعمیر کا ہر عنصر، جز اور فرد اپنی طبعی شیطنت، طاغوتیت اور بطلان کا دفاع کرنے کے لئے برسرِ پیکار ہو جائے اس کے داخلی اور خارجی محافظ اپنے سازشی حربوں اور لات و ہبل سے پر سو مناتوں کو خطرے میں محسوس کریں اور یہ اپنے ہر روپ کے ساتھ اکٹھے ہو کر دعوت حق کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیں۔ باری تعالیٰ نے اس تقاضے اور وصف کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

یُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (۳۲:۹)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ (یہ بات) قبول نہیں فرماتا مگر یہ (چاہتا ہے) کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے اگرچہ

کفار (اسے) ناپسند ہی کریں۔

اس تقاضے کے پیش نظر دعوت حق کی پرکھ ہوتی ہے سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے ایک طبقہ دعوت لے کر نکلتا ہے تو اس کے خلاف سارے گرد و غبار کا ہنگامہ ایک محشر بپا کر دیتا ہے صدود و مخالفت کے طوفان باطل کی رات کی تاریکی کو زیادہ ڈراؤنا اور خوفناک بنا دیتے ہیں اور دوسرا طبقہ جب دین کی دعوت لے کر اٹھتا ہے تو کوئی مخالفت نہیں کرتا جبکہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ جو دعوت دین کے دشمن کو پریشان کرنے کی تقاضی نہ ہو یعنی اس دعوت کی عبارت دینی دشمنوں کو تقاضائے عداوت پر مجبور نہ کر دے وہ محض نقش باطل ہے فاسق و فاجر حکمرانوں سے لے کر امر حق یہ ہے کہ جو دعوت باطل کو خطرہ لاحق نہ کرے اس دعوت میں باطل ہے اور جیس کو جنس سے موافقت ہوتی ہے مخالفت نہیں۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مومن ہے دعوت مبینی برحق ہو اور داعی کی حکمت عملی نے دشمنی کی مخالفت و مزاحمت کو موقع ہی نہ دیا ہو تو اس کا جواب یہ ہے پیغمبرانہ دعوت سے بڑھ کر کس کی دعوت حکیمانہ ہوگی؟ وہ حکمت کے سرچشمے اور خیرات حکمت تقسیم کرنے والے ہیں ان کی دعوت مخالفت و مزاحمت سے نہیں بچ سکی ان کے علاوہ کون سا حکیم داعی ہے جو اس تقاضے سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا  
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ۔  
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے  
گنہگاروں میں سے دشمن بنا دیئے اور  
(ان کی دشمنی راہ حق میں رکاوٹ  
نہیں بن سکتی)۔ (۳۱:۲۵)

### اسلوبِ دعوت

کسی بھی چیز کی موثریت میں لوگوں کے سامنے اس کی پیشگی کا اسلوب بڑا فعال کردار ادا کرتا ہے دعوت ایک نظام ہے اور خیر و شر کی ساری عمارتیں اس کے سہارے کھڑی ہیں خیر کی دعوت کا اسلوب مثر اور کارگر ہو جائے تو تمدن کی اقدار پر صالحیت غالب آجاتی ہے اور اگر شر اپنے اسلوب کو مزین کر کے پیش کر دے اور تاریکی کے پردوں میں مصنوعی 'فانی اور باطل روشنیوں کا شہر آباد کر لے تو کلچر پر اس کا غلبہ ہو جائے گا سورہ احزاب کے زیر مطالعہ آیہ کریمہ میں قرآن مجید نے اسلوبِ دعوت کے تین ضروری عناصر کا ذکر کیا ہے اور آیت کے اختتام پر سراجا منیرا کے الفاظ لائے گئے ہیں جن کا ایک مفہوم یہ بھی بنتا ہے کہ تقاضا ہائے دعوت کو پورا کرنے اور اسلوبِ دعوت کے تشکیلی عناصر پر ہمہ پہلو عمل معاشرے کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی و ثقافتی اقدار حیات پر وہ اثرات مرتب کرے گا جن سے کفر، شیطنیت، طاغوتیت اور باطل کی تاریکیوں کے سب پردے چاک ہو جائیں گے ہر طرف حق کی برکھانور بن کر بر سے گی اور پورا عالم بقعہ نور بن جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَ  
دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَ سِرَاجًا  
مُنِيرًا ۝

اے نبی! ہم ہی نے آپ کو گواہ (بنا کر)  
اور خوشخبری سنانے والا اور نصیحت  
کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ  
کو) اللہ کے اذن (اس کے اشارہ) سے  
اللہ کی طرف بلائیواالا اور ایک روشن

(۳۳:۳۵، ۳۶)

چراغ (بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نور ہیں)  
لہذا اس آیہ کریمہ کی روشنی میں عظیم داعی کے دعوتی منہاج کے تشکیلی  
عناصر تین ہیں۔

۱- شہادت ۲- مبشریت ۳- نذیریت

شہادت کا تقاضا ہے کہ داعی اپنی دعوت پر گواہ ہو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس  
کے سراپا کے ظاہر و باطن سے اس کی دعوت جھلکے۔ وہ اپنی دعوت کو محض زبان سے  
اس طرح پیش نہ کرے کہ اس کا عمل خود اس قول کا رفیق نہ ہو پائے۔ یہ موثر دعوت کے  
اسلوب تقدیم کے سرار خلاف ہے۔ موثر نظام دعوت کا اسلوب پیشگی اس بات کا بڑی  
شدت سے متقاضی ہے کہ داعی اپنی دعوت پر گواہ ہو اس کے قول و عمل، احوال  
واطوار، قیام و جلوس اور خورد و نوش کے اعمال سے لے کر اس کی ہر حرکت جب تک  
اس کی دعوت کا مظہر نہیں بنتی وہ اپنی دعوت پر گواہ نہیں ہو سکتا اور وہ دعوت نہیں بنتی  
جب تک اس پر شہادت نہ ہو۔

اسلوب دعوت میں مبشریت کے عنصر کا تقاضا ہے کہ داعی اپنی دعوت کو  
پیش کرتے وقت رحمت کے پہلو غالب رکھے۔ یاس و قنوطیت میں دے لوگوں کو امید  
و آس کی حقیقتوں سے آشنا کر دے۔ اپنے رب کی رحمتوں کا تذکرہ یوں کرے کہ گھپ  
اندھیروں میں کھڑی انسانیت وہیں کھڑے کھڑے فضل الہی کی روشنیوں کے میناروں کا

مشاہدہ کر لے۔

اسلوب دعوت میں شان نذیریت یہ چاہتی ہے کہ باطل حق کی گرج سے لرزہ براندام ہو جائے اکھر اچڑ اور گنوار جہالت کی کیسی ہی دبیز تہوں میں دبے ہوئے کیوں نہ ہوں اسلوب دعوت کا تقاضا نذیریت انکے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اس کی موثریت پر زد نہ پڑنے دی جائے یعنی اس کو مناسب حال و مقام کے ساتھ ساتھ مناسب وقت پر استعمال کیا جائے یہی عنصر داعی سے تقاضا کرتا ہے کہ ظالم جابر حکمران کے سامنے وہ بلا جھجک کلمہ حق کہہ کر عظیم جہاد کرے اس طرح کہ فرعونی محلات میں بھی اللہ کے ڈر کی صدا لگانے سے اسے کوئی باز نہ رکھ سکے۔

اسلوب دعوت کے یہ عناصر بروئے کار لا کر ہی نبوی و مصطفوی دعوت کے نظام کو معاشرے میں جاری و ساری کیا جاسکتا ہے اور اس کی اثر اندازی کی پیمائش اس روشنی سے کی جائے گی جو اس نظام کے داعیوں کے قول و عمل اور فکر و نظر سے شعاعوں کی صورت میں نکل کر معاشرے میں پھیل رہی ہوگی جس کا نظام دعوت اور اس کی حکمت سرا جامینز اعلیٰ ﷺ کے جتنی زیادہ قریب ہوگی وہ معاشرے میں تبدیلی کے لئے اتنا موثر ہوگا۔

## داعی کا نصاب

موثر دعوت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں اور داعی بھی کردار کے ان تقاضوں سے بہرہ ور ہو جو اس کی دعوت کو موثر بناتے ہیں۔ داعی کے کردار کے حوالے سے مکی دور کی ابتدائی سورتیں سورہ مزمل اور سورہ مدثر اپنے اندر ایک پورا نصاب رکھتی ہیں۔ کہ داعی کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں ان

کی ذات و کردار میں کیا محاسن ہونے چاہئیں۔

## سورۃ مزمل اور داعی کا نصاب

سورۃ مزمل اخلاقی و روحانی تربیت سے متعلق نصاب بیان کرتی ہے یہ مکی سورت ہے جب آقا ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کو دعوت و تبلیغ کا منصب عطا کیا گیا امر نبوت اور امر رسالت پر آپ کو متمکن کرنے کے بعد رب ذوالجلال نے آپ کی تربیت فرمانا اپنے ذمہ لیا۔ امت کی تربیت بالخصوص اور تمام انسانیت کی تربیت بالعموم آقا ﷺ کے ذمہ ٹھہری۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا  
مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَ  
يُزَكِّيكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ  
تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہی  
میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر  
ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور  
تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا  
ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے  
اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں

(۱۵۱:۲)

وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا

ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ ۵

یعنی دعوت و تربیت کے تمام مراحل سے گزر کر رسول ﷺ تمہیں باطن کی ظلمتوں سے نکال کر عرفان و معرفت کے نور سے منور کر رہے ہیں اور جو تم جانتے یہ رسول تمہیں عطاء کر رہے ہیں جب رسول کی تربیت کی تمام تر ذمہ داری نجی معاملات سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک رب نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی تھی۔



تربیت کہتے ہی اس امر کو ہیں کہ مربی اپنا حسن علم و عمل تربیت یافتہ میں منتقل کر دے اگر استاد 'مربی' مرشد کا فیض مر بوب اور تلمیذ کو پہنچ رہا ہے تو وہ رفتہ رفتہ اپنا کردار منتقل کر رہا ہوگا، بصورت دیگر یا مربی میں نقص ہے یا مر بوب میں۔ اگر عمل تربیت کامل ہو تو صاحب صحبت کے کردار کی جھلک صحبت پانے والے کے آئینہ کردار میں چمکنے لگ جائیں آقا ﷺ نے انہیں صحبت کے انوار کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منتقل کیا اور نہ صرف آج تک یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ قیامت تک یہ فیض نبوت و رسالت تلاوت، تزکیہ، تعلیم اور معرفت کی صورت میں ہر اس فرد کو روشن کرتا رہے گا جو اپنا کاسہ مراد آقا ﷺ کی بارگاہ میں لے کر کھڑا ہوگا۔

گویا فیض تربیت افراد تک منتقل ہونے کا قرآنی تصور یہ ہوا کہ آقا ﷺ کی

تربیت اللہ نے اپنے ذمہ کرم رپ لی۔

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ  
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ  
عَظِيمًا

(۱۱۳:۴)

اس طرح جو اخلاقِ الہیہ، عنایات ایزدی اور فیوضات ربانیہ تھے وہ آقا ﷺ کو تربیت کے عمل کے تحت منتقل ہوئے۔ حتیٰ کہ جب تربیت کا عمل مکمل ہوا تو تکنے کو مصطفیٰ تھے مگر اندر سب اخلاق خدا تھے یہی وجہ تھی کہ جب آپ کی انگلی اٹھی تو چاند کا سینہ چر گیا چہرہ اٹھا تو سورج الٹا پلٹا، زبان ملی تو مردے زندہ ہو گئے، نگاہ اٹھی تو پتھر بول اٹھے اشارہ ہوا تو درخت زمین پر گر گئے کیونکہ آپ کے اندر اخلاق برکات فیوضات الوہیت منتقل ہو گئے تھے۔ تربیت اسی کا نام ہے کہ بندہ تربیت لے کر خدا نما ہو جائے۔

صِبْغَةَ اللَّهِ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ  
 اللہ کے رنگ (میں رنگے گئے ہیں) اور  
 صِبْغَةً۔  
 کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر  
 (۱۳۸:۲) ہے۔

جب رنگ ساز رنگ چڑھاتا ہے تو اپنے رنگ مٹتے جلتے ہیں اور رنگ ساز کے  
 رنگ چڑھتے جاتے ہیں۔ اس طرح رب نے اپنے سارے رنگ حضور ﷺ پر چڑھا  
 دیئے یہ عمل تربیت تھا یہی فیض تربیت و يعلمکم مالکم تکنونوا تعلمون کے تحت  
 صحابہ کرام و امت تک آقا ﷺ کے ذریعے سے منتقل ہوا۔ داعی پر رنگ چڑھانے کا  
 نصاب سورۃ مزمل دیتی ہے اس نصاب میں درج ذیل نکات بیان کئے گئے ہیں۔

## قیام الیل

ارشاد فرمایا:

فَمِ الْيَلِّ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نُّصَفَهُ ۝ أَوْ  
 (آپ ﷺ) رات کو (نماز کے لئے)  
 قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑی رات (اور)  
 کچھ حصہ آرام بھی کیجئے۔ یہ قیام آپ  
 (۴-۲:۷۳)

کو اختیار ہے کہ) آدھی رات یا اس  
 سے بھی کچھ کم کیجئے یا اس سے کچھ  
 زیادہ۔

آغاز کلام رات کے قیام سے کیا۔ کیونکہ ہر کام کا ایک موسم اور وقت ہوتا  
 ہے تربیت کا رنگ چڑھنے کا وقت رات ہے۔ جس طرح ہر پھل اور فصل کے بیج بونے کا  
 ایک موسم ہوتا ہے اس طرح رنگ چڑھانے کا بھی ایک موسم ہے۔ اللہ نے وقت کو دو  
 حصوں میں تقسیم کیا ہے دن اور رات۔ اس طرح تربیت کے مہینے رمضان کو بھی دن اور

رات کے تربیتی حصوں میں تقسیم کر دیا کہ دن کو روزہ دار ہو اور رات کو تراویح، تسبیح اور شب خیزی کے ذریعے سے قیام کا التزام کرو۔ یہاں قیام لیل کا تذکرہ بھی تین طرح سے فرمایا۔ نصفہ، او نقص منہ اور اوزد علیہ۔ کہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ قلیل وقت بھی ان کے لئے کافی ہوتا ہے۔ طبیعتوں کے اس فرق کو سلطان باہو نے یوں بیان کیا:

کئی جاگن کئی جاگ نہ جانن تے کئی جاگدیاں وی تے ہو!  
 کنیاں نوں رب ستیاں ملیا تے کئی جاگدے وی مٹھے ہو  
 قرآن میں ہر بات ایک واضح الوہی حکم ہوتی ہے مگر قیام لیل کے ایک ہی مضمون کو بدل بدل کر بیان کرنا دراصل کلام محبت ہے جو ایک طرف رب کائنات کے ساتھ آقا ﷺ کی قربت و شان محبوبیت کا اظہار ہے تو دوسری طرف قیام لیل کی روح یعنی جذبہ عشق و محبت الہی کو بیان کر رہا ہے۔

## ترتیل قرآن

وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۝ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (وقوف،

اعراب، تمام کیفیات، مفہوم و معنی (۴:۷۳)

کے ساتھ جس طرح آپ کا معمول

ہے) پڑھتے رہئے۔

تلاوت و ترتیل قرآن تربیت نفس و اصلاح نفس کے لئے دوسرا عنصر ہے۔

آج نوجوانوں کی جوانیوں کی اصلاح و تربیت قرآنی انوار سے ہی کی جاسکتی ہے جب کہ زمانہ تیزی سے فحاشی، عریانیت اور مادیت کی طرف جا رہا ہے۔ اور طبیعتیں دن بدن دین اسلام کی حلاوتوں سے دور ہو رہی ہیں یہ راہ تباہی اور بربادی کی راہ ہے اس کا مزہ چند

لمحوں کا ہے چند سالوں کی لذت کی خاطر قیامت تک کی زندگی تباہ کرنے کا سودا خسران  
وگھائے کا سودا ہے کیونکہ آخرت کا آرام تو دنیا کے آرام کو لٹانے پر منحصر ہے۔

تشکیل کردار کے نورانی سفر کا آغاز رات سے ہوتا ہے کہ رات کے  
اندھیرے میں تلاوت قرآن کی جائے مگر یہ تلاوت بے اعتنائی سے نہ ہو اسے رک  
رک کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے جس طرح کوئی محبوب کے خط کو ٹھہر ٹھہر کر  
پڑھتا ہے اس قرآن کو رب نے لوح محفوظ میں رکھا اسے بیت المعمور میں رکھا پھر  
اسے قلب مصطفیٰ ﷺ میں رکھا اور حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ادا کروایا۔

قرآن کو پڑھنا بندے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی صحبت عطا کرتا ہے۔  
اور راہ نقاب کے سپاہیوں کے لئے قرآن سے بہتر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تک پہنچنے  
کا کوئی راستہ نہیں ہے قرآن کو اس طرح نہ پڑھا جائے جس طرح کوئی اجنبی پڑھتا ہے  
اسے گلے پڑی چیز سمجھنے کی بجائے گلے سے لگایا جائے کہ پڑھتے پڑھتے قاری قرآن میں  
گم ہو جائے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن  
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(اقبال)

پہلی امتوں میں سے وہ اہل کتاب جو رات کو اٹھ کر تلاوت کرتے تھے اللہ کو  
ان کی بھی یہ ادا پسند آئی اور اسے قرآن میں تعلیم کی خاطر بیان بھی فرمایا۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ  
أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ  
یہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں  
سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں  
وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات

الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝  
 (۱۱۳:۳) کی تلاوت کرتے ہیں اور سر بسجود رہتے ہیں۔

## القَاءِ قَوْلٍ ثَقِيلٍ

ارشاد فرمایا:

إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝  
 (۵:۷۳) بے شک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام (یعنی قرآن پاک) نازل کریں گے۔

قول ثقیل سے مشقت مراد ہے کہ نفس کو روندنے کے لئے کچھ مشقت کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے کیونکہ جب تک بوجھ نہ پڑے من نہیں سنورتا۔ اتنی محنت کرو کہ تن ٹوٹ جائے آپ ﷺ نے کار دین میں اتنی محنت فرمائی کہ رات کو جب اٹھتے تو بیٹھ کر نوافل ادا کرتے۔ شب و روز کی یہ محنت شاقہ ہی تھی کہ آپ ﷺ کے اس حال کو دیکھ کر رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

ظَهْ ۝ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ  
 لِتَشْقَى ۝

طہ (حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم مبارک ہے۔ اے میرے محبوب ﷺ!) ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے تو نہیں اتارا کہ آپ محنت شاقہ میں پڑ جائیں۔

(۲-۱:۲۰)

## ناشئة الیل

ارشاد فرمایا:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَ  
أَقْوَمُ قِيلاً

بے شک رات کا اٹھنا (نفس کو) سختی  
سے روندتا ہے اور (وقتِ دعا دل و  
زبان کی یکسانیت کے ساتھ) سیدھی  
بات نکلتی ہے۔ (۶:۷۳)

رات کے اٹھنے سے مراد خلاف نفس کچھ کرنا ہے کہ اس سے نفسانی تہمت کا  
خاتمہ ہوتا ہے اور ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے رسوخ فی الطاعت والعبادت حاصل ہوتا  
ہے اس لئے خلاف نفس بھی کچھ کرنا چاہیے کہ فلاح و نجاتِ نفس میں ہے۔

### صداقت و ثقاہت قول (اقوم قیلاً)

دعوتِ دین کا کام کرنے والے اپنی طبیعتوں سے کچا پن ختم کریں کھری اور  
سچی بات کرنا ہی اہل حق کا شیوہ ہے داعی جب تک حق پر قائم نہیں ہوتا اس کی زندگی  
عجیبہ خیزی سے خالی رہتی ہے۔ نتیجہ خیزی اور ثقاہت و صداقت قول حضور قلب سے  
آئے گی اور حضور قلب کے حصول کا ذریعہ قیام لیل ہے۔

تیری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور!  
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر!

(اقبال)

انسان کے اندر کی ویرانیوں کو آباد کرنے کا سامان ملاءِ اعلیٰ سے تعلق پیدا  
کرنے میں ہے کیونکہ انسان نیچے سے نہیں آیا بلکہ اتارا گیا ہے اس دنیا میں آنے سے پہلے  
انسان ناسوت، جبروت، لاهوت اور ہاوت کے مقامات پر تھا۔  
ارشادِ ربانی ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ  
الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝  
(۱:۷۶)

بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا  
وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل  
ذکر چیز ہی نہ تھا، (اس کا نام و نشان بھی  
نہ تھا، پھر ایک نطفہ کی شکل اختیار کی  
اور تب کہیں بتدریج انسان بنا)۔

حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفياً کہ اے انسان تو رب کے خفیہ  
خزانے کا خفیہ راز ہے۔ تو عالم دنیا میں بھیجا گیا رب کی محبت کا مظہر بنا کر اور اس جذبہ  
محبت کی آزمائش کے لئے۔ یہ ایک بازی اور امتحان ہے جس میں بندے کو ڈالا گیا لہذا  
اس بازی کو جیتنے کی کوشش کرو اور اپنے اصل مقام کو نہ بھولو۔ وہی امتحان میں کامیاب  
ہوں گے جن کے وجود اور جسم یہاں ہیں مگر ان کی روحیں وہاں ہیں جن کا بیان ادھر  
اور گیان ادھر ہے۔

اس کامیابی کے حصول کا ذریعہ نماز اور قیام الیل ہے نماز میں یوں کھڑے ہو  
کہ تمہارا ادھیان نماز میں ہو قلب مولیٰ کی تلاش میں روح اس کی قربت کی تلاش میں  
باطن اس کی معرفت و وصال کی تلاش میں ہو یعنی قبلہ جسم، کعبۃ اللہ، قبلہ دل محبت  
الہی قبلہ روح قربت الہی اور قبلہ باطن وصال الہی ہو۔ اس طرح جسم، دل، روح اور  
باطن سب توحید آشنا بنیں گے یہی توحید داعی کے قول کو صداقت و ثقاہت عطا کرے  
گی۔

اسی سے ٹوٹ سکتا تھا یہ طلسم رنگ و بو  
یہی توحید جسے نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

(اقبال)

## اشغال یومیہ

ارشاد فرمایا:

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝  
(۷۳:۷۴) بے شک آپ کو دن میں بہت سی مشغولیتیں ہیں۔

یہاں امور دنیا کے انتظام و انصرام کا تذکرہ فرمایا کہ داعی کی زندگی معمولات زندگی سے خالی یا ترک پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تمام تر ذمہ داریوں اور حقوق العباد کی ادائیگی سے بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ دنیاوی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا مناسب و احسن انتظام و انصرام بھی داعی کے کردار کا ایک اہم جزو ہے۔

## ذکر کثیر

ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ  
اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہئے۔ (۷۳:۸)

ذکر کثیر داعی کے لئے ایک اسلحہ اور ہتھیار کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ جہاں ایک طرف داعی کے اندر اس کی دعوت کا رنگ پیدا کرتا ہے وہاں دوسری طرف رب ذوالجلال کے ساتھ اسے متعلق رکھتا ہے حضرت موسیٰ عليه السلام کو جب فرعون کے پاس دعوت حق دے کر بھیجا گیا تو ارشاد فرمایا کہ لا تمنیانی ذکری اے موسیٰ میرے ذکر میں سستی نہ کرنا کیونکہ ذکر کثیر دراصل مذکور سے وابستہ ہونے اور داعی کے تعلق کو زندہ و تازہ رکھنے کا ذریعہ ہے جو ذکر زبانی سے ترقی کرتے کرتے حال تک پہنچ جاتا ہے۔

ذکر	و	ذاکر	محو	گرد	بالتمام
جملگی		مذکور	ماند		والسلام



## تبتیل الی اللہ

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝

اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہئے اور سب کو چھوڑ کر (سب سے الگ ہو کر) اسی کے ہو جائیے۔

جب رب کو یاد کرنے بیٹھو تو ہر ایک شے سے کٹ کر اسی سے جڑ جاؤ کہ جسم یہاں ہو روح وہاں ہو تعلق باللہ میں یہ رسوخ اور فنائیت سوائے جذبہ محبت کے میسر نہیں آتی۔<sup>۳</sup>

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ایک باغ کے پاس سے گزرے ایک نوجوان باغبان کو آپ نے دیکھا جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے التجا کی کہ اس کے لئے عشق الہی کا ایک ذرہ عطا ہو جانے کی دعا فرمائیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو برداشت نہیں کر سکے گا اس نے کہا کہ آدھا ذرہ ہی مل جائے آپ نے دعا فرمائی اور دعا قبول ہو گئی آپ تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد آپ آئے اور اس باغ میں اس نوجوان کا حال پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ جوان ایک چٹان پر کھڑا آسمان کو مست و بے خود دیکھ رہا ہے۔ آپ نے اسے سلام کیا اور فرمایا کہ میں عیسیٰ ہوں اسے کوئی خبر نہ تھی وحی آئی ابے عیسیٰ جس کے دل میں ہم اپنے عشق کا آدھا ذرہ بھی دے دیں وہ کسی کو نہیں پہچان سکتا نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہے تو اگر اس نوجوان کے بدن کو بھی چیر دے تو اسے معلوم نہ ہو گا یہ اب اندیشہ سود و زیان سے گزر گیا ہے اور یہ حالت بغیر شراب عشق الہی کے حاصل نہیں ہوتی اور اس کے بغیر زندگی بے سرور اور عبادت بے حضور رہتی ہے۔

## توکل

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

(وہی آپ کا رب) مشرق و مغرب کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں

تو (پھر) اسی کو آپ اپنا کارساز بنائے رکھئے۔ (۹:۷۳)

دعوت حق کا کام کرنے والوں کے لئے توکل اور تفویض بہت بڑی نعمت ہے اگر داعی میں توکل ہوگا تو وہ کبھی ڈپریشن اور نفسیاتی امراض کا شکار نہ ہوگا اور اس کا حال یہ ہوگا کہ

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

اے (وہ شخص، وہ جان، وہ روح) وہ نفس! جس نے اطمینان حاصل کر لیا۔ تو اپنے رب کی طرف واپس چل اس

طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ (۲۸-۲۷:۸۹)

یہ اطمینان اور رضائے الہی کی کیفیت توکل سے داعی کو حاصل ہوگی۔

بیرون کشید ز پیچاک ہست و بود مرا  
چہ عقدہ ہا کہ مقام رضا کشود مرا

(اقبال)

## صبر و استقامت

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ ۝

اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کئے

جائیے۔ (۱۰:۷۳)

راہ حق کی مشکلات پر صبر کرنا داعی کا شیوہ ہے کہ داعی حق کی راہ میں لوگ رکاوٹیں کھڑی کریں گے طعنے گالیاں ظلم اور زیادتیاں اس کے راستے میں آئیں گی انبیاء کے ساتھ یہی کچھ ہوا مگر اس سب کے باوجود داعی کو چاہیے کہ وہ نہ اپنا کام ترک کرے اور نہ ہی صبر کا دامن چھوڑے اقامت دین کا کام کرنے والے گالی اور طعنے کا جواب گالی اور طعنے سے نہ دیں مخالفین کے کام گالیاں اور طعنے واذیتیں ہیں مگر داعی کا کام خوش خلقی اور خیر خواہی ہے وہ مشکلات کے پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں انہیں خندہ پیشانی سے سامنا کرے اور صبر و استقامت کے ساتھ آگے بڑھتا جائے۔

### ہجر جمیل

وَ اٰهَجْرُهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ اور وضع داری کے ساتھ ان سے الگ

(۱۰:۷۳) رہئے۔

جہاں مخالفین رکاوٹ بنیں تو داعی کو ہجر جمیل کا راستہ اپنانا ہوگا کہ وہ شرافت اور وضع داری سے ان سے علیحدگی اختیار کر لے۔ الجھنے سے توانائیاں اور صلاحیتیں برباد ہوں گی یہی تعلیم ہمیں سیرت نبوی ﷺ سے ملتی ہے کہ لوگوں نے آپ پر ظلم کیا جنگیں ہوئیں مصائب و آلام آئے آپ نے اپنا وطن چھوڑا مگر آپ نے مخالفین کے لئے بددعا تک نہیں کی کہ داعی کی شان یہ ہے کہ وہ دعوت دین کے کام کے اندر انتقام اور بے صبری پر نہ آئے داعی کا زیور صبر اور ہجر جمیل ہے کہ اس کی برکت یہ ہے کہ داعی دین حق کا سپاہی ہے اس لئے داعی پر حملہ دین پر حملہ ہے اسی لئے داعی کے صبر و ہجر جمیل کا ثمر رب ذوالجلال نے یوں بیان فرمایا۔

وَذُرْنِي وَ الْمُكْذِبِينَ اُولِي  
النُّعْمَةِ وَ مَهْلَهُمْ قَلِيلاً ۝ اِنَّ  
لَدَيْنَا اَنْكَالاً وَ جَحِيْمًا ۝  
(۱۲-۱۱:۷۳)

اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دنیا  
کی نعمتوں سے مالا مال ہیں چھوڑ دیجئے  
(کہ گرفت کے وقت ہی ان کی گرفت  
ہوگی) اور ان کو کچھ ڈھیل دے دیجئے  
(یہاں تک کہ ان کی تقدیر کا فیصلہ ہو  
جائے اور ان کے اعمال بد کے نتائج  
ان پر روشن ہو جائیں)۔ بلاشبہ (ان  
کے لئے) ہمارے پاس بیٹریاں ہیں اور  
دوزخ ہے۔

یعنی یہاں مخالفین حق کو اجام سے آشنا کرنے کا رب ذوالجلال نے خود اپنے  
ذمہ لے لیا کہ یہ مالدار جاگیردار، صنعت کار لوگوں کی عزتوں سے کھیننے والے میرے  
دین کے خلاف جنگ پھا کرنے والے کتنے ہی بڑے ہوں انہیں مہلت دی جائے گی  
تاکہ اپنے انجام کو پہنچ جائیں جب ان پر گرفت ہوگی تو قیامت تک نشان عبرت بنا  
دیئے جائیں گے۔

دین حق کے داعیوں اور انقلاب کے سپاہیوں کو دفاع ضرور کرنا چاہیے کہ  
آقا ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی غزوات ہوتے رہے مگر انتقام میں حد سے نہ بڑھیں  
کہ مخالفین حق سے دنیا و آخرت میں انتقام اللہ لے گا۔

دین کا کام اور دعوت حق کا کام کردار طلب کام ہے جب تک داعی مطلوبہ  
کردار اور صفات سے متصف نہ ہوگا اس کی تمام تر محنت نتیجہ خیز نہ ہوگی۔  
یوں سورہ مزمل میں قیام لیل سے ہجر جمیل تک گیارہ نکاتی ضابطہ عمل فراہم  
کر دیا گیا ہے جو نوجوان نسل خصوصاً داعیوں کے کردار کو سنوارنے کا سامان ہے۔

## سورہ مدثر اور داعی کا نصاب

اگرچہ تدوینی ترتیب سے سورہ مدثر، سورہ مزمل سے بعد ہے مگر ترتیب نزولی کے اعتبار سے سورہ مزمل سے پہلے نازل ہوئی۔ سورہ مدثر ابتدائی دور میں نازل ہوئی رسول کریم ﷺ کو اس سورہ مبارکہ سے منصب رسالت پر فائز کر دیا گیا۔ اقراء سے اعلان نبوت ہو اور یا ایہا المدثر سے اعلان رسالت ہو اس سورہ مبارکہ کا کلمہ آغاز ہی رسالت محمدی ﷺ اور رسالت انبیاء کے فرق کو بیان کر رہا ہے کہ جب بھی دوسرے انبیاء کو مخاطب کیا گیا تو انہیں ان کے ناموں سے پکارا گیا مثلاً موسیٰ یا نوح یا لوط مگر جب آپ سے کلام فرمایا تو آغاز یا ایہا المدثر سے کیا آپ کو شفقت، محبت اکرام اور اجلال سے بلایا کبھی بھی یا محمد (ﷺ) نہیں کہا۔

سورہ مدثر میں داعی کی تربیت کے حوالے سے درج ذیل نکات بیان ہوئے

ہیں۔

### قیام: (قم)

قم حکم قیام و انقلاب ہے اور دنیا میں زلزلہ پیا کر دینے کا جہادی اعلان ہے اگرچہ یہ ایک جہادی اعلان ہے مگر انداز مخاطب محبت ولا ہے یہیں سے داعیوں کو ایک سبق ملا کہ دین حق کی دعوت اور سمت کی تربیت کرنے کا کام کرنے والے جب دین کی بات کریں تو پیار سے بلائیں یہی فرق ہے ایک مولوی اور صوفی میں کہ مولوی فتوے کی زبان میں بات کرتا ہے صوفی محبت کی زبان میں بات کرتا ہے مولوی گناہگاروں کو دھتکارتے ہیں خواجہ اجمیر کے پاس ہندو بھی آئیں تو کچھ نہیں کہتے وہ گناہ سے نفرت کرتے ہیں گناہگار سے نہیں وہ مثل طیب ہیں اور طیب مریض سے نفرت نہیں کرتا مرض سے کرتا ہے۔<sup>۱۶</sup>

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک واقعہ ہمیں ملتا ہے کہ آپ کو پتہ چلا کہ شہر میں ایک طوائف نے اپنا کاروبار شروع کر رکھا ہے اور شہر کے نوجوانوں کو گمراہ کر رہی ہے آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے دروازے کے سامنے مصلیٰ بچھا کر بیٹھ گئے جب صبح سے شام تک کوئی شخص اس طوائف کے گھر نہ آیا تو اس نے خادمہ کو باہر بھیجا کہ دیکھ ماجرا کیا ہے؟ خادمہ نے جا کر بتایا کہ باہر آج ایک بزرگ بیٹھے ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ واپس جا رہے ہیں۔ طوائف نے آپ کو بلا بھیجا اور آنے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ لوگ تیرے پاس کیوں آتے ہیں؟ طوائف نے بتایا کہ یہی تو اس کی کمائی اور آمدنی کا ذریعہ ہے روزانہ جتنی آمدنی اس طوائف کو ہوتی تھی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں ایسی طوائف کو کی اور اسے کہا کہ اب تو میرے تصرف میں ہے جس طرح میں کہوں اس طرح کر۔ اب اسے بایزید بسطامی نے وضو کرنے کا کہا وضو کر کر مصلیٰ پر کھڑا کر دیا اور خود سجدے میں گر گئے کہ رب کریم یہاں تک لانا میرا کام تھا اور اسکے دل کو بدلنا تیرا کام ہے آپ کے اس طرز عمل نے طوائف کے دل کی دنیا کو بدل دیا۔

داعی کی دعوت کا عمل اس طرح خیر خواہی اور جذبہ محبت سے پر ہونا چاہیے تاکہ دلوں کی زمین کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو وہ اس پر اپنی تاثیر چھوڑے جبکہ آج کل معاملہ الٹ ہو چکا ہے آج کل ایک دوسرے کو کافر بنانے پر زور ہے جبکہ پہلے دور میں کافروں کو مسلمان بنانے پر محنت ہوتی تھی۔

## فاندر

پھر ڈر سناؤ۔ اگرچہ یہ ابتدائی دور کا کلام ہے مگر کفر و طاغوت کے خلاف حکم قیام مل گیا معلوم ہوا کہ ابتدائی دور میں بھی غفلت کا کوئی تصور نہیں یہ ممکن نہیں کہ

داعی عابد بھی ہو اور غافل بھی۔ جب تک قیام نہ ہو باطل سے ٹکرا جانے کا جذبہ نہ ہو دعوت حق نہیں دی جاسکتی۔

ایسا ماحول جس میں کفر و طاغوت، شرک، بت پرستی، ظلم و بربریت کا عالم ہو کوئی کسی سردار، کسی جاگیردار، سرمایہ دار کو دیکھ کر ڈر رہا ہو اور کوئی تلوار، گولی سے اور کوئی اپنی عزتوں اور مال کے لٹ جانے سے ڈر رہا ہو ایسے ماحول میں داعی کے لئے دین کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے پہلا قدم قیام ہے جس کی زبان حق کا کلمہ کہنے، جس کا دل حق کے تسلیم کرنے اور جس کی گردن حق کے لئے کٹنے اور باطل کے سامنے اکڑنے کی طاقت نہیں رکھتی وہ دین کا کلمہ بلند نہیں کر سکتا، آج الیہ یہ ہے کہ بدعت دین کا کام جن کے ذمے ہے وہ اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے سے عاجز ہیں مساجد میں امام خطیب کمیٹی و چندوں کے اسیر ہو گئے اور محتاج کر دیئے گئے جب سب کا گلا گھٹ گیا تو لا الہ الا اللہ کہاں سے بلند ہوتا؟ رہ گئی بڑی بڑی جماعتیں تو وہ مشرق و مغرب سے آنے والے سرمائے کی اسیر ہو گئیں اسلام کا کلمہ تو اس وقت بلند ہو گا جب استغنا کا یہ عالم ہو کہ اگر مشرق و مغرب کی ساری دولتیں بھی قدموں میں ڈال دی جائیں تو پھر بھی وہ کہے کہ یہ ساری دولتیں چھوڑی جاسکتی ہیں مگر کلمہ حق بلند کرنا نہیں چھوڑا جاسکتا یہی آقا ﷺ کی سنت ہے کہ جب کفار مکہ تمام تر ترغیبات لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے دعوت حق ترک کرنے کا کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دو تو تم مجھے دعوت حق سے باز نہیں رکھ سکتے۔ یہ قیام الحق ہے جو داعی کے لئے شرط اولین ہے۔ قیام کے بعد اگلا مرحلہ تنذیر یعنی ڈرانا ہے یہ بھی دو طرح کا ہے۔

## ۱- عامۃ الناس کو ڈرانا

ان لوگوں کو ڈرنا وجودین کو چھوڑ کر طاغوت کے غلام بن گئے نماز کا قبلہ تو کعبۃ اللہ کو رکھا مگر دل کا قبلہ کسی اور کو بنا دیا۔ جو دنیا میں بھٹک گئے آخرت اور اللہ کو بھول گئے انہیں ان کے انجام سے باخبر کرو کہ یہ راہ تباہی کی راہ ہے تباہی بر بادی اور ہلاکت کی راہ ہے۔ یہ ڈرانا نڈروں کو ڈرانا ہے۔

## ۲- عشاق کا ڈرانا

جو اللہ سے ڈرتے ہیں اسکی راہ میں ان کو بھی ڈرانا ہے کہ کہیں دل کسی غیر سے نہ لگالیں۔ جب دوستی کا دعویٰ اللہ سے ہو تو دل کا غیر سے لگانا کہاں جائز ہو سکتا ہے؟ عشاق کی زندگیاں اس امر کی گواہ ہیں۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بخار آگیا تو فرمایا کہ اللہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ پوچھا گیا کیوں؟ تو فرمایا کہ قرآن میں جنت کی نعمتوں کا ذکر آئے تو میرا دل للچا گیا۔ کہ کاش یہ مجھے مل جائیں۔ اللہ نے عتاب بھری نگاہ بھیجی کہ محبت کا دعویٰ ہم سے اور طلب جنت کی! محبوب ہمیں کہتی ہو اور مطلوب جنت کو بتاتی ہو: <sup>مطلب</sup>

جو میں سر بسجده ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا  
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں  
داعی کا دل خشک پتے کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ جس طرف ہوا چلے اڑا کر  
چلے جائے بلکہ دنیا کی راعنایوں میں الجھنے کی بجائے ایک ہی محبوب پر مستحکم ہونا چاہیے  
اگر غیر کی چاہ رکھی اور دعویٰ تعلق باللہ کا بھی ہو تا رہا تو یہ حق کی ناراضگی کا باعث ہوگا  
گویا داعی کو حق کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیے۔



وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر

(۱۶۵:۲) ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی

زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اہل حق کی رب ذوالجلال کے ساتھ یہی محبت ہے کہ جسکا اظہار روز محشر بھی ہوگا قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کافروں کے سامنے ان کے وہ بت پڑے ہوں گے جن کو وہ پوجتے تھے حکم ہوگا کہ ان بتوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے ان کافروں سے کہا جائے گا کہ تمہیں اگر ان بتوں سے محبت ہے تو تم بھی دوزخ میں کود جاؤ کافر کہیں گے کہ اے اللہ انہیں جلنے دے ہمیں معاف کر دے پھر ارشاد ہوگا ایں احبابی! مجھ سے محبت و عشق کرنے والے کہاں ہیں؟ کچھ خوش نصیب اٹھ کھڑے ہوں گے ارشاد ہوگا تم مجھ سے محبت کے دعویدار ہو تو دوزخ میں چھلانگ لگاؤ! وہ وجد کرتے ہوئے دوزخ میں چھلانگ لگادیں گے یہ اشد حبا للہ ہے جو بندے کو ہر اندیشہ سو دوزیاں سے مستغنی کر دیتا ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ  
وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(۱۶۲:۶) اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو

تمام جہانوں کا رب ہے۔

جب اس طرح عشاق الہی دوزخ میں قدم رکھیں گے تو دوزخ بھی ان کے لئے جنت بنا دی جائے گی تو داعی کو عبد دنیا یا عبد جنت بننے کی بجائے اللہ کی بندگی و طلب میں صادق بننے کی کوشش کرنا چاہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ حالت جذب میں آگ و پانی لئے جا رہی تھیں کسی نے پوچھا کہ ہر کا قصد ہے فرمایا آگ سے جنت کو جلانے اور پانی سے دوزخ کو بجھانے

رہی ہوں کہ لو جنت دوزخ کے رب کی بندگی کریں۔

## وربك فكبر

داعی کو رب کی بڑائی بلند کرنے والا ہونا چاہیے جس دن لمن الملك اليوم للہ الواحد القہار کی صدا بلند ہوگی اس دن ہر فرعون کی گردن کاٹ دی جائے گی سب تخت الٹ دیئے جائیں گے جھوٹی بڑائیوں کے بت توڑ دیئے جائیں گے داعی کو آگاہ ہونا چاہیے کہ بڑائی کا حقدار صرف اللہ ہے طاعت و کبریائی اسی اللہ کے لئے ہے کسی سے نہ ڈرو اللہ سے ڈرو دنیا کے بندے نہ بنو اللہ کے بندے بن جاؤ۔ آج ہم مسجد میں اللہ کے اور مسجد سے باہر لا تعداد خداؤں کے بندے بن گئے۔ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کی اطاعت اور شریعت محمدی سے دور کرنے وہ خدا ہے ان تمام خداؤں سے کٹ کر رب ذوالجلال کی کبریائی کے سامنے جھکنا اور اس کا اعلان و ابلاغ ہی داعی کے کردار کا شیوہ ہے۔

## و ثيابك فطهر

داعی کو چاہئے کہ وہ اپنے کردار و شخصیت اور قلب و باطن کے لباس کو پاک کرے یہ پاکیزگی تقویٰ و اطاعت اور عبادت و پیروی حق سے ملے گی رب کی بندگی کے پانی سے تعصب کی آلودگیوں کو پاک کرے اور یہ حال ہو کہ جدھر جھانکے نور ہی نور نظر آئے کہ ظاہر بھی پاک ہو باطن بھی پاک ہو۔<sup>۸</sup>

## والرجز فاهجر

اور (شرک کی) آلودگی سے دور رہو۔

اس پاکیزگی کے حصول کا طریق یہ ہے کہ ہر باطل سے جدا ہو جائے جو

معاشرہ اپنے آپ کو باطل سے جھوٹ غیبت خیانت سے، فتنہ و محاصل فتنہ سے شروا  
فساد اہل شر و فساد سے کلیتہً جدا نہیں کرتا تب تک تن من پاک نہ ہوگا جھوٹ و سچ کے  
درمیان سازگاری کا ماحول پیدا کر کے آج یہ رویہ ہو چکا ہے کہ  
چمن والو چمن میں یوں گزارا چاہئے باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی  
مگر یہ رویہ کہ چمن سے بھی تعلق رہے اور شیطان سے بھی دوستی تباہی کا  
رویہ ہے۔ اس سے نجات حاصل کئے بغیر تباہی سے باہر نہیں آسکتے۔

باطل دوئی پسند اور حق لا شریک ہے شرکت میان حق و باطل نہ کر قبول

### ولا تمنن تستکثر

”اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔“

داعی کو سراپا ایثار ہونا چاہئے۔ غریبوں پر احسان و ایثار داعی کا شیوہ ہونا چاہئے  
یہ عوام کے لئے ہے اور خواص کے لئے یہ کہ ہر لمحہ اللہ کی اطاعت میں رہیں رات کو  
جاگتے ہوئے سر کریں مگر اسے زیادہ نہ جانیں بڑی نیکیاں کریں مگر انہیں چھوٹا جانیں۔

### ولربك فاصبر

”اور اپنے رب کے لئے صبر کرو“

داعی کو راہ حق پر سراپا صبر ہونا چاہئے کہ جب دین کی راہ پر اخلاص سے سفر  
کرے گا تو مصائب و آلام اور دکھ ضرور آئیں گے۔ یہ راہ حق کی علامت ہے اگر باطل  
حق پر حملہ آور نہ ہو اور اس کی راہ میں مزاحم نہ ہو تو وہ کلمہ، کلمہ حق نہیں ہے۔ اس میں  
باطل کی ملاوٹ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اور (یہی نہیں بلکہ وہ) آپس میں ایک  
دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر (و)  
وَتَوَاصَوْ بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْ  
بِالصَّبْرِ (سورۃ العصر)

استقلال) کی تاکید کرتے رہے۔

گویا جب حق کا نام لیا جائے تو مرحلہ صبر ضرور آئے گا اور مرحلہ صبر بغیر مشکلات و آلام کے آنا بے معنی ہے۔ جس دعوت دین کی مخالفت نہ ہو ہندو، عیسائی، یہودی، منافق، فاجر و فاسق کی طرف سے بھی مخالفت و مزاحمت نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ دعوت حق خالص نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ دین کا کام خالص ہو اور اس کی مخالفت و مزاحمت نہ ہو۔ جب داعی راہ حق پر نکلتے ہیں تو صبر کا دامن تھام کر چلتے ہیں اور استقامت پر رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمتوں اور فتوحات کے دروازے کھول دیتا ہے۔

## دعوت پر استقامت کے ثمرات

دعوت کے باب میں اس امر پر سورہ حج (آیت ۶۶ تا ۶۹) کی روشنی میں بحث ہو چکی کہ مردہ قوموں کا احیاء عمل دعوت سے ہو گا۔ گویا دعوت کے اندر اللہ نے قوموں کی زندگی اور بقا کا راز رکھا ہے مگر وہ دعوت جو مبنی بر منک ہو اور اس میں جان و مال کی قربانی شامل ہو اور داعی بھی اس کردار سے متصف ہو جس کا نصاب سورہ مزمل اور سورہ مدثر کی روشنی میں بیان کیا گیا کہ دین کی اقامت، غلبہ و تمکن اور تبلیغ کا کام کرنے والے دعوت کے ساتھ جانی و مالی قربانی بھی دیں اور داعی کے فعال کردار سے متصف بھی ہوں تو ان کی دعوت قوموں کی زندگی کی ضمانت بنے گی۔

دعوت پر استقامت کے ثمرات کو سورہ حم السجدہ ”۴۱“ میں بیان کیا گیا۔

ارشاد ربانی ہے:

بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ

إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ

ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر)

اسْتَقَامُوا تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (جو)

أَلَّا تَخَافُوا وَ لَا تَحْزَنُوا وَ

أَبَشِرُوا بِأَجْنَةِ الَّتِي كُنْتُمْ  
تُوْعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاكُمْ فِي  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ وَ  
لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَ  
لَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۝ فُزُلًا مِّنْ  
عَفْوٍ رَّحِيمٍ ۝

(۳۱:۳۰-۳۲)

ان سے کہتے ہیں) کہ تم مت ڈرو۔ اور  
غم نہ کھاؤ (تم اللہ سے ڈرتے رہے اللہ  
تم سے راضی ہوا) اور تم جنت کی  
خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا  
تھا۔ اور ہم تمہارے دنیا میں رفیق ہیں  
اور آخرت میں (بھی تمہارے رفیق  
رہیں گے) اور تمہارے لئے وہاں وہ  
سب موجود ہے جو تمہارا جی چاہے اور  
تمہارے لئے وہ سب بھی جو تم مانگو  
موجود ہے۔ (جن کی نظر کے سامنے  
اللہ ہی اللہ ہے جو اللہ کے ہو گئے اللہ  
ہی کے ہو کر رہے۔  
انہیں جنت نگاہ اور تسکین قلب دنیا ہی  
میں حاصل ہو گئی وہ مقام قرب و رضا  
دنیا ہی میں پا گئے۔ یہ مہمانی ہے بخشنے  
والے، رحم فرمانے والے (پروردگار)  
کی طرف سے (یہ اس کا کرم ہے کہ  
اپنے بندوں کو اپنا مہمان بناتا اور  
مہمانوں کی سی نوازشیں فرماتا ہے)۔

ان آیاتِ مبارکہ میں دعوت پر استقامت کے درج ذیل ثمرات بیان کئے گئے ہیں۔

۱- نزولِ ملائکہ

۲- خوف سے نجات

۳- حزن سے نجات

۴- جنت کی بشارت

۵- دنیا و آخرت میں ملائکہ کی معیت

۶- مدعا کا عطا کیا جانا

۷- رب ذوالجلال کی مہربانی

مگر ان عظیم ثمرات کے عطا کئے جانے کے ساتھ ہی آیت نمبر ۳۰ اور ۳۳ تا ۳۵ میں ان بنیادی شرائط کا تذکرہ بھی کر دیا گیا جو ان ثمرات کو حاصل کرنے کے لئے اولین تقاضوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ۝

اور اس سے بہتر کس کا قول ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود) عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اور (اے حبیب ﷺ!) بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ (آپ حسب معمول لوگوں کی سختی اور برائی کو اپنے) نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے تو جس شخص میں اور آپ میں دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا ایک ولی دوست اور (یہ رفعت) یہ بات انہی کو نصیب

(۳۱: ۳۳-۳۵)

ہوتی ہے جو تحمل سے کام لیتے ہیں اور  
یہ بات انہی کو نصیب ہوتی ہے جو  
بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں

ان آیات مبارکہ میں ثمرات مذکورہ کے حصول کے لئے درج ذیل بنیادی  
تقاضوں کو شرائط بیان کیا گیا۔

- |                      |                           |                  |
|----------------------|---------------------------|------------------|
| ۱- اعلان توحید       | ۲- استقامت بر توحید       | ۳- دعوت الی اللہ |
| ۴- عمل صالح          | ۵- برائی کو نیکی سے مٹانا | ۶- صبر           |
| ۷- صاحب حظ عظیم ہونا |                           |                  |

### ۱- توحید کا اقرار و اعلان

آیت نمبر ۳۰ میں اس کا ذکر فرمایا کہ انعامات الہیہ کے مستحق وہ لوگ ہیں جو  
کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت کے ساتھ ڈٹ جاتے ہیں۔ یہاں  
یہ بات قابل غور ہے کہ یہ کلمہ کہ ربنا اللہ تو فاسق و فاجر بھی کہتے ہیں تو اس کلمہ کے  
کہنے کی وہ کونسی خصوصیت ہے جو مقربان بارگاہ الہی کو عامۃ الناس سے ممتاز کرتی ہے وہ  
خصوصیت یہ ہے کہ اہل حق توحید کو اپنے قلب و باطن میں جاگزیں کر لیتے ہیں یعنی  
جن کے قلوب میں توحید روح و جان کی طرح موجود ہے۔ ہماری توحید زبان تک ہے،  
علم والوں کی توحید مناظروں اور مجادلوں تک ہے۔ عام مسلمانوں نے توحید کو کلمہ میں  
بدل دیا ہے حالانکہ اصل توحید کی شان تو یہ ہے کہ:

اسی سے ٹوٹ سکتا تھا یہ طلسم رنگ و بو  
یہی توحید تھی جسے نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا  
(اقبال)

اصل توحید تو یہ ہے کہ من و روح اور قلب کی گہرائیوں اور انگ انگ سے یہ آواز نکلے کہ میرا رب اللہ ہے۔ من کے تار بولیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ ساز و سوز زندگی چھڑ جائے اور توحید بندے کے قلب و باطن کی کیفیت بن جائے۔ اس پر محنت ہونی چاہئے۔ اصل توحید توحید قالی نہیں توحید حالی ہے، نور توحید اندر روح میں جائے جب اندر سے آواز آتی ہے تو توحید ایک نور بن جاتی ہے اور اندر جھانکنے سے وہ نظر آتا ہے۔ یہ توحید بندے کو ماسوا اللہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے  
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے  
داعی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر توحید کو متمکن کرے،  
توحید صرف ایک عقیدہ نہیں بلکہ ایک انداز زندگی ہے مثلاً شادی کی رسموں میں باطل  
کو رد کرنا اور اللہ و رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنا توحید ہے یعنی جس کو آقا و مولیٰ  
مان لیا زندگی پر اب اس کا ہی حکم چلے گا۔ برادری، بیوی، اہل خانہ، مالدار لوگ، چاہے  
کچھ کہے مگر یہ اللہ کے حکم پر ترجیح حاصل نہ کر سکیں گے کہ توحید پوچھتی ہے کہ اے  
بندے ان بتوں کو پوجنا ہے یا اللہ کو پوجنا ہے۔ آج مسلم معاشرے نے اللہ کو صرف  
مسجد میں سجا کر رکھا ہوا ہے۔

غرض یہ کہ توحید ایک انداز زندگی ہی نہیں بلکہ انسان کے ذوق، خواہشات  
میں بھی توحید کو دخل ہے کہ انہیں اللہ کی رضا کے تابع کر دیا جائے۔ اگر یہ سوچ  
زندگی میں داخل ہو گئی تو زندگی میں توحید آگئی۔ خوشی، ناراضگی، فکر و عمل کی پوری  
زندگی ایک سوچ کے تابع ہو جائے کہ ان الحکم الا للہ تو یہ توحید ہے رسول کا حکم  
بھی اللہ کا بھی ہے وما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہکم عنہ فانتھوا



یہی پیمانہ توحید ہے۔ آج یہ توحید سننے کو ملتی ہے نہ برتنے کو ملتی ہے اور جو لوگ اس توحید کو عمل میں لائیں وہ توحید کو چکھ لیں گے۔ اس کا ذائقہ و سرور ان کو حاصل ہو گا جس کے من میں توحید آجائے وہ بندہ بھی یکتا و نرالا ہو جاتا ہے۔ وہ بندہ مقام بندگی پر اس کی شان یکتائی کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہاں سے زندگی کے بننے کا آغاز ہوتا ہے۔ داعی اگر قرآن کا قاری بھی ہو، دعوت کی تحریک و جدوجہد اور اس کے جملہ مراحل کا علم بھی رکھتا ہو مگر اس کے ذوق، مزاج، طور طریقے، برتاؤ، اخلاق، میل ملاپ اور نشست و برخاست میں سرے سے تبدیلی ہی نہ آئے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی دینی تحریک سے متاثر نہیں۔ دونوں دنیا داری میں ایک جیسے ہیں۔ جب مشن اور دعوت کا کام صرف قال تک ہی رہ جائے تو اس سے بڑی منافقت نہیں۔ یہودیوں کے اسی عیب کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا:

اتَّامِرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ  
 أَنْفُسَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ  
 أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا حکم  
 دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے  
 ہو حالانکہ تم (اللہ کی) کتاب (بھی)

پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سوچتے؟ (۴۴:۲)

داعی کو چاہئے کہ اپنے دل، اخلاق، معاملات کو بدلے، اپنے اقوال، افعال اور انداز اطوار کو بدلے، اگر زبان رحمن کے ساتھ اور باقی معاملات شیطان کے ساتھ رہیں تو یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ اس تصور کے ساتھ جب داعی ربنا اللہ کہے گا تو اس کے اخلاق، معاملات اور زندگی کا ہر جزو ربنا اللہ پکارے گا جس طرح مرغی اپنے بچوں پر پروں کو لے کر چھا جاتی ہے اس طرح جب ساری زندگی ایک اللہ کی رضا کے تابع ہو گئی تو اسے توحید مل گئی۔

کچھ لوگوں نے توحید کو مجادلہ اور جھگڑا بنا لیا۔ کچھ نے توحید کا تذکرہ کرنا ہی

چھوڑ دیا۔ اگر صوفیاء کو دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تصوف سارا توحید ہے۔ اولیاء سے بڑے موحد انبیاء تھے۔ سارے تصوف میں توحید ہی کے تذکرے ہیں۔ جب اس طرح توحید اپنی روح کے ساتھ بندے میں آجائے تو اسے کوئی توڑ مروڑ نہیں سکتا کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد جو کر دیتا ہے۔ آج معاشرے شرک کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں مگر ہم نے مسجدوں کا نام توحید یہ مسجد رکھا ہوا ہے۔ توحید کو مسجدوں تک نہیں بلکہ زندگی تک لانے کی ضرورت ہے۔ یوں نظام زندگی کا ایک اللہ کے سپرد ہو جانا توحید ہے۔ توحید کو داعی نے اپنے اپنی زندگی میں متمکن کرنا ہے۔

## ۲- استقامت

ارشاد فرمایا تم استقامت کو دعویٰ توحید کے بعد اس پر قائم ہو گئے۔ عام حالات میں قائم رہنا استقامت نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب مشکلات آئیں حالات انسان کو ڈگمگانے لگیں، کہیں حرص و لالچ، کہیں خوف و نقصان، کہیں مال و جان اور اولاد کو نقصان کا خطرہ اور کہیں مفادات درپیش ہوں اس وقت قائم رہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ  
الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَ  
الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ  
الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ  
رَاجِعُونَ ۝

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور (اے حبیب ﷺ!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم بھی اللہ ہی کا

(مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف  
پلٹ کر جانے والے ہیں۔

یعنی استقامت یہ ہے کہ جب ڈمگمانے کے حالات پیدا ہوں ان حالات میں  
بھی جو توحید پر قائم رہیں ان کو صاحبان استقامت کہیں گے۔ ہمارا معاملہ برعکس ہے۔  
اگر حالات موافق رہیں، ماحول سازگار رہے، کام بنا رہے تو قدرے استقامت رہتی  
ہے۔ جب حالات خراب ہوتے ہیں، مصائب و آلام کی آندھیاں چلتی ہیں، جہاں  
استقامت کی ضرورت ہوتی ہے وہیں ہمارے قدم ڈمگمانے جاتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي  
خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ  
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا  
بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝  
(۱۰۳:۱-۳)

قسم ہے زمانہ کی۔ یقیناً انسان خسارے  
میں رہا (کہ کسبِ سعادت اور کسبِ  
فیض سے محروم رہا۔ یہ آخری دور پایا  
اور ایمان نہ لایا) مگر (اس ناقابلِ تلافی  
نقصان سے وہی محفوظ رہے) جو (خدا  
اور خدا کے رسول پر) ایمان لائے اور  
(ایمان ہی پر اکتفاء نہ کی بلکہ) نیک  
عمل کئے اور (یہی نہیں بلکہ وہ) آپس  
میں ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور  
صبر (و استقلال) کی تاکید کرتے  
رہے۔

یعنی خسارے سے وہی انسان بچتے ہیں جو حق کہنے کے بعد صبر کے ساتھ  
ثابت قدم رہیں۔ حق اور صبر کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مشکل حالات میں ہی تو  
استقامت ہوتی ہے اور ہم مشکل حالات میں ہی استقامت چھوڑ دیتے ہیں کہ پوری

زندگی ہی نیکی میں گزار دی۔ اب حالات قابو سے نکل گئے۔ اب ہی تو وقت تھا استقامت کا مگر عملی زندگی میں آج ہمارا معاملہ الٹ ہو چکا۔ تو داعی کو اپنے دعویٰ توحید پر قائم ہونا چاہئے تاکہ اس کی دعوت توحید موثر ثابت ہو سکے۔

### ۳- دعوت الی اللہ

توحید اور اس پر استقامت کے بیان کے بعد دعوت الی اللہ کا تذکرہ فرمایا گیا کہ جب تک معاشرے کا ہر فرد داعی نہیں بنے گا مردہ قوم زندہ نہ ہو سکے گی۔ انحطاط و زوال کے اثرات کے تحت اجتماعی سطح پر موت واقع ہو چکی ہے یا معاشرہ موت کے اثرات کی زد میں ہے۔ ایسے حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہر شخص داعی بن کر کھڑا ہو جائے اور آقائے دو جہاں ﷺ کی سنت دعوت کو زندہ کرنے والا بن جائے کہ قوموں کی زندگی دعوت کے عمل کے دم سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً وَ  
قُودَهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا  
مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ  
اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا  
يُؤْمَرُونَ ۝

(کسی صورت بھی) نافرمانی نہیں (۶:۶۶)

کرتے اور (نہ احکام کی بجا آوری میں کسی قسم کا تساہل کرتے ہیں بلکہ) جو بھی حکم دیا جائے اسے (فوراً) بجالاتے

ہیں۔

سب سے پہلے دعوت کا مخاطب داعی خود ہے کہ وہ خود اپنا جائزہ لے کہ وہ دین سے کتنا دور ہو چکا ہے۔ اس کے اندر کتنے اندھیرے اور تاریکیاں آچکی ہیں۔ اس حال میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں کس طرح جائے گا۔ پھر داعی اپنے گھر اور اپنے معاشرے پر محنت کرے۔

مگر ہم نے اپنے تصور دعوت سے پہلے دونوں عناصر کو نکال دیا ہے۔ ہماری دعوت اوروں سے شروع ہوتی ہے۔ جب بنیاد ہی نہ رہی تو عمارت کس طرح کھڑی ہو گی۔ اگر داعی انقلاب لانا چاہتا ہے تو وہ اپنے من اور اپنے گھر میں انقلاب پھا کرے۔ دعوت کے عمل کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔ ہماری پوری زندگی دعوت کے عمل سے عبارت ہے اور آخر تک اس عمل کا کوئی اختتام نہیں۔

ومن احسن قولا ممن دعا الى الله فرما كراس حقيقت کی تشریح کر دی کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والے ساری نعمتوں حتیٰ کہ نعمت والے کے حقدار بن گئے کہ باقی سب رد کر کے فرمایا کہ سب سے اچھی بات اس کی ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور داعی کے لئے میدان عمل کی کوئی پابندی نہیں۔ گھر، دفتر، دکان، کھیت، کھلیان ہر جگہ داعی اپنے کار دنیا کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کرے۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے کہ لوگو! تباہی کی طرف نہ جاؤ بربادی کی طرف نہ بڑھو۔ اللہ کی طرف بڑھو کہ یہی راہِ فلاح ہے۔

### ۴۔ عمل صالح

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کو عمل صالح سے آراستہ کرے کہ یہ مستحسن نہیں کہ داعی اوروں کو تو عمل صالح کی دعوت دے مگر وہ خود صالح نہ ہو۔ عمل صالح کے ذکر کے ساتھ متصل فرمایا اننی من المسلمین کہ بندگی سچی

بندگی و مسلمانی پر قائم رہنا دعوت کے لئے ضروری ہے کہ وہ امت مسلمہ کے تشخص کو اجاگر کرے۔ اسی کی دعوت کارگر ہوگی جو کسی فرقے، مسلک کا نہیں پوری امت کی فکر کرے گا۔ حضور ﷺ نے صرف عرب کا فکر نہیں کیا بلکہ پوری نوع انسانیت کا فکر کیا حتیٰ کہ جنہوں نے پتھروں اور نیزوں کی بارش کی آپ ﷺ نے ان دشمنوں کے لئے بھی ہدایت طلب کی۔

دوستاں را کجا کنی محروم  
تو کہ بادشمنان نظر داری  
حتیٰ کہ جب آپ ﷺ پر مظالم کی انتہاء ہو گئی تو ظالموں کے لئے بددعا کرنے کی بجائے فرمایا:

انما بعثت رحمة و لم ابعث  
لعانا  
میں رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں،  
دھتکارنے والا، تباہ کرنے والا بنا کر  
(الحديث) نہیں بھیجا گیا۔

طائف میں جب کفار نے آپ ﷺ پر مظالم کی انتہاء کر دی تو حاضر خدمت ہونے والے فرشتوں سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتو! ابھی میرے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا جنہوں نے پتھر مارے انہوں نے مجھے پہچانا نہیں، یہ نہ سہی ان کی اگلی نسلیں ایمان لائیں گی۔

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمل صالح سے آراستہ ہو، پوری امت کی فکر رکھنے والا ہو کہ عالمی سطح پر اسلام کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

## ۵- دفع سیئة بالحسنة

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ برائی کو اپنے حسن کردار اور بھلائی سے دور

کرے۔ داعی کا اتنا حوصلہ اور ظرف ہو کہ اس کا اپنا مستقل کردار ہو، ہر وقت دوسروں کو بدنام کرنا ان کی برائیاں دہرانے میں لگا رہنا دراصل اپنے لئے برائیاں کمانا ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہاری بھلائیاں طاقتوں ہوگی تو وہ ان کی برائیوں کو ختم کر دیں گی، اس لئے کہا

Blood can not be washed by blood. گیا ہے

کہ برائی کا خاتمہ برائی سے نہیں کیا جاسکتا۔ اگر برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے تو برائی کا اثر خود بخود مٹ جائے گا اور یہی داعی کا شیوہ ہونا چاہئے۔

۶- صبر

ارشاد فرمایا:

وما یلقھا الا الذین صبروا کہ یہ سب کچھ صبر سے ملتا ہے، بے صبری سے نہیں کہ یہ راہ جو عظمت و استقامت اور ثمرات کی راہ ہے اس پر چلنا صرف اور صرف صبر سے ہی ممکن ہے۔ داعی کو چاہئے کہ کسی حال میں بھی وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ
قدمی میں (دشمن سے بھی) زیادہ	صَابِرُوا وَ رَابِطُوا وَ اتَّقُوا اللَّهَ
محنت کرو اور (جہاد کے لئے) خوب	لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝
مستعد رہو اور (ہمیشہ) اللہ کا قوی	(۲۰۰:۳)
قائم رکھو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔	

۷- ذو حظ عظیم

ارشاد فرمایا: وما یلقھا الا ذو حظ عظیم یعنی اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا یعنی یہ سب کچھ اسے ہی عطا ہوتا ہے جو خوش نصیب ہو کہ اگر داعی مذکورہ

بالا اوصاف کو اپنالے تو یہ اس کے ذوقِ عظیم ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی کو یہ سب کچھ عطا و وہب کے طور پر مل جائے تو اسے دیکھ کر حسد نہ کریں بلکہ صبر کریں کہ یہ نعمتِ عظمیٰ کچھ کو تو حصہ کے طور پر مل گئی، جن کا مقدر نہ تھا وہ صبر کریں۔ اگر صبر پر قائم رہے تو انہیں بھی اللہ کی عطا سے مل جائے گا کہ وہ جس پر چاہے بے حساب عطا کرتا ہے۔ جن کا حصہ مقدر نہیں ان کا طریق یہ ہے کہ وہ صبر کی راہ اختیار کریں۔ استقامت سے اس پر قائم رہنے سے ان کا دامن مراد بھی بھر جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے نعمت ہر ایک کے لئے کھلی ہے۔ بندوں پر انحصار ہے کہ وہ کس حد تک اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرتے ہیں۔ ان کے بعد اب ان ثمرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو توحید و دعوت پر استقامت اختیار کرنے والوں کو عطا ہوتے ہیں۔

### ۱- نزول ملائکہ

جب بندہ (داعی) صاحب توحید و استقامت بن جائے تو اس پر فرشتے اترتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جس مجلس میں اللہ کا ذکر ہو ملائکہ اس کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور آسمانوں تک اس جگہ کو بھر دیتے ہیں۔ تہجد کے عادی لوگ ملائکہ کے اڑنے کی آوازیں بھی سنتے ہیں۔ یہ باتیں ان لوگوں کے لئے مشکل اور ناقابل فہم ہیں جو اس راہ کے مسافر نہیں ہیں۔ جب بندے پر ملائکہ اترنے شروع ہو جائیں تو اسے ایک الہامی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ روپائے صادقہ کی صورت میں اور عالم بیداری میں الہام والقا کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔

### ۲، ۳- خوف و حزن سے نجات

جب ملائکہ اصحاب توحید و دعوت پر اترتے ہیں تو الہامی کیفیت میں ان



پر اتر کر الہام کرتے ہیں کہ بے خوف ہو جاؤ یعنی داعی کو بے خوفی کی کیفیت نصیب ہو جاتی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا سامنے آ جائے اس کا دل اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ استقامت نزول ملائکہ کا باعث بنتی ہے اور نزول ملائکہ بے خوفی اور عدم حزن یعنی حوصلہ مندی دیتی ہے۔ داعی میں یہ دو خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی صاحب دعوت کو بے خوف دیکھو اور وہ عدم حزن کی کیفیت رکھتا ہو اور حوصلہ مند ہو تو یہ دو علامتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس پر ملائکہ اتر رہے ہیں۔

وہی لوگ منزل کو پاتے ہیں جو اللہ کے سوا سب سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔ حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ بے خوف ہونا قلب کی کیفیت ہے۔ تدبیر ذمہ داری ہے تاہم بھروسہ اس اہتمام پر نہ ہو تو کل اللہ پر ہو جیسا ماحول معاشرہ ہو ویسی حفاظت کی تدبیریں اختیار کرو۔ قیمتی اشیاء کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بے خوفی کا مطلب ترک تدبیر نہیں ہے، تدبیر کرنا فرائض و واجبات میں سے ہے مگر توکل اللہ پر رہے۔ اس سے حوصلہ مندی اور بے خوفی پیدا ہو گی جو دعوت والوں کا تقاضا ہے۔

اور کتنے ہی انبیاء ایسے ہوئے جنہوں نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے (اولیاء) بھی شریک ہوئے، تو نہ انہوں نے ان مصیبتوں کے باعث جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں ہمت ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ وہ جھکے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَكَأَيُّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رَبُّهُ  
كَثِيرًا فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا  
اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝  
(۱۴۶:۳)

گویا راہ کے مصائب کو خاطر میں نہ لانا اور سرعت و جرات سے اللہ پر توکل کرتے ہوئے استقامت کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہنے والے صابر اللہ کو بہت پیارے ہیں۔

#### ۴۔ جنت کی بشارت

اترنے والے فرشتے یہ بھی القاء کرتے ہیں کہ تمہیں جنت کی خوشخبری ہو یعنی صاحب استقامت اہل ایمان پر اترنے والے فرشتے انہیں دنیا و آخرت کی خوشخبریاں دیتے ہیں۔

ان کے لئے دنیا کی زندگی میں (بھی  
عزت و مقبولیت کی) بشارت ہے اور  
آخرت میں (بھی مغفرت و شفاعت  
کی، یا دنیا میں بھی نیک خواہوں کی  
صورت میں پاکیزہ روحانی مشاہدات  
ہیں اور آخرت میں بھی حسن مطلق  
کے جلوے اور دیدار) اللہ کے فرمان  
بدلا نہیں کرتے، یہی وہ عظیم کامیابی

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ  
فِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَةِ اللَّهِ  
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

(۶۴:۱۰)

ہے۔

#### ۵۔ دنیا و آخرت میں فرشتوں کی دوستی

صاحب استقامت امین حق کے لئے ملائکہ کو دنیا و آخرت کا رفیق بنا دیا جاتا ہے کہ تم قرآن کے مشن کے رفیق بنے۔ دعوت توحید پر استقامت سے قائم رہے، بے خوف بے غم ہو کر سراپا توکل بن کر راہ حق کے مسافر بنے تو دنیا و آخرت میں

ملائکہ کو تمہارا رفیق بنا دیا جائے گا۔ اس پیکرِ خاکی کی عظمت کا کیا عالم ہو گا جسے فرشتے آ کر کہیں کہ ہم تمہارے رفیق ہیں۔ اقامتِ دین کے مشن کا سچا رفیق بن جانا دراصل زندگی بھر کو اعتکاف میں بدل دینا ہے اور یہ استقامتِ ملائکہ کی رفاقت کی نعمت سے بہرہ ور کرتی ہے۔

## ۶- اخروی انعامات

دنیا میں عطاء کئے جانے والے ثمرات کے بعد اخروی انعامات کا تذکرہ فرمایا کہ آخرت میں اہل ایمان کو جنتِ عطا کی جائے گی اور اس میں ان کے لئے وہ سب کچھ ہو گا جس کو ان کا دل چاہے گا اور جو کچھ وہ طلب کریں گے۔ یہ ایک جامع بشارت دی گئی کہ ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق وہاں عطا کیا جائے گا۔ اہل عبادت کو تو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی مگر اہل محبت کو خود جنت والا ملے گا کہ کچھ لوگ اجرت کے طالب ہوتے ہیں اور کچھ قربت کے، طالبانِ قربت کو کیا ملے گا اس کا تذکرہ اگلی آیت مبارکہ میں فرمایا۔

## ۷- نزلا من غفور الرحیم

اہل محبت کو اللہ تعالیٰ اپنی قربت سے نوازے گا اور ان کی اپنی شانِ کریمی سے خود میزبانی فرمائے گا۔

یہ تمام ثمرات و انعامات انہی کا نصیب ہوں گے جو دعویٰ توحید میں صادق اور صاحبِ استقامت ہوں گے اور دعوتِ الی اللہ کے راستے پر زندگی بھر کار بند رہنے والے ہوں گے۔



## حواشی

### (باب سوم)

۱۔ خود ذات نبوت ﷺ کے منصب کو قرآن نے یوں بیان کیا۔

داعیا الی اللہ باذنه و سراجا منیرا (۳۳: ۴۶)

قرآن حکیم میں مضمون دعوت کم و بیش ۲۰۰ مقامات پر آیا ہے، اہم

مقامات: ۳: ۲۳، ۲۶، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰

دعوت کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔

i۔ قرآنی فلسفہ تبلیغ۔ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ii۔ دعوت کا انقلابی طریقہ کار۔ پروفیسر محمد رفیق

۲۔ اللہ تعالیٰ کے پورے نظام میں ایک وحدت ہے کہ جو مرحلے اور

اصول نباتات کی زندگی میں ملتے ہیں وہ جمادات میں بھی ملیں گے

اس طرح انسانی زندگی کے جو اصول ہیں ان کا انطباق حیوانی زندگی پر

بھی ہوگا۔ گویا یہ باری تعالیٰ کے نظام قدرت میں ایک ہمہ گیر کائناتی

وحدت کی آئینہ داری ہے۔ جو اللہ کی وحدت پر دلالت کرتا ہے۔

انسان کا بچپن سے بڑھاپے تک پہنچنا۔ پودوں کا پیدا ہونا حتیٰ کہ مرجھا

جانا، انسانی، حیوانی، نباتاتی و جماداتی زندگی ہر سطح پر ایک ہی طرح کے

اصول کار فرما نظر آئیں گے۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں

انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

یہاں یہ مغالطہ پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ ان آیات کا موضوع تو انفرادی زندگی نہیں ہے بلکہ اسکا اطلاق اجتماعی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکے گا۔ کما قال اللہ تعالیٰ

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم الیہ ترجعون (۲۸:۲)

یہاں انسانی زندگی کے ۵ مراحل بیان ہوئے جن کا اطلاق انفرادی و اجتماعی سطح پر یکساں طرح ہوتا ہے۔ اس لئے یہ وضاحت قرآنی Relevance میں ہوگی کہ انفرادی سطح پر بیان کی گئی حقیقتوں کا اطلاق اجتماعی سطح پر بھی ہو۔ اس طرح آیہ ان

اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (۱۱:۱۳)

کا اطلاق بھی انفرادی و اجتماعی دونوں سطحوں پر ہوگا۔

اب اس آیت کریمہ پر غور کریں:

و هو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ان الانسان لکفور (۶۶:۲۲)

یعنی وہ رب جس نے تمہیں پہلے زندہ کیا پھر موت سے آشنا کیا اور اب تمہیں دوبارہ زندگی عطا کر سکتا ہے۔ وہ زوال زدہ اقوام کو دوبارہ عروج آشنا بھی کر سکتا ہے مگر انسان ناشکر ہے کہ پہلی بار زندگی ملنے پر زندہ قوموں کی صف میں شامل ہوتے ہی انسانی معاشرہ اللہ کے احکام کا تارک ہو گیا اور حیات افروز الوہی ضوابط ترک کر کے معصیت اختیار کر لی جس سے اسکی زندگی موت سے بدلنے لگی اور اس سے وہ مایوسی کا شکار ہو اس مایوسی کو ناشکری (کفران) کہا جا رہا

ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر مذکور ہے:

انہ لا یانس من روح اللہ الا القوم الکافرون (۸۷:۱۲)  
 یعنی مایوسی کفر، کفران اور ناشکری ہے۔ ناشکرا نہیں بننا چاہیے عروج و  
 زوال کے حالات قوموں کی زندگی میں آتے ہیں۔ وہ صرف الوہی  
 ضوابط کی پابندی سے ہی بام عروج پر فائز رہ سکتے ہیں۔  
 مذکورہ آیت مبارکہ (۶۶:۳۳) میں آقا ﷺ کے درج ذیل  
 مناصب کا تذکرہ ہوا:

۴۔

۱۔ رسالت۔ ۲۔ شاہدیت ۳۔ مبشریت

۴۔ نذیریت ۵۔ داعیت ۶۔ سر اجا ۷۔ منیر

جہاں یہ اوصاف آپ کی عظمت کو بیان کرتے ہیں اور دعوت حق  
 کیلئے اساسی نصاب واضح کرتے ہیں وہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ  
 ان سارے اوصاف کے بیان کے دوران سارے بیان کا مرکزی نکتہ  
 ذات نبوی ﷺ ہے۔ گویا داعی کے طرز عمل کی شان یہ ہونی چاہیے  
 کہ:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے  
 دھر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے  
 مذکورہ مناسب نبوت کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

مومن کون ہے؟ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

دیگر: ۲: ۱۵۱: ۲: ۱۲۹: ۳: ۱۶۴: ۲: ۶۲

۵۔

ترتیب کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

۶۔

۱۔ رب العلمین۔۔۔ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ii۔ تربیت کا قرآنی منہاج از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۷۔ یعنی علمك مالم تكن تعلم (۱۱۳:۴) کے ذریعے آقائے رب سے تربیت پائی اور وبعلمکم مالم تكونوا تعلمون (۱۵۱:۲) کے ذریعے امت نے آقا سے تربیت پائی۔

۸۔ منزل چادر کو کہتے ہیں۔ تربیت رنگ حاصل کرنا ہے۔ (۱۳۸:۲) تو چادر کا ذکر کیا کہ جس طرح چادر کو رنگ لیا جاتا ہے سورۃ منزل کے نصاب کو اپنا کر داعین حق اپنے آپ کو رنگ لیں۔

۹۔ اردو ترجمہ:

کئی رب کے وصل کے انتظار میں جاگ رہے ہیں کئی جاگنے کی اہمیت سے غافل اور کئی ایسے ہیں جو جاگنے کے ادب سے محروم ہیں ادب سے محروم بیداروں کا بیدار رہنا نہ رہنا برابر ہے۔ مگر کئی خوش نصیب ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ ظاہر جاگ نہ بھی رہے ہوں تو بھی وہ اپنے رب کے حضور حاضر اور وا ذکر ربک اذا انیسیت کا پیکر بنے ہوتے ہیں۔

۱۰۔ بقول اقبال:

مقام بندگی دیگر مقام عاشقی  
زنوی سجدہ می خواہی، زخاکی بیش ازاں خواہی  
مس خامے کردارم از محبت کیمیا سازم  
کہ فردا چوں رسم پیش تو از من ارماغاں خواہی

(زبور عجم)

۱۱۔ قیام اللیل کی اہمیت قرآن حکیم میں کئی مقامات پر اجاگر کی گئی ہے چنانچہ

مقامات:

۳:۳۳'۱۱'۱۱۳'۱۷:۷۸:۱۳۰

۳۹:۳۱'۹:۳۸:۵۰:۴۰ ودیگر مقامات

۱۲- ہویا فنا فی الشیخ ایہہ طالب مرشد وچ سما یا  
لا الہ دی پھیر بہاری الا اللہ گھر آیا  
(عارف کھڑی میاں محمد بخش)

۱۳- ذکر کی تفصیل کیلئے: ذکر الہی از ڈاکٹر محمد طاہر القادری  
بقول اقبال:

نہ در اندیشہ من کارزار کفر و ایمانے  
نہ در جان غم اندوزم ہوائے باغ رضوانے  
اگر کاوی در و نم را خیال خویش راپابی  
پریشان جلوہ چوں ماہتاب اندر بیابانے  
(زبور عجم)

۱۴- توکل کے حوالے سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ارکان ایمان۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۵- لیس 'طہ' منزل 'مدثر اور کئی دیگر حوالہ جات قرآنی اس کی دلیل ہیں۔

۱۶- اس حوالے سے قائد انقلاب کی زندگی کا ایک واقعہ عملی طور پر پیش

کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ دوران طالب علمی ایک نوجوان کو فہم دین

کے سلسلہ میں ایک عالم دین کے پاس لے گئے تو انہوں نے اس

نوجوان کی مخلق اللحمیہ وغیر متشرع ہونے کا طعنہ دیا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ

نوجوان ہمیشہ کے لئے دینی حلقوں سے دور ہو گیا۔



۱۷- ۱۸:۲۸، ۲۵:۲۳، ۳۵:۲۳ میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے

۱۸- یہ تب ممکن ہے جب داعی کا تن و من سراپا ذکر و اطاعت بن جائے:

اندر ہوتے باہر ہو ایدم ہو دے نال جلیندا ہو

ہو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سٹریندا ہو

جتھے ہو کرے رشنائی چھوڑ اندھیرا دیندا ہو

میں قربان تنہاں توں باہر جہڑا ہونوں صحی کریندا ہو

(سلطان باہو)

۱۸(الف) استقامت کے حوالے سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ایمان اور اسلام دو عملی تصورات ازڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۹- یہاں سے پتہ چلا کہ ملائکہ کا آنا انبیاء کیساتھ خاص نہیں بلکہ امتوں

سے بھی جو صاحبان استقامت ہوں گے ان پر ملائکہ اترتے ہیں۔

فرق یہ ہے کہ انبیاء پر فرشتوں اور جبریل امین کا آنا وحی کی غرض سے

اور انکی نبوت کی شان کے لائق ہوگا اور غیر انبیاء کے پاس فرشتے

بغرض وحی نہیں آتے۔ بلکہ ان کی شان و مرتبہ کے مطابق ہوگا۔ جو

انبیاء سے کم تر ہے۔ اور غیر انبیاء کے پاس نزول ملائکہ کا مقصد بھی

وہی جو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے۔

۲۰- یہاں آیت مبارکہ (۱۳۶:۳) میں ربیون سے پتہ چلا کہ انبیاء سابقہ کے

ساتھ بھی اولیاء اللہ کا گروہ ہوتا تھا۔ گویا گروہ اولیاء کا امم سابقہ میں موجود ہونا آیت

مذکورہ سے ثابت ہوا۔

## باب چہارم

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون (۱۰۴:۳)

قیامِ جماعت اور اس کی شرائط



قرآن حکیم کی فکر اور رہنمائی کی روشنی میں جب یہ بات طے پاگئی کہ امت مسلمہ کی حیات اجتماعی کا تسلسل دعوت کے عمل سے منسلک ہے تو یہ امر لازمی قرار پاتا ہے کہ دعوت کا عمل ہر حال اور ہر زمانے میں جاری و ساری رکھا جائے جو نہ صرف اصلاح احوال کا باعث ہو بلکہ امت مسلمہ کو اپنی عظیم تر منزل جو کہ غلبہ دین حق سے عبارت ہے سے بھی متعلق رکھے گا اور امت انفرادی و اجتماعی سطح پر کہیں بھی رہے اس عظیم نصب العین سے غافل نہیں رہے گی۔ کسی بھی عمل کی انفرادی سطح پر انجام دہی اپنی موثر نہیں ہوتی جتنی اجتماعی سطح پر ہوتی ہے۔ دعوت کا عمل بھی اپنی موثر انجام دہی کے لئے اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے اجتماعی نظم و نسق کے ساتھ انجام دیا جائے خود اسلام کا پورا ڈھانچہ اجتماعی فکر و عمل پر مبنی ہے ہر روز پانچ دفعہ ادا کی جائے والی نماز باجماعت اس کی روشن و بین مثال ہے حتیٰ کہ انفرادی طور پر بھی نماز ادا کی جا رہی ہو تو کلمات اجتماعی ہی ادا کئے جاتے ہیں۔

نماز باجماعت کے متعلق اتنی تاکید ہے کہ اگر دو مسلمان بھی ہوں تو فرض نماز ادا کرنے کے لئے جماعت کا اہتمام کریں یعنی ایک امام بن جائے اور ایک مقتدی، تین مسلمان اگر سفر پر نکلیں تو اپنے مین سے ایک کو امیر بنا لیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ کا قول ہے ”لا اسلام الا بالجماعة“ اسلام کے فکر و عمل میں جماعت کی ضرورت پر اس قدر زور دیا جاتا ہے اس امر کا ثبوت ہے کہ دینی امور کی انجام دہی میں جماعتی نظم کی کتنی زیادہ اہمیت ہے پھر جب بدی اور لادینیت کا نظام اجتماعی سطح پر منظم ہو چکا ہو تو اس کے خلاف کاوشیں تب ہی موثر ثابت ہوں گی جب دینی جدوجہد کو بھی

اجتماعی قوت و طاقت حاصل ہو۔ قرآن حکیم نے اس اہمیت کے پیش نظر اقامت دین کے لئے جماعت کے قیام کو لازمی ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى  
الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ  
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ ○  
اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک  
جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو  
نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم  
دیں اور برائی سے روکیں اور وہی  
لوگ بامراد ہیں۔ (۱۰۴:۳)

گویا قیام جماعت امر الہی ہے جس کی ادائیگی ہم پر واجب ہے جو لوگ مذکورہ امور کے لئے جماعت سازی کرتے ہیں وہ اللہ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور دعوت کے موثر انداز میں ابلاغ کے لئے اس حکم کی اتباع لازمی ہے۔

پوری تاریخ اسلام میں جب بھی کوئی جماعت امر خیر کے لئے قائم ہوگی وہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ ہر مکتبہ و طبقہ فکر اپنی دانست میں اس امر کے لئے مصروف عمل ہے۔ اس راہ پر دوسروں کی تغلیط نہیں کرنی چاہئے۔ اپنی جدوجہد کے حوالے سے اقرب الی الصواب کا یقین رکھنا حق ہے۔ جس طرح چاروں مسالک میں سے ہر ایک کو حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو اقرب الی الصواب سمجھے تاکہ زیادہ سے زیادہ یکسوئی اور دلجمعی سے کام ہو سکے تاہم آیت ۱۰۴ سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ قیام جماعت ایک فریضہ دین ہے۔ دین کی دعوت و اقامت کے لئے اس کی ادائیگی ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے آج جبکہ کفر، فسق و فجور، عریانی فحاشی اور وہ تمام عوامل جو ہمارے ایمان کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں ان کی اجتماعی یلغار ہے بلکہ عالمگیر یلغار ہے جس کے پیچھے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کا ہاتھ ہے، پوری مغربی دنیا بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے عنوانات کے درپردہ اسلامی انقلاب اور اسلام کے تجدید و احیاء کو

ایک عالمی دباؤ کے ذریعے ختم کرنا چاہتا ہے۔ دنیا بھر میں جہاں بھی اسلام کی تجدید ہو رہی ہے اسلام کا احیاء ہو رہا ہے۔ علمی، فکری، معاشی، سیاسی، ثقافتی، سماجی سطح پر کسی بھی جگہ جاندار تحریک اٹھی ہے جس میں اسلامی تہذیب کا مستقبل ہے جس سے ایمان و عمل کو تقویت و تجدید مل رہی ہے۔ وہاں عالمی استعمار کی طرف سے بنیاد پرستی کا بہانہ بنا کر تہذیبی، فکری، ثقافتی، دفاعی، حکومتی، اقتصادی غرضیکہ طرح طرح کے حملے کئے جا رہے ہیں تاکہ اس خطہ زمین پر بسنے والے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے ان کا جینا دو بھر کر دیا جائے۔ قرآن نے عالمی استعمار اور اسلام دشمن طاقتوں کی اس نفسیات کو کئی مقام پر بیان کیا ہے۔

بہت سے اہل کتاب کی یہ خواہش ہے  
تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر  
تمہیں کفر کی طرف لوٹادیں، اس حسد  
کے باعث جو ان کے دلوں میں ہے  
اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب  
ظاہر ہو چکا ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ  
يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ  
كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ  
مَنْ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ  
(۱۰۹:۲)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور یہود و نصاریٰ آپ سے (اس وقت  
تک) ہرگز خوش نہیں ہوں گے جب  
تک آپ ان کے مذہب کی پیروی  
اختیار نہ کر لیں۔

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا  
النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ  
(۱۲۰:۲)

غرضیکہ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا کہ اہل کتاب کی مسلمانوں سے اس وقت تک دشمنی قائم رہے گی جب تک یہ ان کی ملت

تہذیب و ثقافت کو نہ اپنالیں اور اپنے تشخص کو ان کے تشخص و نظریہ حیات سے نہ بدلیں۔

دین کو مٹانے کے لئے کفر و طاغوت کا اور باطل کا فتنہ عالمی سطح پر اور اجتماعی طور پر برسر پیکار ہے۔ اس کو انفرادی کوششوں سے نہیں دبایا جاسکتا بلکہ اس کے لئے زیادہ دباؤ درکار ہے جب امت مسلمہ منظم ہوگی اور باطل کے خلاف منظم جدوجہد کرے گی تب ہی وہ باطل کو دبا سکے گی اس لئے ارشاد فرمایا کہ دعوت کے لئے تمہارے اندر ایک جماعت ہونی چاہئے۔ یہ فرض کفایہ ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص جماعت سازی کرے ہر شخص جماعت سازی کا مکلف بھی نہیں مگر قرآنی فکر کی علمبردار جماعت کا ساتھ ضروری ہے تاکہ اس جدوجہد کے نتیجے میں اسلام کے تشخص کی بحالی ممکن ہو سکے۔ آج یہ بھی ایک المیہ ہے کہ مختلف خطوں اور علاقوں (Spheres) میں کی جانے والی دینی محنتیں اپنے اپنے مسلکوں کے لئے ہیں مگر دین کی فکر کو اکثر نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ یہ سارے مسلک تو امت کے اندر وجود میں آئے اگر امت ہی نہ ہوتی تو یہ مسلک کہاں سے آتے ارشاد ربانی ہے:

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین	الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ
کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر	اتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ
دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور)	رَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا
دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت	(۳:۵)
سے) پسند کر لیا۔	

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام	إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
ہی ہے۔	(۱۹:۳)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اور امت کی شناخت و تشخص کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ  
وَ فِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ  
شَهِيداً عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا  
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا  
الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ  
وَ اعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ  
فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ ۝  
(۷۸:۲۲)

اللہ نے تمہارا نام (بھی) اگلی کتابوں  
اور اس (قرآن پاک) میں مسلمان  
رکھا ہے (تم جانتے ہو یہ کیوں ہے اس  
لئے تاکہ حضرت ابراہیم عليه السلام سے  
رسول اللہ صلى الله عليه وسلم تک ایک گھر ایک  
قبلہ ایک دین قرار دیا جائے) تاکہ  
رسول تم پر گواہ ہو (تمہارا نگران حال  
ہو) اور تم لوگوں پر (ان کے اعمال  
کے متعلق قیامت کے دن اللہ کے  
سامنے) گواہی دو (تم مسلمان ہو تم حق  
پر ہو تم ہی سچے گواہ بن سکتے ہو۔ اپنے  
اس مقام پر فائز رہو) پس نماز قائم  
رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ (کی  
رسی) کو مضبوط پکڑے رہو۔ وہی  
تمہارا مولیٰ (تمہارا کارساز) ہے پس  
کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار  
ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ



حَقُّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○  
 اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان ہو۔ (۱۰۲:۳)

اس شخص کو دعائے ابراہیمی کے ذریعے یوں اجاگر کیا گیا:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ  
 اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو خاص اپنا تابع فرمان بنا۔ (۱۲۸:۲)

گویا امت مسلمہ دعائے ابراہیمی کا حامل ہے آقا کی ساری زندگی اور اس کی تکالیف دین اسلام کے لئے ہی تھیں۔ کسی ایک مسلک کے لئے نہ تھیں گویا دعوت کے لئے وہی جماعت اپنے نصب العین کے قریب اور مقاصد کے حوالے سے قرآنی منشا کے مطابق ہوگی جو کسی ایک مسلک کے تشخص کے لئے نہیں بلکہ پورے دین اسلام کے تشخص کے لئے مصروف جدوجہد ہوگی جو عالمی سطح پر غلبہ اسلام کی جنگ لڑے گی کیونکہ مسلک مذہب اور مشرب سب کچھ دین اسلام کے ساتھ ہے۔ قیام جماعت کی شرائط اور لوازمات کیا ہیں اس کی تفصیل سورۃ آل عمران میں آیت ۱۰۱ سے ۱۱۱ تک میں بیان کر دی گئی ہے۔

وَ كَيْفَ تَكْفُرُونَ وَ أَنْتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَ فِيكُمْ رَسُولُهُ  
 اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالانکہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول موجود  
 وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اٰمَنُوۡا اَتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا  
 تَمُوۡتُوۡنَ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوۡنَ ۝  
 وَاعْتَصِمُوۡا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا  
 وَلَا تَفَرَّقُوۡا وَاذْكُرُوۡا نِعْمَتَ اللّٰهِ  
 عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءٍ فَالَفَ  
 بَیۡنَ قُلُوۡبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ  
 اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ  
 مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذٰلِكَ  
 یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ  
 تَهْتَدُوۡنَ ۝

(آل عمران ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ہیں اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو  
 مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور  
 سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی  
 ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو  
 جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور  
 تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے  
 کہ تم مسلمان ہو اور تم سب مل کر اللہ  
 کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور  
 تفرقہ مت ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کی  
 اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک  
 دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے  
 تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی  
 اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس  
 میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم (دوزخ  
 کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر  
 (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس  
 گڑھے سے بچا لیا یوں ہی اللہ تمہارے  
 لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا  
 ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

## قیام جماعت کے اساسی تقاضے

ان آیات میں قیام جماعت کے حوالے سے بنیادی اور اساسی تقاضوں کو بیان کر دیا گیا ہے جو کہ پانچ ہیں:

- ۱- تمسک باللہ
- ۲- تمسک بالرسول ۳- تمسک بالقرآن
- ۴- تمسک بالتقویٰ ۵- تمسک بالوحدة (وحدت امت)

### ۱- تمسک باللہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اہل حق کی بنیاد ہے کہ اس تعلق سے تقویٰ جنم لے گا۔ مذکورہ بالا آیات میں اس بنیادی تقاضے کو بیان کیا جا رہا ہے کہ اہل حق کو ایمان اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہونا چاہئے ان کی زندگی تقویٰ کے اصولوں پر گزرنی چاہئے اور ان کو موت بھی اسلام و تقویٰ پر ہی آنی چاہئے جو صرف تعلق باللہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

### ۲، ۳- تمسک بالرسول اللہ ﷺ و تمسک بالقرآن

تمسک بالرسول اللہ ﷺ اور قرآن سے تعلق کو کفر کی دوری کی دلیل کے طور پر بیان کیا گیا کہ اگر اہل ایمان میں قرآن کی تلاوت ہوتی رہے اور قرآن حکیم کی تعلیمات کا چرچا عام رہے اور وہ ذات رسالت ماب ﷺ سے اپنا غلامی کا تعلق پختہ رکھیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ ایمان کی راہ کو چھوڑ کر کبھی کفر کی راہ پر چلیں گویا کفر سے محفوظ رہنے کی ضمانت تعلیمات قرآنی پر عمل اور ذات نبوی ﷺ سے تعلق میں بیان کی گئی ہے۔

### ۴- تمسک بالتقویٰ

مذکورہ تینوں تعلق کو حاصل کرنے سے متصل تقویٰ کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ

تعلق ایمان و عقیدہ سے گزر کر عمل میں ڈھلنے چاہیں اور عمل اور انداز طرز حیات میں ان کی تاثیر نظر آنی ثابٹ ہے کہ بندہ حقیقی معنوں میں مسلم یعنی مطیع و فرمانبردار بن جائے۔

### ۵- تمسک بالوحدۃ امت

اہل حق کی بنیادی خصوصیت اہل اللہ سے تعلق وحدت کا حامل ہونا ہے۔ تفرقہ اور گروہ بندی اہل حق کی علامت نہیں، اہل حق ہمیشہ امت کو جسد واحد بنانے کے لئے مصروف جدوجہد رہتے ہیں۔ یہاں ایک بات بڑی توجہ طلب ہے کہ یہ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ خبر دی کہ امت میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے تو جو لوگ اتحاد امت کی بات کرتے ہیں وہ معاذ اللہ اس حدیث رسول ﷺ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، یہ سراسر غلط اور باطل ہے اور گمان ناقص ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے قول مبارک کا یہ مفہوم لیا جائے کیونکہ یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا آقائے نامدار ﷺ نے یہ خبر خوشدلی سے دی یا آنے والے ایک فتنے کا تذکرہ فرمایا۔ حدیث پاک میں تو یہ بھی آیا کہ آخر دور میں گھر گھر گانا بجانا عام ہو جائے گا، اولاد نافرمان ہو جائے گی، اب اگر اس کی تعبیریوں کی جائے کہ آقا ﷺ نے خبر دے دی ان فتنوں کے خلاف جدوجہد اور ان کی بیخ کنی کرنا فرمان رسول کے خلاف ہے تو (معاذ اللہ) سارے موجودہ فتنوں کثرت زنا، شراب، قتل و غارت سب کے خلاف جدوجہد ترک کرنا ہوگی کہ یہ سب کچھ آقا ﷺ کی خبر کے مطابق ہو رہا ہے۔ ان کے خلاف وعظ و احتجاج کیا کیا ضرورت ہے؟ فاسق و فاجر حکمرانوں نے تو آنا ہی ہے ان کے خلاف جدوجہد کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو پھر وعظ و عطا کا زمانہ گزر گیا فتنوں کا زمانہ آگیا۔

عقل سلیم والے کے لئے یہ امر واضح ہے کہ مذکورہ مفہوم اخذ کرنا غلط ہے یہ خوشخبریاں نہیں بلکہ آنے والے فتنوں سے آگاہ کرنا ہے۔ آقا ﷺ تو نہیں چاہتے کہ

میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو بلکہ آقا ﷺ کی منشا تو یہ ہے کہ امت جس واحد بن کر رہے اور پوری دنیا پر دین حق کا غلبہ ہو اس امر کا تذکرہ ایسے ہی ہے جیسے دیگر ہزار ہا باتوں کی خبر دی گئی جس سے کتب احادیث کے ابواب الفتن بھرے پڑے ہیں مگر اس کے خلاف رد عمل کیا ہونا چاہئے حدیث پاک کے مطابق اس دور فتن میں اچھے لوگ وہ ہیں گے جو اس زمانے میں ان فتنوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ ان فتنوں کے مقابلے میں دب کر نہیں بیٹھیں گے بلکہ دین کی اقامت کے لئے تن من دھن لٹادیں گے۔ آخر دور میں معاشرے کے بد کردار لوگ جن کے ہاتھوں بے عزت ہو جانے کا ڈر ہو گا وہ حکمران بن جائیں گے مگر بہتر لوگ وہ ہوں گے جو ان سے ٹکرائیں گے اور دین کی اقامت کے لئے کٹ مریں گے۔

حدیث پاک میں آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو فتنہ تفرق کا سامنا کرنا پڑے گا بہتر لوگ وہ ہوں گے جو امت کی وحدت کے لئے لڑیں گے۔ منتشر امت کو متحد کریں گے اور علم جہاد بلند کریں گے فتنہ تفرق کے خلاف جہاد اتحاد ہے۔ ابواب الفتن میں ہے کہ آقا ﷺ سے پوچھا گیا کہ فتنوں کے زمانے میں افضل ایمان کن لوگوں کا ہو گا۔ فرمایا افضل ایمان ان لوگوں کا ہو گا جو گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گا اور ان فتنوں کے خلاف جہاد کرے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے یہ اصل راستے اور منشا ایزدی ہے کہ تفرقہ بازی کے خلاف اتحاد کی کاوشیں کی جائیں حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل ۷۲ فرقے ہو گئے تھے اس طرح تم نہ ہو جانا۔ ۵

گویا ۷۲ فرقے ہو جانا خبر تھی مگر حکم الہی اور حکم نبوی ﷺ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح فرقوں میں تقسیم نہ ہونا، خبر اور حکم میں فرق ہے۔ خبر پر نہیں حکم پر

عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ لا تفرقوا پر عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ امت کو وحدت کی طرف لانے کی کوششیں کی جائیں۔ تفرق کو مٹانے والی دعوت ہی اصل دعوت ہے۔ قیام جماعت اور جماعت کے کردار کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور وہی لوگ بامراد ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آچکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے اور انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

(۱۰۴:۳)

ان آیات مبارکہ میں بھی قیام جماعت کے حوالے سے پانچ نکات بیان

ہوئے ہیں:

- ۱- وجوب قیام جماعت
- ۲- دعوت الی الخیر
- ۳- امر بالمعروف
- ۴- نہی عن المنکر
- ۵- وحدت امت

۱- وجوب قیام جماعت

ولتكن منكم امة سے دعوت حق دینے والی جماعت کے قیام کا وجوب

ثابت ہے جس کی وضاحت آغاز باب میں ہو چکی ہے۔

## ۲- دعوت الی الخیر

اہل حق کی جماعت کا فریضہ اولین دعوت الی الخیر ہو گا کہ وہ معاشرے میں خیر کے فروغ اور شر کے استیصال کے لئے مصروف عمل رہے گی۔

۳۴- امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اہل حق کی جماعت کا اگلا فریضہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے یعنی دعوت کے لئے قائم کی جانے والی جماعت صرف دعوت الی الخیر تک ہی محدود نہ رہے گی بلکہ امر تک آئے گی۔ دعوت اور امر میں فرق ہے وہ جماعت دعوت کی جماعت نہیں ہو سکتی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دے اور صرف دعوت الی الخیر پر ملتفتی ہو جائے۔ کسی کے گھر یا مسجدوں میں جا کر نیکی کی دعوت دینا اچھا اور اونچا کام ہے مگر اس سے برائی کا راستہ نہیں روکا جاسکتا اس کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنانا ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے:

(ترجمہ) ”جو کوئی برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

یعنی معاشرے میں برائی کو دیکھ کر لوگوں کو ذہنی طور پر اس کے خلاف تیار کیا جائے اور علم جہاد بلند کیا جائے اگر اتنا نہ ہو سکے تو کم از کم دل سے برا جانے مگر یہ ایمان کی کمزور ترین حالت ہے۔ اگر دعوت کا کام کرنے والے بھی کمزور ترین حالت پر ہوں جو کہ عام کمزور شہریوں کے ایمان کی حالت ہے تو دعوت کا فرض کس طرح ادا ہو گا۔ آج اس فرض کی ادائیگی کو سیاست کا نام دے کر گوشہ عافیت تلاش کیا جا رہا ہے۔ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سیاست ہے اگر یہ سیاست ہے پھر تو سارا قرآن ہی سیاست ہے کہ قرآن کی تعلیمات اس بات کی متقاضی ہیں کہ معاشرے کو معروف کا

نمونہ دیا جائے اور منکر سے پاک کر دیا جائے۔

### ۴- وحدت امت

وجوب قیام جماعت اور اس کے فرائض بیان کر کے بار دیگر وحدت اختیار کرنے کا ذکر فرمایا گیا تاکہ وحدت امت کی اہمیت اجاگر ہو سکے کہ جماعت کا قیام بھی منزل وحدت امت کے حصول کے لئے اور مذکورہ تمام مقاصد اور ان کی برکات بھی تب ہی حاصل ہوں گی اگر تمام جدوجہد وحدت کا باعث بنے نہ کہ تفرقہ کا۔

وجوب قیام جماعت اور جماعت کے اہداف کو بیان کرنے کے بعد اس حوالے سے آیات ۱۱۰، ۱۱۱ میں پھر اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ  
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ  
أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا  
لَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ  
الْفَاسِقُونَ ○ لَنْ يَضُرُّكُمْ إِلَّا  
أَذَى وَ إِنْ يُقَاتِلُواكُمْ يُولُوكُمْ  
الْأَذْبَارُ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ○

(۱۱۱، ۱۱۰: ۳)

تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی  
راہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم  
بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع  
کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور  
اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو  
یقیناً ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں  
سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان  
میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ یہ لوگ  
ستانے کے سوا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے  
اور اگر یہ تم سے جنگ کریں تو  
تمہارے سامنے پیٹھ پھیر جائیں گے،  
پھر ان کی مدد (بھی) نہیں کی جائیگی۔

ان آیات مہار کہ میں درج ذیل نکات بیان کئے گئے:



۱- امت مسلمہ کا خیر امتہ ہونا ۲- امر بالمعروف ۳- نہی عن المنکر

۴- رسوخ فی الایمان ۵- قتال فی سبیل اللہ

۱- امت مسلمہ کا خیر امتہ ہونا

امت مسلمہ کو خیر امتہ کہا گیا کہ تمہیں لوگوں کے لئے چنا گیا ہے کہ تم اچھائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ یہاں ان پانچ امور کا بیان کرتے ہوئے پوری امت مسلمہ کو خطاب ہے۔ ایک خاص طبقہ کو مخاطب نہیں کیا پہلے فرائض دعوت یعنی قیام جماعت دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بیان میں بھی پوری امت کو مخاطب کیا اور پھر جب خیر امتہ قرار دیا پھر بھی پوری امت کو مخاطب کیا کہ ان فرائض کی ادائیگی خیر امتہ ہونے کے ناطے پوری امت پر فرض ہے اور امت کا ایک فرد اس کا مکلف ہے جب ولتکن منکم امتہ کے تحت اس فرض کی ادائیگی کے لئے قیام جماعت عمل میں آگیا تو اس کے اہداف کے حصول کے لئے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا مزید یہ کہ یہ عظیم کام کوئی محدود علاقائی جماعت انجام نہ دے سکے گی بلکہ وہی جماعت انجام دے سکے گی جو شرق سے غرب تک اپنا حیطہ کردار رکھتی ہو۔

۲، ۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر

باردگر ان دونوں امور کا تذکرہ کر دیا کہ امت مسلمہ کے خیر امتہ ہونے کا سبب اس کا کردار ہے جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے آخری باب ثواب هذه الامة میں آخری حدیث میں خیر پر قائم رہنے والوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ:

(ا) خیر کی طرف دعوت دیں گے۔

(ب) معروف کا حکم دیں گے۔

(ج) منکر سے روکیں گے۔ ۹

(د) اہل فتن کے خلاف قتال کریں گے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ اہل حق کی جماعت ایسی جماعت ہے کہ وہ نیکی کے فروغ کا کام کرے اس میں سب کچھ ہو، دعوت الی الخیر کے ساتھ ساتھ اس میں قتال کا عنصر بھی ہو وہ باطل اور اہل فتن سے ٹکرا جانے والی ہو۔ تن من دھن کی بازی لگا دینے والی جماعت ہو۔

۴- رسوخ فی الایمان باللہ

خیر امة کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ معروف کے فروغ اور منکر کے خاتمے کے لئے مصروف جدوجہد جماعت کے افراد ایمان باللہ میں کامل ہوں گے کہ صرف تعلق باللہ کی دولت سے مالا مال اور روحانی الذہن لوگ ہی دعوت کے کام کو کما حقہ انجام دے سکتے ہیں۔

۵- قتال فی سبیل اللہ

اہل حق کی دعوت تن من دھن کی قربانی سے مملو ہوگی اور جب وہ باطل سے ٹکر لیں گے تو باطل یولو کم الادبار ثم لا ینصرون کا سامنا کرے گا اور اہل حق غالب و کامیاب و کامران ہوں گے بشرطیکہ وہ ان تقاضوں کو پورا کرتے ہوں جو اہل حق اور دعوت دینے والوں کے لئے ضروری ہیں۔

اراکین جماعت کی شرائط

دعوت حق کے لئے قائم کی جانے والی جماعت کے اراکین جنہوں نے دعوت کے کام کو انجام دینا ہے مکا کردار کیا ہونا چاہئے؟ ان کی شخصیتیں کن اوصاف کی آئینہ دار ہونی چاہئے اس کا تفصیلی تذکرہ سورۃ توبہ آیات ۱۱۱، ۱۱۲ میں فرمایا گیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ  
 الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ  
 حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَ الْإِنْجِيلِ  
 وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ  
 اللَّهِ فَاسْتَبَشِرُوا ببيعِكُمْ الَّذِي  
 بَايَعْتُمْ بِهِ وَ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
 الْعَظِيمُ ○ التَّائِبُونَ الْعَبِدُونَ  
 الْحَمِيدُونَ السَّائِحُونَ الرَّكِعُونَ  
 السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
 وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَ بَشِّرِ  
 الْمُؤْمِنِينَ ○

(۹: ۱۱۱، ۱۱۲)

بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کی  
 جانیں اور ان کے مال ان کے لئے  
 جنت کے عوض خرید لئے ہیں (اب)  
 وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، سو وہ  
 (حق کی خاطر) قتل کرتے ہیں اور  
 (خود بھی) قتل کئے جاتے ہیں (اللہ  
 نے) اپنے ذمہ کرم پر پختہ وعدہ (لیا)  
 ہے، تورات میں (بھی) انجیل میں  
 (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور کون  
 اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے  
 والا ہے سو (ایمان والو!) تم اپنے  
 سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض  
 تم نے (جان و مال کو) بیچا ہے اور یہی تو  
 زبردست کامیابی ہے (یہ مومنین  
 جنہوں نے اللہ سے اخروی سودا کر لیا  
 ہے) توبہ کرنے والے، عبادت گزار،  
 (اللہ کی) حمد و ثنا کرنے والے، دنیوی  
 لذتوں سے کنارہ کش روزہ دار،  
 (خشوع و خضوع سے) رکوع کرنے  
 والے، (قرب الہی کی خاطر) سجد  
 کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے

اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی  
(مقرر کردہ) حدود کی حفاظت کرنے  
والے ہیں اور ان اہل ایمان کو  
خوشخبری سنا دیجئے۔

ان آیات مبارکہ میں دعوت حق کے لئے قائم کی جانے والی جماعت کے  
اراکین کی درج ذیل خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

- |                                |                   |                     |
|--------------------------------|-------------------|---------------------|
| ۱- رسوخ فی الایمان             | ۲- بیع نفس اللہ   | ۳- بیع مال اللہ     |
| ۴- توبہ                        | ۵- عبادت          | ۶- تحمید            |
| ۷- خلوت باللہ (السائحون)       | ۸- رکوع           | ۹- سجود             |
| ۱۰- امر بالمعروف               | ۱۱- نہی عن المنکر | ۱۲- حفاظت حدود الہی |
| ۱۳- قتال فی سبیل اللہ          | ۱۴- آرزوئے شہادت  |                     |
| ۱۵- امید فلاح (بشارت فوز عظیم) |                   |                     |

۱- رسوخ فی الایمان

اہل حق وہ لوگ ہیں جو ایمان میں رسوخ و استحکام کے حامل ہیں۔ ایمان  
دراصل رب تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص اقرار و معاملے کے طے پا جانے کا نام ہے اور  
یہی وہ خاص نسبت، ربط اور رشتہ بندے کو حقیقی مومن بنا دیتا ہے۔ آج مومن ہونا  
صرف زبان سے کلمہ پڑھنے تک محصور و محدود کر دیا گیا ہے یہ ایمان رسماً تو درست ہے  
مگر معناً اور حقیقتاً موہوم و معدوم ہے کہ اس میں بندہ کو رب کے ساتھ ایمان کا تعلق و  
حلاوت میسر نہیں۔

۲- بیع نفس و مال

جب بندے کو رب تعالیٰ کے ساتھ ایمان کا تعلق مل جائے تو وہ معاملہ جو

بندے اور رب کے درمیان طے پاتا ہے۔ قرآن اسے سودا (بیع و اشترائی) کہہ رہا ہے کہ بندہ جب توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے تو وہ درحقیقت اس شہادت کے عمل سے وہ اللہ کے اس سودے میں داخل ہوتا ہے جس طرح ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔“ یعنی بندہ مومن اپنی جان و مال کو اللہ کے حضور جنت کے بدلے فروخت کر دیتا ہے جب بندہ مومن نے اپنی جان و مال کو اللہ کی بارگاہ میں فروخت کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ کی ملکیت میں چلا گیا بلکہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی جان و مال تو پہلے بھی رب ہی کی ملکیت تھے کہ عطا جو اس نے کئے تھے مگر یہ کمال کرم ہے کہ اپنی عطا کردہ چیزوں کو پھر سے خریدنے اور مومن کو اس کے بدلے جنت کا مالک بنانے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ جب مومن نے اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں بیچ دیا تو اس پر اس کا کوئی اختیار باقی نہ رہا یعنی اب وہ اسے خود مالک سمجھ کر اپنی مرضی سے خرچ یا استعمال نہ کرے گا بلکہ اسی طرح استعمال کرے گا جس طرح رب کا حکم ہو گا کہ اس سودا طے کرنے کے بدلے میں بندہ مومن کو جنت جیسی عظیم نعمت سے بہرہ ور کیا گیا اور بندہ مومن کو یہ اکرام عطا کیا گیا کہ

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝  
 ارجعي إلى ربك راضية ۝  
 مَرْضِيَّةٌ ۝ فَادْخُلِي فِي عِبْدِي ۝  
 وَاَدْخُلِي جَنَّتِي ۝

اے (وہ شخص، وہ جان، وہ روح) وہ  
 نفس! جس نے اطمینان حاصل کر لیا،  
 تو اپنے رب کی طرف واپس چل اس  
 طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے

راضی، پھر تو میرے (برگزیدہ)

(۸۹: ۲۷-۳۰)

بندوں میں شامل ہو جا، اور میری  
 بہشت (نعیم) میں داخل ہو جا (تو نے  
 اللہ سے لو لگائی آج سے تو اس کا  
 مہمان ہے)۔

یہاں لوٹنے کا لفظ بھی قابل غور ہے کہ لوٹنا دراصل پردیس سے دیس کی  
 طرف ہوتا ہے گویا مرد مومن کا اپنی جان اور مال کو اللہ کے حضور بیچ دینے کا مقصد  
 اپنے اصل دیس کی طرف واپس آنے کی تیاری کرنا ہے کہ اس کا اصل دیس عالم  
 ہاھوت، عالم لاهوت اور عالم جبروت ہے وہ عالم جہاں رب کے حسن و جمال کی تجلیات  
 برستی ہیں اور ہر وقت اس کے انوار کا جلوہ رہتا ہے۔ وہ ملاء اعلیٰ مومن کا اصل دیس ہے  
 یہ دنیا تو مرد مومن کے لئے پردیس ہے۔ یہ عالم ناسوت، عالم مادیت، عالم بشریت اور  
 عالم دنیا اور دارالامتحان تھا جہاں وہ حرص، دنیا کے لالچ، مال و زر کی طلب، نفسانی  
 خواہشات اور دنیاوی تمناؤں کے ماحول میں گر کر ملاء اعلیٰ کی لذتیں فراموش کر بیٹھا  
 اللہ کی بارگاہ کی قربتوں کی حلاوتیں بھول گیا مگر رب ذوالجلال کے ساتھ بیچ جان و مال  
 کا مفہوم اس تمام ارضی و دنیاوی ماحول سے نکل کر اپنے آپ کو ملاء اعلیٰ کے ماحول سے  
 متعلق کرنا ہے کہ بندہ پردیس میں رہ کر بھی دیس میں رہے، دور رہ کر بھی قربت میں  
 رہے، جلوت میں رہ کر بھی خلوت میں رہے، مخلوق کے ہجوم میں رہ کر بھی رب کے  
 تعلق میں رہے، مادیت میں رہ کر بھی روحانیت میں رہے اگرچہ اس کے صبح و شام اس  
 دنیا کی گہما گہمی میں گزریں مگر اس کا دل یار کی طرف لگا رہے دل و جان رب کی یاد میں  
 مشغول رہے ان کا تن من دھن مولا کے ساتھ متعلق ہو جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ  
 عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةِ وَ

(ایسے) مرد (مومن) کہ جن کو  
 سوداگری، خرید و فروخت اللہ کی یاد اور

اِيتَاءِ الزَّكْوَةِ يَخَافُونَ يَوْمًا  
 ادا ایگی نماز اور ادا ایگی زکوٰۃ سے غافل  
 تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ○  
 نہیں کرتی (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس  
 دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس (روز)  
 (۳۷:۲۴)  
 میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

یعنی مردانگی یہ ہے کہ تجارت بھی کریں کاروبار دنیا بھی کریں دنیاوی امور بھی نبھائیں مگر یہ سارے مشاغل انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونے دیں وہ ہر دم اللہ کے ذاکر اور اس کی طرف راغب رہیں۔ بندے کا یہ حال رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔ حضرت شیخ عمرو بن عثمانؓ اپنی کتاب ”کتاب المحبت“ میں فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے جسموں کو دلوں سے پہلے پیدا فرمایا دلوں کو روحوں سے پہلے پیدا کیا اور روحوں کو باطن سے پہلے پیدا فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پیدا فرمایا تو انہیں ملاء اعلیٰ میں اپنی محبت کے مقام پر رکھا جب روحمیں پیدا کیے تو انہیں اپنے مقام قرب میں رکھا جب باطن پیدا کئے تو ان کو اپنے باطن وصال میں رکھا۔ ہر روز رب ذوالجلال ۳۶۰ مرتبہ اپنے حسن کی تجلی دلوں پر فرماتا ہے اور ۳۶۰ مرتبہ حسن کی تجلی روحوں پر فرمائی۔ عالم مادیت و جسمانیت میں بدن کو رکھا اور پھر اسے اپنی طرف لوٹ آنے کا کہا کہ وہ اپنی جان و مال کا سودا کر کے رب کی طرف جائے لوٹ آنے کا اس لئے کہا کہ جب عالم مادیت کو پیدا کیا تو لطائف پر غفلت طاری ہو گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو جسموں میں قید کر دیا دل کو جسم کے قید خانے میں بند کر دیا اور اسے غفلت کی سزا دی روح کو قلب اور باطن کو روح میں قید کر دیا اور دنیا میں بھیج دیا اس طرح انسان وجود میں آیا پھر سلسلہ انبیاء قائم فرمایا۔“

انبیاء آتے رہے اور ”اقم الصلوٰۃ لذكوری (ط)“ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو“ کے مصداق رب کی طرف متوجہ ہونے اور اپنے آپ کو اس کی یاد سے زندہ

کرنے کا درس دیتے رہے گویا وہ نماز جس سے من میں یاد الہی کی حقیقت نہ اتر سکی نماز نہیں جنہوں نے انبیاء کرام کی تذکیر سے نفع حاصل کیا وہ مقصد عبادت اور مقصد ذکر و نماز کو پا گئے اور تعلق باللہ کی حقیقت کو سمجھ کر انہوں نے غفلت کا پردہ چاک کر دیا۔ نماز میں داخل ہوتے ہی انہیں ابدیت مل گئی کہ جب ان کا جسم نماز میں مشغول ہوا تو وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گیا ان کا دل کھوئی ہوئی محبت کی تلاش میں روح رب کی قربت کی تلاش میں اور باطن رب کے وصال کی تلاش میں گم ہو گیا غرضیکہ نماز کے اندر آتے ہی مومن اپنے مولا کی یاد اور اپنے اصل وطن سے متعلق ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں بیچ ڈالنے کی کہ بندہ کلیتہً مولا کے سپرد ہو جائے۔

۴- توبہ

دعوت حق کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے کارکنوں کی اگلی خصوصیت توبہ ہے یعنی وہ ندامت کے ساتھ رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف پلٹ جانے والے ہیں توبہ کے بھی درجات ہیں:

- ۱- عامۃ الناس کی توبہ اعمال بد سے اعمال صالح کی طرف ہے۔
- ۲- خواص کی توبہ غفلت ترک کر کے ہمہ وقت ذکر میں مستعدی ہے۔
- ۳- اخص الخواص کی توبہ ماسوا اللہ کی طرف دل کے میلان سے کلیتہً نجات ہے۔

۶۵- عبادت و تحمید

سچی توبہ بندے کو حقیقی معنی میں عبد اور حامد بنا دیتی ہے کہ وہ ہمہ وقت رب کی اطاعت میں رہتا ہے اور زندگی کا ہر عمل اور کائنات کا ہر مظہر اسے اپنے رب کی حمد و تسبیح یاد دلاتا ہے ارشاد ربانی ہے:



یہ وہ لوگ ہیں جو (سرپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سرپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کار فرما اس کی عظمت اور حسن کے جلوؤں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَ قُعُودًا وَ عَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(۱۹۱:۳)

۷۔ خلوت باللہ

دعوت حق کے لئے قائم کی گئی جماعت کے کارکنان و اراکین کے لئے اطمینان و تسکین فقط تعلق باللہ میں ہی ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے لذات سے کنارہ کش ہو کر ذکر الہی کی لذت میں ہی چین پاتے ہیں ارشاد باری ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝  
جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (۲۸:۱۳)

اگرچہ اہل دنیا کو راحت اور چین دنیا کے لوازمات میں ملتا ہے کیونکہ دنیا اور

اس کے لوازمات میں کشش رکھ دی ہے:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ  
النِّسَاءِ وَ الْبَيْنِ وَ الْقَنَاطِيرِ  
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ  
وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْأَنْعَامِ  
وَ الْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَ اللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الْمَأْبِ ۝

لوگوں کے لئے ان خواہشات کی محبت  
(خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن  
میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور  
چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور  
نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے  
اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ  
(سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے،

(۱۴:۳) اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانہ ہے۔

مگر حقیقی مومن اور داعمیں حق ان سب لذتوں اور کششوں سے قطع نظر اس  
بات کے انتظار میں رہتے ہیں کب کب رات کے اندھیرے آئیں کہ وہ دنیا سے کٹ  
کر مولا سے لو لگائیں۔ جس طرح پرندے اپنے آشیانوں کا انتظار کرتے ہیں اس طرح  
حقیقی مومن رات کا انتظار کرتے ہیں کہ رات آئے تو وہ سراپہ گریہ وزاری بن کر اپنے  
رب سے لو لگائیں اور بندگی و عبودیت کے جوہر کو زندہ کریں۔

۹۸- رکوع و سجود

داعمیں حق اور حقیقی مومنین نماز قائم کرنے والے ہیں اور نماز کو سراپا  
خشوع و خضوع بن کر ادا کرنے والے ہیں۔ نماز کو مومن کی معراج فرمایا گیا ہے کہ نماز  
کے ذریعے جہاں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے وہاں اس کی اپنی ذات و کردار میں  
بھی ارتقاء ہوتا ہے وہ منکر سے نکل کر رفعت کردار کی منزلوں کو طے کرتا ہے۔

۱۱۰- امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۲

داعمیں حق اور انقلابی جماعت کے اراکین قیام جماعت کے مقصد اساسی

یعنی معروف کے فروغ اور منکر کے استیصال سے بھی کبھی غافل نہیں ہوتے کیونکہ خالی زبانی اللہ اللہ کرنا اور معاشرے میں نیکی کو فروغ نہ دینا اور بدی کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا کردار کا دوغلا پن ہے جو رب کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ یہ انفرادی ایمان کو بھی تباہ کر دیتا ہے اور اجتماعی ایمان کو بھی غارت کر دیتا ہے اہل حق وہ ہیں جو اپنی ذات کے اندر بھی صفات مومنانہ کا پیکر ہوں اور معاشرے کو بھی اس نور سے منور کرنے کے لئے سراپا عمل بنے ہوئے ہوں۔

### ۱۲- حفاظت حدود الہی

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہی ممکن ہے کہ مومنین اللہ کے دین، اس کے احکام کی حفاظت و نفاذ کرتے ہیں اور یہ جہاد کے بغیر ممکن نہیں چاہے وہ جہاد بالعلم ہو یعنی وعظ و تبلیغ کے ذریعے حق کا فروغ، جہاد بالنفس ہو یا جہاد بالمال، حدود الہی کے تحفظ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنا ہی اہل حق کا شیوہ ہے۔

### ۱۳- قتال فی سبیل اللہ

جان و مال کو اللہ کے حضور بچ دینے کا مطلب سر بکف ہو کر میدان جہاد میں اتر جانا ہے، حقیقی مومن اور دعوت حق کے کارکن اپنی جانوں کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضرورت پڑنے پر وہ اپنی جانوں کو بھی اللہ کے دین پر اقامت دین پر، حفاظت حدود الہی پر قربان کر دیتے ہیں اور دشمنان دین سے جہاد و قتال کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔

### ۱۴- آرزوئے شہادت

اس ساری جدوجہد، بیع مال و نفس، قتال فی سبیل اللہ اور عبادات و مجاہدات کا مقصود اہل حق کے نزدیک قربت الہی کا حصول ہے اس لئے قتال فی سبیل اللہ میں بھی شہادت ان کے دل کی آرزو ہوتی ہے

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
 نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی  
 (بال جبریل)

۱۵- امید و یقین فلاح (بشارت فوز عظیم)

انتہائی ناگفتہ بہ اور مشکل و مایوس کن حالات میں بھی کارکنان دعوت حق  
 مایوس نہیں ہوتے بلکہ اللہ کی تائید و نصرت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کی طرف  
 سے عطا کردہ بشارت فوز عظیم کے حق ہونے کا یقین انہیں ہمہ وقت تازہ دم رکھتا ہے،  
 ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ  
 الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ○  
 پس تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا  
 ہے (حق ہے) اور (دیکھو) جو لوگ  
 یقین نہیں لاتے کہیں تم کو (تمہارے  
 عزم سے) ہلانہ دیں۔ (۶۰:۳۰)

یہی یقین اہل حق کی وہ قوت ہے جو انہیں ابتر ترین حالات میں بھی سراپا  
 جدوجہد و پیکر عمل بنائے رکھتی ہے تا آنکہ دور مصائب و مشکلات کے مدوجزرا نہیں دبا  
 نہیں سکتے اور وہ انجام کار منزل مقصود کو پالیتے ہیں بقول اقبالؒ

عزم ما را بہ یقین پختہ ترک ساز کہ ما  
 اندریں معرکہ بے خیل و سپاہ آمدہ ایم  
 (زبور عجم)

یہ وہ پندرہ بنیادی خصوصیات ہیں جو سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۰، ۱۱۱ میں بیان کی گئی  
 ہیں اور دعوت حق کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے کارکنوں و اراکین کے کردار کا  
 لازمی جزو ہونا چاہئے اس کے بغیر ان کی جدوجہد وہ مطلوبہ نتائج پیدا نہ کر سکے گی جس کا

وعدہ قرآن حکیم میں جا بجا کیا گیا ہے۔ کردار کی تہذیب و روحانی تربیت کے ان تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انقلابی جدوجہد کے عملی میدان کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی اراکین جماعت کے لئے لازمی ہو گا جن کی تفصیل یہ ہے:

### اراکین جماعت کی جدوجہد کے تقاضے

انقلاب کے لئے پناہونے والی ہر تحریک کو ان مراحل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر کوئی بھی تحریک اور اس کے کارکن ان مراحل میں سے گزرے بغیر انقلاب کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے، یہ تقاضے درج ذیل ہیں:

پہلا تقاضا..... شعور مقصدیت

شعور مقصدیت سے مراد اس بات کا شعور حاصل کرنا ہے کہ ہماری جدوجہد کا مقصد کیا ہے۔ ہماری تحریک اور ہمارے مشن کی منزل کون سی ہے؟ اگر ذہنوں کے اندر مقصد ہی گڈمڈ ہو تو ساری جدوجہد ہی گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ تحریک منہاج القرآن سے وابستہ لوگوں پر یہ چیز واضح ہونی چاہئے کہ ہماری تحریک کا مقصد محض وعظ و تبلیغ نہیں بلکہ ہماری تحریک کا مقصد مصطفوی انقلاب ہے اور ہماری منزل عالمگیر سطح پر احیاء اسلام اور غلبہ دین حق کی بحالی ہے اگر یہ مقصد واضح ہو تو جدوجہد کی تفصیلات سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

### دوسرا تقاضا..... انتھک جدوجہد

جب مقصد کا شعور مل گیا تو اب اس کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد لازم ہے۔ مصطفوی انقلاب کے قافلے کے سپاہیوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ہم نہ تو صرف روایتی مذہبی ہیں اور نہ ہی صرف روایتی سیاسی، یہ دونوں چیزیں ہمارا کردار نہیں۔ ہماری جدوجہد کا مزاج انقلابی ہے ہمارا نظریہ فکر و عمل نہ تو روایتی مذہبیت ہے

اور نہ ہی روایتی سیاست، ہماری جدوجہد کا عنوان انقلابیت ہے۔

### تیسرا تقاضا..... مصائب و مشکلات

جب احیاء اسلام کی خاطر انقلابی جدوجہد کا آغاز کیا جاتا ہے تو مصائب و مشکلات، پریشانیاں، مزاحمتیں، مخالفتیں اور دشمنیاں اس سفر کے لئے لازم ہیں۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ہم ان کے بغیر ہی منزل مقصود تک پہنچ جائیں تو اسے یہ سفر اختیار ہی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مصائب و آلام اور تکالیف و مشکلات اس سفر کا لازمی حصہ ہیں۔ ان پریشانیوں میں جسمانی پریشانیاں بھی آتی ہیں، نفسیاتی الجھنیں بھی آتی ہیں، دشمنوں کی گالیاں بھی سننی پڑتی ہیں، بھوک اور افلاس کی کیفیت سے بھی گزرنا پڑتا ہے، معرکوں میں مایوسیاں اور ناکامیاں بھی ہوتی ہیں۔ الغرض کبھی ڈوبنا ہو گا اور کبھی تیرنا ہو گا۔ یہ مخالف لہروں کے تھپیڑے ہیں کبھی آپ نیچے جائیں گے اور لہریں اوپر ہوں گی، کبھی لہریں نیچے ہوں گی اور آپ اوپر آئیں گے۔ یہ ایک لازمی مرحلہ ہے اس کے بغیر کبھی کوئی کشتی ساحل مراد پر نہیں پہنچی۔

### چوتھا تقاضا..... اخلاص اور وفاداری

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مصائب و مشکلات پر قابو کیسے پایا جائے؟ اس کا بڑا آسان سا جواب ہے اور وہ یہ کہ جب نظر اگلے مرحلہ پر ہو تو پچھلا مرحلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت ایک مثال کے ذریعے یوں کی جاسکتی ہے کہ مصر کی عورتیں حضرت یوسفؑ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے زلیخا کے پاس آئیں۔ زلیخا نے ان کے ہاتھ میں پھل اور چھریاں پکڑا دیں جب ان عورتوں کی نظر حسن یوسف پر پڑی تو وہ اس جلوے میں اس قدر محو ہو گئیں کہ پھل کاٹنے کی بجائے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں۔ اب اگر ان کی نگاہ صرف اس عمل پر رہتی کہ ہماری انگلیاں کٹ گئیں اور خون بہہ گیا تو کبھی حقیقت کو نہ پاتیں۔ انہوں نے اپنی نگاہیں حضرت

یوسف کے چہرے پر مرکوز رکھیں۔ نگاہ چونکہ ایسے شے پر تھی جو تکلیف سے زیادہ بہتر تھی، سو ہاتھ بھی کٹ گئے مگر انہوں نے حقیقت کو پایا چنانچہ منزل تک پہنچنے کا اصول یہ طے پایا کہ اگر درمیان میں کوئی مصیبت آجائے تو نگاہ مصیبت پر نہ ہو بلکہ اس چیز پر ہو جسے پانے کی راہ میں یہ مصیبت آئی لہذا جو شخص مصیبت میں تو گھرا مگر اس کی نظر اس راحت پر رہی جو آگے آنے والی تھی تو وہ سفر میں کامیاب ہو گیا یہ چیز اخلاص اور وفاداری سے آتی ہے۔

پانچواں تقاضا..... ایثار و قربانی

مقصد کو پانے کے لئے قربانی چاہئے، ایثار اور قربانی کے بغیر کبھی منزل تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ قربانی کے نعرے تو ہر کوئی لگاتا ہے لیکن جب قربانی کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت کم لوگ آمادہ ہوتے ہیں۔ مصطفوی انقلاب کی منزل کو اس وقت تک حاصل نہیں کیا جاسکتا جب تک ہر کوئی اپنی بساط اور استطاعت کے مطابق قربانی نہ دے۔ منزل جتنی عظیم ہو قربانی بھی اتنی عظیم دینا پڑتی ہے اور ہماری منزل مصطفوی انقلاب ہے لہذا ہمیں ہر وقت تن، من، دھن کی بازی لگانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

چھٹا تقاضا..... سخت کوشی اور جانفشانی

مصطفوی انقلاب کے جیالوں کو سخت کوش اور جانفشاں بننا ہو گا اور اگر جان کو سختی درپیش ہو تو ان سختیوں میں مسکرا کر رہنے کا عزم پیدا کرنا ہو گا۔ مزاج میں سخت کوشی اور جانفشانی ہونی چاہئے چنانچہ راہ انقلاب کے مجاہدوں کو اتنا سخت اور جانفشاں ہونا چاہئے کہ اگر پتھر بھی ان سے ٹکرائیں تو چور ہو جائیں۔ اگر آپ کے حوصلے پتھروں سے زیادہ سخت اور فولاد سے زیادہ مضبوط ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت مصطفوی انقلاب کا راستہ نہیں روک سکتی۔

### ساتواں تقاضا..... نظم و ضبط

اگر جدوجہد میں نظم و ضبط نہ ہو تو ساری جدوجہد رائیگاں چلی جاتی ہے۔ نظم و ضبط کو معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہی سب سے اہم چیز ہے لہذا ہر تحریکی ساتھی اپنے قول میں، اپنے عمل میں، اپنی طبیعت میں اور اپنی جدوجہد میں نظم و ضبط پیدا کرے، کسی بھی تحریک میں نظم و ضبط کا فقدان بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ اس کے بغیر ساری جدوجہد بے فائدہ ہو جاتی ہے اب اگر ذہن میں یہ سوال آئے کہ نظم و ضبط کیسے پیدا ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو دستور دیا گیا ہے، نظام العمل دیا گیا ہے، سرکلر کے ذریعے ہدایات دی جاتی ہیں ان کے اوپر پابندی کے ساتھ چلنا آپ کا نظم و ضبط ہے۔

### آٹھواں تقاضا..... اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ

آپ کی شخصیت اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی پیکر ہونی چاہئے، برے اخلاق کے حامل لوگ مصطفوی انقلاب نہیں لاسکتے۔ دوسروں سے حسد کرنے والے اور دلوں میں عداوت اور عناد رکھنے والے کبھی بھی انقلاب کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ مصطفوی انقلاب لانے کے لئے آپ کے اندر جرأت و بہادری، عفو و درگزر اور حوصلہ و ہمت چاہئے۔ آپ جس سے ملیں آپ کے دلوں کے اندر محبت الہی اور محبت رسول ﷺ کے طوفان موجزن ہوں۔ جب آپ کی اپنی شخصیت، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہوگی تو دوسرے لوگ بھی آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اخلاق حسنہ کا پیکر بنے بغیر آپ کسی کو اپنے مشن کی طرف راغب نہیں کر سکتے۔ اعمال صالحہ میں نماز کی پابندی، روزے کی پابندی، تلاوت کی پابندی، صدقہ و خیرات کی پابندی، تہجد کی پابندی اور ذکر و اذکار کی پابندی شامل ہے۔ یہ تمام چیزیں انقلاب کا مرحلہ ہیں اور ہم انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ چیزیں پیدا نہیں



ہوں گی تو ہم اپنے گھر والوں کو، دوستوں کو اور اعزہ و اقارب کو مشن کی طرف کیسے متوجہ کریں گے لہذا ہمیں اپنے عمل اور کردار میں یہ خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی کیونکہ معاشرے میں اس وقت تک انقلاب نہیں آسکتا جب تک ہم اپنی ذات میں انقلاب پیدا نہ کریں۔

### نواں تقاضا..... بے غرضی و نفع بخشی

انقلاب کی راہ پر چلنے والوں کا دل ہر طرح کے حرص، طمع، لالچ اور غرض سے پاک و صاف ہونا ضروری ہے اگر آپ کے دل میں شہرت اور جاہ و منصب کا لالچ ہے اور آپ کے دل میں مفاد پرستی اور خود پرستی اور خود غرضی ہے تو یاد رکھیں خود غرضی اور انقلاب یہ دو چیزیں کبھی یکجا نہیں ہو سکتیں۔ انقلاب تو اپنے مفاد کو قربان کر دینے کا نام ہے اور اپنی نفسانی خواہشوں اور غرضوں کو قربان کر کے مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کا نام ہے جب آپ ہر قسم کی خود غرضی، مفاد پرستی اور حرص و لالچ سے پاک ہو کر خدا کی مخلوق اور حضور ﷺ کی امت کو نفع پہنچانے کے لئے جنیں اور مرین گے تو اس وقت انقلاب کی منزل بہت قریب آجائے گی۔

### دستواں تقاضا..... سرفروشی

عظیم مقصد کے لئے قربانی بھی عظیم چاہئے، انقلاب کے لئے جان کے نذرانوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے لئے سرفروشی کا جذبہ چاہئے۔ راہ انقلاب پر چلنے والوں کو ہر وقت سربکف مجاہد کی طرح رہنا چاہئے۔ طاغوتی اور استحصالی نظام کو بدلنے کے لئے جو انیاں لٹانے اور گردنیں کٹانے کے نعرے کو ایک حقیقت میں بدلنا ہوگا۔ احیاء اسلام اور اقامت دین کے لئے حسینی سنت پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں شجر اسلام کی آبیاری، سرفروش مجاہدوں کی طرح اپنے خون سے کرنا ہوگی جس دن ان تمام شرائط پر پورا اترنے والے چند لاکھ سرفروش سرکٹانے کو

تیار ہو گئے تو پھر کامیابی و کامرانی اس قوم کا مقدر ہوگی اور مدتوں سے منتظر امت مسلمہ اپنی آنکھوں سے انقلاب کا سوریا طلوع ہوتا دیکھے گی اور جو طاقتیں اس وقت پہاڑ کی طرح نظر آتی ہیں، خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔ ہر طرف اسلام کی عظمت و شوکت کے جھنڈے لہرائیں گے۔

گیارہواں تقاضا..... انقلاب

تحریکی مراحل میں آخری مرحلہ انقلاب کا آتا ہے جس میں ہر طاغوتی اور استحصالی نظام کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے اور ہر طرف عدل و انصاف کا راج ہوتا ہے۔ حقداروں کو ان کا حق ملتا ہے، مظلوموں کی فریادرسی ہوتی ہے اور ظالموں کو ان کے ظلم و ستم کی سزا ملتی ہے۔ کارکنان انقلاب نے اپنے آپ کو ان گیارہ مراحل میں سے گزارنا ہے۔ یہ انقلابی جدوجہد کے بنیادی اصول ہیں۔ اگر ان پر توجہ نہ دی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انقلابی جدوجہد کے بنیادی تقاضے اور بنیادی شرائط ہی پوری نہیں کی جا رہیں۔ ہر شخص کو اپنے گریبان میں جھانک کر اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ ان گیارہ تقاضوں میں سے کتنے تقاضے پورے کر رہا ہے۔ اقوام و ملل کے احوال منقلب کرنے کا کار عظیم اپنی ذات کو انقلاب آشنا کئے بغیر ممکن نہیں۔<sup>۱۳</sup>

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا واما بانفسهم (۱۳: ۱۱)





## حواشی

(باب چہارم)

اس آیت مبارکہ (آل عمران ۱۰۴) کی اہمیت اس وقت واضح ہوگی جب ہم معروف اور منکر کے قرآنی تصور پر غور کریں گے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

### معروف

معروف ۳۹ مرتبہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ جن میں سے (۸) مرتبہ امر بالمعروف کے طور پر آیا ہے۔ جبکہ بقایا تمام مقامات پر معاملات زندگی کی حسن صورت کو معروف کہا گیا ہے۔

الف. لا خیر کثیر من نجوہم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس (۴: ۱۴۴)

ب. واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن امرتہم لیخرجن قل لا تقسموا طاعة معروفہ ان اللہ خبیر بما تعملون.

(النور ۲۴: ۵۳)

### المنکر

۱۵ دفعہ یہ لفظ قرآن پاک میں آیا ہے۔

### منکر کی تعریف

الف۔ (منکر کفر ہے)۔ و اذا تتلی علیہم ایتنا بینت تعرف فی

وجوہ الذین کفروا المنکر۔ (الحج ۲۲: ۷۲)

ب۔ منکر معصیت و نافرمانی ہے:

ومن يتبع خطوات الشيطان فإنه يأمر بالفحشاء والمنكر ولو  
لا فضل الله عليكم ورحمت ما زكى منكم من احدا بد و  
لكن الله يزكى من يشاء والله سميع عليم (۲۱:۲۴)

ج۔ عام برائی بھی منکر کے ذیل میں آتی ہے

وتاتون فی نادیکم المنکر (۲۹:۲۹)

عام بری بات بھی منکر کے زمرے میں آتی ہے۔

اسی طرح قول ظہار کو بھی کہا: و انهم ليقولون منکرا (۲:۵۸)

گویا ”منکر“ پوری زندگی سے تزکیہ کا نکل جاتا ہے۔

صحیح بخاری ۲۹ پ کتاب الفتن حدیث ۱۹۷۲

۲۔

صحیح بخاری ۲۹ پ کتاب بالاعتصام بالکتاب والنہ ۲۱۷۳۔

۳۔

ذکر رسول الله ﷺ فتنة فقربها قالت قلت يا رسول

۴۔

الله ﷺ من خير الناس فيها قال رجل في ماشية يودى حقها

و يعبد ربه ورجل اخذ براس فرسه يخف العدو ويخوفونه و

فی الباب عن ام مبشر و ابی سعید خدری و ابن

عباس۔ (جامع ترمذی۔ ج ۲ ابواب الفتن)

فرقہ پرستی کے خاتمے کے حوالے سے ملاحظہ ہوں۔

۵۔

فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے: ڈاکٹر محمد طاہر القادری

اعلامیہ وحدت: منہاج القرآن پبلی کیشنز

تحریک منہاج القرآن اور اتحاد امت: پروفیسر محمد رفیق

حدیث افتراق۔ جامع ترمذی

۵۔

ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ابواب هذا

۶۔

۷- عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من رای منکم منکر ا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان (صحیح مسلم شریف)

۸- عن بهز بن حکیم عن ابید عن جدہ انه سمع فی قوله تعالی کنتم خیر امته اخرجت للناس قال انتم تتمون سبعین امه انتم خیرها واکرمها علی اللہ رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث حسن.

(مشکوٰۃ شریف باب ثواب ہذہ الامۃ)

یہی مضمون دوسری حدیث میں بطریق دیگر وارد ہے:

قال والذی نفسی بیدہ لتامرون بالمعروف و لتنهون عن المنکر اولیو شکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا عقابا منه فند عونہ فلا یستجب لکم (جامع ترمذی ج ۲- ابواب القتن)

۹- معروف و منکر کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر اباب ہذا

۱۰- توبہ کے حوالے سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

حسن اعمال، حسن احوال از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۱- ۳: ۱۱۳، ۱۱: ۱۱۳، ۱۷: ۷۸، ۲۰: ۱۳۰، ۳۹: ۳۹، ۴۱: ۳۸،

۵۰: ۴۰ و دیگر مقامات قرآن حکیم

۱۲- نماز کے اس کردار کے لئے ملاحظہ ہوں۔

۴: ۴۳، ۲۴: ۷، ۲۹: ۲۵، ۳۱: ۱۷

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱- آداب نماز

ii۔ فلسفہ نماز از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

-۱۳

i۔ سفر انقلاب: ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ii۔ اجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر: ڈاکٹر محمد طاہر القادری

iii۔ قائد اور کارکن: پروفیسر محمد رفیق

iv۔ تحریکی گائیڈ بک: پروفیسر محمد رفیق

## باب پنجم

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (۲۱:۳۳)

مصطفوی انقلاب کا منہاج

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں





ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے پکائے جانے والے انقلاب کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اسکے نتیجے میں مندرجہ ذیل مختلف ڈھانچوں میں تبدیلی پیدا ہو اور زندگی کے یہ تمام پہلو انقلاب کے بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ ہو جائیں:

Social Structure	معاشرتی ڈھانچہ	-۱
Economic Structure	معاشی ڈھانچہ	-۲
Political Structure	سیاسی ڈھانچہ	-۳
Educational Structure	تعلیمی ڈھانچہ	-۴
Religious Structure	مذہبی ڈھانچہ	-۵
Moral Structure	اخلاقی ڈھانچہ	-۶
Spiritual Structure	روحانی ڈھانچہ	-۷
Cultural Structure	ثقافتی ڈھانچہ	-۸

یہ تبدیلی دور رسالت اور خلافت راشدہ کی سمت میں ہو۔ بصورت دیگر وہ اسلامی انقلاب نہ ہوگا۔<sup>۱</sup>

اسلامی انقلاب کا بنیادی مقصد اقامت دین یعنی دین حق کا سیاسی غلبہ ہے اس کی وضاحت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ہوتی ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(الف) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدَىٰ وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت  
اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے  
سب دینوں پر غالب کر دے۔ ۲۷

(۲۸:۴۸)

(ب) وَ قَاتِلُواهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ  
فِتْنَةً وَ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ

اور (اے اہل حق) تم ان (کفر و طاغوت  
کے سرغنوں) کے ساتھ (انقلابی)  
جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ (دین  
دشمنی کا) کوئی فتنہ (باقی) نہ رہ جائے  
اور سب دین (یعنی نظام بندگی و  
زندگی) اللہ ہی کا ہو جائے۔

(۳۹:۸)

اس آیت کریمہ میں کلمہ للہ سے مراد غلبہ دین ہے۔ اگر اس آیت کا ظاہر  
معنی مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو بزور بازو  
اسلام میں داخل کر لیا جائے اور منکرین کو تلوار کے زور سے ختم کر دیا جائے۔ حالانکہ  
یہ چیز منشاء ایزدی کے خلاف ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔

لہذا اس آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ تم اپنی کوششوں کو جاری رکھو۔ یہاں تک  
کہ اس جدوجہد کے نتیجے میں اسلام سیاسی طور پر غالب آجائے۔ اسی طرح پہلی آیت  
میں لیظہرہ علی الدین کلمہ سے بھی اسلام کی سیاسی عظمت اور سیاسی غلبہ مراد  
ہے۔

(ج) وَ اذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيلٌ

اور جان لو کہ اللہ عذاب میں سختی

مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ  
تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ  
فَأَوَّكِمْ وَ أَيْدِكُمْ بِنَصْرِهِ وَ  
رَزَقِكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ  
تَشْكُرُونَ ۝

(۲۶:۸)

فرمانے والا ہے اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم (مکی زندگی میں عدداً) تھوڑے (یعنی اقلیت میں) تھے ملک میں دبے ہوئے تھے (یعنی معاشی طور پر کمزور اور استحصال زدہ تھے) تم اس بات سے (بھی) خوفزدہ رہتے تھے کہ (طاقتور) لوگ تمہیں اچک لیں گے (یعنی سماجی طور پر بھی تمہیں آزادی اور تحفظ حاصل نہ تھا) پس ہجرت مدینہ کے بعد اس (اللہ) نے تمہیں (آزاد اور محفوظ) ٹھکانہ عطا فرما دیا اور (اسلامی حکومت و اقتدار کی صورت میں) تمہیں اپنی مدد سے قوت بخش دی اور (مواخات، اموال غنیمت اور آزاد معیشت کے ذریعے) تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا فرمادی تاکہ تم اللہ کی بھرپور بندگی کے ذریعے اس کا شکر بجالا سکو۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کے قومی زندگی کے مختلف احوال کا تذکرہ ہے۔

(i) قلیل: (تعداد میں کم ہونا) یہ ان کی سیاسی اقلیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس

لفظ کو استعمال کر کے صحابہ کرام کو کفار و مشرکین کے مقابلے میں سیاسی طور پر کمزور اور محکوم ہونے کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

(ii) مستضعفون فی الارض یہ زمین میں کمزور ہونے یعنی معاشی عدم استحکام پر دلالت کرتا ہے۔ ان الفاظ کے ذریعے صحابہ کرام کو مکی زندگی میں غیر مسلموں کے مقابلے میں معاشی طور پر کمزور اور محتاج ہونے کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

(iii) تخافون ان يتخطفكم الناس : یہ الفاظ طاقتور لوگوں کے اچک لے جانے کے خوف، معاشرتی طور پر کمزور اور غیر محفوظ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ان الفاظ کے ذریعے صحابہ کرام کو مکی زندگی میں سیاسی اور معاشی کمزوری کے باعث سماجی عدم استحکام اور ظلم و استحصال کا شکار ہونے کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

پھر ان تینوں حالتوں کو بدل دیا گیا اور نتیجہ یوں نکلا کہ

(i) فاواکم تمہیں آزاد سماجی زندگی عطا کر دی۔ یعنی غیر محفوظ، غیر مستحکم اور ناہموار معاشرتی زندگی سے نجات دلا کر تمہیں الگ خطہ زمین کی صورت میں آزاد وطن عطا کیا تاکہ تم خوشگوار ماحول میں آزاد طریق پر اپنے حقوق و فرائض بجالا سکو۔ یہ سماجی انقلاب ہجرت مدینہ کے نتیجے میں واقع ہوا۔

(ii) و ایدکم بنصرہ: تمہیں اپنی مدد سے تقویت اور طاقت بخشی یعنی تمہیں غلامی اور محکومی اور ظلم و استبداد کی زندگی سے نجات دلا کر الگ اقتدار اور حکومت عطا کی جس سے تمہیں سیاسی طور پر آزادی اور استحکام حاصل ہو گیا۔ یہ سیاسی انقلاب میثاق مدینہ کے نتیجے میں پایا ہوا۔ جسکے ذریعے حضور نبی

اکرم ﷺ اسلامی ریاست مدینہ کے سربراہ مقرر ہو گئے اور تمام غیر مسلم طبقے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے اندر محکوم ہو گئے۔

(iii) و رزقکم من الطیبت: تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا گیا۔ یعنی تمہیں معاشی کمزوری، ناانصافی اور استحصال سے نجات دلا کر ایسی مستحکم اور منصفانہ معاشی زندگی عطا کر دی کہ کوئی شخص بھی معاشی تعطل کا شکار نہ رہا۔ یہ معاشی انقلاب مواخات مدینہ کے نتیجے میں پاپا ہوا۔ جسکے ذریعے تمام اہل ثروت انصار نے مہاجرین صحابہ کرام کو اپنے معاشی وسائل میں برابر کا شریک بنا لیا۔

یہ حقیقت پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ کوئی بھی انقلاب تین ادوار پر مشتمل ہوتا ہے۔ دور ما قبل انقلاب۔ دور انقلاب اور دور ما بعد انقلاب۔

مندرجہ بالا آیت (نمبر ج) جہاں مصطفوی انقلاب کے مقاصد بیان کر رہی ہے وہاں انقلاب کے ادوار کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے۔ چنانچہ دور ما قبل انقلاب کی حالت بیان کرتے ہوئے تین اعتبار سے مسلمانوں کی کمزور حالت کا ذکر فرمایا پھر دور ما بعد انقلاب کو بیان کرتے ہوئے تین اعتبار سے مسلمانوں کی اعلیٰ اور ترقی یافتہ حالت کو بیان کیا گیا

دور ما بعد انقلاب

دور ما قبل انقلاب

۱- فاواکم

۱- قلیل

سماجی تحفظ

سیاسی محکومی

Social Security Social/Political Insecurity

۲- و ایدکم

۲- مستضعفون فی الارض

سیاسی قوت

Political Power

۳- ررز قكم من الطيبت

معاشی استحکام

Economic Stability

اس کے بعد ارشاد فرمایا لعکم تشکرون یعنی تمہیں اس انقلاب کے نتیجے

اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا کہ ان سے قبل کے لوگوں کو حاکم بنا چکا ہے اور ان کا دین جس کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد (جس سے وہ قومی و معاشرتی زندگی میں دوچار ہیں) ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے (اور اپنے مقصد حیات یعنی اپنے فکر و عمل میں) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد بھی (میری اور

معاشی عدم استحکام

Economic Instability

۳- تخافون ان يتخطفكم الناس

سماجی عدم تحفظ

Social Insecurity

میں شکرگزاری کی زندگی نصیب ہوئی۔

(د) وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(۵۵:۲۴)

میرے رسول کی اطاعت سے) انکار  
 کرے پس وہی لوگ بد کردار ہیں (ان  
 کے لئے نہ دین ہے نہ ایمان)۔

اس آیہ مبارکہ میں بھی انہی تین بنیادی اقدار حیات کا بیان کیا گیا۔

- ۱- لیستخلفنہم فی الارض      سیاسی غلبہ کا بیان
  - ۲- ولیمکن لہم دینہم      معاشی استحکام اور دینی تمکن کا بیان
  - ۳- ولیدلنہم من بعد خوفہم امنًا      سماجی تحفظ کا بیان
- ایک دوسری آیت میں اسی سماجی تحفظ کا ذکر یوں کیا گیا:

فَمَا يَاتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ  
 هُدَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
 يَحْزَنُونَ ۝  
 پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے  
 کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت  
 کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف  
 (طاری) ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں  
 (۳۸:۲)      گے۔

غرضیکہ اس آیہ مبارکہ میں سیاسی غلبہ، معاشی استحکام، سماجی تحفظ اور مذہبی  
 تمکن کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

### مراحل انقلاب کی قرآنی ترتیب

انقلاب کے مقاصد میں سب سے بنیادی چیز سیاسی غلبہ ہے۔ کیونکہ اس کے  
 بغیر معاشی استحکام پیدا نہیں ہو سکتا لہذا معاشی استحکام کے حصول کے لئے سیاسی غلبہ کا  
 ہونا ضروری ہے۔ سیاسی غلبے کے نتیجے میں معاشی استحکام پیدا ہوتا ہے اور جب یہ  
 دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں تب سماجی تحفظ وجود میں آتا ہے۔ اہل حق کو غلبہ



حاصل نہ ہو تو وہاں مذہبی تمکن کا حصول ناممکن ہے۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو!

ہے کیا حسیں فریب جو کھائے ہوئے ہیں ہم

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انقلاب پانچ کرنے کے لئے اسکے مختلف مراحل میں فطری ترتیب کو برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیت میں سب سے پہلے سیاسی غلبہ (Political Power) کا ذکر فرمایا۔ اور پھر معاشی استحکام (Eco. Stability) کو بیان کیا۔ اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر انقلاب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

كادا الفقرا ن يكون كفراً۔ ممکن ہے کہ (اضطراری) فقر و افلاس

کفر کی حد تک پہنچادے۔

مذکورہ بالا آیت کے اندر بیان کردہ حقیقت سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے

کہ جب تک اسلامی زندگی کے راستے میں موجود رکاوٹوں اور موانعات کو دور نہ کیا جائے اس وقت معاشرے میں اسلام آہی نہیں سکتا۔ اب اگر یہ رکاوٹیں دور ہو جائیں اور سماجی تحفظ نصیب ہو جائے تو پھر اسلامی زندگی اختیار نہ کرنے والا شخص معافی کے قابل نہ ہوگا اس لئے آیت کے آخر میں فرمایا گیا۔

ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم

الفاسقون۔ اور جس نے اس کے بعد کفر کیا پس وہ فاسق و فاجر ہیں۔

اس آیت میں ذالک کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یعنی ان مذکورہ صدر تقاضوں

کے پورا کرنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص ناشکری کرے گا اور اسلامی زندگی کو اختیار نہ کرے گا تو پھر وہ فاسق ہوگا۔

سابقہ آیات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مصطفوی انقلاب کا

بنیادی مقصد اقامت دین یعنی ادیان عالم اور نظام ہائے باطل پر دین حق کا سیاسی غلبہ ہے جس کے نتیجے میں معاشی استحکام اور سماجی تحفظ ملتا ہے۔ اور معاشی استحکام و سماجی تحفظ کی بنیادوں پر تعمیر ہونے والے معاشرے میں جب دینی تمکین اور مذہبی احکامات کی تنفیذ ہوگی تو وہ دیرپا اور اثر انگیز ہوگا بصورت دیگر سیاسی و سماجی اور معاشی انقلاب پاپائے بغیر کوئی مذہبی انقلاب دیرپا نہیں ہو سکتا۔

### قومی زندگی میں انقلاب کا لائحہ عمل

قومی زندگی ہمیشہ تین بنیادی شعبوں میں منقسم ہوتی ہے: ۱۔

۱- سیاسی شعبہ زندگی

۲- معاشی شعبہ زندگی

۳- معاشرتی شعبہ زندگی

اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ قومی زندگی اجتماعی زندگی کے ان تین شعبوں کے باہمی ربط و تعلق سے وجود میں آتی ہے۔ لہذا قومی سطح کا نصب العین حاصل کرنے کے لئے جو لائحہ عمل مطلوب ہے۔ وہ بھی ان تین ہی پہلوؤں پر مشتمل ہوگا۔

☆ لائحہ عمل کا سیاسی پہلو

☆ لائحہ عمل کا معاشی پہلو

☆ لائحہ عمل کا معاشرتی پہلو

نصب العین غلبہ حق کی خاطر عالمگیر انقلاب کے لئے ایک صالح معاشرے کا قیام ہے۔ لہذا اس سطح پر معاشرتی صالحیت وہ قومی مقصد ہے جس کے حصول کی جدوجہد مطلوب ہے اور اس کا لائحہ عمل سیاسی ظلم اور جبر و استبداد کے

خاتمے سے، معاشی نا انصافی اور استحصال کے خاتمے سے اور معاشرتی ناہمواری اور عدم استحکام کے خاتمے سے عبارت ہے۔

جب تک سیاسی انقلاب کے ذریعے حقوق کی آزادی، معاشی انقلاب کے ذریعے تخلیقی جدوجہد کی بحالی اور سماجی انقلاب کے ذریعے عدل و انصاف اور مساوات کی فراوانی میسر نہ آئے، کسی بھی نظام کے نفاذ سے صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں نہیں لایا جاسکتا۔ یہ وہ بنیادی لائحہ عمل ہے جس کی نشاندہی قرآن مجید نے کی ہے۔ اسے اپنائے بغیر قرآن و سنت کی تعلیم ہو یا فقہ و شریعت کے اوامر و نواہی کی تبلیغ، خطیبانہ و عظیم و نصیحت ہو یا صوفیانہ ارشاد و تربیت، کسی طریق پر بھی معاشرہ صالحیت سے آراستہ نہیں کیا جاسکتا اور غلبہ حق کے نصب العین کے حصول کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

### لائحہ عمل کے تعین میں عصری تحریکات کا تسامح

یہ مسئلہ کہ معاشرے یا قوم میں انقلاب کس طرح پاپا ہو۔ دور جدید کی اصلاحی تحریکات کے بانیوں میں مختلف فیہ رہا ہے۔ ان مسلم مفکرین نے اس سلسلے میں دو نقطہ ہائے نظر پیش کئے ہیں۔

ایک یہ کہ پہلے معاشرے میں تعلیم و تربیت کے ذریعے اخلاقی انقلاب پاپا کیا جائے اور پھر جمہوری انداز سے نتیجہ سیاسی انقلاب از خود پاپا ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ پہلے سیاسی انقلاب پاپا کیا جائے اور اس کے نتیجہ میں معاشرہ اخلاقی انقلاب سے ہمکنار ہو سکے گا۔

☆ پہلا موقف پیش کرنے والوں کے نزدیک فی الواقع تبدیلی اقتدار ہی اصل مقصد تھا اور معاشرے کے اندر بزعم خویش اخلاقی انقلاب کو انہوں نے اس مقصد

کے حصول کا ذریعہ سمجھا۔ یہ نقطہ نظر قطعی طور پر غلط اور قرآنی فلسفہ انقلاب کے منافی تھا۔ کیونکہ باطل کے اقتدار کے ہوتے ہوئے تعلیم و تربیت اور جمہوری جدوجہد کے ذریعے معاشرے میں اخلاقی انقلاب پانے کی آرزو کرنا عبث ہے۔ پیغمبران انقلاب کی پوری تاریخ اس امر کی تائید نہیں کرتی اور نہ قرآن و سنت کی تعلیمات اس تصور کی حمایت کرتی ہیں۔ اس نقطہ نظر کو پیش کرنے والے اپنی عملی جدوجہد میں بالآخر اس موقف پر قائم نہ رہ سکے۔ انہوں نے حصول اقتدار کے مقصد کی خاطر ہر راستے کو بطور ذریعہ اپنایا۔ ذریعے کے باب میں اخلاقی و غیر اخلاقی اور جائز و ناجائز کا کوئی امتیاز ان کے پیش نظر نہ رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس اخلاقی انقلاب کے تصور کو انہوں نے ابتداء بطور ذریعہ اپنایا تھا۔ جب عملاً اس میں ناکامی ہوئی تو قوت و اقتدار کے حصول کی طلب اتنی شدید ہو گئی کہ ان کے پیش نظر ذریعے کا صحیح تعین بھی غیر ضروری ہو گیا۔ انہوں نے ہر سطح پر حصول قوت و اقتدار کے مقصد کی خاطر ہر ذریعے اور طریقے کو اپنانا ضروری سمجھا اور اسی جدوجہد کا نام بزعم خویش ”اسلامی انقلاب“ رکھ دیا۔

انہوں نے اس نام نہاد ”اسلامی انقلاب“ کے نام پر ہر جور و استبداد اور ظلم و تشدد کو عین مقتضائے اسلام سمجھا، اسی کو حق کا نام دیا اور جو کوئی ان کے راستے میں مزاحم ہو اسے کافر و ملحد اور لادین قرار دے دیا۔ اسلام کے نام پر ہونے والے اس ظلم کی مثال تاریخ اسلام میں کم ملتی ہے۔ اس انداز کی جدوجہد کرنے والے شاید اس حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں کہ اس سے رد عمل کے طور پر اسلام کے خلاف نفرت، سرکشی اور بغاوت جنم لے گی اور اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔ اس طرح کی جدوجہد سے معاشرے کے اندر صالحین پیدا نہیں کئے جاسکتے۔

☆ دوسرا موقف جزوی طور پر درست تھا کہ معاشرے کے اندر اخلاقی انقلاب کے لئے پہلے سیاسی انقلاب ناگزیر ہے۔ لیکن نقطہ نظر چونکہ جامع اور ہمہ گیر نہ تھا اس لئے اس لائحہ عمل سے بھی مطلوبہ ”معاشرتی صالحیت“ یا ”اخلاقی انقلاب“ کا حصول ممکن نہ رہا۔

مذکورہ بالا دونوں نظریات کے برعکس حصول مقصد کے لائحہ عمل کی جو ہدایت قرآن حکیم سے میسر آتی ہے۔ وہ تین طرح کے انقلابات پر مشتمل ہے۔

سیاسی انقلاب، معاشی انقلاب، سماجی انقلاب

ان کے نتیجے کے طور پر ہی معاشرہ اس ”اخلاقی انقلاب“ یا ”اجتماعی صالحیت“ سے بہرہ ور ہو سکتا ہے جو اسلام کے عالمی نصب العین کے حصول کی ضامن ہے۔

لائحہ عمل کا قرآنی تصور

قرآن حکیم نے صحابہ کرام کی اجتماعی زندگی میں پچا ہونے والے اس اخلاقی انقلاب اور صالح مثالی معاشرے کے قیام کے اصول کی نشاندہی کی ہے۔ جو خاتم الانبیاء ﷺ کے زیر قیادت معرض وجود میں آیا تھا۔ قیام مدینہ کے دوران صحابہ کرام کو ان کی سابقہ کمی زندگی کی یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم (کمی	وَ اذْکُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ
زندگی میں عدداً) تھوڑے (یعنی	مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ
اقلیت میں) تھے ملک میں دبے	تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ
ہوئے تھے (یعنی معاشی طور پر کمزور	فَاَوْكُمُ وَاَيْدِكُمْ بِنَصْرِهِ وَ
اور استحصال زدہ تھے) تم اس بات	رَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ

سے (بھی) خوفزدہ رہتے تھے کہ  
 (طاقتور) لوگ تمہیں اچک لیں گے  
 (یعنی سماجی طور پر بھی تمہیں آزادی  
 اور تحفظ حاصل نہ تھا) پس (ہجرت  
 مدینہ کے بعد) اس (اللہ) نے تمہیں  
 آزاد اور محفوظ (ٹھکانہ عطا فرمادیا اور  
 اسلامی حکومت و اقتدار کی صورت  
 میں) تمہیں اپنی مدد سے قوت بخش  
 دی اور (مواخات، اموال غنیمت اور  
 آزاد معیشت کے ذریعے) تمہیں  
 پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا فرمادی  
 تاکہ تم اللہ کی بھرپور بندگی کے  
 ذریعے اس کا) شکر بجالا سکو۔

اس آیت کریمہ میں تین حالتوں کی طرف اشارہ ہے:

(i) قلیل تعداد میں تھوڑا ہونا "سیاسی اقلیت" پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس لفظ کے ذریعے صحابہ کو کفار و مشرکین مکہ کے مقابلے میں سیاسی طور پر کمزور اور محکوم ہونے کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

(ii) مستضعفون فی الارض زمین میں کمزور ہونا معاشی عدم استحکام پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا ان الفاظ کے ذریعے صحابہ کو مکی زندگی میں غیر مسلموں کے مقابلے میں معاشی طور پر کمزور، محتاج اور غیر مستحکم ہونے کی یاد دلائی جا رہی

ہے۔

(iii) تخافون ان يتخطفكم الناس طاقتور لوگوں کے اچک لے جانے کا خوف معاشرتی طور پر کمزور اور غیر محفوظ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا ان الفاظ کے ذریعے صحابہ کو مکی معاشرے میں سیاسی اور معاشی کمزوری کے باعث سماجی عدم استحکام اور ظلم و استحصال کا شکار ہونے کی یاد دلائی گئی ہے۔ دراصل قیام مکہ کے دوران مسلمانوں کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدم استحکام کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انہیں یہ یقین دلایا جاسکے کہ اندریں صورت تم مطلوبہ انقلاب سے ہمکنار نہیں ہو سکتے تھے۔ غلبہ حق اور نفاذ دین کی منزل تک پہنچنا ان حالات میں تمہارے لئے ہرگز ممکن نہ تھا چنانچہ حصول مقصد کی خاطر باری تعالیٰ نے جو لائحہ عمل اور راستہ تمہارے لئے منتخب فرمایا۔ وہ بھی ان تین حالتوں کے پیش نظر تین ہی پہلوؤں پر مشتمل تھا۔ اس لائحہ عمل کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا ہے:

۱- فاوانکم تمہیں آزاد سماجی زندگی عطا کر دی۔ یعنی غیر محفوظ، غیر مستحکم اور ناہموار معاشرتی زندگی سے نجات دلا کر تمہیں الگ خطہ زمین کی صورت میں آزاد ٹھکانہ عطا کیا تاکہ تم خوشگوار ماحول میں آزاد طریق پر اپنے حقوق بجالا سکو۔ یہ سماجی انقلاب ”ہجرت مدینہ“ کے نتیجے میں واقع ہوا۔

۲- وایدکم بنصرہ تمہیں اپنی مدد سے تقویت اور طاقت بخشی، یعنی تمہیں غلامی و محکومی اور جور و استبداد کی زندگی سے نجات دلا کر الگ اقتدار اور حکومت عطا کی۔ جس سے تمہیں سیاسی طور پر آزادی اور استحکام نصیب ہو گیا۔ یہ سیاسی انقلاب ميثاق مدینہ کے نتیجے میں پاپا ہوا۔ اس کے ذریعے حضور ﷺ اسلامی ریاست مدینہ

کے سربراہ مقرر ہو گئے اور تمام غیر مسلم طبقات مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے تحت اقلیتیں قرار پائیں۔

۳- و رزقکم من الطیبت تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا یعنی تمہیں معاشی کمزوری، ناانصافی اور استحصال سے نجات دلا کر ایسی مستحکم اور منصفانہ معاشی زندگی عطا کر دی کہ کوئی شخص بھی معاشی تعطل کا شکار نہ رہا۔ یہ معاشی انقلاب مواخات مدینہ کے نتیجے میں پیا ہوا۔ جس کے ذریعے تمام اہل ثروت انصار نے مہاجرین صحابہ کو اپنے معاشی وسائل میں برابر کا شریک بنا لیا۔

قرآن حکیم نے ان تین پہلوؤں پر مشتمل انقلاب کا ذکر لائحہ عمل کے طور پر کیا ہے کیونکہ صحابہ کی قومی زندگی کے مذکورہ بالا تینوں شعبوں میں اس تبدیلی کا مقصد لعلکم تشکرون (تاکہ تم خدا کے شکر گزار بندے بن سکو) کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

انفرادی طور پر شکر گزاری کا وصف تو صاف ظاہر ہے۔ صحابہ کرام کو قبل از ہجرت بھی نصیب تھا۔ لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ معاشرتی صالحیت اور اخلاقی انقلاب سے بہرہ ور ہو کر ایسا صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں لایا جائے جو عالمی سطح پر کلمہ حق کے غلبہ و اعلاء کا باعث ہو سکے۔ یہ مقصد اس لائحہ عمل کے بغیر پورا نہ ہو سکتا تھا۔

یہ مقصد اجتماعی سطح پر سیاسی عدم استحکام، معاشی استحصال اور سماجی ناہمواری کو باقی رکھتے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے قرآن مجید نے سیاسی، معاشی اور سماجی انقلاب کو قومی نصب العین کے حصول کے لائحہ عمل کے طور پر بیان کیا ہے۔



## قرآنی لائحہ عمل اور سیرت نبوی ﷺ

اگر معاشرے کو سیاسی، معاشی اور سماجی انقلاب کے بغیر محض احکام الہیہ اور حدود شرعیہ کی تبلیغ اور نفاذ کے ذریعے صحیح معنوں میں اسلامی، مثالی، انقلابی معاشرہ بنایا جاسکتا تو سرور دو عالم ﷺ کبھی ہجرت نہ فرماتے بلکہ مکہ کی غیر مسلم سیاسی اور معاشی قیادت سے تعرض کئے بغیر اپنے پیروکاروں کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے رہتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم اسی لئے دیا گیا تھا کہ باطل کے سیاسی و معاشی اقتدار میں اجتماعی صالحیت اور ملی سطح پر مطلوبہ انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔ مسلمانوں کی ناگفتہ بہ سیاسی، معاشی اور سماجی حالت کے پیش نظر یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنے قومی نصب العین کو پاسکیں۔ ان حالات کے قائم رہتے ہوئے شریعت کے اوامر و نواہی کے نفاذ سے مطلوبہ نتائج پیدا نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ نے اولین توجہ مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی استحکام کی طرف دی۔ میثاق مدینہ اور مواخات مدینہ کے ذریعے انہیں سیاسی اور معاشی طور پر آزاد اور مستحکم کر دیا۔ ہر قسم کے ظلم و استبداد اور ناانصافی و استحصال کے امکانات ختم کر دیئے۔ ہر ایک کی زندگی میں تخلیقی جدوجہد کو بحال کیا۔ ہر کسی کو جینے اور ہر لحاظ سے فروغ پانے کے یکساں مواقع مہیا کئے۔ ہر شخص کو بلا امتیاز باعزت سماجی زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا، معاشرے کی اجتماعی زندگی سے محرکات جرم و معصیت کا خاتمہ کیا۔ آپ نے ان بنیادی تبدیلیوں کے ساتھ شریعت کے اوامر و نواہی کو باقاعدہ طور پر رائج کیا۔ اسلامی حدود کے نفاذ کی طرف قدم بڑھایا اور ہر شخص کو غلبہ اسلام کی خاطر عظیم عالمی انقلاب کے لئے تیار کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ کی تیرہ (۱۳) سالہ مکی جدوجہد کے بعد ہجرت مدینہ کے فیصلے سے بعض ذہنوں کو یہ مغالطہ لاحق ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال تک پیغمبرانہ دعوت و تبلیغ کے بعد یہ محسوس کیا کہ یہاں مطلوبہ نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہاں سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ گویا ہجرت کا فیصلہ تیرہ سالہ تجربہ کے نتیجے میں کیا گیا تھا۔ اس خیال سے یہ تصور پختہ ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدوجہد بھی (معاذ اللہ) اقدام و خطا (Trial & Error) کے انداز میں تھی۔ یہ نقطہ نظر اس لئے غلط اور گمراہ کن ہے کہ اس سے اس ہدایت ربانی کی سرپرستی اور وحی الہی کی نفی ہوتی ہے جو آپ کو اپنی جدوجہد کے دوران بحیثیت پیغمبر حق ہر وقت حاصل تھی۔ اگر اس رہنمائی کے باوجود تیرہ سال کے تجربے نے اس نتیجے تک پہنچایا تھا تو پھر (معاذ اللہ) علم الہی اور پیغمبرانہ بصیرت دونوں عام انسانی علم کی طرح ناقص قرار پاتے ہیں۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ہجرت مدینہ کا فیصلہ حضور ﷺ نے اپنی رائے اور صوابدید سے نہیں بلکہ براہ راست حکم الہی سے کیا تھا۔ اس لئے اقدام و خطا کی ذمہ داری (معاذ اللہ) نبی ﷺ پر نہیں بلکہ خود باری تعالیٰ کی ذات پر عائد ہوتی ہے اور ایسا تصور صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور کی تیرہ سالہ مکی جدوجہد عین منشاء ایزدی اور حکم الہی کے مطابق انقلاب محمدی کا پہلا مرحلہ تھا۔ اس مرحلے میں حضور نے کفر و طاغوت کے خلاف علم حق بلند کیا۔ دعوت و تبلیغ اسلام کا آغاز کیا تو نتیجہ سخت مخالفت و مزاحمت پیدا ہو گئی۔ جو لوگ مخالفت و مزاحمت کے اس شدید ترین ماحول میں ایمان لائے۔ ان پر مشتمل انقلابی جماعت تیار کی گئی۔ اس انقلابی جماعت کی صحیح تربیت کے لئے اس قدر مخالف اور مزاحم ماحول سے بہتر کوئی اور ماحول نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنی سختی کفار و مشرکین کے رویے اور رد عمل میں

تھی۔ اس سے کہیں زیادہ مضبوطی اور استحکام ان انقلابی اور جاں نثار صحابہ کی سیرتوں میں پیدا کرنا مقصود تھا۔ ورنہ ان کا وجود بھی باقی نہ رہ سکتا۔ اگر اس جاں گسل اور اذیت انگیز کمی ماحول میں رہ کر جماعت صحابہ طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت نہ کرتی تو یہ عظیم عالمی انقلاب کے دشوار گزار راستوں پر عزم و ہمت کے ساتھ قائم و دائم رہنے کے قابل نہ ہوتی۔ حضورؐ نے جس معاشرے کو اولاً انقلاب کے ذریعے بدلنا تھا اسی میں رہ کر اپنے جاں نثار رفقاء کا گروہ تیار کیا اور جب یہ محسوس فرمایا کہ اب اتنی جماعت تیار ہو چکی ہے جس کے ذریعے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے کر غلبہ حق کے لئے عالمی انقلاب کا آغاز کیا جاسکتا ہے تو حکم الہی سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، وہاں پہنچتے ہی اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا۔ انقلاب کے جملہ تقاضوں کو پورا کیا اور بالآخر حق و باطل کی مسلح کشمکش کا آغاز کر دیا۔

لہذا اکی دور افراد کی انقلابی تربیت کا دور تھا اور مدنی دور انقلاب کے باقاعدہ آغاز کا جس کے پہلے مرحلے کی تکمیل ”فتح مکہ“ کی صورت میں ہوئی اور دوسرے مرحلے کا آغاز اس کے بعد ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ بے لوث اور جاں نثار رفقاء پر مشتمل مضبوط انقلابی جماعت کی تشکیل ہی زیادہ دیر طلب اور محنت طلب کام ہے۔ جس کے بعد دیگر مراحل آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اقامت دین کی جدوجہد کے دو پہلو

مذکورہ بالا بحث سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ دین حق کی جدوجہد کے دو پہلو ہیں ایک کا تعلق اس کے غلبہ و استعلاء سے ہے جس کی رہنمائی براہ راست قرآن و سنت سے میسر آتی ہے۔ یہ ہدایت کسی اور دینی علم یا فن سے اخذ نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ معمول بہ دین جو شریعت، طریقت اور عقائد و مسالک کے بنیادی شعبوں میں

منقسم ہے، کے فہم کے لئے ان متعدد علوم و فنون کا مطالعہ ضروری ہے۔ جن کی تعلیم مدارس و مکاتب میں دی جاتی ہے۔

لہذا کسی معاشرے میں قومی سطح پر یا عالمی سطح پر براہ راست قرآن و سنت کی رہنمائی میں دین حق کے سیاسی غلبے کی بحالی کے لئے انقلابی جدوجہد کا نام معیاری دین ہے۔ جب کہ شریعت، طریقت اور عقائد پر مشتمل مذہبی تعلیمات کا نام معمول بہ دین ہے۔ معمول بہ دین یعنی شرعی احکام کا نفاذ، تعلیمات، طریقت و تصوف کا فروغ اور عقائد اسلامیہ کا پرچار معاشرے میں تب ہی مطلوبہ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اگر معیاری دین یعنی دین حق کا سیاسی غلبہ و استحکام صحیح طور بحال ہو۔

عقائد انسانی زندگی کی فکری و نظریاتی اقدار کی اصلاح سے بحث کرتے ہیں۔ جب کہ شریعت و طریقت انسانی زندگی کی ظاہری و باطنی، عملی اقدار کی اصلاح سے الغرض معمول بہ دین کا وظیفہ حیات انسانی کی فکری و عملی اقدار اور اخلاقی و روحانی فضائل کی حفاظت، اصلاح اور فروغ ہے۔ لیکن اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ انسانی زندگی کے فضائل اور اقدار کی حفاظت تبھی ممکن ہے کہ وہ زندگی میں فی الواقع موجود ہوں۔ اگر باطل قوتوں کے اثر و نفوذ کے باعث حیات انسانی کے فضائل رذائل میں بدل چکے ہوں اور اخلاقی اقدار مٹ کر سرے سے ختم ہو چکی ہوں تو انہیں فقہ و شریعت کی تعلیم سے دوبارہ زندہ نہیں کیا جاسکتا۔ قانون شریعت کا وظیفہ اقدار کا تحفظ ہے، احیاء نہیں۔ جب زندگی کے محرکات بدل جائیں۔ احوال زمانہ میں تغیر فضائل کی جگہ رذائل اور روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہو اور زندگی کے تقاضے قانون و شریعت کی اطاعت کے بجائے ان کی خلاف ورزی اور انحراف سے پورے ہو رہے ہوں تو اندریں صورت نہ احکام شرعی کے محض نفاذ سے زندگی

میں انقلاب پپا ہو سکتا ہے اور نہ احکام فقہی میں اجتہاد سے۔ کیونکہ فقہ و شریعت کا کام زندگی میں موجود اقدار کی حفاظت ہے، مٹی ہوئی اقدار کی بحالی نہیں۔

جب معاشرے کی حالت اس حد تک بگڑ جائے کہ فضائل حیات ہی سرے سے مٹ کر ختم ہو چکے ہوں۔ تو ان کا احیاء معمول بہ دین کے نفاذ سے نہیں بلکہ صرف معیاری دین کی بحالی سے ہو سکتا ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب تک دین حق کا سیاسی غلبہ بحال رہا اور معاشرے میں اقدار حیات بالفعل موجود رہیں۔ اس وقت تک احکام شریعت کا نفاذ، طریقت کی تعلیم اور عقائد کا پرچار صحیح نتائج پیدا کرتا رہا۔ جب سے ہمارے معاشرے میں معیاری دین مضحک ہوا، اسلام کا سیاسی غلبہ و استعلاء باقی نہ رہا۔ معاشی آزادی اور استحکام معدوم ہو گیا اور معاشرتی وحدت اور انصاف کی بنیادیں قائم نہ رہیں تو اقدار حیات تہس نہس ہو گئیں۔ وہ دینی ادارے جن کے ذریعے شریعت، طریقت اور عقائد کی تعلیم و تربیت کا کام ہو رہا تھا۔ اپنی تمام تر کاوشوں کے باوجود بے اثر ہو کر رہ گئے۔ عقائد اوہام میں بدل گئے اور شریعت و طریقت مردہ رسوم میں۔ عقائد اور احکام کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ عملی زندگی کا علاقہ معمول بہ دین کی تعلیمات سے منقطع ہو گیا۔ چنانچہ ان کی صحت و ضرورت پر استدلال بجائے زندگی میں عملی نتائج کے حوالے سے، محض منطقی، فلسفیانہ اور متکلمانہ دلائل سے ہونے لگا۔ جس سے معاشرے کی عملی زندگی پر موت طاری ہو گئی۔ اگر اب بھی علماء و واعظین محض اسی انداز کی تبلیغ اور تعلیم سے معاشرے کے احوال بدلنا چاہیں تو یہ آرزو کیونکر اثر آور ہو سکتی ہے؟ اس لئے اس وقت قومی زندگی کو ہمہ گیر انقلاب سے بہرہ یاب کرنے کے لئے پھر سے معیاری دین کی اس جدوجہد کی ضرورت ہے۔ جس سے سیاسی قوت و اقتدار اہل حق کے ہاتھوں میں منتقل ہو اور قوم کی سیاسی زندگی مثبت انقلاب

سے آشنا ہو سکے۔ معاشرے کے اندر ایسا معاشی انقلاب پپا ہو۔ جس سے ہر فرد کی زندگی معاشی تعطل سے پاک ہو تاکہ اس کی تخلیقی جدوجہد بحال ہو سکے اور پھر معاشرہ ایسے سماجی انقلاب سے ہمکنار ہو کہ ہر قسم کا ظلم و استحصال اور نا انصافی و ناہمواری کلیتہً ختم ہو جائے۔ تاکہ افراد کو اپنے فرائض بجالانے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا محرک فراہم ہو جائے۔ اس لائحہ عمل کو اپنانے سے معاشرے کی اخلاقی اقدار بحال ہوں گی۔ اس کی زندگی میں پھر سے مطلوبہ فضائل پیدا ہوں گے اور تب معمول بہ دین کا نفاذ اپنا وظیفہ صحیح طور پر سرانجام دے سکے گا۔ اور فقہ و شریعت اور مسلک و طریقت کی تعلیمات کے صحیح نتائج سامنے آسکیں گے۔

سماجی و مذہبی انقلاب کے لئے سیاسی انقلاب مقدم ہے

قومی نصب العین کے حصول کے لئے جس لائحہ عمل کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا ہے قرآن مجید متعدد مقامات پر اس کی شہادت مہیا کرتا ہے۔ دین حق کا سیاسی غلبہ و استحکام صحیح طور پر بحال کرائے بغیر معاشرے میں مطلوبہ اخلاقی انقلاب پپا نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک سیاسی انقلاب کے ذریعے معیاری دین بحال نہ ہو۔ معمول بہ دین کی برکات و ثمرات سے بہرہ ور نہیں ہو جاسکتا۔

☆ اس سلسلے میں باری تعالیٰ انبیاء و رسل کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ہم ہی نے اپنے رسولوں کو نشانیاں	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ
(معجزات) دے کر بھیجا اور ان پر	أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ
کتابیں نازل کیں اور (اس کو) میزان	لِيُقِيمُوا النَّاسَ بِالْقِسْطِ وَ أَنْزَلْنَا
(عدل قرار دیا) تاکہ لوگ انصاف پر	الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَ
قائم رہیں اور ہم نے (اپنی قدرت	مَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ

يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ  
قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝  
(الحديد، ۲۵)

سے) لوہا اتارا اس میں لوگوں کے  
لئے سخت خطرہ بھی ہے اور فائدے  
بھی اور (یہ سب اس لئے ہے) تاکہ  
اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اس  
کے رسولوں کی بن دیکھے (محض  
وعدہ آخرت پر) مدد کرتا ہے (یوں  
اللہ اور اس کا رسول لوگوں کی مدد و  
اعانت سے بے نیاز ہے) بے شک  
اللہ بڑا قوت والا (اور) غلبہ والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں انبیاء و رسل کی بعثت کے ساتھ تین چیزوں کے نازل  
کئے جانے کا ذکر ہے۔ کتاب، میزان اور حدید  
(i) نزول کتاب کا مقصد اور غرض و غایت نبی نوع انسان کو راہ ہدایت سے آشنا  
کرنا ہے۔ تاکہ وہ گمراہی و ضلالت کی زندگی سے نجات پا کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو  
سکیں۔ اس مقصد کے لئے کتاب دنیوی اور اخروی دونوں قسم کی ہدایت کا سامان مہیا  
کرتی ہے۔

(ii) نزول میزان کا مقصد بھی واضح ہے بلکہ قرآن نے خود اسے ”ليقوم الناس  
بالقسط“ (تاکہ لوگ اعتدال و توازن اور عدل و انصاف کے ساتھ قائم رہ سکیں)  
کے الفاظ کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔ لہذا ترازو اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ  
لوگ اپنی زندگی کے جملہ معاملات میں خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات  
دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے ہر لحاظ سے معتدل اور متوازن زندگی بسر کریں۔

کسی بھی معاملے میں انتہا پسندی اور تشدد سے کتاب کی تعلیمات کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ جس طرح کچھ لوگوں نے دنیوی متاع و دولت کی خاطر آخرت کو کلیتہً فراموش کر دیا اور قرآن مجید نے کہا:

يَسْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ  
جو آخرت کے عوض دنیوی زندگی کو  
بیچ دیتے ہیں۔ (۷۴:۴)

یہ و طیرہ بھی انتہا پسندی تھا جو دنیوی شغف اور انہماک کی صورت میں اپنا لیا گیا۔ اس کے برعکس کچھ لوگوں نے آخرت کی خاطر دنیا کو بالکل چھوڑ دیا اور راہبانہ زندگی اپنالی۔ یہ و طیرہ بھی انتہا پسندی تھا جو اخروی شغف اور انہماک کی صورت میں اپنایا گیا۔ میزان (ترازو) عطا کیئے جانے کا مقصد یہی تھا کہ لوگوں میں دین پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اعتدال اور توازن قائم رہے۔ نہ دنیا کے شغف میں اسقدر محو ہو جائیں کہ آخرت یاد نہ رہے اور نہ فکر آخرت میں محو ہونے کی یہ صورت ہو کہ دنیا ہی ترک ہو جائے۔ مذہبی اور دنیوی دونوں فرائض منصفانہ طریق پر اس طرح ادا ہونے چاہیں کہ انسانی زندگی اعتدال و توازن کے باعث صحیح حسن کامر قع نظر آئے۔

(iii) نزول حدید کا مقصد بھی قرآن مجید نے خود واضح کر دیا ہے کہ اس میں آنچ اور قوت ہے۔ لوگوں کے لئے منافع ہیں اور نازل اس غرض سے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون خدا اور رسول کی مدد کرتا ہے یعنی خدا اور رسول کے دین کے غلبہ و استحکام کے لئے باطل قوتوں کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ یہ لوہا چونکہ آلات جنگ میں استعمال ہوتا ہے اور جو جنگ خدا اور رسول کے لئے لڑی جاتی ہے اس کا واضح مقصد دین حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ جسے اصطلاح میں معیاری دین کی بحالی کا نام دیا گیا ہے اس لحاظ سے لوہا اور اس کی شدت و قوت دین حق کے غلبہ و اقتدار کیلئے استعارہ ہے۔



چنانچہ تیسری چیز جو رب ذوالجلال نے اپنے بعض انبیاء و رسل کو (جن کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے) عطا کی وہ دین حق کا سیاسی غلبہ و استحکام تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ کتاب الہی کی تعلیمات کی کوئی عملی افادیت ممکن تھی اور نہ عدل و انصاف پر مشتمل نظام کی۔ کتاب اور میزان دونوں سے معمول بہ دین تشکیل پاتا ہے۔ اور حدید (قوت و اقتدار) سے معیاری دین کی بحالی ہوتی ہے۔ اگر یہ مدعا پیش نظر نہ ہو تو لوہے کی بطور دھات کیا خصوصیت تھی کہ قرآن انبیاء علیہم السلام کے لئے اس کے نزول کا ذکر فرماتا۔ اگر قرآن لوہے کے نازل ہونے کا ذکر کرتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ کی کوئی دینی فضیلت ہوگی اور وہ دینی فضیلت یہی ہے جسے اوپر بیان کر دیا گیا ہے اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ سیاسی انقلاب کے ذریعے دین حق کا غلبہ و استحکام صحیح طور پر بحال کئے بغیر کتاب و سنت کی تعلیمات کا محض پرچار اور تبلیغ مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔

☆ ایک اور مقام پر یہی تصور مزید صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ لِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا کہ ان سے قبل کے لوگوں کو حاکم بنا چکا ہے اور ان کا دین جس کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کے اس

خوف کے بعد (جس سے وہ قومی  
 معاشرتی زندگی میں دوچار ہیں) ان  
 کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں  
 گے (اور اپنے مقصدِ حیات یعنی اپنے  
 فکر و عمل میں) میرے ساتھ کسی کو  
 شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے  
 بعد بھی (میری اور میرے رسول کی  
 اطاعت سے) انکار کرے پس وہی  
 لوگ بد کردار ہیں (ان کے لئے نہ  
 دین ہے نہ ایمان)۔

اس آیت میں صالح مسلمانوں کو زمین میں خلافت یعنی حکومت و سلطنت  
 اور قوت و اقتدار عطا کئے جانے کا ذکر ہے اس کا مقصد یہی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے  
 ذریعے دین حق کو استحکام اور موثر نفاذ کا ماحول میسر آئے۔ کیونکہ سیاسی اقتدار کے بغیر  
 دین کا استحکام اور نفاذ ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ سیاسی  
 انقلاب کے بعد ہی معاشرے سے خوف و غم کی حالت کو بدلا جاسکتا ہے اور اس کی جگہ  
 امن و سلامتی کا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے۔ دین کا تمکن اور استحکام در حقیقت اخلاقی  
 انقلاب ہے اور معاشرے کا خوف و غم کے محرکات سے نجات پا کر امن و آشتی کے  
 ماحول سے ہمکنار ہو جانا مطلوبہ سماجی انقلاب، یہ اخلاقی اور سماجی انقلاب فی الواقع  
 سیاسی انقلاب کے بعد ہی پیا ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی اس آیت سے صراحتاً  
 ثابت ہے کہ خلافت ارضی کے حصول کے بعد ہی زمین میں دینی استحکام اور معاشرتی

امن بحال ہو سکتا ہے ورنہ۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو

ہے کیا حسیں فریب جو کھائے ہوئے ہیں ہم

☆ قرآن مجید نے اس امر کو مزید دو ٹوک انداز میں یوں واضح کیا ہے:

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے

سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کی)

خانقاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے

اور (یہودیوں کے) عبادت خانے

(جو زمانہ قدیم میں اللہ کے ذکر کا

مرکز رہے ہیں) اور مسجدیں جن میں

(آج بھی) اللہ کا نام کثرت سے لیا

جاتا ہے سب منہدم ہو چکے ہوتے

اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس

(کے دین) کی حمایت کرتا ہے، بے

شک اللہ زبردست ہے (اور) غلبہ

والا ہے۔

(اور اہل مدینہ گو اس وقت مظلوم

ہیں لیکن) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم

ان کو ملک پر تسلط بخشیں تو یہ لوگ

نمازوں کو قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور

وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ

بِبَعْضٍ لَّهُدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٍ

وَ صَلَوَاتٌ وَ مَسْجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا

اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ

مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوْا الزَّكَاةَ وَ

أَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَوْا عَنِ

الْمُنْكَرِ وَ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

(۴۱:۲۰-۲۲)

(دوسروں کو بھی جملہ) نیک کاموں  
 کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں  
 اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے  
 اختیار میں ہے۔

پہلی آیت میں بعض لوگوں کا بعض کے ذریعے نیست و نابود کیا جانا  
 درحقیقت اس انقلابی جدوجہد اور سیاسی جنگ کی طرف اشارہ ہے جو باطل کے استیصال  
 اور حق کے غلبہ و استعلاء سے عبارت ہو۔ چنانچہ قانون قدرت کے مطابق اسی کے  
 نتیجہ میں سیاسی قوت اور اقتدار بعض طبقات سے چھن کر بعض طبقات کو منتقل  
 ہوتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم اس آفاقی حقیقت کی توجیہ یہ بیان کر رہا ہے کہ اگر سیاسی  
 غلبہ و اقتدار کی منتقلی کا یہ نظام روئے زمین پر مروج نہ ہوتا تو خانقاہیں، گرجے، کلیسے  
 اور مسجدیں الغرض وہ مذہبی اور روحانی مراکز جن سے دین آباد ہے تباہ و برباد اور  
 ویران ہو جائیں۔ گویا مذہب اور روحانیت کا وجود محض دین حق کے سیاسی غلبہ و  
 استحکام کا مرہون منت ہے۔ اگر سیاسی قوت اور اقتدار باطل قوتوں کے پاس رہے۔  
 اہل حق سیاسی اور انقلابی جنگ کے ذریعے ان کے اثر و نفوذ کو ختم نہ کر سکیں تو زمین پر  
 خدا کا نام لینا بھی دشوار ہو جائے۔

اگر روئے زمین پر مختلف مرکروں میں خدا کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہی  
 ہے کہ وقتاً فوقتاً اقتدار اور سیاسی قوت اہل باطل سے اہل حق کو منتقل ہوتی رہتی ہے  
 اس کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ جو شخص دین حق کی مدد کرے گا۔ یعنی اس کے غلبہ و  
 استحکام کی خاطر باطل قوتوں سے ٹکرائے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی یقیناً اس کی مدد کریں گے۔

دوسری آیت میں اسی حقیقت کو دہراتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اہل حق

اگر دین اسلام کے غلبہ و استحکام کو بحال کرالیں۔ یعنی ان کو سیاسی قوت و اقتدار نصیب ہو جائے تو پھر بہر صورت نماز اور زکوٰۃ کا نظام بپا ہو جائے گا۔ نیکی کو فروغ ملے گا اور بدی دب جائے گی۔ اسی تبدیلی کا نام اخلاقی اور معاشرتی انقلاب ہے جو مقصود جدوجہد ہے۔ لیکن یہ منزل باقاعدہ منظم سیاسی انقلاب کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

☆ قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ذکر میں یوں بیان کرتا ہے کہ مصر کا سیاسی اقتدار فرعون کے پاس تھا۔ ہر سمت اس کا حکم چلتا تھا۔ اندریں صورت یہ ممکن نہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی محض دعوت و تبلیغ سے مطلوبہ انقلاب بپا ہو۔ لوگ کھلے بندوں آپ پر ایمان لے آتے اور دین حق کو فروغ ملتا۔ اسی صورت حال کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا أَمَّنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهِمْ أَن يُفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝

پس موسیٰ پر ان کی قوم کے چند جوانوں کے سوا (کوئی) ایمان نہ لایا، فرعون اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں اور بے شک فرعون سر زمین (مصر) میں بڑا جابر و سرکش تھا اور وہ یقیناً (ظلم میں) حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا۔

(۸۳:۱۰)

اس آیت کریمہ نے متذکرہ بالا حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ باطل طاغوتی قوت و اقتدار کے ہوتے ہوئے حق کو قبول عام اور فروغ تام ملنا دشوار

تھالوگ صاحب اقتدار کے ظلم و تشدد کے خوف سے اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ اندریں صورت وہاں بھی پہلے سیاسی انقلاب مطلوب تھا۔ جس سے دین حق کو قبول و استحکام نصیب ہو اور اس کے بعد ہی مطلوبہ اخلاقی انقلاب پیا ہو سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے دستِ تظلم سے نجات دلانے بغیر بعثت موسوی کا مقصد پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکتا تھا۔

چنانچہ آپ کو حکم دیا گیا کہ سب سے پہلے دربار فرعون میں جا کر دعوت حق دیں۔ اگر ایوان اقتدار میں انقلاب پیا ہو گیا تو پوری قوم کے لئے سیدھی راہ پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

اِذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی ۝

(حکم ہوتا ہے کہ اے موسیٰ) تم

فرعون کی طرف جاؤ کہ اس نے بہت

(۲۴:۲۰)

سر اٹھایا ہے (تاکہ جو لوگ مادیت

میں پھنسے ہیں ان کو نکالو، یہ احساس

رہے کہ میں سفیر بنا کر بھیجا گیا

ہوں)۔

جب اس کام کے لئے موسیٰ کی درخواست پر آپ کے بھائی ہارون کو آپ

کاوزیر اور شریک کار بنا دیا گیا تو پھر دونوں کو حکم ہوا:

اِذْهَبَا اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی ۝

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک

وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔

(۲۳:۲۰)

اس کے بعد انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ تمہیں ایوان اقتدار میں پیغام حق پہنچا کر

بنی اسرائیل کی سیاسی آزادی کا مطالبہ کرنا ہے:

پس اس کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو  
کہ ہم دونوں تمہارے پاس تمہارے  
رب کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ پس  
بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو  
اور ان کو تکلیفیں نہ دو (ان کو اپنی  
ذلیل ترین غلامی سے آزاد کر کے  
ہمارے ساتھ کرو کہ جہاں چاہیں  
چلے جائیں اور ان پر ظلم نہ ڈھاؤ)۔

فَاتَيْنُهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ  
فَارْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا  
تُعَذِّبْهُمْ

(۴۷:۲۰)

حضرت موسیٰ عليه السلام نے قومی آزادی کا نہ صرف مطالبہ کیا بلکہ بالآخر  
بصورت ہجرت اپنی قوم کو سیاسی آزادی کی دولت سے بہرہ ور بھی کیا۔ کیونکہ اس کے  
بغیر ان کی جدوجہد اپنے اتمام کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔

☆ قرآن مجید میں حضرت یوسف عليه السلام کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے  
فرعون مصر کے دربار میں معتمد اور معزز تسلیم ہو جانے کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ مجھے  
زمین میں تصرف اور اقتدار دیا جائے تاکہ وہ ہدایت ربانی کے مطابق اصلاح احوال کی  
موثر اور نتیجہ خیز کوشش کر سکیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

یوسف نے فرمایا مجھے سرزمین (مصر)  
کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر  
کردو بے شک میں (ان کی) خوب  
حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی  
امور کا) خوب جاننے والا ہوں اور

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ  
الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ ۝ وَ  
كَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي  
الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ  
نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا

نُضِيعُ أَجْرِ الْمُحْسِنِينَ ۝

(۵۶:۵۵:۱۲)

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک میں  
اقتدار بخشا (تاکہ) اس میں جہاں  
چاہیں رہیں۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی  
رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور  
نیوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

یوسفؑ کا پیغمبر ہو کر سیاسی قوت و اقتدار کو طلب کرنا اور منصب حکومت  
پر فائز ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس ذریعے کو اپنائے بغیر ان کا مقصد بعثت پورا  
نہیں ہو سکتا تھا۔ ورنہ وہ کسی قسم کی جاہ و حشمت اور عہدہ و منصب کے خواہشمند نہ تھے  
اور نہ ہی ان کے لئے سیاسی اقتدار مقصود بالذات تھا۔

☆ خود آنحضرت ﷺ کو یہ دعا تلقین کی گئی ہے:

اور آپ (اپنے رب کے حضور یہ)  
عرض کرتے رہیں اے میرے  
رب! مجھے سچائی (خوشنودی) کے  
ساتھ داخل فرما (جہاں بھی داخل  
فرمانا ہو) اور مجھے سچائی (خوشنودی)  
کے ساتھ باہر لے آ (جہاں سے بھی  
لانا ہو) اور مجھے اپنی جانب سے مددگار  
غلبہ و قوت عطا فرمادے۔

وَ قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ  
صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجِ  
صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ  
سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝

(۸۰:۱۷)

باری تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرمؐ کو اس دعا کی تعلیم اس حقیقت کی غمازی  
کرتی ہے کہ غلبہ حق کا وہ عالمگیر مشن جو حضورؐ کو مقصد بعثت کے طور پر عطا کیا گیا تھا



ایک ہمہ گیر سیاسی انقلاب اور اس کے نتیجے میں ایک موثر سیاسی اقتدار کی تائید و حمایت کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے آپ نے اس امر کی دعا فرمائی اور اسی راستے پر جدوجہد جاری رکھی۔ حتیٰ کہ مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام، آپ کی ہر برابری مملکت کے انعقاد اور عالم کفر کے مقابلے میں اسلام کی سیاسی فتوحات کے ذریعے وہ جدوجہد اپنے اتمام کو پہنچی۔ سیاسی انقلاب کے تقاضے کو پورا کرنے سے ہی حق کا غلبہ اور باطل کی شکست مسلم ہو سکتی تھی۔ چنانچہ مذکورہ بالا دعائیہ کلمات کے بعد یہ اعلان کیا گیا:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ      اور فرما دیجئے حق آ گیا اور باطل  
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا      بھاگ گیا بیشک باطل نے زائل و

(۸۱:۱۷)      نابود ہی ہو جانا ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ قرآنی شہادت کے مطابق یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ معیاری دین یعنی اسلام کا سیاسی غلبہ و استحکام اور انقلابی قوت و اقتدار صحیح طور پر بحال کرائے بغیر معاشرتی اور اخلاقی انقلاب پیا کرنا ناممکن ہے۔ اس امر کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیاسی انقلاب ہی مقاصد اور نتائج کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لہذا سیاسی اور معاشی انقلاب ہی کی راہ ایسی راہ ہے جس کے ذریعے معاشرہ اخلاقی و سماجی انقلاب سے ہمکنار ہوتا ہے اور دین اسلام کے نفاذ کو تاثیر اور نتیجہ خیزی میسر آتی ہے۔ ورنہ عبادات و معاملات شریعت کا پرچار ہو یا اخلاق و روحانیت کی تعلیم، حدود شریعت کا نفاذ ہو یا دیگر تعلیمات اسلامی کی تبلیغ، قوم اجتماعی طور پر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ قوم کے منزل مراد تک پہنچنے کا لائحہ عمل صرف سیاسی اور معاشی انقلاب ہی ہے جو اپنے نتیجے کے طور پر سماجی اور اخلاقی انقلاب

کو جنم دیتا ہے اور ایک ایسے مثالی معاشرے کی تشکیل وجود میں آتی ہے جو عالمی سطح پر غلبہ اسلام کی خاطر انقلاب کا ضامن ہو۔  
نیکی اور تقویٰ کا قرآنی تصور

ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کیلئے سیاسی، سماجی، اخلاقی اور معاشی انقلاب کے باہم مربوط و متعلق ہونے کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کا پیش کردہ نیکی اور تقویٰ کا تصور بھی اپنی جامعیت کے اعتبار سے پوری حیات انسانی کو محیط ہے۔ اسلام معیشت اور مذہب میں کسی طرح کی تفریق کو روا نہیں رکھتا۔ بلکہ اسے ایک وحدت کے طور پر لیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک معاشی مسئلہ اور اخلاق و مذہب جدا جدا حقیقتیں نہیں ہیں۔ ارشادِ باری ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا  
تَمُرُّ بِغَيْرِ نَيْكٍ كُوْنِهِمْ يَبْتِغُونَ  
جَب تَك (اللہ کی راہ میں) اپنی  
مُحِبُّوْنَ  
مُحِبُّوْنَ  
(۹۲:۳)

کرو۔

یہاں ”بر“ یعنی نیکی اور دینداری کا حصول انفاق فی المال کے بغیر ناممکن قرار دیا گیا ہے۔ نیکی کو انفاق فی المال پر منحصر کر کے قرآن حکیم نے اس روایتی تصور کی کلیتہً نفی کر دی ہے جو مذہب و معیشت کی تفریق کے حامل فکر کے ہاں رائج ہے۔ اس آئیہ مبارکہ کی روشنی میں جب بھی مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا تو یہ ضرورت مند افراد معاشرہ کی کفالت اور استحکام معیشت کا باعث ہوگا گویا اس عمل کے تحت افراد معاشرہ اس وقت مذہبی فضائل کے حامل بن سکیں گے جب وہ معاشرہ سے معاشی تعطل کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں گے اور اسے ہی قرآن حکیم نے نیکی قرار دیا

یہی تصور کئی دیگر آیات میں بھی پیش کیا گیا ہے:-

(۱) وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ  
وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلَائِكَةِ  
وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيِّنَّ وَ اٰتٰى الْمَالَ  
عَلٰى حُبِّهِ ذَوٰى الْقُرْبٰى  
وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسْكِيْنَ وَ ابْنَ  
السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى  
الرِّقَابِ

بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی  
شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر  
اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب  
پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور  
اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قربت  
داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں  
پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں  
پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو  
آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے:-

اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُوْلٰٓئِكَ  
هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار  
ہیں۔

(۱۷۷:۲)

گویا بر 'صدق اور تقویٰ جیسے تمام تصورات کا تقاضائے اولین افراد معاشرہ کو  
معاشی استحکام فراہم کرنا اور ان کا معاشی تعطل دور کرنا ہے۔ اس کے بغیر انسان صالحیت  
کے کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲) هٰدٰى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ  
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ  
الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

(یہ) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت  
ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز  
کو (تمام حقوق کے ساتھ) قائم

کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں

يُنْفِقُونَ ۝

عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ

(۳۲:۲)

میں) خرچ کرتے ہیں۔

یہاں بھی ایمان بالغیب (اجزائے ایمان) اور اقامت صلوة (ارکان اسلام)

جیسی بنیادی دینی ضروریات کو مما رزقنہم ینفقون کے ساتھ بیان کر کے معاشی

انقلاب کی اہمیت کو بیان کر دیا گیا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ ہی تقویٰ کے تصور کو

بالفعل متحقق کرتا ہے۔

اور اس جنت کی طرف تیزی سے

(۳) وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا

بڑھو جس کی وسعت میں سب

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ

آسمان اور زمین آجاتے ہیں، جو

لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي

پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی

السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ

ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فراخی اور

(۱۳۳:۱۳۴)

تنگی (دونوں حالتوں) میں خرچ

کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی انفاق فی المال کو متقی کی اہم صفت گنویا گیا ہے۔

اور اس سے پرہیزگار دور ہی رکھا جائے گا،

(۴) وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝

(اس کو دوزخ کی ہوا تک نہ لگے گی، اس کو

الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝

دوزخ سے کیا کام وہ تو وہ ہے) جو اپنا مال (و

(۱۸:۹۲)

متاع) دل کو پاک کرنے کے لئے

(سیرت کو سنوارنے کے لئے) دیتا ہے

(اس کی سخاوت، نام و نمود کے لئے نہیں)۔

اس آیہ مبارکہ میں بھی تقویٰ کے کمال (الاتقی) کو انفاق فی سبیل اللہ کے عمل کا نتیجہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ عمل ہے جو تزکیہ عطا کرتا ہے۔

ان متذکرہ بالا آیات مبارکہ میں نیکی اور تقویٰ کو افراد معاشرہ کی معاشی نشوونما سے مربوط و متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے دوسرے پہلو یعنی افراد معاشرہ کی معاشی نشوونما سے انحراف کے طرز عمل کو بھی قرآن مجید نظر انداز نہیں کرتا بلکہ اسے تکذیب دین قرار دیتا ہے۔

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو (روز) جزا (حشر و نشر) کو جھٹلاتا ہے۔ (یہی نہیں بلکہ لوگوں کی حق تلفی کرتا ہے) پس یہی وہ (بد نصیب) ہے جو یتیم (بے کس کی ہمدردی کرنے کی بجائے اس) کو دھکے دیتا ہے (اپنی بد اخلاقی اور بے رحمی کا مظاہرہ کرتا ہے) اور (نہ خود کسی غریب کو کھلاتا ہے) نہ محتاج کو کھانا کھلانے کی (دوسروں کو) ترغیب دیتا ہے۔ (جو اس درجہ ایمان و اخلاق سے خالی ہو اس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، وہ اپنی ہلاکت

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالذِّينِ ۚ  
فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۚ وَلَا  
يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۚ  
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ  
صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ  
يُرَآءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۚ  
(الماعون)

کا سامان آپ کرتا ہے لیکن وہ لوگ بھی بڑے بد نصیب ہیں جو ظاہری طور پر ایمان لانے کے باوجود نور ایمان سے خالی ہیں) پس ایسے نمازیوں (یعنی مسلمانوں) پر افسوس ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں (یا اسے بھلا بیٹھے ہیں) جو (محض) دکھاوا کرتے ہیں (لوگوں کے دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں ذرا نہیں سوچتے کہ کس کے حضور کھڑے ہیں، کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں) اور (جس طرح وہ اللہ کا حق ادا نہیں کرتے بندے کا حق ادا کرنا بھی نہیں جانتے بلکہ) معمولی برتنے کی چیز بھی مانگے نہیں دیتے۔

اس سورہ مبارکہ میں افراد معاشرہ کے معاشی و اقتصادی تعطل کو دور کرنے اور محض عبادات پر ہی مکتفی ہو جانے کو براہ راست تکذیب دین قرار دیا گیا ہے معاشی استحکام کے حوالے سے اس سورہ مبارکہ میں پوری معاشرتی زندگی کا احاطہ کر دیا گیا ہے کہ دینداری یہ ہے کہ :-

(۱) یتیم یعنی بے سہار لوگوں کو دھکے نہ دیئے جائیں اور معاشرے کے نام نہاد اشراف اپنے Status Complex کے تحت انہیں بوجھ محسوس نہ کریں

بلکہ ان کے معاشرتی مرتبہ کو بلند کرنے کے لیے بھی جدوجہد کی جائے۔

(ب) مسکین یعنی حاجت مند افراد جنہیں دوسرے مقام پر ”مسیکنا ذامترہ“ فرمایا گیا، کی معاشی کفالت کے لیے رغبت دلائی جائے جو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ معاشرے کے مساکین کے معاشی استحکام کی جدوجہد معاشرے میں ایک تحریک اور موثر نظام کے طور پر کارفرما ہونی چاہیے۔

(ج) ”امتناع الماعون“ کی روش کا خاتمہ کیا جائے اور وسائل و اسباب کی نفع بخشی میں ہر فرد معاشرہ اور ضرورت مند کو شریک کیا جائے۔

نیکی، تقویٰ اور دینداری کا یہی وہ انقلابی مفہوم ہے جو قرآن حکیم پیش کرتا ہے اور اسی تصور کو اپنا کر معاشرے کو حقیقی اسلامی فلاحی معاشرے میں بدلا جاسکتا ہے۔

### سیاسی غلبے کی ناگزیریت

قومی زندگی تین بنیادی شعبوں پر مشتمل ہے۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی یہ تینوں شعبے اطاعت اور انحراف کے تضاد پر مبنی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مخصوص نوعیت کے بگاڑ سے ہمکنار ہے۔ معاشی اور معاشرتی شعبوں کی اصلاح بھی اساسی طور پر سیاسی شعبے کی اصلاح سے وابستہ ہے۔ جب سیاسی انقلاب کا مقصد سیاسی غلبہ اور حصول اقتدار لیا جاتا ہے تو اس سے یہ مغالطہ پیدا ہونے کا امکان ہے کہ یہ انقلاب بھی تمام سیاسی انقلابات کی طرح محض حصول اقتدار کا ذریعہ ہو گا یا اہل حق کی تمام تر کوششوں کا حاصل ہی سیاسی غلبے کی صورت میں کرسی اقتدار پر قابض ہونا ہے ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ اسلام میں سیاسی غلبے کا معنی ”صرف دین حق کے لئے قوت نافذہ کا حصول“ ہے یہ انقلاب برائے اقتدار نہیں ہو گا بلکہ ”انقلاب برائے غلبہ دین حق“

ہوگا اب اس کی ناگزیت کے چند گوشے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

### مصطفوی انقلاب کی اخلاقی اساس

اللہ تعالیٰ نے مقصد بعثت محمدی ﷺ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى  
الدِّينِ كُلِّهِ  
وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول  
کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا  
تاکہ اس (رسول) کو ہر دین (والے)  
پر غالب کر دے۔ (۳۳:۹)

صاف ظاہر ہے کہ لیظہرہ کا مدعا اس وقت پورا ہوگا جب قوت نافذہ باطل سے چھن کر اہل حق کے پاس آجائے گی اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اہل حق کا سیاسی غلبہ ہوگا قوت اقتدار و قوت نافذہ دیندار صالح اور خدار سیدہ افراد کے ہاتھوں میں ہوگی اور پورا معاشرہ صالحیت، صداقت اور شرافت و نجابت کا آئینہ دار ہوگا۔ کیونکہ جب قوت نافذہ کی موجودگی میں حق کو اوپر سے نافذ کیا جاتا ہے، ہر فتنے کو قوت بازو سے دبا دیا جاتا ہے، بے حیائی، فحاشی، عریانی اور بدکاری کے مصادر کا وجود ختم کر کے معاشرے کو تمام ناپاک عناصر سے پاک کر دیا جاتا ہے اور بے حیائی و بدی کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیا جاتا ہے تو پوری فضا پھر خود بخود نیکی کے لئے ہموار ہو جاتی ہے احوال و کیفیات زندگی میں خوشگوار تغیر رونما ہوتا ہے اور دینی و مذہبی اقدار کا تقدس بحال ہو جاتا ہے جب دینی اقدار کو پنپنے کا موقع ملتا ہے تو تہذیب و ثقافت میں بھی دینی رنگ غالب آتا ہے اس طرح پورا معاشرہ اسلام بن جاتا ہے۔

دعوت و تربیت تو پہلے سے جاری ہوتی ہے۔ جب اوپر سے نیکی کا ماحول ملتا ہے تو یہ نیکی برق رفتاری سے معاشرے میں پھیل جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اقتدار



باطل کے پاس رہے پورا ماحول برائی کی لپیٹ میں ہو اور صبح و شام ٹی وی، ریڈیو، اخبارات و رسائل، سینما، وی سی آر اور اس طرح کے دیگر ذرائع ابلاغ مسلسل بے حیائی، عریانی اور فحاشی پھیلا رہے ہوں۔ اس صورت میں ہم نسل نو کو نگاہیں پاک رکھنے کے لاکھ درس دیتے رہیں وہ بے اثر رہے گا شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں اگر دو گھنٹے بفرض محال نماز کی ادائیگی کی صورت میں نیکی میں گزرتے بھی ہوں تو بھی پوری زندگی کیونکر صالح بن سکتی ہے؟ وہاں دل و نگاہ کیسے صاف ہوں گے جہاں پاکیزہ شے دیکھنے کو نہ ملے۔ نیک بات سنائی ہی نہ دے الغرض ایسے حالات میں وعظ و تبلیغ بھی غیر موثر ہو جاتی ہے لہذا زندگیوں بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ زندگیوں تب ہی بدلتی ہیں جب بدی کو دبانے اور نیکی کو پھیلانے کے لئے پوری فضا ہموار ہو۔ ورنہ اقتدار اہل کفر کے ہاتھ میں رہے اور انسان یہ کہے کہ تقویٰ یا نیکی کا حصول تو ہر شخص کا انفرادی معاملہ ہے حکومت اس کے حصول میں کیا رکاوٹ ڈال سکتی ہے بس مسلمانوں کو اگر نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے، روزے رکھنے اور حج کرنے کی اجازت ہے تو سارا دین قائم ہے۔ مسلمان کا کام تو اللہ اللہ کرنا ہے اور وہ تو اقتدار کے بغیر بھی ممکن ہے، یہ سوچ شکست خوردہ ذہنیت کی آئینہ دار ہے، مقصد بعثت نبوی ﷺ سے نا آشنا لوگوں کی سوچ ہے اور امت مسلمہ کے تشخص اور عالمی وقار سے عدم آگہی کی علامت ہے یہ ان لوگوں کا موقف ہے جو صرف نماز روزہ کی پابندی کو ہی کل دین سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ نادان، عاقب نا اندیش اور کم فہم ہیں۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

یہ کہ اگر اسلام محض مسجد میں ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ اسلام پورے معاشرے میں

موجود ہے یا اگر مسلمانوں کو مسجد میں آنے جانے سے کوئی نہ روکے تو اس سے قیاس کر لیا جائے کہ اسلام مکمل آزاد ہے۔ نہیں اسلام اس دن آزاد ہوگا جس دن مسجد والا اسلام گلی کو چوں گھروں اور بازاروں میں ہوگا اور یہ تب ممکن ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اقتدار کے ذریعے تمکن عطا فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمکن تب حاصل ہوگا جب اہل حق باطل استعماری قوتوں کے پنجے مروڑ کر ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر لیں گے۔

### مصطفوی انقلاب کی معاشی و اقتصادی اساس

انسان کسی حال میں بھی اسباب معیشت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ تنگ دستی، بھوک اور افلاس کی موجودگی میں اس کی بندگی بھی ناقص رہتی ہے۔ ضروریات زندگی میسر ہوں تو انسان کا دل مطمئن ہوتا ہے اور دل میں اطمینان و سکون ہو تو اسے عبادت و ذکر الہی کی لذت بھی نصیب ہوتی ہے۔ نظام سیاست و معیشت اگر چند سرمایہ داروں، جاگیرداروں، وڈیروں اور بڑے بڑے زمینداروں کے قبضے میں ہو تو خوشحالی بھی انہی لوگوں کا پیدا نشی حق سمجھا جاتا ہے۔ غریب، نادار اور بے سہارا لوگ زندگی کی معمولی اور بنیادی ضروریات کے لئے بھی سسک رہے ہوتے ہیں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوتا ہے۔ اس معاشی تعطل کے شکار انسان ہزاروں آرزوئیں سینے میں دبائے قید حیات سے خلاصی پا کر موت کی دہلیز پر جا پہنچتے ہیں۔ بصورت دیگر اگر کوئی زندگی کا ساتھ دینا چاہے تو اسے حرام کی کمائی سے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا پڑتا ہے۔ جس سے رشوت، غبن، چوری، ملاوٹ اور دھوکہ دہی جیسی ان گنت معاشرتی برائیاں انسانی معاشرے کو جہنم زار بنا دیتی ہیں یہی حالت انفرادی زندگی سے لے کر قومی اور ملکی زندگی تک طاری ہوتی ہے۔ ایک فرد کی طرح جب ایک ملک

معاشی بد حالی کا شکار ہوتا ہے تو اسے غیروں سے بھیک مانگنی پڑتی ہے اور یوں اس کی تمام تر خودداری اور آزادی کا سودا ہو جاتا ہے۔ یہی حالت آج پاکستان سمیت بہت سے اسلامی ممالک کی ہے مغربی ممالک مالی امداد کے بہانے ہمارے معاشرہ کو اپنی تہذیب و ثقافت سے آلودہ کر چکے ہیں۔ ہم معاشی میدان میں باطل کے محتاج ہو کر عملی سیاست کے میدان میں بھی اس کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔

اندریں حالات ایسا سیاسی انقلاب ناگزیر ہے جس کے بعد فرد، معاشرہ اور ملک اسلام کے فیض رساں نظام معیشت سے اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکے۔ پھر خود بخود اخلاقی اور سماجی انقلاب آتے ہیں۔ سیاسی انقلاب کے بعد وہ تمام اقتداری اجارہ داریاں جنہوں نے معاشرے میں غیر فطری تفاوت پیدا کر دی ہے، مواخات کی طرز پر ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر دولت مند اور تنگ دست کے درمیان خلیجیں وسیع نہیں ہوتیں بلکہ دونوں اعتدال پر آکر ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں سیاسی تمکن حاصل کرنے کے فوراً بعد نظام صلوة یا مذہبی اصلاح پر زور نہیں دیا بلکہ پہلے مواخات مدینہ کے ذریعے معاشی مسائل حل فرمائے۔

### مصطفوی انقلاب کی دینی و شرعی اساس

معاشی تعطل میں جس طرح سماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں اس طرح دین کے تقاضے بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ حق کا بول بولا بھی نہیں ہوتا کیونکہ حق کہنے سننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے ماحول سازگار نہ ہو تو حق دب جاتا ہے۔ زندگی قانون کی اتباع کی بجائے مخالفت میں اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے لگتی ہے مثلاً کھانے کو حلال نہ ملے بیچ بولنے سے جانی و مالی نقصان کا خطرہ لاحق ہو تو ظاہر ہے کہ انسان حرام سے پیٹ پالے گا۔ اور جھوٹ بول کر زندہ رہے گا۔

یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب معاشرے پر قانون کی گرفت نہیں ہوتی اور لا قانونیت سے جان و مال عزت و آبرو خطرے میں ہوتے ہیں۔ جب سیاسی غلبے کے ذریعے حق کا نفاذ اور قانون پر عمل ہو جائے گا تو پھر ہر ایک کے زبان پر کلمہ حق ہوتا ہے۔ ہر ایک کی عزت و ناموس کی حفاظت ہوتی ہے پھر یہی حق اندر بھی اترتا ہے اور انسان کا قلب و باطن منور ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق ملنے لگتا ہے اور یوں معاشرہ نظام عدل سے جنت نظیر بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کے بعثت کا مقصد یہی بیان فرمایا ہے ارشادِ باری ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ

ہم ہی نے اپنے رسولوں کو نشانیاں (معجزات) دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور (اس کو) میزان (عدل قرار دیا) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے (اپنی قدرت سے) لوہا اتارا اس میں لوگوں کے لئے سخت خطرہ بھی ہے اور فائدے بھی۔

(۲۵:۵۷)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا تذکرہ فرمایا، جو انبیاء کے ذریعے اتاری گئیں۔

۱- الکتاب: یعنی ہدایات اور تعلیمات عطا کیں۔

۲- المیزان: عدل عطاء فرمایا۔ ان دونوں کا مقصد نزول یہ بیان فرمایا کہ لوگوں کو عدل انصاف کا ماحول مل سکے لیکن یہ نظام کیونکہ نافذ العمل ہوگا اس کے لئے تیسری چیز کا تذکرہ فرمایا۔

۳- الحدید: یعنی لوہا اتار کر اہل حق کو طاقت بخشی تاکہ کتاب و میزان کی خلاف ورزی کرنے والے کی سرکوبی کی جاسکے۔ یہاں الحدید سے مراد قوت نافذہ ہے کیونکہ قوت نافذہ کے ساتھ ہی قانون کی حکمرانی اور اسلامی تعلیمات نظام کی صورت میں نافذ ہوں گی ورنہ صرف تلاوت کا ثواب ہی حاصل زندگی قرار پائے گا۔ ع

عصا نہ ہو تو کلیسیا ہے کار بے بنیاد  
مندرجہ بالا تینوں دینی، معاشی اور قانونی و سماجی انقلابات کے لئے جس سیاسی غلبے کی ضرورت ہے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس طرح اشارہ فرمایا گیا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا کہ ان سے قبل کے لوگوں کو حاکم بنا چکا ہے۔ (۵۵:۲۴)

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ وہ انہیں زمین میں سیاسی غلبہ یعنی اقتدار عطاء فرمائے گا جیسا کہ پہلے ادوار میں اہل حق کو اقتدار دیتا رہا ہے وعدہ کیوں فرمایا اس کا جواب یوں دیا کہ:

وَلَيُمْكِنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ لَيَدْلَنَّهُمْ مَنْ بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي  
اور ان کا دین جس کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد (جس سے

لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

وہ قومی و معاشرتی زندگی میں دوچار  
ہیں) ان کو امن بخشے گا وہ میری  
عبادت کریں گے (اور اپنے مقصد  
حیات یعنی اپنے فکر و عمل میں)  
میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں  
گے۔

(۵۵:۲۴)

یوں اہل حق کو اقتدار اور تمکن فی الارض عطاء کرنے کے چار بڑے مقاصد بیان کئے گئے۔

- ۱- اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کا زمین میں استحکام و نفاذ
  - ۲- باطل طاغوتی سازشوں کے خوف سے امن اور ہر خوف سے نجات
  - ۳- نظام عبادات کا اجراء
  - ۴- ہر قسم کے شرک سے پرہیز
- باطل اقتدار کے اثرات

آج اگر معاشرے میں دین کو تمکن نہیں، دیندار افراد ڈھونڈنے سے نہیں  
ملتے اور دینی اقدار عنقاء ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاسی غلبہ اہل حق کے پاس نہیں۔  
بد امنی، چوری، ڈاکے، قتل و غارت گری، اغواء، عزت و ناموس اور عفت و عصمت کے  
لٹنے کے ہزاروں واقعات جو ہمارے نام نہاد اسلامی معاشرے میں آئے دن رونما  
ہوتے رہتے ہیں کیا یہ باطل اقتدار کے تحائف نہیں؟ اور عبادت کا یہ حال کہ  
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے  
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

رہ گئی رسم آذائے روح بلالی نہ رہی  
 فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی  
 اول تو غیر مومنانہ معاشرے میں نماز کوئی پڑھتا ہی نہیں اور اگر اکاد کا کسی  
 وجہ سے مسجد میں چلا جاتا ہے تو اس کی نمازوں میں وہ اثر نہیں جو زندگی میں انقلاب پیا  
 کریں۔ معاشرتی اور سماجی مسائل اس قدر ہیں کہ کسی وقت بھی انسان یکسوئی سے یاد  
 الہی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ وہ نماز اگر پڑھتا بھی ہے تو بے سرور اور بے حضور اس کی  
 عبادتوں کو دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ

ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر  
 ظاہر ہے کہ جب تک انسان خوف و غم سے نجات حاصل نہیں کر لیتا اور  
 ذہن دنیا کی الجھنوں سے پاک نہیں ہوتا عبادت میں خلوص کیسے پیدا ہوگا؟ اور اگر نماز  
 میں بھی دل ضروریات زندگی کے حصول، جان و مال کے عدم تحفظ اور دیگر مسائل  
 میں الجھا رہے تو سجدے تو خود بخود بے حضور ہوں گے ایسے حالات میں نماز کی یہی  
 حالت ہو سکتی ہے جو اقبال نے یوں بیان کی۔

جو میں سر بسجده ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا  
 تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں  
 معاش کا پجاری ذہن ”یعبدوننی“ کے سرور سے کیسے آشنا ہو یہ مزے اسی  
 دن ملتے ہیں کہ مسلمان ہر قسم کے فکر سے آزاد ہو کر عبادت کے مصلے پر کھڑا ہو۔  
 اور یہ تب ہوگا جب سیاسی غلبہ اہل حق کے پاس ہوگا خالی دعوت و تبلیغ اور اللہ اللہ  
 کرنے سے سیاسی غلبہ نہیں ملتا بلکہ قرآن تو اس بات کی بھی نشاندہی فرماتا ہے کہ  
 سیاسی غلبہ حاصل کئے بغیر جو لوگ اللہ کو یاد کرنا چاہیں انہیں اپنے وطن سے نکال دیا

جاتا ہے۔ اور انہیں غریب الوطنی کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

الدِّينَ أَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ  
بِغَيْرِ حَقِّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا  
اللَّهُ۔

(یہی وہ لوگ ہیں) جو اپنے گھروں  
سے ناحق نکالے گئے محض اس بات  
پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ

ہے۔ (۴۰:۲۲)

اسی آیت کے اگلے الفاظ ربانی سیاست کا ایک عالمی اصول دیتے ہیں۔

وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ  
بِبَعْضٍ لَهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ  
وَصَلَوَاتٌ وَ مَسْجِدٌ يُذَكِّرُ فِيهَا  
اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے  
سے نہ ہٹاتا رہتا، تو (راہبوں کی)  
خانقاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے  
اور (یہودیوں کے) عبادت خانے  
(جو زمانہ قدیم میں اللہ کے ذکر کا  
مرکز رہے ہیں) اور مسجدیں جن میں  
(آج بھی) اللہ کا نام کثرت سے لیا  
جاتا ہے۔

(۴۰:۲۲)

مراد یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیان ٹکراؤ و تصادم اور باطل کے خلاف  
غیر مصالحانہ جنگ جو آخری فتح تک جاری رہے ایک بدیہی امر اور قانون قدرت ہے۔  
بفرض محال یہ نہ ہو اور اہل حق اہل باطل کے ساتھ کھلی جنگ نہ کریں تو اہل باطل کی  
عارت گری سے اہل حق ہمیشہ مظلوم کا شکار رہیں گے اس لئے فرمایا جا رہا ہے اگر ہم یہ  
انقلابی معرکے بپا کر کے باطل کے ہاتھوں سے اقتدار چھیننے کا نظام وضع نہ کرتے  
اور فقط دعوت، تبلیغ و تربیت کے ذریعے قوت حاصل کرنے کی کوشش کا ہی حکم دیتے



تو طاقت حاصل کرنا تو کجا تمہاری عبادت گا ہیں ہی مسمار ہو جاتیں جہاں تم اللہ کی یاد اور اس کا ذکر کرتے ہو۔

آج یہ حقیقت کس قدر واضح ہے کہ ہم نے جب سے انقلابی طرز عمل ترک کیا ہے اور ملی سطح پر روحانی تبلیغ و دعوت پر ہی زور رکھا ہے ہماری مسجدیں خالی اور خانقاہیں ویران ہو گئی ہیں۔ کیا فرمان قرآن حرف بحرف درست ثابت نہیں ہو رہا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب سے ہم نے رسم حسینی پر عمل کرتے ہوئے معرکہ ہائے کرب و بلا میں یزیدی قوتوں کے خلاف سر بکف ٹکریں مارنا چھوڑ دی گئی، اسوہ شیری کی پیروی میں اپنے خون سے دین کے ناموس کو بچانے کے لئے اپنے سینے تان کر تمام باطل، سامراجی اور منافقانہ قوتوں کو لاکارنا ترک کر دیا اور اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اللہ کے سچے اور آخری دین کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے فریضے سے ہم غافل ہو گئے ہمارا قومی اور ملی تشخص بھی گیا ہمارے معاشرہ سے دینی اور مذہبی اقدار بھی دم توڑ گئیں ہمارے ہاں خالد بن ولید، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد جیسے نڈر بہادر اور بے لوث مجاہدین کیسے پیدا ہوں گے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی نیندیں بھی حرام کر دیں۔ ہماری رگوں میں تو ایسا خون بھی نہیں رہا جو ہمیں عیش کوشی، لذت طلبی اور دنیا پرستی جیسی سفلی خواہشات سے نکال کر معرکہ حق و باطل پھا کرنے پر ابھارے آج ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو اس لئے دے مارا کہ ہم نے حق و باطل کے ان معرکوں کو بپا کرنا ترک کر دیا ہے ہم جنگجو ہونے کی بجائے باطل پرست بن گئے۔ امت مسلمہ نے تصادم کے اس قدرتی نظام سے پہلو تہی کر کے باطل طاغوت کے ساتھ محدود مفاد کی خاطر عدم جارحیت کے نام سے عدم جہاد کے معاہدے کر رکھے ہیں۔

نتیجہ یہ کہ آج ہم جغرافیائی طور پر آزاد ہو کر بھی کافرانہ نظام کے سامنے ذہنی، فکری، سیاسی معاشی اور معاشرتی و سماجی اعتبار سے بے دست و پا اور غلامانہ زندگی گزار رہے ہیں آج کونسا اسلامی ملک ایسا ہے جو یہود و نصاریٰ اور ہندو بننے کے دستِ ظلم سے آزاد ہے؟ وہ کون سا معاشرہ ہے جہاں خدا اور رسول ﷺ کی حقیقی غلامی رائج ہے؟ جہاں اسلامی تہذیب و ثقافت پنپ رہی ہے اور جہاں باطل کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں؟ یہ سب کچھ کیوں نہیں ہو رہا؟ اس لئے کہ ہم منشاء قرآنی (حق کا تصادم) کو بھول چکے ہیں۔

قرآن غلبہ اقتدار اور عبادت گاہوں کی آبادی کا راز ہی حق و باطل کے درمیان تصادم میں بتا رہا ہے کہ یہ معرکہ پپا ہوتے رہیں کہ انجام کار حق غالب آجائے اور باطل سے اقتدار چھن کر اہل حق کے پاس آئے۔ کہ جب ہر سطح پر حق غالب ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کثرت سے ہوگا۔ عبادت میں خلوص اور خشیت بھی زیادہ ہوگی اور افراد معاشرہ خواہشات کے بتوں کی پوجا بھی نہیں کریں گے قرآن اس طرف ہی متوجہ کرتا ہے کہ باطل کی زیادہ قوت اور سامان حرب و ضرب کی کثرت سے گھبرا کر یہ نظام معرکہ آرائی ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو یہ علم ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ کائنات کی وہ عظیم طاقت موجود ہے جس کے سامنے وقت کی کوئی بھی باطل طاقت رائی کے دانے سے بھی کمتر ہے۔

اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس  
 وَكَيْنُصْرُ اللَّهِ مِنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ  
 (کے دین) کی حمایت کرتا ہے، بے  
 لَقْوَى عَزِيزٌ ۝  
 شک اللہ زبردست ہے (اور) غلبہ  
 (۴۰:۲۲)

والا ہے۔

قرآن مجید کے ان ارشادات کا مقصود یہ ہے کہ اہل حق باری تعالیٰ سے سودا کر لیں اور دین حق کی خدمت کے لئے اگر سر بکف ہو جائیں تو نصرت ایزدی ضرور انکی مددگار ہوگی۔ یہاں بندوں کے ساتھ اپنی مدد کے وعدے کو لام تاکید و نون ثقیلہ کے ذریعے دو تاکیدوں کے ساتھ ارشاد فرمایا اور قسمیہ انداز سے فرمایا۔ میرے بندو تم ایک بار کمر ہمت باندھ کر میرے راستے پر نکلو تو سہی پھر دیکھو میں کن کن ذریعوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں اور اگر تمہارے ذہن میں آئے کہ ان مشکل ترین حالات میں جب کہ باطل خطرناک ترین اسلحہ سے لیس ہے اور ہم تہی دامن ہیں تو خدا کس طرح ہماری مدد کر سکے گا فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں؟ کہ سب سے بڑھ کر طاقتور اور غلبے والا صرف اللہ ہے۔

چنانچہ اس طرح مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل کرنے کیلئے باطل کے ساتھ تصادم پر ابھارنے کے بعد انہیں اس کے ثمرات سے بھی آگاہ فرمایا۔ اور نظام صلوة و زکوٰۃ اور دعوت و تبلیغ کو سیاسی غلبے کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے فرمایا۔

(اور اہل مدینہ گو اس وقت مظلوم ہیں لیکن) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک پر تسلط بخشیں تو یہ لوگ نمازوں کو قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی جملہ) نیک کاموں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّهٗمْ فِى الْاَرْضِ  
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَتَوْا الزَّكٰوةَ  
وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ  
الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝  
(۲۲:۲۱)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان شرطوں کے بعد چار چیزوں کا ذکر بطور جزا کیا گیا ہے کہ اگر اہل حق کو تمکن فی الارض یعنی اقتدار حاصل ہو گا تو:

- ۱- نظام صلوٰۃ قائم کیا جائے گا پھر چند لوگ ہی نہیں پورا معاشرہ نمازی ہوگا۔
- ۲- نظام زکوٰۃ نافذ العمل ہوگا اور لوگوں کے معاشی مسائل حل ہوں گے۔
- ۳- نیکیوں کا چرچا ہوگا اور سماجی و معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کیا جائے گا۔
- ۴- برائی کے خلاف موثر جہاد ہو سکے گا۔

ایسا معاشرہ ہی حقیقی معنوں میں اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق ہوگا جس کا قیام غایت دین حق ہے۔

یہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امت مسلمہ اپنے دینی و دنیوی قومی و ملی اور تہذیبی و ثقافتی تشخص کو قوت نافذہ کے بغیر قائم نہیں رکھ سکتی اور ساتھ ہی اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ سیاسی و سماجی انقلاب اس وقت تک رونما نہیں ہو سکتا جب تک علمی و فکری انقلاب پانہ کیا جائے کیونکہ قوت و اقتدار کا حصول کوئی انقلاب نہیں۔ ظاہر حکومت کو بدل دینا اور باطل نظام کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑنا، آئمہ کفر کو کیفر کردار تک نہ پہنچانا اور شیطانی و طاغوتی نظریات سے افراد و معاشرے کی لوح دماغ کو پاک نہ کرنا اسلامی انقلاب کا مطمح نظر نہیں ہے بلکہ انقلاب ذہنی و فکری تبدیلی کا نام ہے گویا سیاسی و سماجی انقلاب کے لئے فکری و نظریاتی انقلاب ناگزیر ہے لہذا اس دور میں فکری انقلاب پانہ کرنے کے لئے اسلام کے فکری تصورات میں پیدا شدہ تغیرات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ تاکہ ان کا موثر تدارک کیا جاسکے۔ ان کا مفصل تذکرہ جلد اول میں گزر چکا ہے۔

## مصطفوی انقلاب کی جدوجہد: سیرت نبویؐ کی روشنی میں

بعثت محمدی ﷺ اپنے مقصد کے حوالے سے تمام انبیاء و رسل سے بائیں طو ممتاز ہے کہ آپ کا مقصود بعثت نہ صرف دین حق کا تمام ادیان باطلہ پہ غلبہ تھا بلکہ اپنے ۲۳ سالہ عرصہ جدوجہد میں آپ کا یہ مقصود بعثت اتمام پذیر ہو کر رہا۔ چونکہ حیات نبوی ﷺ کو رب ذوالجلال نے اس صفت سے بہرہ ور فرمایا کہ:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(مومنو!) بے شک تمہارے لئے  
رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین

نمونہ ہے (اتباع و پیروی کا بہترین  
طریقہ یہیں سے ملتا ہے، البتہ اس  
نمونہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے

قلب مومن چاہئے)۔

لہذا اس مقصود بعثت محمدی ﷺ کو پانے کے لئے واضح منہاج بھی آپ کی حیات مبارکہ سے میسر آنا چاہئے۔ اگر نبوی انقلابی جدوجہد کا اس تناظر میں جائزہ لیا جائے تو انقلابی جدوجہد کا واضح منہاج، اہم مراحل اور رہنما اصول سامنے آتے ہیں۔ انقلابی جدوجہد کے حوالے سے حیات نبویؐ دو ادوار پر مشتمل ہے:-

1- مکی دور (دور ما قبل انقلاب)

2- مدنی دور (دور انقلاب)

مدنی دور کو بھی جدوجہد کے اعتبار سے یوں تقسیم کیا جاسکتا ہے:-

i- قومی سطح پر انقلاب ii- بین الاقوامی سطح پر انقلاب

## مکی دور

اس دور کا آغاز اعلان نبوت سے ہوتا ہے۔ اس دور میں آپ ﷺ نے انقلاب کا آغاز دعوت سے فرمایا۔ دعوت و تبلیغ کے ذریعے انقلابی جماعت کی تیاری کا آغاز کیا گیا۔ آپ نے اولاً خفیہ طور پر اور بعد میں اعلانیہ دعوت حق کی تبلیغ کا کام انجام دیا۔ آغاز دعوت کے ساتھ ہی مشرکین مکہ کی طرف سے ظلم و ستم کا آغاز بھی ہو گیا۔ جس میں جہاں ایک طرف انفرادی طور پر مسلمانوں کو جور و ستم کا نشانہ بنایا گیا وہاں آوازہ انقلاب کو دبانے کے لئے مشرکین مکہ نے آپ اور آپ کے خانوادہ بنو ہاشم کو شہر بدر اور محصور کر کے آپ کے معاشرتی مقاطعہ (Social Boycott) کا منصوبہ بھی بنایا تین برس تک آپ کو اس معاشرتی مقاطعہ کے مصائب برداشت کرنا پڑے مگر ان مصائب و آلام کی شدتوں کے باوجود انقلابی جدوجہد جاری رہی۔ صحابہ کرام کی انقلابی جماعت کی اخلاقی، روحانی اور مذہبی تربیت کا کام جاری رہا۔ تاکہ مشکل سے مشکل تر حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ رکھنے والی جماعت تیار ہو سکے یہ دور تیرہ سالہ جدوجہد پر مشتمل ہے۔

## مدنی دور

مدنی دور کا آغاز ہجرت سے ہوتا ہے یہ دس سالہ جدوجہد مسلسل کا زمانہ ہے۔ مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد آپ نے باطل قوتوں کے خلاف انقلابی جدوجہد کیلئے مدینہ طیبہ کو باقاعدہ تحریکی مرکز کی حیثیت عطا فرمادی۔ مدینہ طیبہ میں آپ کی تمام تر جدوجہد اور سعی و کاوش کا مرکز و محور غلبہ دین حق قرار پایا۔ جس کی ابتدائی تیاریاں مکہ میں قیام کے دوران ہی ہو چکی تھیں۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ اس انقلابی

جدوجہد کیلئے تمہید و نقطہ آغاز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مدنی دور میں دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اور ترویج دین کا کام بدستور جاری رہا۔ اس طرح اس جدوجہد انقلاب کے ذریعے جہاں ایک طرف قومی سطح پر سرزمین عرب میں غلبہ دین حق کے خواب کو حقیقت میں بدلا گیا۔ وہاں بین الاقوامی سطح پر بھی مصطفوی انقلاب بپا کرنے کیلئے راستہ ہموار ہوا۔ اور ابتدائی تاسیسی اقدامات کے ذریعے آقا ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر بھی انقلاب کی بنیادیں استوار کر دیں۔ جو دور خلافت راشدہ میں تکمیل پذیر ہوا۔ اسی لئے دور خلافت راشدہ کو دور مابعد انقلاب کا عنوان دیا جاتا ہے۔

### قومی سطح پر انقلاب

مدینہ طیبہ کا ماحول مکہ مکرمہ سے مختلف تھا۔ مکہ میں آپ کو صرف مشرکین مکہ کی مخالفت کا سامنا تھا جبکہ مدینہ میں مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ اور منافقین بھی تھے۔ مدینے کے ان نامساعد حالات میں آپ نے ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق اس کی تشکیل و تعمیر کی۔ اپنی بے مثال سیاسی بصیرت، تدبیر اور انقلابی حکمت عملی کے ذریعے آپ نے مدینہ طیبہ میں قائم ہونے والے اسلامی معاشرے کو اسلامی ریاست میں بدلا اس کی معاشی و عمرانی بنیادوں کو مضبوط کیا اور سیاسی و عسکری لحاظ سے بھی اسے مضبوطی و تحفظ عطا کیا۔ تا آنکہ فتح مکہ کی صورت میں پوری سرزمین عرب پر مصطفوی انقلاب کا پرچم لہرانے لگا۔

### میشاق مدینہ

مدینہ منورہ میں تشکیل پانے والے اسلامی معاشرے کو مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین کی طرف سے رد عمل، مخالفت اور خطرات سے تحفظ کے لئے آپ

نے عدل و مساوات کی بنیادوں پر سیاسی و عسکری نوعیت کا جامع منصوبہ تیار کیا اور ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ مذکورہ بالا تمام حریف قوتوں کے ہوتے ہوئے ایک اسلامی ریاست وجود میں آگئی آپ نے یہود اور دیگر یثربی قبائل کے ساتھ بقائے باہمی اور مشترکہ دفاع کے اصولوں پر معاہدہ کیا جو آپ کی دوراندیشی، عسکری و سیاسی بصیرت اور انقلابی فکر کا آئینہ دار ہے۔ اس معاہدہ کے تحت :

(i) ایک ایسا دستور مرتب ہوا جس میں اہل ایمان، یہود اور دیگر یثربی قبائل میں باہمی معاہدہ کے تحت اشتراک کار تشکیل پا گیا۔ جس سے اسلامی مملکت کو ایک مضبوط اساس فراہم ہو گئی۔

(ii) یہود و مشرک قبائل نے اسلامی مملکت کو تسلیم کر کے مسلمانوں کے دینی، قومی اور سیاسی تشخص کو تسلیم کیا جس سے مسلمانوں کو یثرب اور پھر سارے عرب میں سیاسی، دینی، مذہبی، معاشی اور ثقافتی مرکزیت مل گئی۔ میثاق مدینہ کی بقیہ تفصیلات آگے آرہی ہیں۔ ۵۵

مواخات: سماجی و اقتصادی انقلاب کا منشور

### (Socio-Economic Programme)

مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی مکہ سے آمد پر اولیں مسئلہ ان کی بحالی (Rehabilitation) اور معاشی استحکام (Economic Stability) تھا۔ آپ نے مہاجرین کی فوری بحالی کے لئے جو منصوبہ بنایا وہ نہ صرف ریاست مدینہ کی معاشی و اقتصادی بنیادوں کی مضبوطی کا باعث بنا بلکہ سماجی اور معاشی انقلابی منشور کی حیثیت سے بھی درج ذیل مضمرات کے حوالے سے آپ کی انقلابی و سیاسی بصیرت مدبر کا ثبوت ہے۔



(i) مدینہ طیبہ میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرماتے ہوئے آپ نے ترجیح اول مذہبی احکام کے نفاذ کو نہیں اس نو تشکیل شدہ اسلامی معاشرے کے افراد کے سماجی و معاشی استحکام کو قرار دیا جبکہ مذہبی احکام بتدریج نافذ ہوتے رہے۔

(ii) مواخات کا نظام قائم فرماتے ہوئے آپ نے مہاجرین کے مزاج کا لحاظ رکھا۔ کیونکہ نو آمدہ مہاجرین کی مدینہ پاک میں آباد کاری کے کئی طریقے ہو سکتے تھے۔ مگر مہاجرین مکہ کے طبعی مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے کسی دوسرے طریق کو اختیار نہ فرمایا۔ مہاجرین مکہ معاشی زندگی کے متعلق انصار مدینہ سے مختلف نظر و عمل کے حامل تھے۔ انصار مدینہ زراعت پیشہ لوگ تھے۔ جبکہ اہل مکہ کا پیشہ تجارت تھا جو کہ آزاد پیشہ تھا۔ اہل مکہ مدینہ کے زراعت پیشہ قبائل میں صدیوں سے قائم جاگیر داری نظام اور مزارعوں کی حالت کے پیش نظر اسے اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اگرچہ مدینہ طیبہ زرعی علاقہ تھا مگر مہاجرین کو زمینوں پر آباد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لہذا انہیں براہ راست زمینوں پر آباد کرنے کی بجائے آپ نے معیشت کی بنیاد مواخات پر رکھی جس کا مطلب معاشی زندگی میں سب مسلمانوں کے لئے اخوت و مساوات کے اصول کا عملی اطلاق تھا۔

(iii) نظام مواخات کے تحت مہاجرین کے دلوں سے زراعت و محنت کے خلاف قدیم موروثی تعصبات ختم کرنے کا اہتمام کیا گیا تاکہ وہ نئی ریاست میں عضو فعال کا کردار ادا کر سکیں۔

(iv) مواخات کی بنیاد ایمان و اسلام کے روحانی رشتہ کو قرار دیا گیا۔ انصار مدینہ نے اس رشتے کے قائم ہونے پر ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں قائم کیں۔ یہاں تک کہ ایک انصاری بھائی فوت ہو جاتا تو اس کی جائیداد کا وارث اس کا مہاجر بھائی ہوتا۔ یہ

رشتہ ایمان و اسلام کا عملی اقرار تھا۔ جس نے مسلم معاشرے کو مکانی، جغرافیائی اور ارضی حد بندیوں سے ماوراء کر کے آفاقی روحانی قدروں پر استوار معاشرے میں بدل دیا۔

(v) مواخات کے تحت قائم ہونے والے معاشرے میں محنت کو باعث عار نہیں، باعث افتخار قرار دیا گیا۔ اس میں سرمایہ داری، جاگیر داری اور سرداری نظاموں کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

(vi) اس معاشی منصوبہ کے تحت زراعت و تجارت کو ریاست مدینہ کی معیشت کا سنگ بنیاد بنا دیا گیا۔ آپ کی آمد سے قبل مدینہ طیبہ میں تجارت پر یہود کی اجارہ داری تھی۔ انصار کی معیشت کا انحصار زراعت پر تھا لہذا انہیں اپنی زرعی پیداوار لا محالہ یہود کے ہاتھ بیچنا پڑتی تھی۔ جس سے یہود ساہوکار اور اجارہ دار انصار کا حسب منشا استحصال کرتے تھے۔ اور انصار بھاری شرح پر سود و سود قرض کے چنگل میں مبتلا تھے۔ انصار و مہاجرین میں رشتہ مواخات زراعت و تجارت کے اشتراک کا باعث بنا۔ مہاجرین نے اپنی تجارتی سوجھ بوجھ اور تجربے سے یہود کی اجارہ داری کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے نہ صرف انصار یہودیوں کے استحالی چنگل سے آزاد ہو گئے بلکہ معاشرے سے بھی سود کاری، اجارہ داری، احتکار اور چور بازاری کا فساد رفع ہو گیا۔ اس طرح غیر مسلم اور عرب قبائل تجارتی لین دین میں یہودیوں پر مسلمانوں کو ترجیح دینے لگے اور مسلمانوں سے ان کا تعلق عرب قبائل میں تحریک اسلام کی کامیابی کا باعث بنا۔ آقا ﷺ کے دیئے ہوئے سماجی و معاشرتی انقلاب کے منشور سے منبج ہونے والی معاشی افادیت و دعوت و انقلاب کے فروغ کا باعث بنی۔

## صفہ یونیورسٹی کا قیام

مدینہ طیبہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست میں اہل ایمان کی تعلیم و تربیت کا کام بھی جاری تھا جس سے انقلابی جماعت نے تربیت پاکر کار انقلاب کو آگے بڑھانا تھا۔ اس مقصد کے لئے آپؐ نے مسجد کو منتخب فرمایا۔ اس اعتبار سے مسجد نبویؐ اسلام کا پہلا مرکز تعلیم و تربیت ہے۔ اس جامعہ کا نصاب تعلیم قرآن حکیم کے الفاظ میں یہ تھا۔

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ	اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَ	میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر
يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا	تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے
تَعَلِّمُونَ ۝	اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور
(۱۵۱:۲)	حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ
	(اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے
	جو تم نہ جانتے تھے۔

اس اسلامی یونیورسٹی کا نصاب تعلیم اصولی طور پر ان اجزاء پر مشتمل تھا۔

- ۱- قرأت قرآن
- ۲- تزکیہ
- ۳- تعلیم کتاب
- ۴- تعلیم حکمت

اس مقصد کے حصول کیلئے آپؐ نے مسجد نبویؐ کے ایک کنارے پر ایک جگہ

مخصوص کر دی۔ جسے اس کے سابقان کی وجہ سے صفہ کا نام دیا گیا۔ یہ ایک کھلی اقامتی درسگاہ (Residential University) تھی۔ جہاں ہر چھوٹا بڑا تعلیم و تربیت حاصل کر سکتا تھا۔ اہل ایمان کی ایک جماعت نے اپنی کل زندگی اسلام کی انقلابی تحریک کے لئے وقف کر دی تھی جو اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ اس درسگاہ میں بچے، پیر و جوان اور خواتین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

### حضور اکرم ﷺ کی کثیر الجہات حکمت عملی

حضور اکرم ﷺ نے دعوت حق کے فروغ اور اسلام کے استحکام کے لیے کثیر الجہات حکمت عملی اختیار فرمائی:-

۱- آپ نے مخالف قوتوں کے ساتھ اتحاد و معاہدات کئے۔ یہود سے معاہدہ توحید کے ”مساوی کلمہ“ کی بنیاد پر طے پایا۔ دیگر کئی قبائل سے معاہدات طے کرتے وقت آپ نے حالات کے مطابق حکمت عملی اختیار فرمائی۔ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف نے معاہدہ کے لئے یہ مطالبات پیش کیے۔

i- نماز سے استغنی ii- حرمت زنا سے استغنی iii- طائف کو حرم قرار دینا

iv- فرضیت زکوٰۃ سے استغنی v- فرضیت جہاد سے استغنی

آپ ﷺ نے انہیں پہلی دو شرطوں پر منوالیا اور بعد کی تین شرطیں مان لیں۔ صحابہ کرامؓ سے آپ نے فرمایا کہ جب اسلام ان کے دل میں جم جائے گا تو خود بخود مکمل اسلام کو مان لیں گے۔

۲- آپ نے صرف یہود مدینہ سے ہی نہیں بلکہ دیگر کئی قبائل مثلاً بنی ضمرہ، بنی غفار، نعیم بن مسعود اشجعی اور نجران کے عیسائیوں سے بھی معاہدات کیے۔

۳- دشمن کی تعداد اور قوت کو کم کرنے کے لیے آپ نے زیادہ سے زیادہ اتحاد

قائم کیے قطع نظر اس کے کہ وہ مذہبی اتحاد تھے یا سیکولر، تاکہ اپنی طاقت میں اضافہ ہو۔

۴- آپ نے دشمن کے اتحادیوں (Allies) سے بھی مذاکرات و اتحاد کی راہ کو اپنایا تاکہ انہیں ممکنہ مناسب شرائط پر اپنے ساتھ ملا کر دشمن کی سیاسی و دفاعی طاقت کو کمزور کیا جاسکے۔ مثلاً غزوہ خندق کے موقع پر کفار مکہ کے اتحادیوں میں سے قبیلہ غطفان کو اہل مکہ سے علیحدگی اور مدینہ کے محاصرہ میں شامل نہ ہونے پر آمادہ کر لیا گیا۔ اور محاصرہ مدینہ کے موقع پر بھی قریش مکہ اور یہود مدینہ میں پھوٹ ڈلوائی گئی جس سے قریش مکہ کا مدینہ کے محاصرہ کرنے کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

۵- آپ نے دشمن کے اندر اپنی حمایت (Favour & Soft Corner) پیدا کرنے کے لیے بھی اقدامات فرمائے۔ جس سے مخالفین کے اندر بھی آپ کی حمایت کے آثار پیدا ہو گئے۔ یمامہ میں قریش مکہ کے غلہ کی منڈی تھی اسے بند کروا دیا گیا۔ جس سے مکہ میں غلہ کی خاصی کمی واقع ہوئی۔ غذائی مشکلات آئیں پھر یہ پابندی اٹھالی گئی۔ آپ کی اقتصادی پابندیوں (Economic Sanction) کے بعد ریلیف دینے کی اس پالیسی سے مکہ کے عوام آپ کے احسان مند ہو گئے۔

۶- اسی طرح قحط کے انتہائی شدت کے زمانے میں آپ نے ۱۵۰۰ اشرفیوں کی خطیر رقم مکہ کے محتاجوں اور غریبوں میں (جو غیر مسلم تھے) تقسیم کروائی جس سے مکہ کے اندر ریاست مدینہ کے بھی خواہ پیدا ہو گئے۔

۷- مخالفین کی تالیف قلبی کے لیے اقدامات کیے گئے۔ خیار کم فی الجاہلیہ خیار کم فی الاسلام اذا تفقہوا کا اصول اپنایا گیا۔ جب مخالفین اسلام قبول کرتے تو انہیں اسلام۔

میں بھی اعلیٰ مقام دیا جاتا۔ جب عمرو بن العاصؓ اسلام لائے تو انہیں سردار بنا کر فوجی مہمات پر بھیجا گیا۔ اسی طرح خالد بن ولیدؓ اسلام لانے پر سیف اللہ قرار دیئے گئے۔

۸- تالیف قلبی کے لیے سیاسی، سماجی، سفارتی اور اقتصادی اقدامات بھی کیے گئے۔ فتح مکہ کے وقت ابوسفیان کے گھر کو دارالامن قرار دیا گیا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تو لوگ اسلام قبول کرنے لگے اس طرح فتح مکہ کے موقع پر مخالفین کو لائٹریب علیکم الیوم کا مژدہ سنا کر تحریک اسلام کا حصہ بنا دیا گیا۔

۹- آپ نے پیغام حق کے فروغ کے لیے مختلف النوع اتحاد کیے۔ جو سماجی (Social) سیاسی (Political)، عسکری و دفاعی (Military & Defence)، اقتصادی (Economic) اور تجارتی (Commercial) نوعیت کے تھے۔ تاہم حالات کے ساتھ آپ کی اتحادی حکمت عملی (Alliance Strategy) بدلتی رہی۔ شروع میں آپ نے خالصتاً سیکولر (Secular) اتحاد قائم کیے مگر آپ کی حاکمیت مسلم ہو جانے پر آپ نے اتحاد کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کے عملی اقرار کے ساتھ مشروط کر دیا۔

۱۰- مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے انقلابی اقدامات قومی زندگی کو ایک ہمہ گیر مصطفوی انقلاب کا مظہر بنانے کے لیے لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔ اور آپ کے ان اقدامات کی ترجیحی نوعیت (Nature of Priority) کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ہجرت کے سال اول میں آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل پانچ امور پر اپنی توجہ مبذول فرمائی:-

۱- میثاق مدینہ کے ذریعے سے آپ ﷺ نے اہلیان مدینہ کو سیاسی پروگرام

دیا۔ میثاق مدینہ آپ کا ایک ایسا سیاسی اقدام تھا جس کے نتیجے میں ریاست مدینہ میں آپ کی حاکمیت مسلم ہو گئی۔

-ii مواخات کے ذریعے سے آپ نے معاشی اور سماجی استحکام کا پروگرام دیا اس طرح مکہ سے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری و معاشی بحالی ممکن ہوئی۔

-iii مسجد نبوی تعمیر کی گئی اور افراد معاشرہ کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔

-iv ریاست مدینہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے آپ ﷺ نے نظام سلطنت (Administrative System) دیا۔

-v ریاست مدینہ کے دفاع (State Defence) کے لیے آپ نے اقدامات فرمائے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہجری میں کئے جانے والے تمام تر اقدامات Socio-Economic اور Secular نوعیت کے تھے جبکہ مذہبی پروگرام (Religious Programme) کا آغاز ۲ ہجری سے کیا گیا۔ اور اس کا نزول و نفاذ بتدریج ہوتا رہا۔

۲ ہجری کے احکامات:

اذان۔ فرضیت زکوٰۃ۔ فرضیت صیام رمضان۔ تحویل کعبہ۔ فرضیت جہاد

۳ ہجری کے احکامات:

امتناع شرب (تحریم خمر) کا حکم

۴ ہجری کے احکامات:

نفاذ تحریم خمر۔ حکم حجاب نساء

۵ ہجری کے احکامات:

حکم تیمم۔ زنا، قذف، لعان وغیرہ کے احکام

۷ ہجری کے احکامات:

نکاح و طلاق کے احکام۔ تبلیغ اسلام کے بین الاقوامی منصوبہ کا آغاز

۸ ہجری کے احکامات:

سود کی قطعی حرمت

۹ ہجری کے احکامات:

فرضیت حج

## نبی اکرم ﷺ کی سیاسی حکمت عملی کے اثرات و نتائج

گذشتہ صفحات میں منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مختلف گوشوں پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔ نیز ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ سرور کائنات فخر موجودات نبی اکرم ﷺ کی انقلابی حکمت عملی کثیر الجہات تھی۔ آپ نے بیک وقت اندرونی و بیرونی خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے مصطفوی انقلاب کا راستہ ہموار کیا اور ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح مبین سے نوازا۔ آپ کی سیاسی بصیرت بھی بلاشبہ آپ کو ملنے والی پیغمبرانہ حکمت ہی کا فیض تھا۔ اب قیامت تک اسلام کے سیاسی اصول بھی آپ کی اسی حکمت عملی کی روشنی میں واضح ہوتے رہیں گے۔ اس لیے آپ کا اسوہ حسنہ جہاں دیگر معاملات حیات میں واجب تقلید ہے وہاں امت مسلمہ کی نمائندہ سیاسی قیادت کے لئے کامیاب ترین لائحہ عمل بھی یہی ہے۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے اختصار کے ساتھ ان حکمت عملیوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو بعد میں دنیا کے عظیم ترین سیاسی مذہبی اور سماجی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ حالانکہ وقتی طور پر بعض صحابہ کرام نے تعجب، حیرت اور



کسی حد تک ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا کیونکہ عام ذہن فطری اور طبعی طور پر ہر چیز کو (Net Result) کی روشنی میں دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ لیکن نبوی بصیرت حالات کے تناظر میں دور رس نتائج کو دیکھ رہی تھی اس لئے آپ نے ایسے مواقع پر جانثار صحابہؓ کو سمجھا دیا اور ایمان و یقان کی نعمت سے سرفراز صحابہؓ خاموشی سے اتباع رسول ﷺ میں کار بند ہو گئے۔

ان سیاسی حکمت عملیوں میں سب سے نمایاں اور دور رس نتائج کے حامل وہ معاملات اور اشتراک تھے جو آپ نے یہود و نصاریٰ سمیت کفار مکہ اور دیگر عرب قبائل کے ساتھ فرمائے۔ ان معاملات میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ یہ سب کی سب اسلام دشمن سیکولر اکائیاں تھیں جن کے ساتھ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف نوعیت کے اتحاد (Alliances) کئے (قبل ازیں ہم ان میں سے بعض کا ذکر کر چکے ہیں) لیکن آپ کے دو اتحاد بطور خاص مشہور ہوئے اور نتائج کے اعتبار سے تاریخی اور فیصلہ کن اہمیت کے حامل ٹھہرے۔ ان میں ایک ”میثاق مدینہ“ اور دوسرا ”معاہدہ حدیبیہ“ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ میثاق مدینہ پہلی سن ہجری میں یثرب کے قبائل اور بالخصوص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہونے والا سیاسی اور دفاعی معاہدہ تھا جبکہ معاہدہ حدیبیہ 6 ہجری میں عرب کی سب سے بڑی اسلام دشمن قوت کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ طے پایا۔ ذیل میں ہم بالترتیب ان کے اسباب، فوائد اور اثرات کا تذکرہ کر رہے ہیں جو براہ راست اسلامی تحریک پر مرتب ہوئے۔

### میثاق مدینہ کیوں اور کیسے ہوا؟

حضور تاجدار کائنات ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو کفار مکہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ صفحہ ہستی سے ختم کرنے کے منصوبے کو آخری شکل دے

چکے تھے۔ یعنی مکہ کے مخالفین آپ کے مشن اور دعوت کو کیا قبول کرتے، آپ کے وجود مسعود اور ذات کے دشمن بن چکے تھے۔ ایسے ماحول میں تحریک اسلامی کیسے فروغ پاسکتی تھی جبکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانا تھا اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب آپ کی ذات اور دعوت دونوں کو قبول عام حاصل ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ بعثت سے قبل بھی مکہ کے ایک معزز شہری دیانتدار فرد اور سرداران قریش کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن جب اپنے عزیز رشتہ دار ہی آپ کے جانی دشمن ہو گئے تو یہ شخص امتیازات، مصطفوی تحریک کی کماحقہ کامیابی کی ضمانت مہیا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ ہجرت کے بعد کسی دوسری مناسب جگہ جا کر اسلامی تحریک کو مستحکم فرماتے اور یہ استحکام اسی صورت میں ممکن تھا جب آپ کی شخصیت وہاں کی اہم ترین سیاسی و سماجی شخصیات میں نمایاں مقام حاصل کر لیتی۔ ہجرت کے بعد مصطفوی انقلاب کا مرکز جلوہ گاہ نبوت بننے کی سعادت ابدی خطہ یثرب کے حصے میں آئی۔ آپ نے مواخات کے ذریعے مسلمانوں کے بنیادی معاشی مسائل حل کرنے کے فوراً بعد یثرب اور اسکے ارد گرد چھوٹے بڑے قبائل کا جائزہ لیا۔ ان میں سے بعض عیسائی قبیلے آباد تھے، بعض مشرکین تھے، بعض منافقین اور بعض بدو، قبائلی اکائیوں میں منقسم تھے۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ طاقتور، سازشی اور ہوشیار لوگ یہود تھے جو مدینہ سے خیبر تک پھیلے ہوئے تھے اور اس علاقے کی زراعت، معیشت اور سیاست پر ان کا گہرا تسلط تھا۔ یہ لوگ اس خطے میں اس لئے بھی دور دراز سے آکر آباد ہو گئے تھے کہ انہیں انکے آباؤ اجداد نے یثرب کے متعلق اپنے علم کی روشنی میں آخری نبی کے دارالہجرت ہونے کی خبریں دے رکھی تھیں۔ لیکن ہجرت کے بعد حضور ﷺ جب یہاں تشریف لائے

اور انہیں معلوم ہوا کہ آپ کا نسبی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ اسمعیل (قریش) سے ہے تو یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ نبی ہیں حسد اور بغض میں سخت ترین مخالف ہو گئے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے پیغمبر انقلاب سرور کائنات ﷺ نے انتہائی کامیاب منصوبہ بندی فرمائی اور ان سب چھوٹے بڑے قبائل کے علاوہ یہود و نصاریٰ کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیابی حاصل کر لی۔

مختلف طبقات اور منشتر الخیال مذہبی گروہوں کے اس پہلے باقاعدہ اتحاد (Alliance) کا نام میثاق مدینہ قرار پایا۔ (اسکی قانونی اور سیاسی افادیت پر مکمل تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں سیرۃ الرسول جلد دہم) سردست یہاں یہ صراحت ضروری ہے کہ یہ اتحاد مذہبی بنیادوں پر نہیں بلکہ سماجی اور سیاسی بنیادوں پر قائم ہوا تھا۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہودی اور عیسائی حضور ﷺ کو مذہبی پیشوا تو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ تو حضور کی نبوت و رسالت کے منکر تھے۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب کو نفسیاتی طور پر قریب کرنے اور انہیں اعتماد میں لینے کے لئے مذہبی قدر مشترک کو بھی پیش کیا اور وہ تھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کی قدر۔

قرآن نے حضور اکرم ﷺ کے اس مدعا کو یوں بیان فرمایا:

یا اهل الكتاب تعالوا الی کلمة  
سواء بیننا و بینکم  
اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف  
آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان

یکساں ہے۔

مراد یہ کہ تم مجھے رسول مانو یا نہ مانو اتنا تو مانتے ہو کہ تم بھی اسی اللہ کو اپنا خالق و مالک سمجھتے ہو جسکو ہم سمجھتے ہیں۔ اس لئے مشرکین مکہ کے برعکس تمہارے اور

ہمارے درمیان کم از کم یہ قدر مشترک تو ہے جس پر ہم اتحاد کر کے شہر مدینہ کو بیرونی خطرات سے بچاتے ہوئے اسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ اہل کتاب الائنس پر رضامند ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ سے شدید مذہبی اختلاف کے باوجود آپ کو اپنا انتظامی سربراہ اور سیاسی قائد مان لیا۔

### میثاق مدینہ کے فوائد

حالات و واقعات کے تسلسل نے ثابت کیا کہ یہ معاہدہ اسلامی تحریک کے لئے سراسر مفید تھا۔ تاریخ کوئی ایک شہادت بھی فراہم نہیں کر سکتی جہاں اسلامی تحریک نے کسی ایک لمحے کے لئے رک کر سوچا ہو کہ اس معاہدے سے ہمیں یہ نقصان ہوگا۔ حالانکہ ایسے مراحل پر کئے جانے والے فیصلوں میں مثبت اور منفی دونوں طرح کے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ لیکن حکمت مصطفوی کی عظمت پر قربان جائیں کہ بظاہر نظر آنے والا اشتراکی اتحاد سو فیصد کامیاب رہا۔ اس سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کی کامیاب سیاسی حکمت عملی کا مظہر اور کیا ہوگا۔ غیر مسلم اکائیوں کے ساتھ اس اتحاد کے نتیجے میں فوری طور پر درج ذیل مثبت اثرات سامنے آئے۔

۱- یثرب پہلی مرتبہ باقاعدہ اور منظم ریاست میں تبدیل ہوا۔

۲- مدینہ منورہ پہلی اسلامی ریاست کہلائی جسکے انتظامی سربراہ نبی اکرم ﷺ منتخب ہوئے۔

۳- اسلام جو ابھی تک مشکل سے مذہبی اکائی (Religious Entity) کے طور پر متعارف ہو سکا تھا۔ پہلی بار کئی طبقات کی موجودگی میں سیاسی اکائی کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

۴- حضور اکرم ﷺ نے اپنی سیاسی حیثیت (Political Leadership) کو اولاً

مدینہ طیبہ میں اور بعد ازاں گردو نواح میں تسلیم کروالیا۔ یہ Political Recognition براہ راست اسلام کی دعوت و تبلیغ اور استحکام میں بہت زیادہ مدد و معاون ثابت ہوئی۔

۵- یہ معاہدہ مصطفوی انقلاب کی تاریخ میں پہلی بڑی کامیابی اور نمایاں Break-Through تھا جس کے بعد بے شمار علاقائی، سماجی، سیاسی اور مذہبی اکائیوں میں اسلام کو سب سے نمایاں حیثیت مل گئی۔

۶- نبی اکرم ﷺ کا وہ حقیقی مقام و منصب جس پر آپ فائز تھے کفار پر اس کا عملی اظہار ممکن ہوا اور سربراہ مملکت (Head of State) کے طور پر آپ کی نہ صرف مذہبی حیثیت نمایاں ہوئی بلکہ سیاسی، سماجی، عسکری اور قانونی مقام و مرتبہ بھی سب سے بلند و بالا تسلیم کر لیا گیا۔

۷- ہجرت کے بعد مسلمان مدینہ طیبہ میں نو وارد تھے۔ انہیں اس اجنبی جغرافیائی ماحول، یہود جیسی مخالف مذہبی قومیت اور وہاں کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات میں قدم جمانے کے لئے ایک مخصوص مدت تک پرامن فضا درکار تھی۔ ایک ایسی فضا جہاں دشمنیاں کم از کم ہوں۔ اور ہر طرف سے خطرات کے تیران کا پیچھا نہ کر رہے ہوں۔ ایک دوسرے کو برداشت کیا جاسکے مکہ کی طرح جان و مال اور عزت کو لاحق خطرات انکی دینی اور دعوتی سرگرمیوں میں حائل نہ ہوں۔

چنانچہ میثاق مدینہ میں جب مخالف قوتیں حلیف قرار پائیں اور ایک دوسرے کی جان و مال کی حفاظت تمام فریقوں کی ذمہ داری ٹھہری تو مسلمانوں کو بے خوف و خطر اپنے خاندانی اور عائلی فرائض سے لیکر دینی اور حکومتی فرائض کی انجام دہی کے لئے مناسب ماحول مل گیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ بھی

ہو تا رہا اور انکے پاؤں بھی مضبوط ہوتے چلے گئے، چنانچہ جب کفار مکہ نے مدینہ کی طرف پیش قدمی کی تو لشکر اسلام نے نہ صرف ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا بلکہ اسے عبرتناک تاریخی شکست سے دوچار کیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کے قبائل کو ابتدائی مرحلے میں اپنا حلیف نہ بناتے اور مسلمان مدینہ طیبہ جاتے ہی یہود و نصاریٰ کے خلاف مخالفت اور جنگ کا ماحول قائم کر لیتے تو بیرونی دشمن کے مضبوط حملے کا مقابلہ یقیناً مشکل ہوتا۔

۸- جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا اثر و رسوخ سب سے زیادہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب معاہدے میں انکو بھی شامل کر لیا اور انہوں نے دوسرے قبائل کی طرح حضور اکرم ﷺ کو الائننس کا سربراہ اور ریاست کا حاکم مان لیا تو یہ بات پورے خطے میں رہنے والے لوگوں کے لئے غیر معمولی حیرت کا باعث بنی۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ یہود کے اس معاہدے کی خبر بہت تیزی سے عرب قبائل میں پھیل گئی۔ اس کا براہ راست نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹے بڑے سب قبائل پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ قبل ازیں اسلام کو وہ معمولی جماعت یا ایک نیا مذہب سمجھ کر درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے لیکن اس معاہدے کے بعد سب نے سنجیدگی سے جزیرہ عرب میں ابھرتی ہوئی اس نئی مذہبی و سیاسی قوت کو دیکھنا شروع کر دیا۔ دوسرے سال جب جنگ بدر میں مٹھی بھر مسلمانوں کو کفار کے بڑے لشکر پر فتح حاصل ہوئی تو اسلام نے جزیرہ عرب میں فیصلہ کن طاقت اور ناقابل تسخیر قوت کے طور پر اپنے آپ کو منوالیا۔

۹- اس معاہدے کی باتیں عام ہوئیں تو اسلام کا تعارف بھی تیزی سے ہونے لگا۔ مسلمانوں کا اثر و رسوخ بڑھ گیا ان کی بات میں وزن آگیا، وہی لوگ جو پہلے کان نہیں دھرتے تھے متوجہ نہیں ہوتے تھے اب بات بھی سننے لگے اور مذاکرات کے لئے

حضور اکرم ﷺ کے پاس بھی آنے لگے۔

یوں اسلام کا پیغام مختصر مدت میں دور دور تک پھیل گیا غیر مسلموں کو مسلمانوں کے ساتھ معاملات کرنے اور اٹھنے، بیٹھنے کے مواقع میسر آئے تو لامحالہ لوگوں نے اسلام کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا اور تیزی سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

۱۰- عام طور پر ہر شخص سنی سنائی بات پر عمل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے متعلق رائے قائم کرتے ہوئے انسان ہمیشہ غیر محتاط رہا ہے۔ پہلی مرتبہ قرآن نے اس انسانی مرض کی تشخیص کی۔ اور اسے برائی قرار دیکر اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی اساس بھی دراصل بدگمانی، عدم واقفیت اور حقیقت ناشناسی تھی۔ جس نے قریب سے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا اور خود آپ کے در دولت پر حاضری کی سعادت حاصل کی اس کا دل ہمیشہ کے لئے صاف ہو گیا۔ کفار مکہ بھی زیادہ تر جھوٹ منسوب کر کے باہر سے آنے والوں کو حضور اکرم ﷺ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد بھی یہ کیفیت قائم تھی۔ مخالفین نے طرح طرح کی باتیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف پھیلا رکھی تھیں لیکن جیسے جیسے قریب آتے گئے غلط فہمیاں خود بخود ختم ہوتی چلی گئیں۔

پیغمبر انقلاب ﷺ کے متعلق خاص طور پر یہ تاثر عام ہوا کہ یہ انتہا پسند نہیں۔ دوسروں کی بات بڑے تحمل اور حوصلے سے نہ صرف سنتے ہیں بلکہ بات میں وزن ہو تو اسے قبول بھی کر لیتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے طور پر انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ دوسرے باشاہوں کی طرح ان میں تکبر، تکلف اور غیر معمولی طبقاتی فرق نہیں۔ یہ صلح جو اور امن پسند بھی ہیں اور معتدل مزاج ترقی پسند بھی۔ اس

لئے ہر خاص و عام بارگاہ رسالت میں آتا رہا اور ایمان کی سعادت سے ہمکنار ہو کر دارین کی رحمتیں سمیٹتا رہا۔

نبی اکرم ﷺ کے یہ خصائل حمیدہ تو پیدائشی تھے لیکن مذہبی عصبیت نے مکہ میں لوگوں کی نظروں پر پردے ڈال دیئے تھے۔ مدینہ منورہ کے قبائل نے اپنی سیاسی و مذہبی قیادتوں کے مقابلے میں جب حضور اکرم ﷺ کا حسن سلوک دیکھا تو وہ سو جان سے آپ پر قربان ہونے کو تیار ہو گئے۔

۱۱- اس معاہدے میں طے پایا تھا کہ اگر کوئی بیرونی حملہ آور ہم میں سے کسی پر بھی حملہ کرے گا تو ہم سب ملکر اس کا دفاع کریں گے۔ یہ مشترکہ دفاعی حکمت عملی تھی جس کا سو فیصد فائدہ مسلمانوں کو ہوا۔ ایک طرف مدینہ کے کفار منافقین اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا قلع قمع ہوا اور دوسری طرف قریش مرعوب ہو گئے اور مشرکین مکہ کی سازشیں ناکام ہو گئیں۔ یہ مشترکہ دفاعی معاہدہ بعد ازاں بدر و احد میں بھی کامیابی کا سبب بنا۔

۱۲- مذہبی اور سماجی تضادات و انتشار کے باوجود مدینہ کے عرب اور یہود قبائل اس معاہدے کے تحت اپنے رسوم و رواج کے مطابق اپنے مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ قبل ازیں یہاں کوئی مرکزی عدالتی نظام نہیں تھا۔ اس طرح اس سر زمین میں پہلی مرتبہ عدل و مساوات کے اصولوں پر منضبط و منظم حکومت وجود میں آئی جو غیر مسلم قبائل کے لئے اسلام کی طرف رغبت کا باعث بنی۔

۱۳- آپ کی اس حکمت کا نتیجہ تھا کہ ہر آنے والا دن اسلام کی قوت و طاقت میں نئے اضافے کا پیغام لے کر طلوع ہوتا رہا۔ ہجرت کے وقت مہاجر و انصار صحابہ کی تعداد تقریباً ۴۰۰ تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت یہ تعداد ۱۴۰۰ ہو گئی اور فتح مکہ کے وقت



مسلمانوں کا لشکر ۱۰۰۰۰ افراد پر مشتمل تھا اسی طرح طائف کے معاصرے میں ۱۲,۰۰۰ مسلمان شریک تھے اور خطبہ حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر جانثار مسلمانوں کی تعداد سو لاکھ کے قریب تھی۔

### معاہدہ حدیبیہ اور اسکے نتائج

حضور اکرم ﷺ جس آفاقی دعوت کو لے کر مبعوث ہوئے تھے اس کا دائرہ کسی مخصوص خطے، زبان نسل یا رنگ تک محدود نہیں تھا۔ رسول انسانیت رحمة للعالمین ﷺ کے حلقہ اثر میں تو پوری کائنات تھی۔ وہ پوری روئے زمین کے ہادی و راہنما بن کر تشریف لائے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ریاست مدینہ میں استحکام کے بعد اب بیرونی ماحول کو دعوت اسلام سے روشناس کیا جاتا، لیکن یہ مقصد اس وقت تک کما حقہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا جب تک کفار مکہ کی مزاحمت کا خاتمہ نہ ہو جاتا۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ سرزمین حجاز کی سیاسی ثقافتی مذہبی اور روحانی سرگرمیوں کا تاریخی مرکز تھا اور خود تحریک اسلامی کا نقطہ آغاز بھی یہی سرزمین تھی اس لئے یہاں قدم جمائے بغیر موجودہ اسلامی دعوت کی موثریت جزیرہ نمائے عرب سے باہر خاصی مشکل تھی۔

پیغمبر انقلاب ﷺ نے اس دوران اگرچہ اسلامی دعوت کو دور دراز خطوں میں پہنچانا شروع کر دیا تھا لیکن باقاعدہ عالمی مہم شروع کرنے سے پہلے مکہ مکرمہ کو اسلامی ریاست کے زیر نگیں لانا بہت ضروری تھا حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مرحلے پر بھی ایک ٹھوس موثر مدبرانہ اور انقلابی حکمت عملی اپنائی۔ 6 ہجری میں آپ نے عمرے کا ارادہ فرمایا اور مدینہ سمیت گرد و نواح کے مسلمانوں میں اعلان کر دیا کہ جو بیت اللہ کی زیارت اور طواف کرنا چاہے وہ ہمارے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔ خانہ

خدا کے طواف کے لئے محبوب خدا کی ہمراہی نصیب ہو رہی تھی۔ مہاجر صحابہ ویسے بھی اپنا مالوف وطن دیکھنے کو ترس گئے تھے۔ چنانچہ چند دنوں میں کثیر تعداد مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی معیت میں رخت سفر باندھنے کا ارادہ کر لیا۔ ۱۴۰۰ مسلمانوں کا قافلہ مدینہ منورہ سے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا تو اہل مکہ حواس باختہ ہو گئے۔ مسلمانوں سے مرعوب تو تھے ہی اس موقع پر وہ کئی قسم کی غلط فہمیوں کا شکار بھی ہو گئے۔ انہوں نے مکہ کی طرف مسلمانوں کی پیشقدمی کو ہر قیمت روکنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے کہ فریقین کی طرف سے حالات کوئی خطرناک رخ اختیار کرتے پیغمبر انقلاب ﷺ نے اپنی بصیرت، حسن تدبیر اور تحمل مزاجی سے قریش کو مذاکرات پر راضی کر لیا۔ جس جگہ فریقین میں مذاکرات ہوئے وہ حدیبیہ کا مقام تھا اس لئے یہ تاریخی صلح نامہ معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس معاہدے میں بظاہر کفار مکہ اپنی شرائط منوانے میں زیادہ کامیاب دکھائی دے رہے تھے اس لئے سیدنا عمرؓ سمیت بعض جلیل القدر صحابہؓ بھی برہم ہوئے لیکن حضور اکرم ﷺ نے انہیں صبر و ضبط کی تلقین فرمائی۔ آپؐ کی یہی حکمت عملی اور تدبیر بعد ازاں فتح مکہ کا سبب بنا اور قرآن حکیم کی سورہ الفتح میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی لشکر کو ”انا فتحنا لك فتحا مبينا“ کے زوردار الفاظ میں فتح کی خوشخبری دی۔ یہ معاہدہ بعد میں جن کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا انکی مختصر نشاندہی حسب ذیل ہے۔

۱- قبل ازیں کفار مکہ مسلمانوں سے کئی جنگوں میں شکست فاش کھانے کے باوجود انہیں جینے کا حق دینے کے لئے تیار نہیں تھے وہ اہل اسلام کا آزاد فضا میں سر اٹھا کر چلنا اپنی غیرت بقاء اور نسلی تفاخر کے لئے موت تصور کرتے تھے۔

اسی لئے انہوں نے خالی ہاتھ پر امن مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہو کر عمرہ ادا

کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ دراصل انکی شکست خوردہ ذہنیت اور نفسیاتی مرعوبیت کا مظہر تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے انکی اس ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے وقتی طور پر گیند انکے کورٹ میں چھوڑ دی اور ان سے ایسی شرائط پر دستخط کروائے جو بعد میں انہی کے پاؤں کی زنجیر ثابت ہوئے۔

۲- قریش نے بعثت کے بعد اٹھارہ سالہ عرصہ میں پہلی بار مسلمانوں کی آزاد خود مختار حیثیت اور قومی تشخص کو تسلیم کیا۔

۳- آج مدینہ کے یہودیوں اور دیگر قبائل کی طرح قریش مکہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی سیاسی قیادت کو تسلیم کیا اور پہلی مرتبہ اپنے مد مقابل برابری کی سطح پر سمجھتے ہوئے وفد لے کر مذاکرات کے لئے حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ یہاں بھی حضور اکرم ﷺ نے ان سے اپنی سیاسی حیثیت کو تسلیم کروایا۔ اس معاہدے کی بنیاد اگر آپ مذہبی دینی اور پیغمبرانہ حیثیت کو بنانا چاہتے تو ان کے اعتراض پر اپنے نام کے ساتھ ”رسول اللہ“ کے کلمات نہ کھواتے۔ اس لئے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح کفار مکہ بھی حضور ﷺ کو نبی اور رسول نہیں مانتے تھے۔ گویا حضور اکرم ﷺ نے کفار مکہ سے اسلامی طاقت کی سیاسی برابری (Political Equality) کو تسلیم کروایا۔

یاد رہے کہ یہ برابری دنیوی مقام و منصب میں تھی ورنہ کہاں وہ بد بخت کفار اور کہاں رفعت شان مصطفویٰ عرش کے راہی کا مقابلہ درندہ صفت اصنام پرستوں کے ساتھ کیسا؟

۴- اس معاہدہ میں ایک شق یہ بھی تھی کہ دس سال تک فریقین میں کوئی بھی دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا اس شرط کا مقصد دراصل کفار مکہ کی طرف سے عدم جارحیت کو یقینی بنانا تھا۔ تاکہ اہل مکہ کے ساتھ مسلسل جنگی کیفیت ختم ہو اور مسلمان

ہماری توانائیاں انکے ساتھ جنگ لڑنے میں صرف کرنے کی بجائے اپنی قوت مجتمع کرنے میں لگا سکیں۔ اس فرصت سے مسلمانوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور انہیں داخلی استحکام اور خوشحالی کے زیادہ مواقع میسر آئے۔

۵- اس معاہدہ کے طے پانے کے بعد قریش کی معاندانہ سرگرمیاں سرد پڑھ گئیں جبکہ مسلمانوں کو دیگر ممالک و قبائل میں اسلام کی دعوت پھیلانے کا موقع مل گیا۔

۶- نبی اکرم ﷺ کو اسلام کی فوج اور سیاسی طاقت بڑھانے کی اطمینان بخش فرصت مل گئی۔ اس دوران آپ نے مدینہ اور اسکے گرد و نواح میں مخالف قوتوں کا صفایا بھی کیا۔ اسلامی فوج جو صلح حدیبیہ کے موقع پر چوہ سو تھی دو سال بعد جب فتح مکہ کا لشکر ترتیب دیا گیا تو لشکر اسلام ۱۰,۰۰۰ افراد پر مشتمل تھا۔

۷- اسلام مخالف قوتیں مکہ اور مدینہ میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ اسلام کے خلاف ساز باز رکھتی تھیں۔ عدم جارحیت کا معاہدہ ہو جانے کے بعد یہود اور منافقین مدینہ کی تمام سازشیں خاک میں مل گئیں، اسی طرح کفار مکہ نے بھی یہودیوں کے ساتھ اسلام کے مقابلے کے لئے تعاون نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی اس حکمت عملی سے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہوں پر بند ہو گئے اور اسلامی لشکر نے موقع آنے پر دونوں کو باری باری زیر کر لیا۔

۸- مدینہ میں اسلامی ریاست مستحکم ہوئی تو اہل مکہ اور بدیوں کو مدینہ جا کر مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے اور اسلام کے بارے میں اپنی غلط فہمیاں دور کرنے کا موقع ملا۔

۹- قریش مکہ سے بے فکر ہو کر آپ نے فوری طور پر آئندہ کی حکمت عملی تیار کی مصطفوی انقلاب کی کامیاب منصوبہ بندی کا یہ تیسرا مرحلہ تھا۔ اسلامی تحریک بتدریج منزلوں پر منزلیں طے کر رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس موقع سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے دوسرے ازلی دشمن یہود کی خبر لینا مناسب سمجھی جو ابھی تک آستین کا سانپ بن کر مسلمانوں کو ہر قدم پر نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مسلمان چونکہ کفار مکہ کے ساتھ پے در پے برسر پیکار تھے اس لئے اہل یہود پر ابھی تک کاری ضرب نہیں لگ سکی تھی۔ اس دوران یہودی اور منافقین خود میثاق مدینہ کی خلاف ورزی بھی کر چکے تھے۔

ریاست مدینہ کے شمال میں خیبر نامی بستی تھی۔ یہ دفاعی لحاظ سے یہودیوں کا سب سے مضبوط علاقہ تھا۔ اس میں 9 عدد قلعے تھے جن میں وہ قلعہ بند ہو کر لڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان پر عام طور پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو یہودیوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکے کی تیاری کا حکم دیدیا۔

۷ ہجری کو یہودیوں کے ساتھ زبردست مقابلے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ اس جنگ میں اہل یہود کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ اسلامی تحریک کے راستے میں روڑے اٹکانے کی طاقت سے محروم ہو گئے۔

یہودیوں کے ساتھ اس فیصلہ کن معرکے کے بعد اگلے سال حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کا پروگرام بنایا جو توقع اور منصوبہ بندی کے عین مطابق سو فیصد کامیاب رہا، قربان جائیں حضور اکرم ﷺ کی اس کامیاب حکمت عملی پر آپ نے شمال اور جنوب کی دونوں بڑی دشمن طاقتوں کو تقسیم کر کے باری باری کچل دیا اور اسلامی تحریک چند سالوں میں حجاز سے نکل کر بیرونی ممالک کی سرحدوں پر دستک دینے لگی۔

۱۰۔ ان پے در پے کامیابیوں اور کامیاب حکمت عملیوں کی وجہ سے اسلام نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی اسلام کے گرد کفار نے جتنا گھیرا تنگ کیا اور اسے بزعم خویش صفحہ

ہستی سے مٹانے کے لئے سازشوں کے جتنے جال بنے گئے وہ سب کے سب الٹے ہو گئے اور کفر قدم قدم پر پیغمبرانہ فراست سے پٹتا رہا۔ کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو گھر سے بے گھر کیا آپ کی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہے ہجرت ہوئی تو وہاں بھی امن و چین سے نہیں رہنے دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو دشمنوں کی ہر سازش سے محفوظ رکھا اور ٹھیک دس سال بعد رسول کائنات فاتح بن کر مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ گویا دس سال کے قلیل عرصے میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی قیادت کا لوہا نہ صرف مدینے منورہ کے قبائل اور مکہ مکرمہ کے قریش سے منوالیا بلکہ آپ اس دوران بین الاقوامی سطح پر ایک عظیم فاتح، مدبر سیاستدان اور کامیاب حکمران کے طور پر ابھر کر سامنے آ گئے۔

## فتح مکہ

فتح خیبر اور غزوہ موتہ میں مسلمانوں کی فتح سے اسلام بیرونی دنیا میں ایک نئی ابھرتی ہوئی قوت کے طور پر متعارف ہو گیا۔ اندرون عرب اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قریش تھے۔ اسے ہٹانے کیلئے فتح مکہ ضروری تھا مگر اس کیلئے آپ نے براہ راست کوئی جارحانہ اقدام نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے کمال حکمت سے فتح مکہ کی منصوبہ بندی کی۔ 7 ہجری میں آپ کے ورود مکہ کے موقع پر قریش مکہ کی مرعوبیت کے باوجود آپ نے معاہدہ حدیبیہ کا پورا پورا پاس کیا مگر کفار مکہ نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے اور حرم کعبہ کے اندر انہیں تہ تیغ کر کے خود معاہدہ کی سنگین خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے لئے مکہ پر حملہ آور ہونے کی راہ ہموار کر دی 8 ہجری میں آپ نے 10 ہزار مجاہدین کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ افواج کی منصوبہ بندی اور حملہ کی نہج کو اس طرح تشکیل دیا کہ قریش نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیئے ابوسفیان کی جان بخشی فرما

کر آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا جس سے قریش کی مزاحمت ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے مقابل لڑنے کی بجائے داخل اسلام ہو گئے۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جو اہل مکہ سے ہی نہیں بلکہ افراد نسل انسانی سے خطاب ہے۔ اس میں آپ نے دور کفر و جہالت کے آثار کی نفی و تفسیح اور دور توحید و رسالت و دور انقلاب کے ضوابط و اصولوں کا اعلان فرمایا۔ اس خطبے میں آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو لاثر یب علیکم ایوم کا مژدہ سنا کر نہ صرف تاریخ انسانی میں عدیم المثال باب رقم فرمایا بلکہ کفار مکہ کو تالیف قلبی کے ذریعے جدوجہد انقلاب کا حصہ بننے پر مجبور کر دیا۔

اس طرح فتح مکہ کے نتیجے میں قومی سطح پر مصطفوی انقلاب کی تحریک تکمیل پذیر ہوئی۔

## بین الاقوامی سطح پر انقلاب

قومی سطح پر انقلابی جدوجہد کے ساتھ ساتھ آپ نے بین الاقوامی سطح پر بھی انقلاب پاپا کرنے کا آغاز فرما دیا۔ اس دوران غزوہ بدر، احد، خندق، حنین اور دیگر غزوات و سرایا برپا ہوئے دس سال کا عرصہ بین الاقوامی سطح کے انقلاب کے لئے راستہ ہموار کرنے میں گزرا۔ آپ کے درج ذیل اقدامات بین الاقوامی سطح پر انقلابی جدوجہد کو پھیلانے میں مدد ثابت ہوئے:-

### i- ہجرت حبشہ

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے تو آپ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ہجرت حبشہ کا مقصد صرف کفار مکہ کے مصائب و آلام سے چھٹکارا حاصل کرنا ہی نہ تھا بلکہ

اسلام کے پیغام اور دعوت کو بھی بین الاقوامی طور پر متعارف کروانا تھا۔

## ii- جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع

آپ کے وصال سے قبل ریاست مدینہ کے باہر مختلف علاقوں میں جہاں جہاں مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے ان کے قلع قمع کرنے کیلئے آپ نے لشکر روانہ فرمایا۔ اسی طرح جنگ موتہ کا بدلہ لینے کے لئے حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں لشکر روانہ کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ کے یہ اقدامات دعوت انقلاب کو عالمی سطح پر متعارف کروانے کے لیے تھے۔

## iii- سربراہان کو خطوط

7ھ میں آپ نے مختلف سربراہان مملکت بشمول قیصر روم، نجاشی بادشاہ حبشہ، خسرو پرویز شہنشاہ ایران، عزیز مصر، روسائے یمامہ، اور حارث غسانی رئیس حدود شام کو دعوتی خطوط لکھے۔ اور اس طرح عالمی سطح پر اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے اس دور کے سربراہان تک پیغام حق پہنچایا گیا۔

## iv- وفود کا قبول اسلام

عرب کے مختلف قبائل اور بیرون عرب سے آپ کی بارگاہ میں قبول اسلام کے لیے آنے والے مختلف وفود بھی قومی سطح کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر دعوت اسلام کو عام کرنے کا باعث بنے۔ وفود کی آمد کا سلسلہ اعلان نبوت کے کچھ عرصہ بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ وہ وفود جو 5ھ کے بعد آنا شروع ہوئے اہل سیر نے ان کو بہت اہمیت دی ہے۔ ان وفود کی آمد اور آپ کے دست اقدس پر بیعت کرنے کے بعد جو منصوبہ بندی کی گئی اس نے تاریخ عرب ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا رخ موڑ دیا۔ ۲ ہجری سے ۱۰ ہجری تک تمام جزیرہ عرب جس کی حدود فلسطین، شام اور یمن سے ملتی



ہیں فتح کر لیا گیا تھا۔ اور خلافت راشدہ کے دور کے اندر مملکت اسلامیہ کی عالمی بنیادیں استوار ہو گئیں۔

### ۱۰ھ - ۱۳ھ کی فتوحات

مختلف اسلامی لشکر دمشق، اردن، حمص، فلسطین اور عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ اور فقط تین سالوں میں بصری، بسیان، دمشق، بعلبک، حمص اور یرموک سمیت تمام بلاد شام کی فتوحات مکمل ہو گئیں۔

### ۱۶ھ کی فتوحات

میں القدس فلسطین فتح ہوا۔

### ۱۲ھ - ۱۹ھ کی فتوحات

سات سالوں میں عراق کی تمام فتوحات مکمل ہوئیں جن میں حیرہ، قادسیہ، مدائن، بصرہ، کوفہ، موصل، خوزستان اور نہاوند وغیرہ سب علاقے شام ہیں۔

### ۱۹ھ - ۲۴ھ کی فتوحات

اس دور میں مصر اور روم کی فتوحات ہوئیں۔

### ۲۴ھ - ۳۵ھ کی فتوحات

یہ دور آرمینیا، آذربائیجان، طرابلس، قبرص، فارس، ایران اور کابل کی فتوحات کا ہے۔ اس دور میں اسلامی سلطنت کی حدود سرحد ہندوستان سے لے کر شمالی افریقہ کے ساحل اور مشرقی یورپ کی سرحدوں تک وسیع ہو گئی تھی۔ ہندوستان میں لاہور تک صحابہ کرام کا لشکر ۴۱ ہجری میں آچکا تھا۔

## خطبہ حجۃ الوداع: نیا عالمی نظام (New World Order)

23 سالہ جدوجہد کے بعد اسلامی معاشرہ کے قیام اور بین الاقوامی سطح پر عالمی مصطفوی انقلاب کی بنیادیں استوار کر دینے کے بعد 10ھ کو آخری حج کے موقع پر آپ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا۔ جو عالم انسانیت کا پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر (Charter of Human Rights) اور اقوام عالم کے لئے نیا عالمی نظام (New World Order) ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے :

- i نئے عالمی نظام کا آغاز فرمایا۔
- ii سابقہ جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کو منسوخ فرمادیا۔
- iii جانوں، اموال اور عزتوں کی حرمت کا اعلان فرما کر عالمی امن کے قیام کا اعلان فرمایا۔
- iv شرف و کرامت کی بنیاد تقویٰ قرار دے کر عالمی مساوات کا قیام فرمایا۔
- v سود کی ممانعت کا اعلان فرما کر معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ کر دیا۔
- vi عورتوں کے حقوق کو تحفظ عطا فرمایا۔
- vii زبردست اور افلاس زدہ انسانیت کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔

سیرت نبوی کا یہ مختصر جائزہ اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیتا ہے کہ

(1) حیات نبوی انقلابی جدوجہد اور فلسفہ انقلاب کے جملہ مشمولات کی وضاحت و راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ آپ نے غلبہ دین حق کی بحالی کے لئے دعوتی و تنظیمی، آئینی و دستوری، معاہداتی و سفارتی اور عسکری و جہادی مناہج کو اختیار فرمایا اور

اپنی فراست و تدبر اور انقلابی جدوجہد کے ذریعے سر زمین عرب میں اسلامی ریاست کے قیام اور عالمی سطح پر عالمی مصطفوی انقلاب کی بنیادوں کو استوار کر دیا۔  
(ب) خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا ارشاد گرامی:

### فلیبلغ الشاهد الغائب

ترجمہ: ”سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور باتیں ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں نہیں ہیں۔“

اس امر کا ثبوت ہے کہ حیات نبویؐ کی اثر انگیزی جس طرح دور نبوی (شاہد) میں ایک حقیقت زندہ تھی اسی طرح آج کے دور (غائب) کے لئے بھی حقیقت ہے۔ اس لئے آپ کی حیات مبارکہ کو اسوہ حسنہ کہا گیا۔ آج بھی غلبہ دین حق کی بحالی کی انقلابی جدوجہد کو حصول منزل کی راہ نمائی کیلئے آپ کے در اقدس کی درپوزہ گری کرنا ہوگی۔

مکمل از ختم الرسل ایام خویش  
تکیہ کم کن برفن و برگام خویش  
لشکرے پیدا کن از سلطان عشق  
جلوہ گر شو برسر فاران عشق  
تاخدائے کعبہ بنوازد ترا  
شرح انی جاعل سازد ترا  
(اقبال)



## حواشی (باب پنجم)

- ۱۔ تاکہ ادخلوا فی السلم كافة پر معاشرتی و اجتماعی سطح پر عمل ہو۔
- ۲۔ دیگر مقامات: ۹:۶۱، ۳۳:۹
- ۳۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کے باب مقصد بعثت انبیاء میں بیان کردہ اور ”قرآنی تصور خیرات“
- ۴۔ ملاحظہ ہو قرآنی تصور انفاق از ”اسلامی فلسفہ زندگی“
- ۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”یثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ“
- ۶۔ دیگر مقامات: ۲:۱۲۹، ۳:۱۶۳، ۶۲:۲
- ۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مطالعہ سیرت کی تاریخی ضرورت از ”مقدمہ سیرت الرسول“





## باب ششم

لكل جعلنا منكم شرعة و منها جا . ( ٤٨ : ٥ )  
 يريدون ليطفوا نور الله بافواهمم والله متم نوره ولو كره الكفرون .  
 ( ٨ : ٦١ )

تحريك منهج القرآن  
 عظيم عالمي انقلابي تحريك



## قیام کا مقصد

عالم اسلام میں اس وقت مختلف سطحوں پر مختلف جماعتیں، تنظیمیں اور دینی ادارے فروغ و خدمت دین کے مقصد کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے نقطہ نظر سے بزم خویش دین متین کی سر بلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مصروف عمل ہے۔ اندریں حالات کوئی نئی تنظیم یا تحریک جداگانہ تشخص کے ساتھ احیاء و غلبہ دین کا عزم لے کر اٹھے تو لامحالہ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں جبکہ پہلے ہی سے مختلف سطحوں پر دعوت و تبلیغ دین کا کام ہو رہا ہے، ایک نئی تنظیم یا تحریک کے قیام کا مقصد و جواز کیا ہے؟ اگر کوئی شخص صدق و اخلاص کے ساتھ دین کی سر بلندی کے لئے کچھ کرنے کا عزم رکھتا ہے تو کیا امر مانع ہے کہ وہ اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں پہلے سے موجود کسی جماعت یا تنظیم سے وابستہ ہو کر بروئے کار نہیں لاتا بلکہ ایک الگ تنظیم قائم کر کے امت کے اتحاد میں رختہ اندازی کا موجب بن رہا ہے؟ یہ سوال ظاہر اور ست اور وزنی معلوم ہوتا ہے اور ارباب عقل و دانش کو یہ سوچ مبنی بر حقیقت بھی دکھائی دیتی ہے لیکن دینی زندگی میں تمام تر جدوجہد پر اگر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت مخفی نہیں رہتی کہ تمام تر صدق و اخلاص اور نیک نیتی کے باوجود کسی بھی جماعت، طبقے یا تنظیم کی جدوجہد کو احوال زمانہ بدلنے کے لئے عملی نتائج کے اعتبار سے موثر اور بھرپور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی کئی توجیہات پیش کی جاسکتی ہیں:



اولاً: مقصدیت کا فقدان

کسی جماعت یا تنظیم کے سامنے کوئی واضح، غیر مبہم اور متعین نصب العین ہی نہیں کیونکہ جب بھی کسی جماعت یا تنظیم سے اس کے نصب العین کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو بالعموم یہی گول مول سا جواب ملتا ہے کہ ”ہمارا مقصد دین حق کی سر بلندی اور اس کا فروغ ہے“ یہ جواب ایک عام ذہنی سطح رکھنے والے انسان کو تو شاید مطمئن کر سکے لیکن ایسا انسان جو ہر بات کا حتمی اور دو ٹوک جواب دیتا ہے، اس جواب پر ہرگز مطمئن نہیں ہوگا۔

ثانیاً: محدود دائرہ کار

خدمت دین کے نام پر جس قدر جماعتیں اور ادارے سرگرم عمل ہیں ان کی جدوجہد اور سرگرمیوں کا دائرہ کار محدود ہے۔ بعض جماعتیں مسلکی و فرقہ وارانہ بنیادوں پر کام کر رہی ہیں۔ بعض علاقائی و جغرافیائی بنیادوں پر جبکہ بعض سیاسی و سماجی بنیادوں پر، مسلکی بنیادوں پر کام کرنے والی جماعتیں اور تنظیمیں بزعم خویش خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں لیکن عملاً ان کی تمام تر جدوجہد کا محور مسلک پروری، گروہی مفادات کا تحفظ اور اپنے مخصوص تصورات و تعلیمات کا فروغ ہے۔ اسی طرح علاقائی بنیادوں پر کام کرنے والی تنظیمیں دین کا نام لینے کے باوجود علاقائی مفادات کے خول سے باہر نکلنے پر آمادہ نہیں جبکہ سیاسی و سماجی سطح پر دینی خدمت کی علمبردار جماعتوں کی جدوجہد محض سیاسی مفادات کے حصول اور مخصوص مسلکی طبقات کے حقوق کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے۔ مذکورہ بنیادوں پر کام کرنے والی جماعتوں اور تنظیموں سے کبھی بھی ایک ہمہ گیر دینی و ملی انقلاب کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

مسلکی بنیادوں پر ہونے والی جدوجہد کا ایک انتہائی افسوسناک پہلو یہ بھی ہے

کہ ایسی جماعتیں ہمہ وقت ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ ایک دوسرے کے عقائد پر طعن و تشنیع اور جارحانہ تنقید و تنقیص ان جماعتوں کا تنظیمی اور جماعتی مقصد بن کر رہ گیا ہے۔ یہ جماعتیں اپنے وجود کی بقاء کا ضامن ہی اس طرزِ عمل کو سمجھتی ہیں۔ اس افسوسناک طرزِ عمل کا نتیجہ ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ فرقہ وارانہ مسائل کو ہوا دینا، مختلف طبقات کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرنا، عوام کو فروعی مسائل میں الجھا کر اپنے محدود مسلکی اور فرقہ وارانہ مفادات کا تحفظ ان کا مطمح نظر ہے۔

اسی طرح مسلکی بنیادوں پر کام کرنے والی سیاسی جماعتوں کی جدوجہد پر بھی گروہی مفادات کی چھاپ اس قدر گہری ہو چکی ہے کہ فرقہ وارانہ مفادات کے تحفظ کی محدود سوچ انہیں کبھی بھی دینی ہمہ گیریت کے تصور میں جذب نہیں ہونے دیتی۔ یہ جماعتیں وقتی مصلحتوں کے تحت بعض اوقات متحد بھی ہو جاتی ہیں لیکن چند قدم چل کر مسلکی مفادات کے اسی گرداب میں پھنس جاتی ہیں۔

ثالثاً: دینی زندگی کا محدود تصور

بعض جماعتیں اور تنظیمیں ایسی بھی ہیں جو محض فضائل و عبادات کی تبلیغ اور فروغ و اشاعت کو ہی خدمت دین تصور کرتی ہیں۔ یہ جماعتیں مسلکی اور فرقہ وارانہ بنیادوں سے ماوراء ہو کر خدمت دین کے کام کا دعویٰ تو کرتی ہیں لیکن دائرہ کار ان کا بھی محدود ہے۔ جو دین کے محض ایک جزو کو محیط ہے۔ انسانی زندگی کے دیگر شعبوں سے عملاً ان کی جدوجہد کا کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا چنانچہ معاشرے کی سیاسی و اقتصادی، سماجی و معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی اور فکری و ملی زندگی پر ان کی سعی و کاوش کی کوئی چھاپ دکھائی نہیں دیت۔ ان شعبہ ہائے زندگی میں پائے جانے والے اصلاح طلب پہلوؤں سے انہیں گویا کوئی سروکار ہی نہیں۔ صاف ظاہر ہے ان کے سامنے بھی

دین کا ایک محدود تصور ہے۔ جب باطل قوتوں کے ساتھ عملاً ٹکر لے کر ایک ہمہ گیر دینی انقلاب ان کے مقاصد ہی میں شامل نہیں تو کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان کی جدوجہد اور سعی و کاوش سے ملت اسلامیہ کی تقدیر بدلی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کی ملی زندگی ان کی کوششوں سے انقلاب آشنا ہو سکتی ہے۔ مزید برآں ان جماعتوں کے وابستگان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو علم و عمل کے اعتبار سے کبھی بھی دوسروں کے لئے نمونہ عمل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کی علمی کم مائیگی اور قول و عمل کا تضاد بسا اوقات لوگوں کے دلوں میں دین ہی سے بغاوت اور سرکشی کا سبب بنتا ہے۔

رابعاً: دینی تعلیم کا محدود تصور

دینی زندگی کا ایک شعبہ وہ مختلف تعلیمی ادارے اور دارالعلوم ہیں جو تعلیمی و تدریسی شعبے میں خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے نظام تعلیم 'نصاب' تدریس 'انداز تربیت اور مخصوص مزاج سے قطع نظر محض اسلامی معاشرے کی تعبیر و تطہیر میں ان کے کردار اور احیائے اسلام کی عالمگیر جدوجہد کے حوالے سے ان کی کارکردگی پر ایک نظر ڈالیں تو یہ ناقابل تردید حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ ادارے صرف اور صرف دین کے تعلیمی پہلو کے ایک محدود حصے کی کفایت تو کر رہے ہیں لیکن معاشرے میں حقیقی انقلاب کی داغ بیل 'ملت اسلامیہ کے احیاء و اتحاد اور غلبہ دین حق کی عالمگیر جدوجہد ان کا مطمح نظر ہی نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ علماء کی جو کھیپ الا ماشاء اللہ ان اداروں سے تیار ہو کر عملی زندگی میں مختلف ذمہ داریاں سنبھالتی ہے عصری ضرورتوں کی روشنی میں عوام کی موثر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کی صلاحیتوں سے محروم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کے علاوہ مسلکی اور محدود

گروہی وفاداریوں سے بالاتر دینی جدوجہد کا علمبردار ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو احیاء دین، ملت اسلامیہ کی سر بلندی اور اتحاد و یکجہتی کا داعی ہے لیکن اگر اس مخصوص طبقے کی جدوجہد کا اس کی سابقہ تاریخ اور کارکردگی کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو یہ افسوسناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ اپنے تمام تر بلند بانگ دعوؤں سے قطع نظر محض حصول اقتدار ہی اس کا مطمح نظر بن کر رہ گیا ہے۔ لیلی اقتدار تک رسائی اس کا مقصود و مطلوب ہے خواہ جس طریقے سے بھی ہاتھ آجائے۔

ملت اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ

کسی طبقے، کسی جماعت، تنظیم یا ادارے کی سعی و کاوش اور صدق و اخلاص اور خدمات کے اعتراف سے انکار نہیں لیکن مذکورہ ڈگر پر کاربند کثیر التعداد جماعتوں اور اداروں کی موجودگی اور مسلسل جدوجہد کے باوجود مجموعی طور پر ملت اسلامیہ کا اپنی منزل و مقصد سے دور ہوتے چلے جانا، تعلیم یافتہ طبقے میں مذہبی اقتدار کی نسبت بعد و بیزاری، اسلامی تہذیب و ثقافت اور نظام حیات کی برتری و فوقیت کی نسبت یقین کا اضمحلال، فکری و نظریاتی محاذ پر مخالف اسلام قوتوں کے مقابلے میں ملت اسلامیہ کی ذہنی شکست خوردگی و فکری مرعوبیت اور سیاسی و عسکری اعتبار سے مغربی اقوام کی محتاجگی اور در یوزہ گری، یہ وہ حقائق ہیں جو ایک بالغ نظر اور دردمند مسلمان کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اس تمام تر سعی و کاوش اور مذہبی زندگی میں ہونے والی جدوجہد کے باوجود آخر مسلمان دنیا کے ہر خطے میں، اس قدر ذلت و رسوائی اور پستی و نامرادی کی زندگی بسر کرنے پر کیوں مجبور ہیں؟ ان کی قسمت خود ان کے اپنے ہاتھ میں کیوں نہیں اور وہ اپنی بقا اور سلامتی کے لئے استعماری قوتوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کیوں ہیں؟

## حاصل کلام

یہاں دینی خدمت کے حوالے سے مختلف سطحوں پر ہونے والی جدوجہد اور اس میدان میں سرگرم عمل مختلف جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کے عمومی مزاج، مطمع ہائے نظر، دائرہ عمل اور طریق کار پر قدرے تفصیل کے ساتھ اس لئے روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ دینی زندگی میں ہر سطح پر ہونے والی مختلف النوع سرگرمیوں کا بھرپور احاطہ ہو جائے اور یہ امر اچھی طرح عیاں ہو جائے کہ اس وقت ہماری دینی و ملی زندگی کس نہج پر جاری ہے اور کس کس میدان میں کس کس انداز سے ملت اسلامیہ کے احیاء و تجدید کی کوشش ہو رہی ہیں اور ان کے نتائج کیا ہیں؟

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جس قدر بھی تنظیمیں، ادارے یا جماعتیں موجودہ حالات میں میدان عمل میں کام کر رہی ہیں ان کے کام کی نوعیت جزوی ہے۔ ہر جماعت کی جدوجہد کا دائرہ دین کے کسی ایک شعبے کی کفایت تک محدود ہے ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب کی منزل کسی کے پیش نظر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز گزرنے کے باوجود ان تمام جماعتوں اور تنظیموں کی متفرق اور مختلف الجہات کوششوں سے ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے نتائج حاصل نہیں ہو سکے اور پھر عالمگیر سطح پر احیاء اسلام اور اتحاد امت کا ایک انقلابی پروگرام تو کسی کے پیش نظر ہی نہیں۔

گو ہر جماعت اور تنظیم محدود سطح پر اپنی بساط اور اپنے ہی طے کردہ طریق کار کے مطابق سرگرم عمل ہے تاہم اس میدان میں ہونے والی مختلف کوششوں میں کوئی باہمی ربط یا ہم آہنگی موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر صدق و اخلاص، جماعتوں کی کثرت، وسائل کی فراوانی اور مسلسل جدوجہد کے باوجود ملت کی کشتی ساحل مراد تک نہیں پہنچ سکی۔

## وقت کی اہم ترین ضرورت

مذکورہ بالا صورت احوال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور احیائے اسلام کی عالمگیر جدوجہد کے لئے کوئی ایسی تنظیم یا جماعت معرض وجود میں آئے جس کی جدوجہد بیک وقت ہمہ پہلو اور ہمہ گیر ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی فرقہ وارانہ، گروہی، علاقائی اور محدود وفاداریوں کے تصور سے بالاتر ہو اور وہ خالصتاً انقلابی نہج پر عالم اسلام کے موثر اتحاد و ملت اسلامیہ کی گم گشتہ منزل کی تلاش کے لئے سرگرم عمل ہو۔

وقت کی اس اہم ترین ضرورت کے پیش نظر تحریک منہاج القرآن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ عالمگیر سطح پر غلبہ دین کی بحالی، اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملت اسلامیہ کا احیاء و اتحاد اس کی منزل ہے جبکہ ہر سطح پر باطل اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی جنگ اس کا لائحہ عمل ہے۔ عالمگیر اسلامی انقلاب کا یہی وہ تصور ہے جو حضور ختمی مرتبت ﷺ کی سیرت طیبہ نے ہمیں مہیا کیا ہے۔

قرآن حضور ﷺ کی بعثت کے مقصد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَ  
دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(نظام ہائے حیات) پر (سیاسی طور پر)  
(۹:۶۱)

غالب کیا جاسکے اگرچہ مشرکین اس  
کی مزاحمت ہی کیوں نہ کرتے رہیں۔

گویا حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد محض بنی نوع انسان کو صراط مستقیم دکھا

دینا، محض اخلاقی و روحانی ہدایت مہیا کر دینا یا اپنی تعلیمات کے ذریعے ایک مکمل نظام حیات فراہم کر دینا ہی نہیں تھا بلکہ اس نظام کو باطل اور طاغوت کی تمام تر مزاحمتی کوششوں کے باوجود سیاسی سطح پر غالب اور نافذ کر دینا بھی تھا۔ یہی وہ نصب العین ہے جو ہر دور میں ملت اسلامیہ کے سامنے رہنا چاہئے اور ملت کی احيائی و تجدیدی کوششیں بھی اسوہ نبی ﷺ کی روشنی میں اس رخ پر مرکوز رہنی چاہئیں۔ اسی راہ پر چل کر عالم اسلام میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ یاد رکھئے ہر سعی و کوشش جو دین کے انقلابی تصور سے ہٹ کر ہوگی خواہ جس قدر بھی مخلصانہ اور بھرپور کیوں نہ ہو اسلامی انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں کر سکتی۔

### موجودہ زوال کی نوعیت اور جدوجہد کا دائرہ کار

مزید برآں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خدمت دین کے حوالے سے ہونے والی تمام تر کوششیں اپنی نوعیت یا دائرہ کار کے اعتبار سے جزوی ہیں جبکہ امت اس وقت جس زوال کا شکار ہے وہ جزوی نہیں بلکہ کلی اور ہمہ گیر نوعیت کا ہے جب اسلام کو مجموعی طور پر (روئے زمین پر) غلبہ حاصل تھا مختلف شعبوں میں وقتاً فوقتاً سیاسی، اخلاقی یا مذہبی اعتبار سے رونما ہونے والے بگاڑ کا تدارک جزوی اور ہنگامی کوشش سے ہو جاتا تھا لیکن اب ایک عرصے سے ملت اسلامیہ سیاسی و اقتصادی، اخلاقی و روحانی، مذہبی و دینی، علمی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی اعتبارات سے مکمل زوال اور تباہ کن ابتلاء کا شکار ہے۔ مسلمانوں کی ملی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو تشویشناک حد تک ہلاکت انگیز بگاڑ کی لپیٹ میں نہ آچکا ہو۔ اندریں حالات یکجہتی اور جزوی نوعیت کی جتنی بھی اصلاحی و تجدیدی کوششیں کی جائیں گی وہ جزوی نوعیت کی حامل ہونے کی بنا پر قطعاً نتیجہ خیز نہیں ہو سکیں گی کیونکہ وہ مطلوبہ وحدت و ہم آہنگی کے فقدان کے باعث

ایک موثر اور مربوط لائحہ عمل سے بھی محروم ہوں گی۔ بے شک کسی جزوی بگاڑ کی اصلاح تو جزوی کوششوں سے ممکن ہے لیکن کلی اور ہمہ گیر بگاڑ کی اصلاح ایک ہمہ گیر اور انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ارشاد گرامی ایسے ہی دور کے لئے منقول ہے:

لا يقوم بدین اللہ الا من احاطہ  
من جمیع جوانبہ  
کوئی شخص اس وقت تک دین کو زندہ  
نہ کر سکے گا جب تک کہ وہ اس کے  
تمام جوانب و اطراف کو (بیک وقت)  
اپنی جدوجہد کے احاطے میں نہ لے  
لے۔

چنانچہ تحریک منہاج القرآن کے قیام کا مقصد واحد قومی و ملی سطح پر ایک ایسا ہمہ گیر اور ہمہ جہت انقلاب ہے جو بیک وقت علمی و فکری جمود کا خاتمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی زندگی کی رو بہ زوال قدروں کو پھر سے بحال کر دے۔ امت مسلمہ کی سیاسی و اقتصادی اور سماجی و معاشرتی زندگی میں موجود تمام موانعات کا تدارک کر کے ملت اسلامیہ کو اقوام عالم کی صف میں باعزت مقام دلادے۔ مزید برآں امت مسلمہ کے منتشر وسائل اور متفرق طبقات کو عالمی سطح پر ایک موثر وحدت میں اس طرح منسلک کر دے کہ پورا عالم اسلام اسلامی دولت مشترکہ (Islamic Common Wealth) کی صورت میں نقشہ عالم پر ایک عظیم قوت بن کر ابھر سکے۔ یہی تحریک منہاج القرآن کی منزل ہے اور یہی اس کے قیام کا مقصد ہے۔

ملت اسلامیہ کے احیاء اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عالمگیر انقلابی تصور کوئی نیا نہیں، یہی تصور حج سے دو سو سال پہلے مولانا جمال الدین افغانی نے پیش کیا تھا۔



خلافت عثمانیہ کی بحالی کی جدوجہد بھی اسی تصور کی ایک کڑی تھی لیکن یہ وہ وقت تھا جب ملت اسلامیہ صدیوں کے عروج اور اقوام عالم پر حکمرانی کے بعد تھک ہار کر گر رہی تھی۔ اس کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ اس کی توانائیاں مضمحل ہو رہی تھیں اور اس کی ہوا فضائے عالم میں اکھڑ چکی تھی۔ ایسے حالات میں اسے سنبھالا نہیں دیا جاسکتا تھا اور قانون قدرت بھی یہی ہے کہ ”ہر کمالے رازوال“ کی رو سے جب کوئی قوم تھک ہار کر گرنے لگتی ہے اور اس پر زوال و انحطاط کے سائے گہرے ہونے لگتے ہیں تو معاً سے سنبھالا دینا ممکن نہیں ہوتا، اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ کچھ دیر سستا لے اس دوران اپنی گراوٹ کے اسباب و زوال کے احوال سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہو جائے اور اس کے نتائج و مضمرات کا بھی اچھی طرح اندازہ کر لے۔

پھر ایک عرصہ بعد اس زوال آشنا قوم کا اجتماعی و ملی شعور کروٹ لینے لگتا ہے وہ ایک طرف اپنے پر عظمت ماضی کو دیکھتی ہے اور دوسری طرف خود پر مسلط رسواکن انحطاط کو، تو اس کے اندر اپنے احیاء کے لئے ایک نیا ولولہ، نئی تڑپ اور نیا عزم انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔ عزت نفس اور قومی حمیت کا شعور اس کی کمر ہمت بندھاتا ہے۔ حالات کی خرابی اس کے اندر زندگی کی نئی لہر دوڑا دیتی ہے۔ رسواکن محکومیت اس کی فکری و عملی قوتوں کو جھنجھوڑتی ہے۔ دریں حالات اگر کوئی مرد حراس کی مضمحل قوتوں اور منتشر صلاحیتوں کو یکجا کر کے اس کا قبلہ درست کر دے اور اسے احیاء و نشاۃ ثانیہ کا خواب دکھادے تو وہ پھر سے اپنی گم گشتہ عظمت و شوکت کی تلاش کے لئے رخت سفر باندھ لیتی ہے اور رفتہ رفتہ پستی و ذلت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر عزت و وقار اور عظمت و شوکت کے بام عروج کو چھونے لگتی ہے۔ اقوام و ملل کے عروج و زوال کا یہ آفاقی اور اٹل قانون ہے جس کی تصدیق سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔<sup>۳</sup> گزشتہ اڑھائی سو سال کا دور ملت اسلامیہ کے لئے ابتداء جزوی اور بعد اعلیٰ

زوال و انحطاط اور ابتلاء و پستی کا دور رہا ہے اور اس وقت ملت اسلامیہ ایک ہمہ گیر زوال و ابتلاء کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ اندریں حالات ملت اسلامیہ میں اپنے احیاء کی تڑپ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی لگن کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ دو سو سالہ کسمپرسی اور ابتلاء و گراؤٹ کے نتیجے میں امت مسلمہ میں یہ احساس جاگزیں ہو چکا ہے کہ اگر اسے باعزت اور خود مختار قوم کی حیثیت سے روئے زمین پر باقی رہنا ہے تو اسے اپنے انداز فکر و عمل کو بدلنا ہوگا۔ فکری مرعوبیت اور ذہنی شکست خوردگی کی زنجیروں کو کاٹنا ہوگا۔ اپنے خالق و مالک کی بندگی اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی و اطاعت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا ہوگا۔ ذاتی مفادات کے تنگ حصار سے نکلنا ہوگا۔ خود غرضی و خود پسندی اور تکبر و انانیت کے بتوں کو پاش پاش کرنا ہوگا۔ فرقہ پرستی اور گروہی مفادات کے چنگل سے آزادی حاصل کرنا ہوگا۔ مذہبی اجارہ داری اور قیادت پرستی کے جاہلانہ تصورات سے توبہ کرنا ہوگی۔ اپنی سعی و کاوش اور جدوجہد کو حقیقی اسلامی انقلاب کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ احیائے اسلام کے لئے یہ فکری بیداری کی ایک عمومی لہر جو ملت اسلامیہ میں پیدا ہو رہی ہے لیکن بلاد اسلامیہ میں بد قسمتی سے سیاسی سطح پر زمام کار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو ملت کی اس مجموعی سوچ کے دھارے سے یکسر بیگانہ اور لا تعلق ہیں۔ انہیں محض اپنا اقتدار عزیز ہے اور اس کے تحفظ کے لئے سامراجی قوتوں کی در یوزہ گری میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح بالعموم مذہبی و دینی قیادت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کے پیش نظر جزوی اور محدود وفاداریوں کے سوا کچھ نہیں۔ تحریک منہاج القرآن وقت کی اسی پکار کا جواب ہے۔ ملت اسلامیہ میں بیدار ہونے والی نشاۃ ثانیہ کی لگن اور احیائے اسلام کی اسی تڑپ کی آئینہ دار ہے۔

تحریک منہاج القرآن مسلکی و گروہی اور فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر محبت و اخوت کی علمبردار ایک ایسی تحریک ہے جس کے دروازے ہر اس شخص کے

لئے کھلے ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس کا دل فرقہ واریت اور گروہ بندیوں پر خون کے آنسو روتا ہے، جو ملت کو ایک شیرازے میں منسلک دیکھنا چاہتا ہے، جو ہر سو محبت و مودت کے چراغ روشن دیکھنا چاہتا ہے، جو منافقانہ اور اجارہ دارانہ ذہنیت کے تعفن سے دور انس و محبت کی پر مہک فضاؤں میں سانس لینا چاہتا ہے۔

## تحریک منہاج القرآن کی دعوت کے پانچ اہداف

### ۱۔ تعلق باللہ کی دعوت

اس دور میں افراد امت کا تعلق بندگی اللہ تعالیٰ سے بوجہ کمزور پڑ گیا ہے یا کٹ گیا ہے۔ ان میں اعتقادی، اخلاقی اور روحانی خرابیاں بڑھ گئی ہیں۔ ان خرابیوں کی وجہ سے سماجی، معاشرتی اور عائلی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ایک انسان کے اندر پیدا ہونے والی خرابی پورے معاشرے کی خرابی پر منتج ہوتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلق باللہ کو پھر سے بحال کر کے خرابی کی جڑ کو کاٹا جائے۔ تعلق باللہ کی بحالی کے پانچ اہم تقاضے ہیں:

- ۱۔ ذکر الہی
- ۲۔ محبت الہی
- ۳۔ خشیت الہی
- ۴۔ اطاعت الہی
- ۵۔ عبادت الہی

۲۔ ربط رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق استوار کر لینے کا نام ایمان ہے۔ آج ملی سطح پر

ہمارے فتنہ قلب کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ہمارا تعلق غلامی ظاہر او صورتاً موجود ہے لیکن حقیقتاً معنأ اور قلباً یہ تعلق ٹوٹ چکا ہے۔ اب یہ تعلق حقیقی، معنوی اور قلبی ہونے کی بجائے فقط قالی، استدلالی، کلامی اور محض ذہنی ہے جو جذبہ و شیفتگی سے محروم محض نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ آج یہ تعلق ہمارے قلب میں موجود ہے مگر حال میں معدوم جبکہ امت کی سطح پر اس فتنہ کا علاج فقط یہ ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے ہمارے تعلق غلامی کی یہ کیفیت ہونی چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ سے محبت کی تاثیرات سے یہ تعلق خود ہمارا حال بن جائے۔ ربط رسالت کے استحکام کے لئے پانچ تقاضے انتہائی قابل توجہ ہیں:

- ۱۔ عشق رسول ﷺ
- ۲۔ اتباع رسول ﷺ
- ۳۔ ادب و تعظیم رسول ﷺ
- ۴۔ معرفت مقام رسول ﷺ
- ۵۔ نصرت رسول ﷺ

### ۳۔ رجوع الی القرآن کی دعوت

تحریک منہاج القرآن کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے امت کے ہر مرض کے اسباب کی تشخیص کر کے اس کا مناسب علاج تجویز کیا ہے۔ قرآن مجید کی زندہ ہدایت سے انحراف ایسا مرض ہے جس نے امت کی علمی، فکری، نظریاتی، سیاسی، معاشرتی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی و تہذیبی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ اس کے تشخیص اور وقار کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس المیہ کے پیش نظر تحریک منہاج القرآن نے رجوع الی القرآن کے لئے پانچ تقاضے متعین کئے ہیں:

- ۱۔ قرآن مجید سے محبت پر مبنی تعلق قائم کیا جائے۔
- ۲۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کی جائے۔
- ۳۔ قرآن مجید میں تدبر و تفکر کیا جائے۔
- ۴۔ قرآن مجید میں سے جو پڑھا جائے اس پر عمل کیا جائے۔
- ۵۔ قرآن مجید میں سے جو پڑھا جائے اس کی تبلیغ کی جائے۔

### ۴۔ اتحاد امت کی دعوت

مسلمان اگر ایک مرکز پر باہم متحد ہونا چاہیں تو ان کے اشتراک کی بنیاد صرف اور صرف نسبت غلامی رسول ﷺ ہے چونکہ ہماری پہچان حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی ہونے کے حوالے سے ہے۔ محض عقیدہ توحید کی بنیاد پر امت کا اتحاد ممکن نہیں کیونکہ خدا کے پرستار اور عقیدہ توحید کے دعویدار تو دیگر الہامی مذاہب کے پیروکار بھی ہیں مگر وہ نسبت جو ہمیں اور ان کی دو الگ امتوں میں تقسیم کرتی ہے صرف نسبت نبوی ﷺ ہے یہی وہ بنائے محکم ہے جس پر شرق و غرب کے مسلمانوں کو باہم متحد و منظم کیا جاسکتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے نزدیک اتحاد امت کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ تمام مسالک اور فقہی مذاہب کو ختم کر دیا جائے بلکہ ایک دوسرے کے مسلکی اور علمی تشخصات کو برقرار رکھتے ہوئے امت کی عالمی وحدت کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ چھوٹی چھوٹی اکائیاں امت کے تشخص کے دائرے کے اندر سمو جائیں اور امت کے عالمی وحدت کا تصور ان پر غالب ہو جائے۔ اتحاد امت کے لئے درج ذیل پانچ تقاضوں کا پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے:

- ۱۔ اتحاد کی بنیاد نسبت رسول ﷺ ہو۔
- ۲۔ امت مسلمہ کے تشخص کا فروغ ہو۔
- ۳۔ امت کے اجتماعی مفادات کے تحفظ ہو۔

۴۔ داخلی و خارجی حملوں کا تدارک ہو۔

۵۔ عالمگیر دعوت کا احیاء ہو۔

۵۔ غلبہ دین حق کی بحالی کی دعوت

عالمگیر سطح پر غلبہ دین حق کی بحالی تحریک منہاج القرآن کی منزل ہے اور اس کی دعوت کا آخری ہدف بھی۔ امت اس وقت جس زوال کا شکار ہے وہ کلی اور ہمہ گیر نوعیت کا ہے۔ اس زوال کا خاتمہ ایک ہمہ گیر اور انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں۔ غلبہ دین حق کی بحالی کا واحد راستہ مصطفوی انقلاب ہے۔ عالمگیر مصطفوی انقلاب کا یہی وہ تصور ہے جو حضور ختمی مرتبت ﷺ کی سیرت طیبہ نے ہمیں مہیا کیا ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ غلبہ دین حق کے لئے ہوئی۔ غلبہ دین حق کی بحالی کے لئے تحریک منہاج القرآن دو سطحوں پر چند تقاضوں کو پورا کرنا ضروری سمجھتی ہے۔

قومی سطح پر تقاضے:

فکری و ذہنی انقلاب، اخلاقی و روحانی انقلاب، معاشی و ثقافتی انقلاب، سیاسی

انقلاب

بین الاقوامی سطح پر تقاضے:

اسلامی دولت مشترکہ، عالمی اسلامی بلاک

تحریک منہاج القرآن کے پانچ مراحل

تحریک منہاج القرآن احیاء اسلام، غلبہ دین حق اور مسلمانوں کو سیاسی و معاشی، معاشرتی و ثقافتی، علمی و فکری اور اخلاقی و روحانی زوال و انحطاط سے نجات دلانے کے لئے جس انقلابی پروگرام کی داعی ہے وہ درج ذیل مرحلوں پر مشتمل ہے:

(۱) مرحلہ دعوت (۲) مرحلہ تنظیم (۳) مرحلہ تربیت  
(۴) مرحلہ تحریک (۵) مرحلہ انقلاب<sup>۹</sup>

### ۱۔ مرحلہ دعوت

مرحلہ دعوت میں تحریک کا فکری تشخص واضح کیا جاتا ہے یعنی دیگ اداروں، جماعتوں اور تنظیموں کے سرگرم عمل ہونے کے باوجود اس کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی اور وہ کون سے پہلو ہیں جن کی بنیاد پر یہ باقی اداروں سے مختلف اور ممتاز ہے؟

نیز آج کے دور میں اس کی فکری ضرورت و اہمیت اور افادیت کیا ہے؟ اس دور زوال میں امت مسلمہ کے غلبہ و احیاء کی صورتیں کس طرح پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس طرح تحریک کا پورا فکری پروگرام لوگوں کے سامنے رکھ کر انہیں اس حوالے سے تحریک منہاج القرآن کے اس عظیم مشن کی طرف دعوت دے کر رکنیت و رفاقت سازی کا مرحلہ، مرحلہ دعوت ہے۔

### ۲۔ مرحلہ تنظیم

دوسرا مرحلہ تنظیمی ہے جس میں اس مشن سے متعلقین و محققین کو منظم کیا جاتا ہے تاکہ بعد ازاں شروع کی جانے والی عملی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہو سکے۔ اس وقت بجز اللہ تعالیٰ تحریک کا تنظیمی کام نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے ستر ممالک میں منظم ہو چکا ہے۔ ملک بھر میں تیز رفتاری کے ساتھ صوبائی، ضلعی، شہری، سیکٹر اور یونٹ کی سطح کی تنظیمیں مشن کا کام کر رہی ہیں۔ بیرون ملک بھی جہاں جہاں تحریک کے رفقاء ہیں، ان کو بھی باقاعدہ تنظیمی ڈھانچوں کی شکل دینے کا عمل آگے بڑھ رہا ہے۔ اس طرح تنظیم سازی کا کام بفضلہ تعالیٰ اطراف و اکناف عالم میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ تاہم تنظیم سازی کے اس دور میں رفاقت سازی کا کام بھی بدستور جاری

رہے گا یعنی دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے مرحلے کا کام ختم ہو گیا ہے بلکہ وہ اب زیادہ منظم طریقے پر ہو سکے گا جو آخری مرحلے تک جاری رہے گا۔ مرحلہ وار تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ جب تک پہلے مرحلے میں کام جاری تھا اس وقت تک دوسرے مرحلے کو شروع نہیں کیا گیا تھا اب جبکہ دوسرے مرحلے کا کام شروع ہو گیا ہے اس کی تکمیل تک تیسرے مرحلے کا آغاز نہیں کیا جائے گا لیکن تیسرے مرحلے کے شروع ہونے کے بعد بھی پہلے دونوں مراحل کے کام بدستور جاری رہیں گے۔

### ۳۔ مرحلہ تربیت

تیسرا مرحلہ تربیت ہے۔ اس مرحلے میں تحریک سے وابستہ ہر فرد کو ایک خاص تربیتی عمل سے گزرنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ مصطفوی انقلاب کا سرگرم سپاہی بن سکے۔ اس مقصد کے لئے تحریک کے پاس ایک قابل عمل تربیتی نظام موجود ہے جو کہ درج ذیل ہے:

☆ یونٹ کی سطح پر روزانہ حلقہ ذکر و فکر و تربیتی نشستیں

☆ سیکٹر کی سطح پر ہفتہ وار تعلیمی مجلس

☆ تحصیل کی سطح پر ماہانہ تربیتی اجتماع

☆ ضلعی سطح پر تین ماہ بعد تربیتی اجتماع

☆ ڈویژنل سطح پر چھ ماہ بعد تین روزہ نفلی اعتکاف

☆ مرکزی سطح پر سالانہ دس روزہ مسنون اعتکاف

اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب بین الاقوامی روحانی اجتماع، اس

تربیتی نظام پر عمل درآمد تنظیمات کرواتے ہیں اس کے ذریعے وابستگان کی اخلاقی،

روحانی، فکری، تحریکی اور انقلابی تربیت ہوتی ہے۔



## ۴۔ مرحلہ تحریک

تحریکی مرحلہ سے مراد وہ مرحلہ ہے جو اس فکر کو جس پر تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی گئی ہے، عملی شکل دینے کے لئے بھرپور جدوجہد اور عملی سعی و کاوش پر مشتمل ہے۔ تحریکی مرحلے کے اس عملی پروگرام کے دو ادوار ہیں۔

(۱) تشکیلی دور (۲) تکمیلی دور

تشکیلی دور تحریک کے مرحلے کا ابتدائی دور ہے جس میں بالترتیب وہ تمام عملی اقدامات کئے جائیں گے جو ہمیں اصل انقلاب کی منزل کی طرف لے جانے والے ہوں گے۔ بعد ازاں اس تحریک کا دور آئے گا جو ان تمام اقدامات کے ثمرات اور نتائج کو یکجا کر کے اصل منزل تک پہنچنے میں کارگر ثابت ہوگی۔ یہی مشن کا تکمیلی دور ہوگا چونکہ تحریک منہاج القرآن کی انقلابی فکر ہمہ جہتی جدوجہد پر مبنی ہے اس لئے تشکیلی دور کی اس انقلابی جدوجہد میں جامعیت اور ہمہ گیریت کو ایک لازمی تقاضا کی حیثیت حاصل رہے گی۔

## ۵۔ مرحلہ انقلاب

اگرچہ اس انقلابی جدوجہد کے کئی پہلو ہیں لیکن ان میں درج ذیل تین پہلوؤں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے:

- (i) علمی و فکری انقلاب
  - (ii) اخلاقی و روحانی انقلاب
  - (iii) معاشی و معاشرتی انقلاب
- (i) علمی و فکری انقلاب

موجودہ دور کی علمی دنیا مینویت کا شکار ہے۔ جدید و قدیم علوم میں دوری کی ایک فصیل حائل ہو چکی ہے جس نے اس دور کی علمی ضرورتوں کی کفالت روک دی

ہے۔ اس صورتحال کو ختم کرنے کے لئے علمی و فکری تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس کی خاطر تحریک منہاج القرآن اپنے تعلیمی منصوبہ میں جدید و قدیم علوم کو یکجا کر کے ایسے علماء و مبلغین اور سکالرز پیدا کرنا چاہتی ہے جو جدید و قدیم علوم کے زیور سے آراستہ ہوں اور عصری تقاضوں کو سمجھ کر صلاحیت اور بصیرت کے ذریعے اسلام کو سائنٹیفک طریقہ سے آج کے دور کی ضرورتوں کے حل کے طور پر پیش کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ نوجوانانِ ملت کی تعلیم و تربیت کے اس عظیم مرکز میں طلباء کو قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ، اصول اور تمام دینی علوم و فنون کے ساتھ ساتھ جدید عصری فنون کی تعلیم بھی بھرپور طریقے سے دی جاتی ہے۔ ان میں جو طلباء جس جس میدان میں بہتر صلاحیت کے حامل ہوں گے ان کو تخصص (Specialization) کے لئے تحریک کے ہی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں مزید تعلیم دی جائے گی۔ یہ سارا تعلیمی منصوبہ سات سے آٹھ سال تک کے دور ایسے کا ہے۔

اس علمی و فکری انقلاب کے پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے مختصر مدت کے کورسز کا اجراء بھی کر دیا گیا ہے۔ جس میں دینی مدارس کے فارغ ہونے والے طلباء (جن کو جدید تعلیم کے حاصل کرنے کا موقع میسر نہیں آیا) اساتذہ، وکلاء، طلبہ، انجینئرز سائنسدان حضرات کو داخلہ دے کر اعلیٰ دینی تعلیم و تحقیق سے آراستہ کیا جائے گا۔ اس طرح اسلام کو سائنٹیفک طریقے سے پیش کرنے اور عصری مسائل کا حل پیش کرنے والے افراد کی ایک ٹیم تیار کی جائے گی۔

چونکہ دنیا کے مختلف حصوں میں تحریک منہاج القرآن کے تحت قائم ہونے والے اسلامی مراکز کو علمی و فکری قیادت کی فراہمی ضروری ہے اس لئے جب تک اس علمی و فکری انقلاب کو برپا کرنے والے ایسے صاحبانِ علم کی ٹیم تیار نہیں ہو

جاتی اس وقت تک اصل مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے فارغ التحصیل نوجوان سکالرز دنیا کے کئی ممالک میں اسلام کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علمی و فکری انقلاب کا جو تصور تحریک کے پیش نظر ہے وہ دینی علم و فکر پر طاری ہونے والے جمود و تعطل کو توڑے بغیر پورا نہیں ہو سکتا لیکن اس سلسلے میں افراط و تفریط کی دونوں انتہاؤں سے بچنا ضروری ہے۔ ایک طرف اکثر علماء کرام نے تقلید کے تصور کو ایسا جامد بنا دیا ہے کہ کئی سو سال پہلے کے وہ اجتہادات جو اس دور کی ضرورتوں کے کفیل تھے۔ آج کے بدلے ہوئے حالات پر بغیر مزید سوچ بچار کے من و عن نافذ کرنے پر اصرار کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ آئمہ مجتہدین اور اکابرین امت کے وضع کردہ اصول و قواعد اور ان کی تحقیقات کو بالکل نظر انداز کر کے مجرد رائے کے حوالے سے کتاب و سنت کی تعبیر نو کی جائے اور از سر نو ساری فقہ مرتب کی جائے۔

یوں ہر دور میں اپنی اپنی پسند اور خواہش نفس کے مطابق کتاب و سنت کی تعبیرات کا غیر محدود سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس طرح کی غیر مفید آزاد خیالی اور نام نہاد روشن خیالی امت مسلمہ کے لئے سخت مضر ہے لہذا ضروری ہے کہ فقہاء کرام و اکابر مجتہدین امت کے وضع کردہ اجماعی اصول ہائے اجتہاد کے دائرے میں رہ کر اپنے دور کے قانون و آئینی، سیاسی و اقتصادی، علمی و فکری، ثقافتی و تہذیبی اور قومی و بین الاقوامی مسائل کو حل کیا جائے۔ ان کے وضع کردہ ضوابط کی روشنی میں مسلمہ فقہی مذاہب کے تشخصات کو قائم رکھتے ہوئے تمام مذاہب فقہ کی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے عصری تقاضوں کی تکمیل کے لئے مسائل کی تخریج و تحقیق کی جائے تاکہ علمی و فکری ارتقاء کا سلسلہ بحال ہو، جمود و تعطل کا خاتمہ ہو اور اسلام کا فقہی شعبہ

حالات زمانہ کا ساتھ دے سکے مگر یہ سب کچھ اس طرح مثبت اور تعمیری انداز سے طے پائے جس طرح ہر دور میں ہمارے اسلاف نے کیا ہے۔

ہم نے اسلاف کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں علمی و فکری اور قانونی و فقہی ارتقاء کی بحالی کو ہی علمی و کروی انقلاب کا نام دیا ہے۔ ہم اپنے تعلیمی منصوبے کے تحت جدید و قدیم کی تفریق ختم کر کے ہر لحاظ سے سے کامل استعداد رکھنے والے اہل علم تیار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ساتھ ہی ساتھ اس جامع انقلابی اور متحرک نصاب تعلیم کو ایک بھرپور نظام کا درجہ دینا چاہتے ہیں جسے بالآخر پورے ملک میں رائج کرنے کی تگ و دو کی جائے گی اور مختلف قومی و دینی اداروں کو اس سے منسلک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایسے ذیلی اداروں کی دو سطحیں ہوں گی۔ ایک نچلی سطح کے مدارس جن میں پرائمری سے میٹرک تک کی تعلیم اسی جامع انداز سے دی جائے گی تاکہ وہاں سے فارغ ہونے والے طلباء اعلیٰ سطح کے اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے زیادہ بہتر ثابت ہو سکیں۔

بیرون ملک

اسی طرح بیرون ملک مسلمان بچوں کا تعلیمی مسئلہ بھی ہمارے پیش نظر ہے مختلف ممالک میں منہاج القرآن کے تحت قائم ہونے والے اداروں میں وہاں کی مقامی ضرورتوں کے پیش نظر نیا نصاب پڑھایا جائے گا جو دینی و نظریاتی ضرورتوں کی کفالت کرے گا اس مقصد کے لئے تحریک کا تمام لٹریچر دیگر زبانوں میں منتقل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے نیز وہاں ضرورتوں کے مطابق نئے نصابات بھی مرتب کئے جائیں گے۔

منہاج القرآن یونیورسٹی

دینی تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کے ساتھ ساتھ جدید تعلیمی نصابات کو زیادہ بہتر

اور جامع بنانے کے لئے ایک مستقل یونیورسٹی قائم کی گئی ہے جس میں پرائمری سے ایم اے تک جدید تعلیمی نصاب دینی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے پڑھایا جا رہا ہے تاکہ اول تا آخر انقلابی اور متحرک ذہن تیار کیا جاسکے۔ اس یونیورسٹی میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید عصری اور پیشہ وارانہ علوم کی تدریس بھی شروع ہو چکی ہے تاکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے رجال کار میسر آسکیں جو پیشہ وارانہ اہلیت کے ساتھ ساتھ اسلامی فکر و کردار کے حامل بھی ہوں۔

## (ii) اخلاقی و روحانی انقلاب

کوئی بھی دینی تحریک کسی شعبہ میں اس وقت تک کامیاب انقلاب برپا نہیں کر سکتی جب تک اس کے وابستگان، اراکین اور تربیت یافتہ ٹیمیں اخلاقی اور روحانی تربیت سے بہرہ ور نہ ہوں۔ جب اخلاقی و روحانی تربیت کا فقدان ہو تو فکری انتشار، نفس پرستی، حسد و عناد، حرص و ہوس اور مادہ پرستی جیسے رذائل اخلاق موجود رہتے ہیں اور دینی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے والے افراد لوگوں کے سامنے ایسا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں جس کے اثرات منفی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور لوگوں کے ذہنوں میں نفرت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان تمام رذائل سے بچاؤ کی ایک صورت ممکن ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی تربیت کا اہتمام کیا جائے جو قرون اولیٰ کے صوفیاء کرام کے مثالی خانقاہی نظام کے طرز پر مبنی ہو۔ قرون اولیٰ و وسطیٰ میں عوام و خواص میں اخلاقی اقدار کی موجودگی ان صوفیاء عظام کی مرہون منت تھی جو مختلف مثالی خانقاہوں کی صورت میں تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا کام مسلسل جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایسے زندہ، متحرک اور انقلابی تصوف سے بہرہ ور ہونے والے علماء میں تکرب و خود پسندی نام کی کوئی چیز باقی نہ رہتی اور ان میں تواضع و انکساری، جود و سخا، صدق و پخلاص، تقویٰ و طہارت، خشیت الہی اور عشق رسول ﷺ کی وہ کیفیات راسخ

ہو جاتیں کہ ان کا کردار خود زبردست تبلیغ بن جاتا۔ وہ جہاں جہاں کام کرتے ان کی زبان میں تاثیر ہوتی، ان کے وجود سے معاشرے میں اخلاقی و روحانی شمعیں روشن ہوتیں، ان کی صحبتیں روحانی انقلاب کا منبع ہوتیں لیکن یہ سلسلہ پچھلی کئی صدیوں سے ختم ہو چکا ہے جس سے روحانی بے تاثیر نے جنم لیا ہے:

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

منہاج القرآن کے انقلابی مشن میں اخلاقی قدروں کے احیاء کے لئے درج

ذیل اقدامات سرفہرست ہیں چنانچہ:

۱۔ تحریک منہاج القرآن کے مرکز میں زیر زمین ایک بہت بڑی تربیت گاہ تعمیر ہو چکی ہے جس کو حصول برکت کے لئے اصحاب صفہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جو اصحاب رسول ﷺ کی سب سے پہلی روحانی تربیت یافتہ جماعت تھی۔ یہاں بفضل خدا عملی اور زندہ و متحرک تصوف کی تعلیمات کا پورا نظام رائج ہے۔ تصوف کا ایک نصاب مرتب کر کے طلباء اور علماء کے علاوہ دیگر تمام طبقات کے لوگوں کے لئے مختصر، درمیانی اور طویل مدت کے روحانی تربیت کے عملی تربیت کے عملی پروگرام تشکیل دیئے گئے ہیں تاکہ ایسے تربیت یافتہ افراد کی تبلیغی مساعی نتیجہ خیز ثابت ہوں۔ مطالعہ تصوف، محافل ذکر، فکر، تعلیم و تربیت، مراقبوں، مجاہدوں، حلقوں، تلاوت و استغفار، نقلی روزوں، تہجد، نوافل اور شب بیداریوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ بحمد اللہ اس وقت بھی زیر تربیت طلباء کے لئے روزانہ محفل ذکر، ہر ماہ تین روزوں اور تہجد کا باقاعدہ اہتمام پہلے سے موجود ہے اور تحریک کے ہزاروں متعلقین نماز تہجد اور سارا دن باوجود ہونے کو اپنی زندگی کا معمول بنا چکے ہیں۔

۲۔ ملک کی بعض خانقاہیں جہاں تصوف کی عملی تربیت کے لئے تمام ذرائع

موجود ہیں وہاں کے ذمہ دار حضرات کے ذریعے ان خانقاہوں کو زندہ تصوف کے عملی مراکز بنانے کی بھرپور کوشش کی جائے گی تاکہ طریقت کی حقیقی روح بحال کر کے ان مراکز کو فی الواقع تعلیمات تصوف کے احیاء کے لئے استعمال میں لایا جاسکے۔

۳۔ مرکز کی طرف سے لاہور میں ”ترہیتی مرکز“ کے نام سے روحانی تربیت گاہ قائم ہو چکی ہے۔ اسی طرح کئی تربیت گاہیں ملک بھر میں قائم کرنے کا پروگرام ہمارے پیش نظر ہے تاکہ مسلمانوں کے روحانی احوال کی بازیابی اور قلبی و باطنی کیفیات کی بحالی کے ذریعے پھر انہیں پیکر ان صدق و صفا بنایا جاسکے، اس کے بغیر تعلیم و تربیت، تبلیغ و ارشاد کا نظام نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔

### معاشی و معاشرتی انقلاب

معاشی و معاشرتی میدان میں لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفع بخشی، ایثار و قربانی اور جانی و مالی انفاق کے تصور کو مواخات مدینہ کی طرز پر عملی شکل دینے کا عزم کیا گیا ہے تاکہ لوگ اپنے وسائل کو محروم اور بے سہارے لوگوں کے معاشی تعطل کو دور کرنے اور انہیں معاشرے میں معزز مقام دلانے کے لئے خرچ کریں۔ اس سلسلے میں منہاج القرآن ویلفیئر سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو محروم افراد کی تعلیم، علاج معالجہ، کاروبار اور یتیم و بے سہارا بچیوں کی شادی وغیرہ کے لئے انفاق اور قرضہ حسنہ کی صورت میں وسائل مہیا کرتی ہے۔ خدمت خلق کے اس نظام کو مزید منظم کرنے کے لئے نوجوانوں کی خاص ٹیمیں تیار کی جائیں گی جو اس کام کے لئے مخصوص ہوں گی۔

علاوہ ازیں سادگی کو عملی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے بھرپور تحریک شروع کی جائے گی تاکہ شادیوں، رہائش گاہوں کی بے جا تزئین و آرائش، رہن سہن کے غیر معمولی معیارات، اعلیٰ کھانے اور اسی قسم کے کئی دیگر معاملات میں کی جانے والی فضول

خرچی اور اسراف و تبذیر کے رجحان کا تدارک کیا جائے اور جھوٹی عزت کے باطل معیارات کو قائم رکھنے کے لئے دولت کے بے دریغ خرچ اور تعیش کی زندگی کی حوصلہ شکنی ہو۔ اس سلسلے میں منہاج القرآن کے وابستگان اپنی عملی زندگی کا نمونہ پیش کریں گے۔

### مسلم کا من و پلتھ کا قیام

بین الاقوامی سطح پر مسلم کا من و پلتھ کا قیام ہمارا آخری مطمح نظر ہے جس میں تمام مسلم ممالک اپنے سارے وسائل کو یکجا کر دیں تاکہ امت مسلمہ کے مسائل حل کئے جاسکیں۔ مسلمان ممالک اپنے تنازعات کے حل کے لئے طاغوتی طاقتوں کا دست نگر ہونے کی بجائے اپنی عدالت میں جائیں یہی عالم اسلام کا تشخص اور احیائے اسلام کے عالمگیر انقلابی مشن کی منزل ہے۔

اس مقصد کے لئے ہمیں سب سے پہلے ملکی سطح پر تمام مفاد پرست 'باطل' منافقانہ اور استحصالی طاقتوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنا پڑے گا تاکہ ایک ریاست اس تصور کا عملی نمونہ پیش کر سکے اور بعد میں عالمی اسلامی شوریٰ کی وساطت سے جملہ بلاد اسلامیہ میں انقلابی تحریکات کا آغاز کرنا پڑے گا۔ یہ جدوجہد عوام اور اہل علم ہی کر سکتے ہیں کیونکہ امت مسلمہ میں ہر سمت حکومتی اور سیاسی مناصب پر قابض افراد اپنے آمرانہ اور تعیشانہ مفادات سے تائب نہیں ہو سکتے۔ انہی امراء و حکام کے بھیانک کردار کے باعث امت تباہی و ہلاکت کے گڑھوں میں پڑی ہے۔

سوئی ہوئی امت کے افراد کو بیدار امت بنانے کے لئے ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب کی ضرورت ہوگی جس سے زندگی کے سارے شعبے اصلاح پذیر ہوں۔ فکر و عمل کے سارے دھارے فقط اللہ اور رسول ﷺ کی وفاداری کی بنا پر از سر نو وضع کئے جائیں۔ اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی غلامی و وفاداری کے سوا ساری غلامیوں کا طوق



گلے سے اتار پھینکا جائے چنانچہ ہمیں سب وفاداریوں کے بت توڑنے ہوں گے۔

- ☆ سب مفادات سے تائب ہونا ہوگا۔
- ☆ درد مندی کو اپنا کردار بنانا ہوگا۔
- ☆ تقویٰ و طہارت کو اپنا ہتھیار بنانا ہوگا۔
- ☆ صدق و اخلاص کو اپنا معیار بنانا ہوگا۔
- ☆ یہی منہاج القرآن کا مشن اور یہی اس کا پیغام ہے۔

## تحریک منہاج القرآن

### کے پانچ فکری و نظریاتی امتیازات

تحریک منہاج القرآن کے بارے میں جو پہلا سوال کسی کے ذہن میں ابھرتا ہے، وہ یہ ہے کہ آج جب کہ بہت سارے ادارے، تنظیمیں، تحریکیں اور مراکز دین اسلام کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے احیاء اسلام اور اتحاد امت کے لئے الگ فورم کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ اور اس فورم کی اپنی اہمیت (Significance) اور تشخص (Identity) کیا ہے؟

یہ ایک بنیادی سوال ہے جو ہر ذہن میں ابھرتا ہے اور سوچنے والے ذہن میں ابھرنا بھی چاہئے۔ اس ضمن میں چند اساسی امور کی وضاحت سے اس سوال کا جواب، تحریک منہاج القرآن کا تعارف اور اس کے اغراض و مقاصد بفضلہ تعالیٰ واضح ہو جائیں گے۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تحریک منہاج القرآن اس طرح کی کسی محدود تصور پر مبنی تحریک نہیں ہے جیسے کچھ احباب مل کر ایک علمی یا ادبی حلقہ بنا لیتے ہیں اور ایک اچھے پروگرام کے لئے علمی تگ و دو کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت احیائے

اسلام کی ایک عالمگیر انقلابی تحریک ہے۔

تحریک منہاج القرآن کے چند امتیازی خصائص درج ذیل ہیں جن کو صحیح طور پر سمجھنے کے بعد یہ وضاحت خود بخود ہو جاتی ہے کہ اس دور میں ایک الگ تحریک کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

(۱) جامعیت (۲) خالصیت (۳) صالحیت (۴) انقلابیت (۵) آفاقیت

### جامعیت اور ہمہ گیریت

موجودہ زمانے میں مختلف مذہبی ادارے اور دینی تنظیمیں جو خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں ان سے تحریک منہاج القرآن کو اس بنیاد پر امتیاز حاصل ہے کہ ان کے کام کرنے کا ”دائرہ کار“ محدود اور مخصوص ہے۔ مثال کے طور پر کچھ ادارے ایسے ہیں جہاں پر صرف تدریس کا کام ہوتا ہے۔ وہاں ایک مخصوص دینی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ یہ نصاب دور جدید کی ضروریات کو پورا کر رہا ہے یا نہیں، یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ لیکن ان کے کام کی نوعیت یہ ہے کہ ان کا سارا وقت اور جملہ توانائی ایک مخصوص نصاب کے پڑھنے پڑھانے پر صرف ہوتی ہے۔

خدمت دین کے بلاشبہ کئی گوشے اور پہلو ہیں، تدریس کا کام بھی بلاشبہ خدمت دین ہے۔ ان اداروں میں فکری تربیت کا کام بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کام جزوی نوعیت کا ہے ہمہ گیر اور جامع نہیں۔

اسی طرح کچھ ادارے وہ ہیں جن کے ہاں صرف تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ وہ صرف دین کے فضائل و اقدار کی تبلیغ پر توجہ دیتے ہیں۔ جب کہ تدریس دین، افراد ملت کی فکری اور نظریاتی تربیت اور دینی خدمت کے بہت سے پہلو اور گوشے ان کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ کام انتہائی قابل تحسین ہے، یہ بھی جزوی

ہے۔

کچھ ادارے ایسے ہیں جہاں صرف تصنیف و تالیف اور ریسرچ کا کام ہوتا ہے۔ ان کے اپنے ریسرچ سنٹرز ہیں۔ لیکن ان کی سعی و کاوش اسی حد تک محدود ہے۔ خدمت دین کے دیگر گوشوں سے گویا انہیں کوئی تعلق ہی نہیں۔ کچھ حلقے طریقت و سلوک اور ذکر و فکر کے ہیں۔ وہاں لوگوں کے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے حصول طرف توجہ دی جاتی ہے۔ یہ سب حلقے بجز اللہ بڑے بابرکت ہیں، قابل قدر کام کر رہے ہیں، لیکن ان کی کاوشیں بھی جزوی ہیں۔

مذکورہ بالا حلقوں کی محدودیت کا دوسرا پہلو علاقائیت کا ہے۔ ان میں اکثر مخصوص شہروں یا علاقوں کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ بالعموم ملک گیر نہیں ہوتے۔ بعض اگر ملک گیر ہوتے بھی ہیں تو وہ اپنی ماہیت اور فرقہ وارانہ مزاج کی بناء پر محدود ہوتے ہیں۔ مخصوص مسلکی تعلیمات کے فروغ کے علاوہ انہیں کسی دوسرے کام سے کوئی غرض نہیں ہوتی اس وجہ سے ان کی دعوت آگے نہیں پھیلتی۔ ان کی جدوجہد دینی خدمت کے دیگر گوشوں کو بیک وقت اپنے دامن میں سمیٹ نہیں سکتی۔ بالفاظ دیگر ان میں جامعیت اور ہمہ گیریت نہیں ہوتی۔ اسی طرح کچھ وہ جماعتیں ہیں جو دین کا نام لیتی ہیں لیکن معروف معنوں میں ان کا کردار محض انتخابی سیاست کا ہوتا ہے لیکن وہ چونکہ ایک خاص جہت پر کام کرتی ہیں لہذا خدمت دین کے دیگر کام ان کے دائرہ کار سے باہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے جب ہم دینی جدوجہد کے تمام فورمز کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے میں کہ اصلاح احوال تجدید دین یا خدمت ملی کی جتنی بھی کوششیں جن جن سطحوں پر اب تک ہو رہی ہیں قابل تحسین ہونے کے باوجود محدود اور جزوی ہیں۔ اور یوں جب ہم اپنی اجتماعی زندگی کا جائزہ بطور مسلمان کے لیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کردار کا گراف روز بروز نیچے گرتا چلا جا رہا ہے۔ اقدار پہلے کی نسبت کمزور تر

ہو رہی ہیں۔ عقیدے کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے۔ عمل میں خرابی پہلے سے زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن علم جہاں نور لا رہا ہے وہاں کردار کا اندھیرا بھی لا رہا ہے۔ بدی تیزی سے پنپ رہی ہے جب کہ اچھائی اور ہدایت کی تحریکوں کے اثرات کم سے کم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تبلیغ و عظ و نصیحت، کوششیں اور مسلسل بھاگ دوڑ جاری ہے لیکن مقاصد حاصل نہیں ہو رہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں لیکن سردست ہم ان سارے اسباب پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ صرف ایک بنیادی سبب کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ سدھار کے ضمن میں ایک بنیادی اور مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی سوسائٹی میں کوئی بگاڑ جزوی طور پر رونما ہو تو اس کی اصلاح کے لئے جزوی کوششیں کارگر ہو سکتی ہیں لیکن بگاڑ اگر کلی اور ہمہ گیر نوعیت کا ہو، اس نے پورے زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو، اور زندگی کا کوئی گوشہ بھی اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہ رہا ہو، تو ایسی صورت میں جزوی اصلاح کی کوششیں مثبت نتائج پیدا نہیں کر سکتیں اسی طرح اصلاح احوال کے لئے کوششیں اگر جزوی طور پر ہو رہی ہوں اور ان کے درمیان موثر باہمی تعاون اور ایک ایسا باہمی ربط و نظم نہ ہو جو ان ساری کوششوں کے ما حاصل کو ایک سمت میں مرکز کر دے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بگاڑ غالب رہتا ہے اور اصلاح کی کوششیں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں۔

آج سے دو اڑھائی سو سال پہلے ہمارا دور زوال شروع ہوا ہے۔ اس سے قبل غلبہ اسلام کا دور عروج تھا۔ اگر آپ اس دور کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ مجموعی طور پر ہر طرف غالب طاقت اسلام کی ہی تھی۔ اس کی ثقافت اور علم و فن ہر شعبہ زندگی پر حاوی تھا اسی کا فکر و فلسفہ اور نظریہ ہر چیز پر غالب تھا اس وقت کا بگاڑ ہمیشہ کسی خاص شعبہ زندگی تک محدود ہوتا تھا۔ مثلاً جب سیاسی زندگی میں بگاڑ آیا تو نمائندہ حکومت کی بجائے موروثیت اور ملوکانہ طرز کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ علمی زندگی میں

بگاڑ آیا تو علم کے کسی ایک آدھ شعبے میں انتہا پسندی کو دخل ہوا۔ اخلاقی زندگی میں بگاڑ نمایاں ہوا تو طبقہ امراء یا طبقہ علماء متاثر ہونے لگا۔ بگاڑ کی جس جس نوعیت کا آپ جائزہ لیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ جو نہیں کسی شعبہ زندگی میں کوئی بگاڑ ابھرنا فوری طور پر اس کی اصلاح کی تحریک اٹھتی۔ کوئی ایک قائد، کوئی مجدد وقت، کوئی مصلح اور کوئی روشن خیال اور نبض عصر پر ہاتھ رکھنے والا مرد حق اٹھتا تو اس کی کاوشوں سے اس جزوی بگاڑ کی اصلاح ہو جاتی۔ اصلاح احوال میں ایک دن لگتا پانچ سال کا عرصہ یہ الگ بات ہے۔ لیکن بالآخر وہ بگاڑ ختم ہو جاتا۔ اس دوران باقی زندگی مجموعی طور پر کافی حد تک آئیڈیل زندگی کی طرح برقرار رہتی تھی۔ جہاں تک عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلافت راشدہ کے مثالی دور کا تعلق ہے تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ان جیسے ادوار، تو بعد میں کسی کو میسر نہیں آسکتے۔ یہ تو معیار اور عمل کے فرق کی بات ہے اگر یہ فرق مٹ جائے تو ان ادوار کا اپنا مخصوص تشخص ہی باقی نہیں رہتا۔ لوگ سوال پوچھتے ہیں کہ اسلام تو بس چالیس سال ہی چل سکا پھر بعد میں انحراف رہا۔ بعد میں جزوی انحراف تو ہونے ہی تھے اگر کسی بھی سطح پر انحراف نہ رہے تو پھر سیرت رسول ﷺ اور امتی کی سیرت میں فرق کیسے قائم رہتا، خلفائے راشدین اور عمومی پیروکاروں، فیضان نبوت کے پروردہ افراد اور عام پیروکاروں کی سیرتوں میں فرق ہوتا ہے کہ وہ بطور اعلیٰ مثال سامنے ہوتا ہے اور لوگ اس کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ جو جتنا قریب ہوتا ہے۔ وہ اتنا کامل ہوتا ہے چنانچہ جب بھی جزوی بگاڑ پیدا ہوا تو وہ جزوی اصلاح سے سنور گیا۔

جزوی بگاڑ، کلی بگاڑ میں کس طرح بدلے؟

آج سے دو اڑھائی سو سال پہلے جب امت مسلمہ سیاسی انتشار کا شکار ہوئی اور

استعماری طاقتوں نے متحد ہو کر جب عثمانی خلافت کے شیرازہ کو منتشر کر دیا تو سب سے پہلے مسلمان سیاسی زوال کا شکار ہوئے۔ یہ زوال انہیں معاشی زوال تک لے گیا۔ اسی سیاسی اور معاشی زوال نے مسلم معاشرے کو اخلاقی، روحانی، تہذیبی اور ثقافتی زوال سے آشنا کیا۔ پھر ہمارے سارے سوتے اور مراکز سوکھ گئے۔ علم کے مراکز کو دو حصوں میں تقسیم کرے دین اور دنیوی علوم کو مثنویت کا تصور دیا گیا۔ کچھ لوگوں کا فقط ضرب بضر ب پر لگا دیا گیا، ان کو دنیا کے جدید احوال اور تقاضوں سے بے خبر رکھا گیا، کچھ کو ماڈرن ایجوکیشن پر لگا دیا گیا یہاں تک کہ انہیں اس سے بھی نابلد رکھا گیا کہ دین میں طہارت و اعتقاد کیا چیز ہے۔ اسلامی معاشرے میں اس کی اہمیت و حیثیت کیا ہے وغیرہ۔ اس مثنویت اور مکمل تفریق نے ان کو دو ٹکڑوں قدیم اور جدید میں بانٹا اور وہی خلیج آج تک قائم ہے۔ اور جب اس معاشرے میں لوگوں کو سدھارنے کے لئے آئیڈیل کونسلز اور اس نوعیت کے دیگر اداروں کی تشکیل کی جاتی ہے اور ان میں دونوں طرف کے نمائندے رکھے جاتے ہیں، تو ایک طبقے کی انگریزی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ ایک دوسرے کے مسائل اور نقطہ نظر کو سرے سے سمجھ ہی نہیں پاتے۔ یہ تضاد سارے کا سارا دور زوال کی پیداوار ہے، اس سے پہلے ہزار بارہ سو سال تک کبھی بھی اسلام کی تاریخ میں دو قسم کے تعلیمی ادارے نہیں رہے۔ تعلیمی ادارہ ایک ہی ہوتا تھا اور وہی جامع اور ہمہ گیر ہوتا تھا۔ یعنی کیمیا، طبیعیات، ریاضی، فلسفہ، حیاتیات، جدید سائنس منطق، یہ سب مضامین اسی تعلیمی ادارے میں ہی پڑھائے جاتے تھے۔ جہاں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، معانی و بیان اور دیگر علوم دینیہ پڑھائے جاتے تھے اور جب ایک سکالر وہاں سے پڑھ کر نکلتا تھا تو وہ مجمع العلوم ہوتا تھا۔ اسی لئے وہ غزالی، رومی، جامی، فارابی، ابن رشد اور ابن الہیثم ہوتا تھا۔ اسی بنا پر وہ ہر ایک کے سامنے اونچے قد کاٹھ کا نظر آتا تھا۔ وہ جہاں جاتا تھا ہر ذہنی سطح کے حامل

شخص کو مطمئن کرتا تھا۔ وہ علمی زندگی جب معطل ہوگی تو اخلاقی زندگی بھی گراوٹ کا شکار ہوتی گئی۔

خانقاہیں، جہاں ذکر و فکر کے حلقے قائم تھے۔ اور لوگوں کے روحانی اخلاقی تزکیہ کا سامان ہوتا تھا، وہاں درویشوں کی مالی کفالت خانقاہیں کرتی تھیں اور خانقاہوں کی کفالت کی ذمہ داری، امراء، حکام اور وقت کے منصب دار کیا کرتے تھے۔ خانقاہیں اپنے لئے وسائل کے حصول کی خاطر ہاتھ نہیں پھیلاتی تھیں، اپنے مریدوں اور درویشوں سے نذرانے وصول نہیں کرتی تھیں، وہ کمال شان استغناء سے اپنا کام کرتی تھیں یعنی مالی کفالت کا ایسا انتظام تھا کہ ہر شخص جو اس راہ میں نکلتا اسے مستغنی کر دیا جاتا، جب یہ نظام جمود کا شکار ہو گیا تو خانقاہیں، گدیوں میں بدل گئیں اور ان کی شان استغناء ختم ہو گئی تو ان گدیوں کا چلانا بھی مریدوں کی کفالت پر منحصر ہو گیا۔ جب سارا سسٹم برعکس ہو گیا، نظام درہم برہم کیا گیا پھر وہاں سے وہ صوفی، درویش اور مردان حق، جن کی نظر بھی انقلاب پیدا کرتی تھی، پیدا ہونا بند ہو گئے۔ کیونکہ ماحول یکسر بدل گیا، اقدار بدل گئیں، تصورات بدل گئے، جملہ احوال بدل گئے۔ یہی حال سیاسی مذہبی زندگی کا بھی ہوا۔ مذہبی اداروں میں پلنے پڑھنے اور پڑھانے والے عصری تقاضوں سے نابلد رہے۔ ان کی تعلیم دنیوی معاملات سے لا تعلق رہی۔ جب ان کی تعلیم اور عصری تقاضوں میں ہم آہنگی قائم نہ رہ سکی تو وہ الگ تھلگ ہوئے۔ ان کا دائرہ کار فقط مسجدوں میں امامت، جمعہ کی خطابت، جنازہ پڑھانے اور قل خوانی پر تلاوت تک محدود ہو کر رہ گیا۔ وہ عالم دین جو ہمہ جہتی علم کا حامل ہونے کی بنا پر سوسائٹی میں نمایاں نظر آتا تھا، اس کا وہ مخصوص کردار ختم ہو گیا۔ بلکہ اس کا زندہ رہنا بھی لوگوں کی امداد پر منحصر ہو گیا۔ عزت نفس بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دین اور علماء دین کا وقار ختم ہو گیا۔ اسی طرح ہر شعبہ زندگی میں ہمارا وقار مجروح ہوا اور پھر بڑی تیزی کے

ساتھ ہمارے ہاتھوں سے عصری علوم پر گرفت و مہارت اور سائنس و ٹیکنالوجی کی دولت بھی چھن گئی۔ الغرض مجموعی طور پر ہم ایک ہمہ گیر زوال کا شکار ہو گئے جو بھر پور اور کلی ثابت ہوا۔ یاد رہے یہ بگاڑ جو دو اڑھائی سو سالہ عرصہ میں ہم میں پیدا ہو چکا ہے، اس کی نوعیت کلی بگاڑ کی ہے۔ یہ بگاڑ پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اس کی وجہ سے امراء بالعموم تعیش کا شکار ہو گئے ہیں۔ غرباء بالعموم الحاد اور علمی دہریت کا شکار ہو کر اللہ پر سے اپنا اعتماد متزلزل کر چکے ہیں مذہبی زندگی کا ہر شعبہ اعتقاد، فکر، سوچ اور عمل منتشر ہو کر رہ گیا ہے۔ اب جب کہ یہ زوال اور بگاڑ پوری سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اندریں صورت اگر اس کی اصلاح کے لئے کوششیں جزوی طور پر صدیوں بھی جاری رہیں، تو وہ نہ تو کامیاب ہو سکتی ہیں اور نہ ہی خاطر خواہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب آگ پورے محلے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہو، اور ایک شخص اگر اپنے گھر کے اندر رہتے ہوئے فقط اسی کو بچانے کی لاکھ کوشش بھی کرے گا تو اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب محلہ ہی آگ کی لپیٹ میں آ گیا ہے تو جزوی کوشش سے صرف ایک گھر اس سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر دریا ہی سوکھنے لگے تو اس سے نکلے والے ندی نالوں اور نہروں کی لاکھ حفاظت کریں کہ ان میں پانی جاری رہے یہ ناممکن ہے۔ جب دریا کا منبع ہی سوکھ جائے تو اس کے اجزاء کی سیرابی کیونکر ممکن ہے۔ مذکورہ بالا مثالیں درحقیقت اصلاح کی جزوی کوششوں پر دلالت کرتی ہیں جن سے اصلاح احوال کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

ہمارے معاشرے میں درس و تدریس، تبلیغ، ذکر و فکر، تعلیم و تعلم کے سینکڑوں مراکز کام کر رہے ہیں، اور ہر ایک اپنے اپنے جزیی اصلاح کی کوششوں میں مگن ہے۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ایک دوسرے کی افادیت کو بھی تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ سب ایک دوسرے کو سرے سے مخلص ہی تصور نہیں



کرتے۔ نوبت تو یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اگر ایک شخص خدمت دین کا کام خواہ جزوا ہی سہی کر رہا ہے تو دوسرا اس کے کام کو سرے سے غیر اسلامی کہنے پر تلا ہوا ہے اور اپنی تمام تر قوتوں کو اس کی تنقیص و تکفیر پر ضائع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ جہاں اس قدر انتشار پیدا ہو جائے اور جزوی اصلاح کی کوششوں کی حد تک بھی کوئی باہمی ربط نہ ہو، ان کو مربوط کرنے والا کوئی نہ ہو، تو اصلاح احوال کی صورت کیسے پیدا ہوگی؟ بلکہ بگاڑ اور زیادہ گھمبیر ہونے لگتا ہے۔

اندریں حالات ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے ادارے بنائے جائیں جو کی بگاڑ کی صحیح تشخیص کر کے کلی اصلاح کا ایک جامع منصوبہ اور ہمہ گیر پلان بنائیں۔ امت مسلمہ کی اخلاقی و روحانی اور معاشی و معاشرتی زندگی میں جو بگاڑ پیدا ہو چکے ہیں، ان کی تشخیص کر کے ہمہ گیر احیاء کے لئے کوشش کی جائے۔

### علمی و فنی زندگی

ہماری علمی و فنی زندگی پر جمود اور تعطل طاری ہو چکا ہے کہ زندگی تو تیزی سے آگے کی جانب رواں دواں ہے جب کہ ہمارا علم و فن انتہائی پیچھے رہ گیا ہے، ضروری ہے کہ اس کی حرکت پذیری (Dynamism) اور ارتقاء (Evolution) کو بحال کر کے اسے وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھایا جائے اور علمی زندگی کے اس تعطل کو دور کیا جائے۔

### فکری اور قانونی زندگی

اسی طرح ہماری فکری اور قانونی زندگی جو سخت ترین بے مقصدیت اور انتشار کا شکار ہو چکی ہے، اس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے صحیح اور پختہ اجتہادی ذہن تیار کئے جائیں۔ تاکہ کتاب و سنت کی عملیت (Practicability)

ہمیشہ قائم رہ سکے۔

## اخلاقی و مذہبی زندگی

ہماری اعتقادی زندگی میں جس انتشار اور بے راہ روی کی فضا پیدا ہو گئی ہے اس کا تدارک کیا جائے۔ ان اقدار کو انتہائی اعلیٰ سطحی کاوشوں سے موثر طریق پر دوبارہ حاصل کیا جائے۔ عالمی سطح پر دعوت کا کام، موجودہ حالات کو سامنے رکھ کر انقلابی انداز پر کیا جائے۔ علمی و فکری زندگی کی بحالی کے لئے تحقیق اور تصنیف و تالیف کے کام کو ترقی دی جائے۔ عصری موضوعات پر لٹریچر کی کمی کو پورا کیا جائے۔

## سماجی و معاشرتی زندگی

سماجی اور معاشرتی زندگی میں عائلی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، تہذیبی اور تعلیمی شعبوں میں عصری تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انقلاب کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے سماجی اور معاشرتی سطح پر انقلابی کام کیا جائے۔

الغرض ایک ایسا جامع منصوبہ اور مکمل پلان تیار ہونا چاہیے جو بیک وقت ہر محاذ پر کام کرنے کا ایک واضح اور ٹھوس پروگرام پیش کرے۔ ہر ہر شعبے میں حکیمانہ تشخیص کے بعد احیاء کا کام شروع ہو جس میں کامل وحدت اور مکمل ہم آہنگی ہو۔ بھر پور اباہمی ربط اور ہو وہ انقلابی طور پر اس چیلنج کا مقابلہ کر سکے جو جدت پسندی کی آڑ میں پورے معاشرے کو تباہ کئے جا رہا ہے۔

چونکہ اس قسم کا جامع، ہمہ گیر اور عظیم اصلاحی و انقلابی منصوبہ تیار کرنے کی طرف اس وقت برصغیر بلکہ تمام عالم اسلام میں باقاعدہ توجہ نہیں کی جا رہی تھی لہذا اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی کے ساتھ اس کی توفیق و عنایت سے عزم کیا ہے کہ اپنی پوری زندگی اس مقصد کے لئے

وقف کر دیں گے اور ہادی برحق حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت کی منتشر بلکہ باہم متصادم قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی سعی کریں گے اور انشاء اللہ عالم اسلام کو ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب سے آشنا کریں گے جس کے ذریعے تمام شعبہ ہائے حیات کی بیک وقت اصلاح ہو سکے۔ یہ تحریک منہاج القرآن کا پہلا امتیازی وصف اور خصوصیت ہے جسے جامعیت اور ہمہ گیریت کا نام دیا گیا ہے۔ گو جتنے بھی مراکز اور ادارے اخلاص کے ساتھ خدمت دین کا کام کر رہے ہیں وہ سب اپنی جگہ اہم اور باعث برکت ہیں اور ہم ان کی کاوشوں کو انتہائی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان کی حیثیت کو مانتے ہیں۔ ان کی شخصی اور جماعتی قیادتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی نفی کیے بغیر ہم ہر جزو کو اپنی جگہ اہم گردانتے ہیں۔ ہمارا مقصد کسی سے ٹکرانا نہیں بلکہ ایک منصوبہ تیار کرنا ہے جس کے ذریعے تمام منتشر اجزاء اپنے کل میں آسکیں اور تمام کاوشوں کو اپنے اپنے ضروری تخصصات کو باقی رکھتے ہوئے ایک وحدت میں منسلک کرنا ہے تاکہ ان میں باہم موافقت و یگانگت کی فضا پیدا ہو اور امت مسلمہ کے بیمار جسم کا علاج ایک مربوط نظام کے تحت ہو۔ مختلف اعضاء کا علاج، ایک دوسرے سے لا تعلق ہو کر نہیں کیا جاتا بلکہ تشخیص و تجویز کا ایک ایسا مربوط نسخہ تیار کیا جاتا ہے جس سے بیک وقت پورے جسم کی اصلاح و شفا یابی ممکن ہو۔ پھر ہمہ گیر نگاہ کے ذریعے علاج میں ترجیحات متعین کی جاتی ہیں اور ہر کوشش کے دوسرے پہلوؤں پر اثرات کا مسلسل جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ علاج شفا یابی کا ضامن ہو، جسم کی تباہی کا نہیں۔ اس وقت امت مسلمہ کا پورا جسم ظاہر سے لے کر باطن تک بیمار ہو چکا ہے۔ تحریک منہاج القرآن درحقیقت اس کے جامع اور ہمہ گیر علاج کے لئے وجود ہمیں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسے زوال کے دور میں دین کا احیاء اور اس کی تجدید اس وقت تک ممکن نہ ہوگی جب تک دینی زندگی کے تمام گوشوں، پہلوؤں

اور اطراف و جوانب کو لپیٹ میں نہ لیا جائے یعنی احیاء و تجدید اسلام کی جدوجہد جہتی نہ ہو بلکہ ہمہ جہتی ہو، جزوی نہ ہو بلکہ کلی ہو۔ چند پہلوؤں تک محدود نہ ہو بلکہ جملہ پہلوؤں پر محیط ہو۔ دائرہ کار کے اعتبار سے تنگ نہ ہو بلکہ وسیع ہو۔ منہاج القرآن کی تحریک اس دور زوال میں اسی ارشاد رسالت مآب ﷺ کی تعمیل ہے۔ یہ اجزاء کی نفی نہیں کرتی بلکہ ان کو کل میں سمیٹنے کی دعوت دیتی ہے اور اپنی قیادت کے تحت نہیں فقط اسلام کی قیادت کے تحت۔

## ۲۔ خالصیت

تحریک منہاج القرآن کی جدوجہد کا دوسرا امتیازی پہلو خالصیت ہے۔ جب بھی کسی معاشرے میں زوال و بگاڑ کا دوشروع ہوا ہے۔ افکار و تصورات اور اعمال و اقدار اپنی حقیقی شکل پر برقرار نہیں رہتے ان حالات میں فرد واحد کو شش کر کے اپنی ذات کی حد تک تو اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار بحال و برقرار رکھ سکتا ہے لیکن اگر وہ چاہے کہ فکر و عمل کے موجود پیمانوں کو برقرار رکھتے ہو۔ اپنی جدوجہد سے راہ حق سے منحرف معاشرے کو اپنے اصل منبع کی طرف موڑ دے تو یہ ناممکن ہے۔ اصلاح احوال کی جدوجہد میں اس کے لئے اپنے دور کی عملی تعلیمات سے استفادہ ہرگز سود مند نہیں ہوگا بلکہ اسے ماضی کی طرف پلٹتے ہوئے نظریاتی و عملی خالصیت کے دور کی تعلیمات کا سہارا لینا پڑے گا۔ اسلامی تاریخ کے انہیں خالص دینی تصورات کو قرآن الدین الخالص کے انام سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ      یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے دین میں  
خالصیت کے ساتھ۔      (۵:۹۸)

بالفاظ دیگر اخلاص فی الدین سے مراد ہے کہ اعمال و تصورات کو اس طرز

زندگی کی طرف لوٹا دیا جائے جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا۔ جس ڈگر پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلے اور جس نبج پر تابعین اور تبع تابعین نے اپنی زندگیوں کو استوار کیا اور جن خالص تصورات کی بناء پر قرون اولیٰ میں اصلاح احوال کا عمل جاری رہا۔ چنانچہ احوال ملت کی اصلاح کرنا از بس ضروری ہے۔ اقوام عالم کا تاریخی مطالعہ اس بات پر شہادت فراہم کرتا ہے کہ جب بھی کوئی اصلاحی تحریک اٹھی خواہ وہ اسلامی تھی یا غیر اسلامی۔ اس نے پہلا نعرہ نظریاتی و عملی خالصیت کا بلند کیا۔ اصلاح احوال کے لئے اٹھنے والی ہر تحریک کے اکابرین کی ہمیشہ سے یہ سوچ رہی ہے کہ ان کی قومی و ملی زندگی میں امتداد زمانہ کی وجہ سے فکری و عملی و سطح پر جو ملاوٹ و آمیزش در آئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ تبھی جا کر کوئی اصلاحی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

ملت اسلامیہ کی قومی و ملی زندگی میں فکری و عملی سطح پر اسی خالصیت کا حصول تحریک منہاج القرآن کی جدوجہد کا دوسرا نمایاں اور امتیازی وصف ہے۔ ہماری جدوجہد کا سارا زور تحریکی سطح پر حب الہی، حب رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت و اتباع، صدق و اخلاص، تقویٰ و طہارت کی پاسداری، فقر و فاقہ سے محبت، ظاہر و باطن میں زہد و ورع کی بحالی اور دیگر فضائل و اخلاق سے مزین عمل خالص کی طرف لوٹنے پر ہے۔ تحریک منہاج القرآن ملت اسلامیہ کی عملی زندگی کو ان احوال و کیفیات کی طرف لوٹا دینا چاہتی ہے جو احوال سیرت مصطفوی ﷺ سے قریب تر ہوں۔ تاکہ ان اعمال و احوال سے ان فیوضات کا عکس نظر آسکے جو براہ راست حضور ﷺ کی ذات بابرکات سے جاری ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ امر اچھی طرح واضح ہو چکا ہے کہ اصلاح احوال کے لئے جس قدر کوششیں بھی ہو رہی ہیں ان میں نتیجہ خیزی کی ضمانت صرف

اسی صورت میں مہیا ہو سکتی ہے کہ اپنے فکر و عمل کے تمام پیمانوں کو سیرت مصطفوی ﷺ کی روشنی میں از سر نو متعین کیا جائے۔ اسی لئے امام مالک نے فرمایا تھا کہ اس امت کے دور آخر میں اصلاح صرف اسی طریقے پر ممکن ہوگی جس پر قرون اولیٰ میں ہوئی تھی۔

چنانچہ فکری و عملی سطح پر خالصیت کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ ہمیں پھر سے اپنی زندگی کے شب و روز میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ زندگی کرنا ہوگا۔ اپنے زندگی بھر کے احوال و معمولات کو آپ ﷺ کے اسلوب و انداز پر ڈھالنا ہوگا۔ صدق و اخلاص، بے غرضی و بے نفسی، ایثار و قربانی، انفاق و احسان اور زہد و روع کی کیفیات کو پھر سے اسی طرح اپنی زندگی میں موجزن تھیں۔ یہی دین خالص ہے اور اسی دین خالص کی بازیابی تحریک منہاج القرآن کے پروگرام کا ایک امتیازی پہلو ہے۔

### ۳۔ صالحیت و روحانیت

صالحیت تحریک منہاج القرآن کی جدوجہد کا تیسرا امتیازی پہلو ہے۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ دور حاضر میں اٹھنے والی اکثر اصلاحی تحریکوں میں صالحیت و روحانیت کا فقدان رہا ہے یہی وجہ ہے کہ تحریر و تقریر اور دعوت و تبلیغ کی ساری کوششیں الا ماشاء اللہ اپنا اثر کھو چکی ہیں۔ اس لیے کا بنادی سبب یہ ہے کہ تبلیغ کرنے والے خود اپنے ہی پرچار کے تقاضے پورے نہیں کر رہے۔ ان فکر و عمل ان کیفیات سے بالعموم عاری ہوتا ہے جن سے تاثیر جنم لیتی ہے۔ تاثیر اور اثر انگیزی شعلہ نوائی یا لفظوں کے ہیر پھیر سے پیدا نہیں ہوتی۔ یہ داعی کی باطنی حالت سے جنم لیتی ہے۔ من کی کیفیت لفظوں میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔ پس اگر من کے سوتے ہی خشک ہو گئے ہوں

واعظین و مبلغین کو حب الہی و حب رسول ﷺ کی اثر آفریں کیفیتیں ہی نصیب نہ ہوں، قلب رقت سے خالی ہوں اور دل شان استغناء سے محروم، من ہر وقت دنیا کی محبت اور طلب زر میں گرفتار ہے اور ساتھ ساتھ سلسلہ و عظم تبلیغ بھی جاری رہے تو یہ سب کچھ سعی لا حاصل ہے دین کے ساتھ کھلا مذاق، دجل و فریب اور بدترین منافقت ہے۔

صالحیت و روحانیت کی بحالی تحریک منہاج القرآن کا اولین مقصد ہے۔ جس سے مراد ان باطنی و قلبی کیفیات کو لوٹانا ہے جو سیرت مصطفوی ﷺ کی اتباع میں صوفیاء کرام اپنے پیروکاروں میں پیدا کرتے رہے۔ صالحیت و روحانیت کی ان کیفیات کے حصول کا واحد ذریعہ تصوف سے وابستگی ہے۔ منہاج القرآن کی تحریک کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ پھر سے متحرک اور اثر آفریں تصوف کو زندہ کیا جائے۔ ایسا تصوف کہ جس سے وابستہ ہو کر انسان ایک زبردست انقلابی اور طوفانی قوت بن جاتا ہے۔ اس کے سامنے مال و دولت کے انبار بھی لگادئیے جائیں تو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ وہ فقر و استغناء کا پیکر بن جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی حرص و لالچ اس کے قدم ڈمگنا نہیں سکتا۔ وہ بے خود و بے باک ہو جاتا ہے وقت کے فرعون اس کی راہ میں خطرات و مصائب کے پہاڑ بھی کھڑے کر دیں تو انہیں ایک ٹھوکر سے گرا دیتا ہے۔ وہ بڑی سے بڑی ظالم قوت سے ٹکرا جاتا ہے۔ وہ سراسر عشق بن جاتا ہے جو آتش نمرود تک میں بے خطر کود پڑتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق  
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

چنانچہ ایسے صاحب جنوں افراد کی تیاری جو ہر خوف و خطر سے پاک ہوں  
تصوف کا مقصد ہے اور کوئی تحریک آج کے دور میں اسلام کی گمشدہ اقدار کو اس وقت

سبک زندہ نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے نام لیواؤں میں کمال درجہ صدق و لئھیت اور بے نفسی کی روح بیدار نہیں کر دیتی اور یہ تصوف کے بغیر ممکن نہیں۔

### ۴- انقلابیت

تحریک منہاج القرآن کی جدوجہد کا چوتھا نمایاں امتیاز انقلابیت ہے۔ دور زوال میں جبکہ بگاڑ اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہو، اصلاح احوال کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ معاشرے میں ایک بھرپور انقلاب کے ذریعے فکر و عمل کے سارے پیمانوں کو از سر نو مرتب نہ کر لیا جائے اور زندگی کے ہر شعبے میں حقیقی اسلامی روح سے معمور دور رس تبدیلیاں عمل میں نہیں لائی جاتیں۔ اسلامائزیشن کے سلسلہ میں سطحی کی نوعیت کا جو کام آپ کچھ عرصے سے دیکھ رہے ہیں اگر یہ پانچ سو سال تک بھی جاری رہے تو اس سے حقیقی انقلاب نہیں آسکتا۔ ڈھانچہ ہی غلط بنیادوں پر قائم کیا جا رہا ہے۔ آپ کی نجی و انفرادی زندگی ہو یا مذہبی و اخلاقی زندگی ہر شعبہ زندگی کے لئے اسلام کا اپنا ڈھانچہ اور اپنی بنیاد ہے۔

مصطفوی انقلاب سے مراد ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب ہے جس سے قومی و ملی زندگی میں فکر و عمل کے پیمانے بدل جائیں۔ اسلامی انقلاب سے مراد ایسا معاشی انقلاب بھی ہے جس سے عوامی زندگی میں معاشی تعطل کا خاتمہ ہو سکے۔ معاشی سطح پر استحصالی قوتوں کی گرفت اس قدر شدید ہو چکی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں بدی اس قدر غالب آچکی ہے کہ راہ راست پر چلنے والوں کے لئے اپنا وجود تک برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ جب اقدار حیات اس قدر بدل چکی ہوں کہ انحراف میں تو زندگی کی ضمانت ملے لیکن نیکی میں زندگی کی ضمانت ہی میسر نہ آسکے تو آپ ہزار وعظ و تبلیغ کریں۔ حالات زمانہ کا رخ نہیں بدل سکتے۔ فی زمانہ ضرورت ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب کی ہے



جو نیکی و راستبازی میں لوگوں کو باعزت اور محفوظ زندگی کی ضمانت مہیا کرے۔ ہر ایک کے حقوق اور جائز مفادات کا تحفظ ہو جہاں کوئی کسی کا حق سلب نہ کر سکے، کوئی کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف میلی آنکھ نہ اٹھا سکے۔ کوئی استحصالی طبقہ دیگر طبقات کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ سیاسی و سماجی اور معاشی و اقتصادی غرضیکہ قومی و ملی زندگی میں ہر سطح پر ایسے ٹھوس اقدام کرنے کا نام مصطفوی انقلاب ہے۔

انقلاب کے اس تصور کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے مختلف سطحوں پر انقلابی انداز سے کام کرنے کی ضرورت ہے اور تحریک منہاج القرآن اسی انقلابیت کی علمبردار ہے۔

## ۵- آفاقیت

آفاقیت منہاج القرآن کی تحریک کا وہ نمایاں اور امتیازی وصف ہے جس کے ذریعے احیائے اسلام کی آواز عالمگیر سطح پر بلند کی جا رہی ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں ملکی سطح پر مختلف دینی تنظیموں اور مذہبی جماعتوں میں اشتراک عمل کے فقدان کا باعث نتائج پیدا نہیں ہو رہے، اسی طرح عالمی سطح پر احیائے دین کے لئے کی جانے والی کاوشوں کے مابین بھی اشتراک عمل مفقود ہے۔ خدمت دین کا کام عالم اسلام کے علاوہ بھی شرق و غرب تک امریکہ، یورپ اور دیگر بلاد عالم میں مختلف سطحوں پر اپنے اپنے انداز میں ہو رہا ہے۔ مختلف مراکز اور چھوٹے بڑے ہزاروں حلقے کام کر رہے ہیں، جگہ جگہ مختلف دینی تنظیمیں اور ذکر و فکر کے حلقے قائم ہیں، کام کرنے والوں کی تعداد میں بھی کمی نہیں، کمی صرف اس بات کی ہے کہ دنیا بھر میں ہونے والی خدمت دین کی جدوجہد کو نتائج کے اعتبار سے مضبوط اور مستحکم کرنے والا کوئی پلیٹ فارم موجود

نہیں۔ منتشر قوتوں اور متفرق کاوشوں کے نتائج کو ایک سمت میں مرکوز کرنے کی اگر کوئی موثر صورت پیدا ہو جائے تو چند ہی سالوں میں سارے اسلامی ممالک خود بخود اس تحریک کا حصہ بن سکتے ہیں۔ ہر مرکز سے اسلامی انقلاب کی تحریک اٹھ سکتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ مختلف تنظیموں اور جماعتوں کے تشخص اور ان کے وجود کو نہ چھیڑا جائے۔

یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ اس نہج پر دعوت دینے والا ایسا کوئی ادارہ یا تنظیم پورے عالم اسلام میں موجود نہیں جو مختلف طبقات کی منتشر و متفرق قوتوں اور کاوشوں کو یکجا کر سکے۔ بد قسمتی سے جب بھی کوئی تنظیم یا شخصیت خدمت دین کا کام لے کر اٹھتی ہے اس کا پہلا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ سب اس کی قیادت پر متفق ہو جائیں۔ اس کے پیش کردہ فکر پر مجتمع ہو کر سب اس کی پیروی کریں۔ جب تک خود پسندی اور اپنی قیادت کے منوانے کے بت کو پاش پاش نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک ہر قیادت اپنی انا کے بت کی پرستش کے چکر میں پڑی رہے گی۔ سارا عالم ایک بت کدہ ہے، اسلام کے نام لیواؤں کا بھی اپنا صنم کدہ ہے جہاں دن رات جھوٹی انا کے بتوں کی پرستش ہو رہی ہے۔ جب تک ان جھوٹی انا اور خود پسندی کے بتوں کو توڑ کر ہر ایک طبقے و جماعت کو اہمیت نہ دی جائے گی اس وقت تک احیائے اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کام تحریک جدوجہد میں آفاقیت ہی کے تصور سے ممکن ہے۔ بحمد اللہ منہاج القرآن کی تحریک اسی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔ تحریک منہاج القرآن عالمی سطح پر خدمت دین کے نام پر ہونے والی مختلف النوع اور منتشر و متفرق کاوشوں کو ایک جہت میں مرکوز کرنے کی داعی ہے۔ اپنی جدوجہد کے تحریکی مرحلے میں انشاء اللہ اشتراک عمل کی یہ عظیم الشان دعوت لے کر تحریک منہاج القرآن ہر طبقے اور ہر تنظیم کے دورازے پر دستک دے گی۔ پاکستان میں اسی دینی جدوجہد کو درجہ بدرجہ متعارف

کرانے کے ساتھ ساتھ منہاج القرآن کی آواز بجمہ اللہ بیرون ملک بھی پہنچ رہی ہے۔ دنیا کے پانچوں براعظموں (ایشیاء، یورپ، افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا) اور مجموعی طور پر ستر (۷۰) کے قریب ممالک میں منہاج القرآن کی تنظیمات، اسلامک سنٹرز لائبریریاں اور رفقاء فروغ دین کے کام میں مصروف عمل ہیں۔ لوگ اس تحریک کے پروگرام سے متعارف ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں ہم پوری دنیا میں اس عظیم الشان تحریک کا آغاز کر دیں گے۔ شرق سے غرب تک خدمت دین کا کام کرنے والے مختلف اداروں اور مراکز میں جا کر انہیں اشتراک عمل کی دعوت دیں گے کہ آگے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر اس دین کی سر بلندی کے لئے کی جانی والی ساری کاوشوں کو باہم ملا کر ایک عالمگیر سمت کا تعین کر لیں تاکہ اسلامی انقلاب کی اس طرح کی آواز جب کبھی بلند ہو وہ ایک نہیں بلکہ بیک وقت ہزاروں لاکھوں مراکز سے اٹھے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کلی کا تقاضا بن کر اٹھے۔ صرف یہی صورت ہے جس کے ذریعے اسلامی دولت مشترکہ کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

## تحریک منہاج القرآن کے

### دینی اثرات و امتیازات

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی دین ہے۔ اس کا دائرہ کار زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہے۔ اسکی تعلیمات بھی زندگی کے کسی ایک شعبے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یہ دین چونکہ حضور ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں اس لئے آپ کی نبوت و رسالت بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح کسی مخصوص خطے قوم یا وقت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں حضور ﷺ کا ذکر و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے الفاظ کے ساتھ کیا گیا اس لئے دین اسلام اور پیغمبر اسلام حضور ﷺ کی اتباع اور پیروی میں احيائے دین کی خاطر اس دور میں تحریک منہاج القرآن نے محدود دائرہ کار سے اوپر اٹھ کر ہمہ گیر اور آفاقی طرز پر دعوتی و تربیتی کام سرانجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

اس حوالے سے کام کرنا اس لئے بھی ضروری اور لا بدی امر بن چکا تھا کہ اس دور میں امت مسلمہ جزوی بگاڑ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہوئے کلی بگاڑ میں داخل ہو چکی ہے۔ اس سے قبل جب اسلام کو مجموعی طور پر غلبہ حاصل تھا، مختلف شعبوں میں وقتاً فوقتاً سیاسی، اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے رونما ہونے والے جزوی بگاڑ کا تدارک جزوی اور ہنگامی کوششوں سے ہو جاتا تھا لیکن اب ایک عرصے سے ملت اسلامیہ سیاسی و اقتصادی، اخلاقی و روحانی، مذہبی و دینی، علمی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی اعتبارات سے مکمل زوال اور تباہ کن ابتلاء کا شکار ہے۔ مسلمانوں کی ملی زندگی کا کوئی گوشہ اور شعبہ ایسا نہیں جو تشویشناک حد تک ہلاکت انگیز بگاڑ کی لپیٹ میں نہ آچکا ہو۔ اندریں حالات یکجہتی اور جزوی نوعیت کی جتنی بھی اصلاحی اور تجدیدی کوششیں کی جائیں گی وہ جزوی

نوعیت کی حامل ہونے کی بنا پر قطعاً نتیجہ خیز نہیں ہو سکیں گی کیونکہ وہ مطلوبہ وحدت و ہم آہنگی کے فقدان کے باعث ایک موثر اور مربوط لائحہ عمل سے بھی محروم ہوں گی۔ بے شک کسی جزوی بگاڑ کی اصلاح تو جزوی کوششوں سے ممکن ہے لیکن کلی اور ہمہ گیر بگاڑ کی اصلاح ایک ہمہ گیر اور انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حضور ﷺ کا ارشاد گرامی مذکورہ بالا بیان پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یقوم بدین اللہ الا من احاطہ  
من جمیع جوانبہ  
کوئی شخص اس وقت تک دین کو زندہ  
نہیں کر سکے گا جب تک کہ وہ اس کے  
تمام جوانب و اطراف کو (بیک وقت)  
اپنی جدوجہد کے احاطہ میں نہ لے  
لے۔

اس لئے تحریک منہاج القرآن کے قیام کا مقصد وحیدان تمام شعبوں میں ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا ہے جو کہ رُوبہ زوال ہیں۔ ذیل میں ہم ان چیزوں کی نشاندہی کر رہے ہیں جو قابل اصلاح تھیں اور تحریک نے ان امور کی اصلاح کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان کو بھی اختصار کے ساتھ واضح کریں گے۔

۱- اعتقادی پہلو

۲- علمی و فکری پہلو

۳- تحریکی و انقلابی پہلو

اب ہم ترتیب وار ہر ایک پر روشنی ڈال رہے ہیں۔

## ۱۔ اعتقادی پہلو

اعتقادی حوالے سے کئی ایک خرابیاں پیدا ہوئیں۔ ہم ابتداء میں ان کا ذکر کریں گے اور بعد میں ان کی اصلاح کے لئے تحریک کی کوششوں کو احاطہ تحریر میں لائیں گے۔

## i۔ فرقہ وارانہ سوچ کی انتہاء پسندی

اس ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ پروری کا زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ اس انتہاء پسندانہ سوچ نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ جماعت کو چھوڑ کر جدا جدا اکائیوں میں منقسم ہو جانا اور اپنے اپنے تشخصات میں گم ہو جانا، تشنت و انتشار کو جنم دیتا ہے جس سے ملت کی ابتدائی قوت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ فرقہ بندی اور تفرقہ پروری کی یہی زندگی حضور ﷺ کی اس وعید میں من شدّ شدّ فی النار (جو شخص جماعت سے الگ ہو اوہ دوزخ میں بھی الگ ہی جائے گا) کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

آج

☆ کسی نے توحید کے تصور کو لیا اور سارا زور اس پر صرف کر دیا اور عملاً رسالت کی اہمیت کو کم کیا۔

☆ کسی نے رسالت پر زیادہ زور دیا اور توحید کی اہمیت کو عملاً کم کر دیا۔

☆ کسی نے صحابہ کی اقتداء پر سارا زور دیا اور اہل بیت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

☆ کسی نے اہل بیت کی عظمت کے اقرار پر اصرار کیا اور صحابہ کو برا بھلا کہا۔

☆ رسالت کے حوالے سے بات یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ایک گروہ نے کبھی

سیرت کے نام پر کوئی محفل منعقد کرنے سے گریز کیا اور ایک طبقہ نے ربیع الاول کے

ماہ مبارک میں بھی میلاد کا نفرنس بلانے کو بدعت و حرام گردانتے ہوئے اغماض برتا۔

## دعوت اتحاد و یکجہتی

قرآن حکیم میں ارشادِ بانی ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۝  
آپ انہیں فرمادیجئے اے اہل کتاب  
آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور  
تمہارے درمیان مشترک ہے (۶۴:۳)

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ اہل کتاب کو ان چیزوں میں اکٹھے ہونے کی دعوت دیں جو تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہیں یعنی عقیدہ توحید اور رد شرک پر اکٹھے ہو جاؤ۔ اس آیت کریمہ کے حوالے سے تحریک منہاج القرآن نے لوگوں کی سوچ پر دستک دی کہ کیا وجہ ہے ہم توحید و رسالت، ختم نبوت، قرآن اور کعبہ سے لے کر ارکانِ اسلام تک جو مشترک چیزیں انہیں مانتے ہوئے بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے؟ ان اقدار کی بنا پر ملت اسلامیہ کیوں ایک وحدت نہیں بن سکتی؟ اس سلسلے میں تحریک منہاج القرآن نے درج ذیل حوالوں سے خصوصی کام کیا۔

توحید و رسالت..... عبد اور معبود کے فرق کے علاوہ کوئی اور چیز روا نہیں

تحریک منہاج القرآن نے توحید و رسالت میں سے کسی ایک ہی کی طرف زیادہ جھکاؤ اور توجہ دینے والے طبقات کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر مشتمل علامہ ابن تیمیہ کے اس قول میں بیان شدہ حقیقت کی طرف توجہ دلائی۔

قد اقامه الله مقام نفسه في امر  
و نهيه و اخباره و بيانه  
فلا يجوز ان يفرق بين الله و  
رسوله في هذه الامور  
(الصارم المسلول: ٣١)

تحقيق اللہ نے حضور ﷺ کو اپنے  
قائم مقام بنا لیا، اپنے حکم، نبی، خبر  
دینے اور کسی چیز کی وضاحت کرنے  
میں اور ان چیزوں میں اللہ اور اس کے  
رسول میں فرق کرنا جائز نہیں۔

سیرت النبی ﷺ اور میلاد النبی ﷺ

تحریک منہاج القرآن نے جہاں ربیع الاول میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے  
حوالے سے اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء کی نص صریح اور  
فبذلك فلیفرحوا کی تعمیل میں شرعی قباحتوں سے پاک مطلوبہ آداب اور تقاضوں کو  
بجالاتے ہوئے بھرپور جشن منانے کا آغاز کیا تو دوسری طرف سیرت کا نفرنس اور  
ایسے مذاکرات وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا جن میں آپ کے اسوہ حسنہ کو بھی بیان کیا  
جائے تاکہ ہر کس و نا کس آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا دونوں چیزوں کے یکجا کرنے کی حکمت

شرعی دلائل کے علاوہ ان دونوں چیزوں کو ملانے کی مختلف حکمتیں بھی ہیں  
جن میں سے دو کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔

۱- میلاد پاک منانے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اس موقع پر حضور ﷺ کی  
پاکیزہ ولادت، بچپن، آمد کے معجزات اور دیگر شانوں کا تذکرہ ہوتا ہے اور ادھر سیرت  
کے بیان کرنے سے عمل کے راستے متین ہوتے ہیں اور ہر کوئی اپنی سیرت کو اس  
باکمال اور لازوال سیرت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲- یہ چیز سیرت کے ساتھ ساتھ میلاد منانے کی عقلی دلیل بھی ہے اور یہ کہ



میلاد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا بیان ہے کہ سیرت کا نقطہ آغاز ہے کیونکہ  
الر میلاد نہ ہوتا تو صاف ظاہر ہے سیرت کا وجود نہ ہوتا اور اگر سیرت پر عمل نہیں کیا  
جاتا تو میلاد کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا۔

اہل بیت عظام اور صحابہ کرام

اس جہت سے تحریک منہاج القرآن نے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام  
دونوں کے دامن سے وابستگی کی دعوت دی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا  
”خبردار! میری اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہے“ اور فرمایا:

من ركب نجا و من تخلف  
عنها هلك  
جو کوئی اس میں سوا ہو اس نے نجات  
پائی اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک  
ہو گیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۵۷۳)

اور دوسری طرف صحابہ کرام کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی

ہے۔

اصحابی كالنجوم فبايهم  
اقتديتم اهتديتم  
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس  
تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے  
ہدایت پاؤ گے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ۱۱: ۲۸)

اس لئے کامل رہنمائی کے لئے ان دونوں مقدس طبقات کی اقتداء لازم ہے

اور کسی ایک سے روگردانی ہلاکت و گمراہی کا سبب ہے۔

ii- تکفیر میں انتہاء پسندانہ رویہ

مذکورہ بالا انتہاء پسندانہ سوچ کے نتیجہ میں ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو

مشرک اور بدعتی ہونے کا فتویٰ دیا اور دوسرے نے پہلے کو کافر و گستاخ ٹھہرایا اور ہر

ایک کے نزدیک دوسرے طبقے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد قیامت تک کے لئے (ان کے فیصلے کے مطابق) کفر و شرک کی وادی سے باہر نہیں نکل سکتے۔

راہِ اعتدال

تحریک منہاج القرآن نے اسے فرداً فرداً لیا ہے کہ کسی طبقے کے تمام افراد کو ایک ہی حکم میں شامل نہ کیا جائے بلکہ اگر کوئی آدمی واقعہً گستاخ ہے تو یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی شرک یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو مشرک و بدعتی نہیں ٹھہرایا جاسکتا بلکہ وہی آدمی اس کا مستحق ہوگا جس نے اس کا ارتکاب کیا۔

اس تحریک نے اس حوالے سے دوسرا اہم کام یہ کیا کہ لوگوں کی توجہ حضور ﷺ کے ان ارشادات گرامی کی طرف دلائی جن میں کسی دوسرے مسلمان کو کافر و مشرک کہنے میں کمال درجہ احتیاط کا سبق ملتا ہے مثلاً ایک حدیث میں حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ایما امری قال لآخیه کافر فقد	جو کوئی آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو وہ
باء بها احدہما ان کان کما	کفر ان دونوں سے ایک کی طرف
قال والارجعت علیہ	لوٹے گا۔ اگر پہلا کافر تھا تو اس کی
(اصح لمسلم، ۱: ۵۷)	طرف اور اگر وہ کافر نہیں تھا تو کہنے
	والے کی طرف لوٹے گا۔

iii- اکابر پر بے جا تنقید

اس حوالے سے ایک اور چیز بھی پیدا ہوئی کہ ہر ایک طبقے نے دوسرے طبقے کے اکابر علماء و مشائخ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ان کو بھی کافر و مشرک قرار دیا گیا

یہاں تک کہ ان کے ناموں کو بگاڑ کر تضحیک کا نشانہ بنایا گیا اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط چیزیں منسوب کرنا شروع کر دیں اور اس کو خدمت دین سمجھتے ہوئے بہت آگے نکل گئے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ پرستی کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ مومنین سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ  
اور تم ان کو گالی نہ دو جنکی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں (ایسا نہ ہو)  
کہ وہ بے عملی کی وجہ سے اللہ کو گالی (۱۰۸:۲)

دیں۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ تبلیغ دین حق کے وقت رد کفر اور ابطال باطل کے باوجود کفار کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے پر قدغن لگائی جا رہی ہے۔ اس فرمان خداوندی میں حکمت یہ ہے کہ کفار بزعم خویش اپنے آپ کو باطل پر نہیں سمجھتے۔ اگر آپ ان کے جھوٹے معبودوں کو گالی دیں گے تو آپ کے سچے معبود پر دشنام طرازی کریں گے۔ تحریک منہاج القرآن نے کسی کو برا بھلا کہنا اور خصوصاً کسی طبقہ کے اکابرین کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے اور قرآن پاک کی اسی حکیمانہ تعلیم کی طرف توجہ کی ہے۔

iv- تصور امت..... معدوم

فرقہ پرستی کی مذکورہ بالا انتہاء پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تصور امت عنقا ہو چکا ہے اور ہر کوئی اپنے مسلک کے تصور کو غالب کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے۔ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو ہی بزعم

خویش اسلام کی سلامتی و استحکام کا ضامن گردان رہی ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے ایسے مبلغین پر واضح کیا کہ اگر مذکورہ بالا صورت حال میں خدا نخواستہ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں اسلام کو کوئی گزند پہنچ گئی تو تمہارے مسلکوں اور فرقوں کی ضمانت کون دے گا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا میں مضمحلہ فلسفہ اعتصام ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس امر کی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ باہمی انتشار و تفرقہ سے احتراز کر کے از سر نو اپنی شیرازہ بندی کی تدبیر کریں اور پھر قرآن کنتم خیر امة میں خیریت کی اضافت و نسبت امت کی طرف کر رہا ہے۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ تصور امت کو غالب رکھا جائے اور پھر یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہمارے سامنے رہنا چاہئے ہو سمکم المسلمین کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے لہذا امت اور اسلام کے تصور کو مقدم رکھنا چاہئے اور مسالک کو ان کا تابع۔

فرقہ پرستی پر ایک تہدید قرآنی

قرآن حکیم میں ایک مقام پر فرقہ پرستی پر سخت ممانعت فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَ كَانُوا  
شِيْعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ  
بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے  
دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہو گئے  
(اے محبوب) آپ کا ان سے کوئی  
(۱۵۹:۶)

تعلق نہیں۔

اس سے بڑھ کر فرقہ پرستی کی مذمت کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی پاداش میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنے امتیوں سے جدائی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ گویا امت کا تعلق نبی کے دامن سے اس وقت تک برقرار رہ سکتا ہے جب تک امتی اپنے آپ کو ایک

وحدت کی لڑی میں منسلک رکھیں اس لئے تحریک منہاج القرآن نے مذکورہ بالا صورتوں کے حوالے سے بالخصوص فرقہ پرستی سے بچنے کی عملاً جدوجہد کی ہے اور الحمد للہ اس کے مثبت اثرات پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہے ہیں۔

## ۲۔ علمی و فکری پہلو

علمی و فکری حوالے سے جو چیزیں رو بہ زوال ہوئیں ان میں تحریک منہاج القرآن نے مختلف جہتوں سے کام کیا۔

### i۔ تقلید و اجتہاد میں افراط و تفریط

اسلامی تعلیمات میں جمود اور تعطل کی قطعاً گنجائش نہیں اس لئے کہ یہ فطری تعلیمات ہیں اور فطرت کا تقاضا ہے وہ متغیر حالات کے ساتھ ساتھ چلے۔ اسلام میں اجتہاد کا تصور اسی فطری ضرورت کے تحت اول دن سے موثر قوت رہی ہے لیکن آج دیگر میدانوں کی طرح امت مسلمہ اس خصوصیت سے عاری ہو گئی۔

ایک طبقہ نے تقلید کے تصور کو اس حد تک اپنایا کہ وہ جمود و تعطل کا شکار ہو گیا اور آج سے کئی سو سال قبل آئمہ کرام نے اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جو کام کیا تھا اسی پر قناعت کر گیا اور یہ تصور اپنائے رکھا کہ سناب و سنت سے دلیل دینا کسی طرح بھی مقلد کا حق ہی نہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کے باوجود ان کی سوچ کا دائرہ اسی طرح محدود رہا۔ اس کے رد عمل میں ایک دوسرا طبقہ پیدا ہوا اور اس نے پہلے ادوار کے تمام قسم کے فقہی و تحقیقی کام اور آئمہ مجتہدین کے اجتہادات سے اپنا تعلق توڑنے کا اعلان کر دیا اور ان کی تقلید کو حرام قرار دے دیا۔

تحریک منہاج القرآن نے اس حوالے سے لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ نہ اس طرح تقلید کی جائے کہ وہ جمود خالص میں تبدیل ہو جائے اور نہ ہی اکابرین کے سرمایہ

عملی سے لا تعلق ہو جائے کیونکہ ان کے واسطہ کے بغیر یہ علم ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے ہمیں ان کا احسان مند ہونا چاہئے اور اس طرح کی آزادی فکر سے فتنہ و فساد تو برپا ہو سکتا ہے لیکن کوئی تعمیری کام نہیں ہو سکتا جیسا کہ بارہویں صدی کی ایک مشہور شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بہذہ  
المذاهب الاربعۃ مصلحۃ  
عظیمۃ و فی الاعراض عنہا  
کلہا مفسدۃ کبیرۃ  
جان لینا چاہئے کہ ان مذاہب کے  
اختیار میں ایک عظیم الشان مصلحت  
اور ان کے چھوڑنے میں ایک بڑا فساد  
ہے۔

(عقد الجید: ۵۳)

اور اس کے ساتھ ساتھ بدلتے ہوئے حالات و واقعات کے مطابق اجتہادی کوششیں بھی جاری رکھنی چاہئیں تاکہ یہ تصور نہ ابھرنے پائے کہ معاذ اللہ شاید اب اسلام اس زمانے کا ساتھ دینے سے قاصر ہو گیا ہے اس لئے ہمارا ایک ہاتھ ماضی پر ہونا چاہئے اور دوسرا مستقبل پر۔

ii- قدیم اور جدید علوم میں جدائی

آج کے دور میں بالعموم ایک طرف کالجز و یونیورسٹیز میں جدید تعلیم دی جاتی ہے اور وہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے مذہب سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ دوسری طرف مدارس میں بالعموم مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور عصری تقاضوں کے مطابق جدید علوم نہیں پڑھائے جاتے جس کے نتیجے میں جدید تعلیم یافتہ طبقے اور مذہبی طبقے کے مابین بہت بڑی خلیج حائل ہو چکی ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے ان دونوں قسموں کی تعلیم ملانے کی کوشش کی

جہاں نئی نسل کو ایک طرف مذہبی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح ان جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیم دینا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اس سائنسی دور میں اسلام کو لوگوں کے سامنے عصری تقاضوں کے مطابق پیش کر سکیں۔

iii- نتائج کے حوالے سے مایوسی

آج کے دور میں نتائج کے اعتبار سے بالعموم مایوسی پائی جاتی ہے اور یہ تصور بن چکا ہے کہ ہماری جدوجہد کے کامیابی کی ضمانت دنیا میں ضروری نہیں بلکہ اس کا نتیجہ آخرت میں ہی نکلے گا۔ اس شکستہ فکر کی وجہ سے مقاصد کو حاصل کرنے کی طرف شوق و اضطراب کے جذبات سرد پڑ گئے اور دینی جدوجہد کرنے والوں نے دنیا میں غلبہ اسلام کی منزل سے نظریں ہٹالیں۔

تحریک منہاج القرآن نے اس دنیا میں بھی نتیجہ خیزی کی ضمانت پر زور دیا۔ ناامیدی و مایوسی کے رجحان کو ختم کرنے کی کوشش کی اور قرآن کے پیغام کو عملاً اپنانے کی ترغیب دی ہے کہ

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ  
الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○  
اور تم پست ہمت نہ ہونا اور نہ غم کرنا  
بے شک غلبہ و کامرانی تمہیں ہی کو  
ہوگی بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (۱۳۹:۳)

iv- انبیاء پر ناکامی کے الزامات کا جواب

اس دور میں بعض مفکرین نے انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد کے نتائج کے حوالے سے بے بنیاد الزامات اٹھائے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن نے ان الزامات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔ قائد انقلاب نے کئی کتابچے تحریر کئے اور لوگوں کے سامنے یہ اہم فکر رکھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام

کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی (اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ بے شک میں  
ور میرے رسول ہی غالب رہیں گے) وعدہ الہی کے تحت اپنے مقاصد میں کامیاب  
ہوئے اور اس حوالے سے ہر قسم کی ناکامی سے محفوظ رہے۔

مزید برآں وہ تمام مذہبی اور غیر مذہبی مروجہ علوم جو امید ورجاء سے خالی  
ہیں اور حالات کو تبدیل کرنے اور عظمتِ رفتہ کی بحالی سے بحث نہیں کرتے۔ ان  
سب کی معذوری یہ ہے کہ نصب العین تو بیان کرتے ہیں لیکن اسے حاصل کرنے کا  
حتمی، قطعی اور یقینی طور پر نتیجہ خیزی لائحہ عمل بیان کرنے سے قاصر ہیں۔  
علوم کی اصلاح کا طریقہ کار

اس صورت احوال کی اصلاح علم بالوحی کی روشنی میں یوں ہو سکتی ہے کہ  
نصب العین اور اس کے حصول کے لائحہ عمل اور اس لائحہ عمل میں کامیابی سے  
سازگار تصور کائنات کی جستجو کر کے فلسفیانہ فکر کی نشوونما کی تکمیل کا رخ پھر سے  
متعین کیا جائے اور اس طرح حتماً اور یقیناً کامیاب ہونے کا اعتماد بحال کیا جائے اور  
قدیم و جدید فلسفے سے پیدا ہونے والی مایوسی و ناامیدی کو امید و یقین اور وثوق و اعتماد میں  
بدل دیا جائے۔

### ۳- اخلاقی، روحانی و عملی پہلو

اس زمانے میں تصوف و روحانیت کی پاکیزہ شخصیت ساز قدریں مجروح ہو  
چکی ہیں اور خانقاہوں میں زندہ تصوف کی بجائے جامد، رسمی اور غیر عملی تصوف رہ گیا  
ہے۔

تصوف میں در آنے والی خرابیاں

تصوف میں در آنے والی خرابیاں تین طرح کی ہیں۔



## i- رسمی تصوف

بہت سے لوگوں نے تصوف کو محض ایک رسم کی حد تک اپنایا ہوا ہے۔ سال میں ایک مرتبہ عرس کروالیا، مختلف موضوعات پر تقریریں کی گئیں بلکہ بعض مقامات پر تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وہاں ڈھول، باجے بجائے اور تھیٹر لگائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حضرت داتا گنج بخشؒ کی زبان میں مستصوفین (وہ لوگ جو روپے پیسے، طاقت اور دنیوی جاہ حاصل کرنے کے لئے صوفیاء کی نقالی کر رہے ہیں) کہا جاتا ہے۔ (کشف المحجوب: ۹۸)

## ii- انکارِ تصوف

ہر چیز کا رد عمل ہوتا ہے لہذا مذکورہ بالا بے راہروی کے سبب بہت سے لوگوں نے تصوف کا انکار کرنا شروع کر دیا کہ اگر تعلیمات تصوف یہی ہیں تو ہم ایسے تصوف سے باز آئے۔ چنانچہ اسی طرز عمل کی وجہ سے بعض لوگوں نے حقیقی تصوف کا بھی انکار کر دیا۔

## iii- غیر عملی تصوف

تیسرا طبقہ وہ ہے جو نہ تصوف کا منکر اور نہ تصوف کی راہ پر چلنے والا ہے بلکہ وہ محض تصوف کے موضوع پر تقاریر کرنا جانتے ہیں کہ ذکر کیا ہے؟ خلوت کیا ہے؟ تزکیہ کس طرح ہوتا ہے؟ لیکن خود ان پاکیزہ تعلیمات پر عمل نہیں کرتے گویا ایسے لوگ زبانی صوفی ہیں۔

خرابیوں کا ازالہ

i- حقیقی اور غیر رسمی تصوف کا اجراء

تحریک نے اس مختصر عرصے میں حتی المقدور تصوف کو ان تمام برائیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ غیر شرعی حرکات کی صورت میں در آئی تھیں اور رسمی تصوف کو ختم کر کے تصوف کی وہ تصویر پیش کی ہے جو کہ صحابہ کے زمانہ میں تھی۔ تصوف آج جس بے حقیقتی کا شکار ہے حضرت ابوالحسنؒ اس بے حقیقت تصوف اور صحابہ کرام کے زمانے کے تصوف کا تقابل ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔

التصوف اليوم اسم ولا حقيقة      آج کا تصوف فقط نام ہے بغیر حقیقت  
وقد كان حقيقة ولا اسم      کے اور پہلے دور میں حقیقت تھی بغیر  
(کشف المحجوب: ۱۵۷) نام کے۔

اس مذکورہ بالا قول کو نقل کرنے کے بعد حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں ”صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے زمانے میں یہ نام نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی سب پر ساری و طاری۔ آج کل صرف نام ہے بے حقیقت یعنی پہلے معاملہ معروف تھا اور ظاہری داری مجہول اور اب معاملہ مجہول ہے اور ظاہر داری معروف۔“

(کشف المحجوب: ۱۵۷)

سو تحریک منہاج القرآن اس بے حقیقت تصوف کو ختم کر کے صحابہ اور سلف صالحین کے دور کے اسی حقیقی تصوف کو دوبارہ سینوں میں بیدار کر رہی ہے۔

## ii- اقرار و ترویج تصوف

تحریک منہاج القرآن نے تصوف کو اقرار محض کے ساتھ ہی مخصوص نہیں رکھا بلکہ اس کی ترویج و اشاعت کے لئے تصوف پر قابل عمل لٹریچر بھی فراہم کیا گیا ہے۔ جس میں تصوف، ابتداء سلاسل کے تاریخی ارتقاء، فلسفہ و حکمت اور اس کے عملی دستور کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

## iii- عملی تصوف

جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے کہ تصوف تعلیمات کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کا تعلق سراسر عمل سے ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے تصوف کو عملی صورت میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل عملی اقدامات کئے گئے۔

تصوف کے اجراء کے لئے عملی اقدامات

۱- بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) میں نبیرہ غوث الاعظمؒ سیدنا طاہر علاؤالدین البغدادیؒ کے مزار اقدس کے قریب جامع المنہاج کو مرکز تصوف بنا کر خانقاہ غوثیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جہاں دعوت و تربیت کے پروگرام کا آغاز کیا جا چکا ہے۔

۲- منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی کے طلباء کے لئے خانقاہ غوثیہ میں قائم تربیتی مرکز میں اللہ کے فضل و کرم سے عملی متحرک اور زندہ تصوف کی تعلیمات کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔

۳- جامعہ میں سال اول سے لے کر سال ہفتم تک تصوف کی بلند پایہ تصانیف کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔

۴- سیرت النبی ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اکابر صوفیاء کے حالات و واقعات پر مبنی ایک کتاب ”تذکرے اور صحبتیں“ منظر عام پر آگئی ہے۔

۵- مرکزی سیکرٹریٹ کی جامع مسجد میں باقاعدہ ہفتہ وار شب بیداری ہو رہی ہے جس میں متلاشیان حق شمولیت کرتے ہیں۔

۶- مرکز کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں شہروں سے تھوڑی دور روحانی خانقاہیں بنانے کا منصوبہ بن رہا ہے تاکہ لوگ اپنے تزکیہ نفوس اور باطنی طہارت کا سامان کر سکیں۔

۷۔ ملک میں بعض خانقاہیں جہاں تصوف کی عملی تربیت کے لئے تمام ذرائع موجود ہیں وہاں کے تمام ذمہ دار افراد کے ذریعے ان خانقاہوں کو زندہ تصوف کے عملی مراکز بنانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔

۸۔ تمام صوبائی مراکز کے علاوہ ضلعی اور تحصیل کی سطح پر ادارہ کی طرف سے مجالس ذکر و فکر اور محافل میلاد کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

### ۴۔ تحریکی و انقلابی پہلو

تحریک منہاج القرآن نے عصر حاضر کے جن مطلوبہ تحریکی اور انقلابی پہلوؤں پر امتیازی کام کیا، ذیل میں ہم ان میں سے بعض کی نشاندہی کرتے ہیں:

#### i۔ مستقبل کی قیادت کی تیاری

کسی بھی تحریک میں قیادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ دینی و مذہبی تحریک کی قیادت کا علم اس شخصیت کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جو دینی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق علمی، فکری اور انتظامی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ تحریک کی آئندہ کی قیادت کو اسی نہج پر تیار کیا جا رہا ہے۔ منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی میں طلباء کو اسی طرز کی تعلیم و تربیت دی جا رہی ہے تاکہ یہ قیادت بھی آئندہ دور میں انفرادی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں غیر معمولی حکمت و بصیرت کے باعث ملت اسلامیہ کی بہتر طور پر رہنمائی کر سکے۔

#### ii۔ بے پناہ جوش و جذبہ اور حصول مقصد کا پختہ یقین

اس تحریک میں لوگوں کو متحرک کرنے کے لئے بے پناہ جوش و جذبہ ان کے رگ و ریشے میں جاگزیں کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں حصول مقصد کے پختہ یقین کو بھی راسخ کر دیا ہے تاکہ جرات ایمانی، بے پناہ جذبہ اور پختہ یقین کے

ذریعے اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر کے ولا تہنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین کی بشارت کی مستحق ٹھہریں۔

iii- باطل قوتوں سے ٹکرا جانے کا عزم اور مصائب پر استقامت

تحریک منہاج القرآن نے امت مسلمہ کو ایک تحریکی فکریہ بھی دی ہے کہ اپنے اندر ایسا جوہر پیدا کریں جس کے سبب ان میں باطل قوتوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور ان سے ٹکرا جانے کا عزم پیدا ہو اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب و آلام میں استقامت سے کام لیں۔ پھر ایسے لوگوں کو دنیا کا کوئی حرص و لالچ ان کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ بے خوف و بے باک ہو جاتے ہیں۔ وقت کے فرعون ان کی راہ میں خطرات و مصائب کے پہاڑ بھی کھڑے کر دیں تو انہیں وہ ایک پاؤں کی ٹھوک سے گرا دیتے ہیں اور بڑی سے بڑی مستبد قوت سے بھی ٹکرا جاتے ہیں۔ جب یہ مرحلہ آتا ہے تو پھر ان پر قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے تحت اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت نازل ہوتی ہے۔

iv- اتحاد امت کی دعوت

تحریک منہاج القرآن نے تحریکی سطح پر یہ بہت بڑا قدم اٹھایا ہے کہ تمام مکاتب فکر کے لوگوں کو قرآن حکیم کے حکم تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کی اتباع میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے کیونکہ ایک مسلکی اور گروہی آواز سے لوگوں میں وہ جذبہ بیدار نہیں کیا جاسکتا جس کی تحریک و انقلاب کی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے مسالک کے لوگوں کی عدم دلچسپی یا تحریک کی مخالفت کرنے سے بے پناہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے جسے قرآن نے فتذب ری حکم (اختلافات کے سبب تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی) سے تعبیر کی ہے۔ اس

سلسلے میں تحریک منہاج القرآن نے ملکی اور بین الاقوامی دونوں سطحوں پر اتحاد کے لئے علمی و عملی اقدامات بھی اٹھائے ہیں جن کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

### v- دین کا وسیع تصور

تحریکی زندگی میں مذہبی اور دنیوی پہلوؤں کی ظاہری تقسیم کے باعث اگر بعض اوقات تحریک کا تقاضا مذہبی حوالے سے ہو تو بعض لوگ اس سے گریز کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر بعض حالات میں تحریک ظاہر اُنیوی حوالے سے قدم اٹھائے تو مذہبی رجحان رکھنے والے لوگ اس کا ساتھ دینے سے کتراتے ہیں اور بعض انتہاء پسند اس کی مخالفت پر بھی اتر آتے ہیں لہذا تحریک منہاج القرآن نے ان الدین عند اللہ الاسلام کی روشنی میں دنیوی و مذہبی تقسیم کو گمراہ کن اصطلاح قرار دیتے ہوئے دین کا وسیع تر تصور دیا تاکہ لوگ تحریکی زندگی میں ہر سطح کی کوشش کو ایک دینی جذبے سے سرشار ہو کر کریں۔

### vi- معاشی استحکام کا تصور

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کاد الفقر ان یکون کفرا (قریب ہے کہ فقر فقر کا سبب بن جائے) اس سے معلوم ہوا کہ معاشی مسئلہ حل نہ ہونے کی وجہ سے تو سلام سے ہی ہاتھ دھو بیٹھنے کا خطرہ ہوتا ہے چہ جائیکہ ایسے حالات میں کسی اسلامی تحریک کے شانہ بشانہ کام کیا جائے، اس لئے تحریکی و انقلابی جدوجہد میں معاشی استحکام کے تصور سے بالکل عاری ہیں۔ تحریک منہاج القرآن نے معاشی مسئلہ کو مقدم رکھا ہے لہذا اس تحریک میں عام غریب طبقات کے لوگوں کی رغبت کے بھی کافی سامان موجود ہیں اور یہ تحریک اپنے انقلابی ساتھیوں کو معاشی حوالے سے اس طرح بے نیاز

کرنا چاہتی ہے جیسا کہ آقائے دو جہاں علیہ السلام کی سیاسی حکمتِ عملی نے باقاعدہ انقلابی جدوجہد کے آغاز کے لئے دینِ حق کے سپاہیوں اور مصطفوی انقلاب کے سرفروشوں کو معاشی فکر سے بے نیاز و مستغنی کر دیا۔

### vii- فکری و نظریاتی خالصیت

اقوامِ عالم کی تاریخ کا مطالعہ اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ اسلامی و غیر اسلامی تحریکوں میں فکری و نظریاتی خالصیت بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ان تحریک کے اکابرین کی ہمیشہ سے یہ سوچ رہی ہے کہ ان کی قومی و ملی زندگی میں امتدادِ زمانہ کی وجہ سے فکری و عملی سطح پر جو ملاوٹ اور آمیزش در آئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے تاکہ ان کی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

تحریک منہاج القرآن نے بھی اپنی نظریاتی خالصیت، مخلصین لہ الدین کی روشنی میں اپنی جدوجہد کا سارا زور تحریکی سطح پر حبِ الہی، حبِ رسول، صدقِ اخلاص اور تقویٰ و طہارت کی پاسداری، فقر و فاقہ سے محبت، ظاہر و باطن میں زہد و ورع کی بحالی اور دیگر فضائلِ اخلاق سے مزین اعمالِ خالصہ کی طرف لوٹنے پر ہے۔ یہ تحریک ملتِ اسلامیہ کی عملی زندگی ان تمام احوال و کیفیات کی طرف لوٹا دینا چاہتی ہے جو احوالِ سیرتِ مصطفوی کے قریب تر ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی یہ نظریاتی خالصیت ہی وہ خصوصیت ہے جو کہ لوگوں میں تحریک پیدا کرنے کی حقیقی اساس ہے۔

viii- غلبہ حق کی خاطر باطل قوتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی

### جدوجہد

تحریک منہاج القرآن نے ملتِ اسلامیہ کے فرزندوں میں تمام معاندانہ قوتوں کے خلاف غیر مصالحانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی تحریک پیدا کی ہے اور یہ بات

کوٹ کوٹ کر ان کے دل و دماغ میں سمودی گئی ہے کہ وقت کے فرعون کے سامنے گردن کٹائی تو جاسکتی ہے لیکن جھکائی نہیں جاسکتی۔ قرآن حکیم ان تمام معاندانہ قوتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی جدوجہد کا حکم ان الفاظ میں دیتا ہے۔

وَقَاتِلُوا هُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَ  
يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ

اور ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ طاغوتی  
فتنہ ختم ہو جائے اور دین (یعنی نظام  
حیات) سارے کا سارا خالصتاً اللہ کے

(۳۹:۸)

لئے ہو جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ  
تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ۔

(۸۹:۴)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ  
الْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! کافروں اور منافقوں (دونوں  
طبقات) سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی

کیجئے۔ (۷۳:۹)

یہاں تمام منافق گروہوں سے جہاد اور انقلابی جنگ کا حکم صادر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام غلبہ حق کی خاطر داخلی اور خارجی محاذوں پر تمام باطل، طاغوتی، استحصالی اور منافقانہ قوتوں کے خلاف غیر مصالحانہ انقلابی جنگ کا حکم دیتا ہے کیونکہ اسلام کسی سطح پر بھی کسی باطل طاقت سے سمجھوتہ گوارا نہیں کرتا۔ چنانچہ آج تحریک منہاج القرآن اسی غیر مصالحانہ انقلابی جدوجہد کو امت مسلمہ کے ہر پیر و جوان کے دل و دماغ میں جاگزیں کرنا چاہتی ہے۔



## تحریک منہاج القرآن کے عملی امتیازات

کسی بھی تحریک کی کامیابی کا انحصار صرف اس کی فکر و نظر کی خوبصورتی اور اس کے بلند نعروں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی عملی کارکردگی پر ہوتا ہے تاریخ گواہ ہے کہ بڑے بڑے حسین نظریے رکھنے والی کئی تحریکیں اپنے نظریے کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں۔ الحمد للہ تحریک منہاج القرآن اپنے فکری و نظریاتی امتیازات کے علاوہ کئی عملی امتیازات بھی رکھتی ہے۔ تمام عملی امتیازات کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ چند عملی امتیازات درج ذیل ہیں۔

### ۱۔ ملک گیر تنظیم

تحریک منہاج القرآن کا تنظیمی جال پاکستان کے تمام صوبوں، ضلعوں اور تحصیلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے قصبات اور دیہات میں بھی تنظیمات موجود ہیں۔ اب چھوٹے دیہات اور گلی محلوں میں بھی تنظیم سازی کا کام تیزی سے جاری ہے۔

### ۲۔ بین الاقوامیت

تحریک منہاج القرآن بین الاقوامی سوچ و فکر کی حامل تحریک ہے اسلئے اس کی سوچ اور فکر صرف اپنے لاکھوں رفقاء و اراکین اور وابستگان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پوری امت کے احوال کی اصلاح، تجدید، احیائے دین اور غلبہ دین حق کی بحالی اس کا مقصود ہے تاکہ مسلمان سپر پاور بن کر ابھریں۔ دنیا کے پانچوں براعظموں (ایشیاء، یورپ، افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا) اور مجموعی طور پر تقریباً ستر (۷۰) ممالک میں تحریک منہاج القرآن کی تنظیمات اسلامک سینٹرز، لائبریریاں، رفقاء و اراکین اور

وابستگیان فروغ دین کے کام میں مصروف ہیں۔

## تحریکی دعوت کا طریقہ کار

تحریک منہاج القرآن کے آغاز میں تحریک دعوت کو وسعت اور تسلسل دینے کے لئے ہمارے سامنے دو راستے تھے۔ اول یہ کہ اپنی دعوت اور فکر کو مخصوص حلقوں تک پہنچاتے، اس کے بعد تحریک میں شمولیت اختیار کرنے والے چند افراد کو چن لیتے، ان کی تربیت پر خاص توجہ دیتے ہوئے انہیں تمام تر تحریکی نشیب و فراز سے گزارتے تاکہ یہ چند مخصوص افراد مکمل تحریکی تربیت پا کر مشن کی آئندہ قیادت کے قابل بن جاتے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ دعوت کو کسی قید اور شرط کے بغیر عوام الناس کے تمام طبقات تک پہنچایا جائے۔ دعوتی عمل کو مسلسل جاری رہنے دیا جائے تاکہ عوام الناس کی ایک کثیر تعداد تحریک سے شناسا ہو اور تحریکی نصب العین سے متعارف ہو جائے تاکہ تحریکی دعوت کسی وقفہ کے بغیر ہر معاشرتی طبقے تک پہنچے۔ ہر شعبہ حیات اور ہر درجہ فکر و شعور کے حامل لوگ اس سے متاثر ہوں۔ ہر مسلک، مذہب اور حلقہ طریقت سے وابستہ اس کے مقاصد سے آگاہ ہوں۔ پہلا طریقہ کار مشروط تھا۔ اس شرط کے ساتھ کہ ابتداء میں دعوت قبول کرنے والے مخصوص افراد ایک خاص حد تک تنظیمی و روحانی تربیت حاصل کریں اور پھر اس کے بعد تحریکی دعوت کو پھیلا یا جائے جبکہ دوسرا راستہ غیر مشروط تھا۔ اس میں دعوتی عمل کو ایک تسلسل کے ساتھ جاری رہنا تھا اور ایک خاص تعداد میں کسی خاص حد تک افراد کا تربیت یافتہ ہو کر دعوت کا آغاز کرنا ضروری نہ تھا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسے افراد کی تنظیمی و روحانی تربیت سے انماض برتا جائے بلکہ دعوتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تحریکی، تنظیمی اور روحانی تربیت کا عمل بھی جاری رکھا جائے۔

تحریک منہاج القرآن کے آغاز میں دعوت کو مطلوبہ مقاصد سے قریب تر کر دینے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔ ابتدائی تعارفی لٹریچر، کتب اور آڈیو و ویڈیو کیسٹس سے بھرپور مدد ملی گئی۔ آفاقی طریقہ خطابت کو اپنا کر بڑے بڑے مذہبی، روحانی اور دینی اجتماعات میں عوام کے ذوق کے مطابق دعوت پہنچائی گئی۔ گویا یہ ایک دعوت عام تھی اور شامل ہونے کے لئے کوئی تعلیمی و مسلکی قید نہیں لگائی گئی تھی جو ہر سطح کی استعداد کے حامل شخص کو اس کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق پہنچتی رہے۔ ہر شخص کو اس کے ذوق کے مطابق دین کے مختلف پہلوؤں میں مزید غور و فکر کرنے اور ان میں کارفرما کی پیشی کو دور کرنے کا موقع ملا۔ اس سارے عمل میں قدیم و جدید اور دائیں بائیں کی بنیادوں پر تقسیم کے جامد تصورات کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ تحریک دعوت اور فکر و عمل کا ایک ایسا بلند اور وسیع قلعہ تعمیر کیا گیا کہ جو فرد جہاں سے دیکھے اور جس زاویہ نگاہ سے دیکھے اس کو خوشنما لگتا ہے۔ تقاضا ہائے وقت سے مطابقت اور استدلال کی مضبوطی اس خوشنمائی میں مزید و قار پیدا کر رہا ہے۔ قوس قزح کے رنگوں کی مانند ہر فرد کو ایک ہی نظارے میں اپنا پسندیدہ رنگ نظر آ جاتا ہے اور یوں ایک ہی نظارے میں مختلف رنگوں کو یکجا ہونے سے تحریک کو فکری جمالیاتی حسن نصیب ہوا اور ساتھ ہی جامعیت فکر و عمل کا ایک حسین مرقع بھی ہمارے سامنے آ گیا۔ اس طریقہ کار سے ایک اور عملی فائدہ یہ ہوا کہ جب دعوت ہر خاص و عام تک پہنچی تو اس میں امیر، غریب، متوسط اور متمول ہر طبقے کے لوگ شامل تھے اور تحریک سب کے لئے باعث کشش تھی۔ اگر ہم پہلے طریقے پر اپنی دعوت مخصوص افراد تک ہی محدود رکھتے تو صاف سی بات ہے کہ ہمیں فکری و نظریاتی معاونت ضرور ملتی مگر مالی معاونت نہیں مل سکتی تھی۔ اس طریقے پر جن لوگوں نے کام کیا اس وقت ہر شخص ان کا حال دیکھ رہا ہے کہ ان کے پاس افراد اگرچہ ہیں لیکن وہ ہر مرحلہ پر بیرونی وسائل کے حصول کے

لئے ہر حربہ اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔ بیرونی حکومتوں کو ہر ملک میں اپنے ہمنوا لوگ درکار ہوتے ہیں۔ سو ہمارے ملک میں کئی مذہبی و سیاسی تنظیمات باہر کی بولیاں بولتے دکھائی دیتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اخراجات کے لئے اکثر و بیشتر رقم بھی باہر کی حکومتوں سے آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ مجبوری بن گئی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تنظیم کا وجود تک باقی نہیں رہ سکتا کجا کہ کوئی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔

اس کے برعکس تحریک منہاج القرآن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور سرور کائنات ﷺ کے نعلین پاک کا صدقہ ہے۔ اس نے آج تک کسی تنظیم، ملک یا کسی ایجنسی سے حتیٰ کہ اپنے ملک کی حکومت سے اس کی خواہش کے باوجود بھی اپنے کسی منصوبے کے لئے ایک پائی تک بھی نہیں لی۔ دعوت عام سے جو جو احباب تحریک میں شامل ہوئے، ان میں جنہیں اللہ نے توفیق دی انہوں نے رفاقت کے باقاعدہ زر اعانت کے علاوہ لاکھوں روپے صرف کئے۔ یوں تحریک پھیلی اور مرکز کی ضرورت پڑی تو ہمارے پاس اللہ کے فضل و کرم سے سیکرٹریٹ کے لئے ایک پر شکوہ عمارت اور یونیورسٹی کی صورت میں معیاری درسگاہ کے لئے تسلی بخش جگہ تیار ہو گئی تھی۔ یہ تعمیری کام اب بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ہم چاہتے تو اس دور ان بے شمار بیرونی ذرائع استعمال کر سکتے تھے مگر ہمیں عزت و حمیت، دولت و ثروت سے زیادہ عزیز ہے اور اس نعمت کو ہم آئندہ بھی باقی رکھنا چاہتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ کی وضاحت

مذکورہ بالا بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہاں پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ تاریخ انسانیت کی ہر قسم کی جدوجہد اور انقلابی تحریکوں کے

مطالعہ سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف سے نزوع کی گئی پیغمبرانہ جدوجہد اور حکمتِ عملی ہی نتائج کے اعتبار سے ہر عیب سے پاک ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ دوسری طرف مختلف مصلحین اور مسلم و غیر مسلم تحریکی قائدین کی طرف سے پاپ کی گئی تحریکوں کی حکمتِ عملی کو نقصانات سے پاک ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ دو پیمانوں سے پیغمبرانہ جدوجہد اور عمومی تحریک کو پرکھا جاسکتا ہے۔

۱- بہ لحاظ طریقہ کار

۲- بہ لحاظ نتائج

پیغمبرانہ جدوجہد میں بھی بہ لحاظ طریقہ کار یعنی تسلسلِ عمل کے اعتبار سے نقصانات اٹھانے پڑتے تھے مثلاً پیغمبرانہ دعوت و تبلیغ میں دعوت قبول کرنے والوں پر زبان کے اقرار کے علاوہ عمومی طور پر شرائط لاگو نہیں ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات منافقین اندرونی صفوں میں گھس کر نقصان پہنچاتے رہتے مگر پیغمبرانہ جدوجہد نتائج کے لحاظ سے ہمیشہ کامیاب ہوئی اور اللہ کے پیغمبروں کی دعوت قبول کی گئی یا پھر عدم قبولیت کی صورت میں قوموں کو عذابِ الہی کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف غیر پیغمبرانہ تحریک اور جدوجہد میں طریقہ کار اور نتائج کے اعتبار سے مکمل کامیابی حاصل کرنا لازمی نہیں۔ طریقہ کار کے اعتبار سے کوئی ایسی حکمتِ عملی اختیار نہیں کی جاسکتی جس میں تمام جہتوں سے تمام فوائد ہی حاصل ہوں اور کوئی تحریک نقصان یا پھر منفی ردِ عمل ظاہر نہ ہو۔ اس طرح نتائج کے اعتبار سے بھی کوئی حکمتِ عملی مکمل تنظیمی و تحریکی کامیابی کی ضمانت مہیا نہیں کر سکتی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی جائے جس میں زیادہ سے زیادہ مثبت پہلوؤں اور کم از کم منفی پہلو سامنے آنے کا اندیشہ ہو۔ اس پس منظر میں دیکھیں تو تحریک منہاج القرآن نے جو طریقہ کار اپنایا اس کو غیر مشروط مسلسل دعوتِ عمل کہا جاسکتا ہے اور

تنظیمی سائنس کے حوالے سے اسے Fission Reaction Spread of Daawah کہا جاتا ہے۔ ہماری تحریک بھی بہر حال ایک انسانی کوشش ہے۔ اس میں سو فیصد خصوصیات کا نہ ہم دعویٰ کرتے ہیں اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور ختمی مرتبت ﷺ کے نعلین پاک کی خیرات کے بھروسے پر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور کے حوالے سے اس دعوتی حکمتِ عملی کے مثبت پہلو منفی پہلوؤں سے کہیں زیادہ ہیں۔

### مروجہ حکمتِ عملی کے چند مثبت پہلو

تحریک منہاج القرآن نے جو حکمتِ عملی اختیار کی اس کے بے شمار خوش آئند پہلو خاص و عام پر واضح ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید اجاگر ہوتے جائیں گے۔ جہاں تک اندرونی و بیرونی حکومتی، سیاسی اور مالی وسائل فراوانی کے بل بوتے پر چلنے والی تنظیموں اور تحریکوں کا تعلق ہے، وطن عزیز میں ان کی کمی نہیں۔ تحریک منہاج القرآن ظاہری بے سروسامانی کے عالم میں ان گنت عملی دشواریوں کے باوجود اپنی کسی بھی تحریکی حکمتِ عملی اور پیش رفت پر معذرت خواہان رویہ اختیار نہیں کر رہی۔ اس سلسلہ میں دوسری تنظیموں اور جماعتوں کی دوغلی اور غیر مستقل پالیسیوں کے متعلق بے شمار ناقابل تردید اور کھری کھری باتیں کی جاسکتی ہیں مگر حسب سابق ہم مثبت رویہ اپناتے ہوئے اپنی حکمتِ عملی کے چند مثبت پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

### ۱۔ عملی افادیت (Actual Practicability)

تحریک منہاج القرآن کی دعوتی حکمتِ عملی کی عملی افادیت یہ ہے کہ اس سے دعوت غیر ضروری وقفوں کا شکار نہیں ہوتی اور دعوت کی عوامی کیفیت یا

عوامیت مستقلاً قائم رہتی ہے۔ اس طرح رابطہ عوام کی ایک مستقل صورت قائم رہتی ہے۔ دوسری طرف عملی طور پر یہ کافی مشکل نظر آتا ہے کہ آپ چند افراد کو مستقل تربیت میں ڈال دیں اور انہیں عملی تحریکی میدان میں جانے کے مواقع میسر نہ آئیں تو وہ محض لیکچرز اور محض تربیتی نصاب تک ہی مخصوص ہو کر رہ جائیں گے۔ تربیتی لیکچرز اور مطالعہ نصاب سے علمی اور فکری تربیت تو ممکن ہے مگر عملی اور تحریکی تربیت ممکن نہیں کیونکہ جب تک کوئی فرد اپنے نصب العین کے حصول کی خاطر معاشرے کی معاندانہ بھٹی میں ڈال کر کندن نہیں ہو جاتا اس وقت تک اسکی عملی پہلو اور تربیت کے جملہ تقاضوں سے ناواقف رہے گا چند افراد کو بند کمروں میں نصابی تربیت دیتے رہنے سے کوئی تنظیم خواہ اس کے مقاصد جتنے بھی بلند اور ارفع کیوں نہ ہوں تحریک کی صورت اختیار نہیں کر سکتی اس لئے اس طریقہ کار کی تحریکی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ یقیناً یہ کام بھی ضروری ہے کہ لیکن ایک مرحلے تک اور ایک حد تک مگر اس کی خاطر تحریکی تسلسل کو توڑا نہیں جاسکتا۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ اس حکمت عملی کے مطابق ہماری تنظیم افراد کی طویل نصابی تربیت کے خلاف ہے بلکہ مدعائے کلام یہ ہے کہ آج کے مادی دور میں ہر شخص دنیوی امور میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے اپنے مسائل سے دعوت و تربیت کے لئے اتنا وقت نکالنا بڑا مشکل لگتا ہے۔ دوسری چیز یہ بھی ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں آبادی کی کثرت کے ساتھ ساتھ برائیاں اور معاشرتی و سماجی عیوب اس قدر رچ بس چکے ہیں کہ ایک ایک دن کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے چنانچہ ہر تحریکی شخص کو ماحول یا موسم کا انتظار کئے بغیر اپنی دعوتی، تنظیمی اور تحریکی سفر جاری رکھنا چاہئے۔ اپنے خاص افراد جنہیں خاص ماحول میں رکھ کر تربیت دینا مقصود ہوتا ہے اور تحریکی ضرورت کے مطابق علمی و فکری اور نظریاتی گوشوں کی پختگی درکار ہوتی ہے تو الحمد للہ تحریک منہاج القرآن نے آغاز کار سے اس طرف توجہ دیتے

ہوئے منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی کی شکل میں ایک عظیم دینی ادارہ قائم کیا ہوا ہے جس میں زیر تعلیم طلباء الحمد للہ ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ پاکستان میں کسی بھی تحریک کے پلیٹ فارم پر ایسے نوجوان نہیں ملیں گے جتنے ان طلباء کی شکل میں تحریک منہاج القرآن کو میسر ہوں گے۔ ہماری معاصر تحریکوں کو اب ہمیں دیکھ کر اس ضرورت کا احساس ہوا ہے ورنہ ان کا سارے کا سارا انحصار سرکاری تعلیمی اداروں کے لائبریری نوجوانوں پر ہے، جو نہ جانے کن کن طریقوں سے زیر دامن لائے جاتے ہیں۔ اس سے ایک تو ان تعلیمی اداروں میں چپقلش پیدا ہوتی ہے اور اکثر خون خرابے ہوتے رہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان نوجوانوں کی فکری تربیت کے ساتھ ساتھ عملی اور علمی تربیت کا حقہ نہیں ہو سکتی۔ ہم نے بھی نوجوانوں کی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں۔ طلباء کے لئے مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ اور عام نوجوانوں کے لئے منہاج القرآن یوتھ لیگ بنائی ہوئی ہے جو بیک وقت تعلیمی اداروں اور عام پڑھے لکھے نوجوانوں پر مشتمل ہے لیکن ہم نے اس پر اکتفاء یا انحصار نہیں کیا بلکہ تحریک کی آئندہ قیادت کی فراہمی ٹھوس علمی و فکری بنیادوں پر منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی جیسی ایک مثالی درس گاہ کے طور پر قائم کیا ہے جہاں صفہ نبوی ﷺ کے طریقہ پر دور دور سے تشنگانِ علم آتے ہیں اور زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اصحابِ صفہ کی طرح تزکیہ نفس کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ روزانہ سحر گاہی اور مجالس ذکر و نعت کے مسلسل عمل سے گزر کر ان میں وہ تمام خصائص پیدا ہو رہے ہیں جو تحریک منہاج القرآن کے پانچ عناصر کی شکل میں ہمیں مطلوب ہیں۔

اس حکمت عملی کی افادیت کو ایک عام فہم مثال سے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ہم ریت سے سونے کے ذرات تلاش کر رہے ہیں تو جتنی مقدار میں سونے والی ریت ہوگی اس سے اسی تناسب سے سونا حاصل ہوگا لیکن اگر ہم ریت کے چند ڈھیر



اکٹھے کر لیں اور بار بار اسی سے سونے کی مطلوبہ مقدار حاصل کرنا چاہیں تو یہ محال بھی ہے اور خلاف عقل بھی اس لئے کہ پہلی یاد دوسری کو شش میں ہمیں جس قدر ذرات مل سکتے تھے مل گئے۔ مزید ذرات اگر ہوں گے بھی تو بہت باریک اور کم مقدار میں ہوں گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسی ریت پر وقت ضائع کرنے کی بجائے ریت کے نئے ذخیروں پر محنت کی جائے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ہمیں موتیوں کی تلاش ہے اور ہم سمندر سے مختلف سپیاں (صدف) جمع کر رہے ہیں تو صاف ظاہر ہے سپیاں جتنی زیادہ ہوں گی موتیوں کے امکانات اس کثرت سے بڑھ جائیں گے اس لئے کہ ہر صدف میں ہیرا نہیں ہوتا۔

تحریک منہاج القرآن کی تنظیمی حکمتِ عملی کی اس عملی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی حکمتِ انقلاب پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہو گا کہ آپ نے بھی اسلامی تحریک کو اسی اسلوب پر پھیلایا۔ آپ ﷺ نے دعوت ہر خاص و عام کے سامنے پیش کی اور کسی مرحلے پر رنگ، نسل یا علاقے کو مخصوص نہیں فرمایا، کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی۔ نتیجتاً آفتاب رسالت ﷺ کے گرد اطراف و اکنافِ عالم سے پروانے جمع ہو گئے۔ انہی پروانوں میں سے چند صحابہ کو صفہ چبوترے پر بٹھادیا اور ان کی خاص تربیت فرمائی جبکہ دعوت کے عمل کو مسلسل آگے بڑھاتے رہے۔ یہ شرط عائد نہ فرمائی کہ یہ چند افراد جب تک تربیت مکمل نہ کر لیں تب تک دعوتی عمل رکا رہے بلکہ دعوت بھی جاری تھی اور تربیت بھی۔

۲۔ دعوت کی عمومیت اور اپنائیت

بعض تنظیموں اور جماعتوں میں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعوت کو

خاص حلقہ یا طبقہ کا استحقاق بن کر رہ جاتی ہے اور یوں یہ عمل دعوت کی قبولیت عامہ میں بذاتِ خود رکاوٹ بن جاتا ہے۔ تنظیم کے اندرونی احوال ایک پراسرار گورکھ دھندہ بن کر رہ جاتے ہیں اور دعوت میں عوام کے لئے اپنائیت اور کشش باقی نہیں رہتی جیسا کہ ایک معاصر تنظیم جسے اپنی اندرونی نظم و ضبط پر ناز ہے اور ان کے کارکن سرعام اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہماری اندرونی بات اور راز ہائے نہاں کسی کو معلوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ ان عوامل نے اس تنظیم کے اندرونی احوال کو عام کے سامنے پراسرار بنا کر رکھ دیا اور اب لاکھ عوامی اور (Liberal) جتن کرنے سے بھی عوام اس کی دعوت میں کشش اور اپنائیت محسوس نہیں کرتے۔ تحریک منہاج القرآن کو جو عوامیت حاصل ہوئی اس میں اس امر کا بھی کردار ہے کہ اس کی دعوت کسی خاص حلقہ میں محصور ہو کر دب نہیں گئی بلکہ عوام الناس براہِ راست اس کے مخاطب ہیں۔ دوسری طرف بسا اوقات تحریکی قیادتیں بھی ایک لگے بندھے حلقہ مشاورت میں محصور ہو کر رہ جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قیادتوں کے فیصلوں کا انحصار بھی چند مخصوص لوگوں کی منشاء پر ہوتا ہے۔ اس طرح فیصلوں میں عملیت پسندی کا پہلو دب کر رہ جاتا ہے اور یہ خاص افراد قائد اور عوام کے قرب کو پسند بھی نہیں کرتے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر دائمی تحریک کی طرف سے عمومی دعوت و تربیت کا عمل ختم ہو جائے تو ایسے افراد جو ذہنی مطابقت پیدا ہو جانے کے باعث تحریک میں دلچسپی لینا شروع کرتے ہیں وہ آہستہ آہستہ دور ہو جاتے ہیں اور یوں تحریک کم لوگوں کی شمولیت کی وجہ سے نقصان اٹھاتی ہے۔

۳۔ رفتار کار کی برقراری

اگر چند سو افراد کو تربیت کا نمونہ بنانے کے لئے دس پندرہ سال کا عرصہ

صرف کر دیا جائے تو تحریکی رفتار برقرار نہیں رہ سکتی۔ عوام کی نزدیک اس نظر نہ آنے والے وقفے میں عوام کی طرف سے تحریک کے ساتھ کی گئی توقعات دم توڑ جاتی ہیں اور جو شیلے کارکنان تحریک بھی کم حوصلگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بات تحریک کی بقاء اور کامیابی میں زبردست رکاوٹ بن جاتی ہے۔ تحریکوں میں ایک دفعہ رفتار کار کھو دینے کے بعد اسے دوبارہ حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر تحریک کا عنصر مفقود ہو جائے تو تحریک تحریک نہیں رہتی بلکہ بقاء کی تگ و دو میں مصروف ایک تنظیمی ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ یہ عمل خاص طور پر ایسی تحریک کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے جو انقلاب کی شکل میں فوری اور فیصلہ کن تبدیلیوں کا حصول بھی چاہئے اور استحکام و اقامت دین کی خاطر دعوتی و تربیتی جدوجہد بھی، اس لئے کسی بھی ضمنی اور جزوی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تحریک کی رفتار کار کو بالائے طاق نہیں رکھا جاسکتا بلکہ مسلسل اور عمل پیہم تحریک کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔

۴۔ ہمہ جہتی میدانِ عمل

تحریک کی قبولیت عامہ میں یہ عنصر بھی اہم کردار کا حامل ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے آغاز سفر کے تھوڑے ہی عرصے بعد ہمہ جہتی جدوجہد کا بیڑہ اٹھالیا ہے۔ مختلف ذوق اور شعبہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مختلف عنوانات کی حامل مختلف تنظیموں اور پلیٹ فارموں کی تشکیل کی گئی ہے تاکہ ہر مزاج ذوق اور شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو خدمت دین کے مواقع میسر آتے رہے ہیں۔ اس سے تحریک کے ہمہ جہتی دائرہ کار کے حامل ہونے کا بھی قابل دید نظارہ ملتا ہے۔

اگر ایک خاص عملی جہت پر ہی سارا زور صرف کر دیا جائے تو دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی تحریکی دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ جس سے تحریکی

استعداد کار میں کمی آتی ہے۔ مزید یہ کہ تحریکی دعوؤں اور اعلانات پر پورا اترنے کے لئے جس فنی اور ماہرانہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بروقت میسر نہیں آتیں اور جب تحریکی دعوے اور اعلانات پورے نہیں کئے جاسکتے تو قوت فیصلہ سازی میں کمی آ جاتی ہے۔ یوں قوت فیصلہ ساز ماہرین نہ ہوئے تو سارے انتظامی امور کو کیسے بدلا اور سنبھالا جاسکے گا؟ اس لئے تحریک میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کی شمولیت از حد ضروری ہے۔

### تحریک منہاج القرآن کا ایک فکری اور عملی کارنامہ

تنظیمی و تحریکی حکمت عملی سے ہی تحریک منہاج القرآن کا ایک اور عملی کارنامہ ہے جسے ذہن نشین کرنا اور اس کی جزئیات پر غور و فکر کر کے اسے مزید آگے بڑھانا اراکین تحریک پر واجب ہے وہ یہ کہ:

تحریک منہاج القرآن نے اپنے ٹھوس اور مدلل انقلابی افکار پر مبنی تحریک کو مصطفوی انقلاب کا قابل احترام دلچسپ عوامی عنوان دے کر عوام میں مقبول بنا دیا ہے۔ اس سے قبل کئی تنظیموں کے پاس لٹریچر کی فراوانی تھی۔ علمی مباحثوں کے لئے ان کے پاس کافی مواد تھا۔ تحریکی مقاصد کے پیچھے استدلال کی قوت بھی تھی مگر ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کا نصب العین اور افکار عوام میں عمومی فہم و ادراک پیدا نہ کر سکے مگر تحریک منہاج القرآن نے جذبہ عشق رسالت ﷺ کو عوام کے اندر ایک عملی اور متحرک مہمیز بنا کر رکھا ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے اپنے انقلابی فکری نظام پر استوار اپنے مقاصد اور نصب العین کو عوامی رنگ دیا ہے۔ اب یہ انقلابی فکر لائبریریوں کے شیلفوں میں رکھی ہوئی کتابوں کا موضوع ہی نہیں رہا بلکہ عوامی مجالس میں بھی اس موضوع پر اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اب

انقلاب ایک عام فہم لفظ بن گیا ہے جس کی ایک جھلک ہمیں صحافت میں بھی ملتی ہے جہاں ہرزبردست اور تیز رفتار عمل کے لئے انقلابی کا لفظ ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔

اس باب میں عالم اسلام کی عظیم انقلابی تحریک کے اساسی خدوخال اور عملی طریقہ کار کے حوالے سے چند گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو تمام معاصر علمی فکری اور عملی تحریکوں میں تحریک منہاج القرآن کے امتیاز کو واضح کرنے میں اور اس امر کا ثبوت ہیں کہ یہ عظیم اور وہ فلسفہ انقلاب جو قرآن حکیم کے عظیم انقلابی فکر سے اخذ کیا گیا ہے۔ ایک دن زندہ حقیقت کے طور پر تعبیر پذیر ہو گا۔ انشاء اللہ

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے  
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

---

## حواشی

## (باب ششم)

- ۱- مزید حوالہ جات ۹: ۳۳، ۳۸، ۲۸
- ۲- ان موانعات کا تدارک کیسے ہوگا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
- اسلامی فلسفہ زندگی۔۔۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۳- ۸: ۵۳، ۱۳: ۱۱
- ۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ارکان ایمان۔۔۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۵- ایضاً
- ۶- بقول اقبال:

گر تو می خواہی مسلمان زیتسن  
 نیست ممکن جز بقرآن زیتسن  
 آں کتاب زندہ قرآن حکیم  
 حکمت او لا یزال است و قدیم  
 فاش گویم آنچه در دل مضمراست  
 ایں کتابے نیست چیزے دیگر است  
 مثل حق پنہاں وہم پیدا است او  
 زندہ و پابندہ و گویا است او  
 چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود  
 جاں چوں دیگر شود جہاں دیگر شود  
 تعلق بالقرآن کے حوالے سے تفصیل کے لئے:

۱۔ ”ارکان ایمان“ ii۔ ”اجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر“

از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نظام مصطفیٰ ایک انقلاب آفریں اصطلاح

از ڈاکٹر محمد طاہر القادری، دین ملت، انتظام کی بحث

۸۔ ۹:۳۳، ۳۸:۲۸، ۶۱:۹

۹۔ اور یہ مراحل خمسہ درج ذیل آیت قرآن سے ماخوذ ہیں۔

ولقد اخذ الله ميثاق بني اسرائيل (دعوت) و بعثنا منهم

اثني عشر نقيبا (نظم) وقال الله اني معكم. لن اقيم الصلوة

و اقيم الزكوة (تربيت) و امنتم برسلي و عززتموهم

واقرضتم الله قرضاً حسناً (تحريك و انقلاب کی جدوجہد) لا

كفرن عنكم سيئاتكم ولا دخلنكم جنت تجرى من تحتها

الانهر (انقلاب) فمن كفر بعد ذلك منكم فقد ضل سواء

السبيل (انقلابی راہ سے انحراف کا انجام: زوال)

(۱۲:۵)

۱۰۔ تصوف کی تفصیل کے حوالے سے ملاحظہ ہوں:

i۔ منہاج الافکار جلد سوم

ii۔ حقیقت تصوف

iii۔ تصوف و سلوک کا عملی دستور از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ii۔ بقول اقبال!

آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فہمیہ

وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام

قوم کیا چیز ہے؟ قوموں کی امامت کیا ہے؟  
اس کو کیا سمجھیں یہ ہمارے دو رکعتہ کے امام  
(ضرب کلیم)

۱۲۔ کاد الفقراں یکون کفراً (الحديث)

۱۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

i۔ اسلامی فلسفہ زندگی ii۔ معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

(ازڈاکٹر محمد طاہر القادری)

۱۴۔ کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دولت میں

سمجھے گا نہ تو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک (بال جبریل)

۱۵۔ ملاحظہ ہوں:

i۔ حصول مقصد کی جدوجہد اور نتیجہ خیزی

ii۔ پیغمبرانہ جدوجہد اور اسکے نتائج ازڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۶۔ دیگر ۲: ۱۹۳

۱۷۔ تحریک منہاج القرآن کے حوالے سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

i۔ تحریک منہاج القرآن افکار و ہدایات (ازڈاکٹر محمد طاہر القادری)

ii۔ تحریک منہاج القرآن انٹرویوز کی روشنی میں

تحریک کے انقلابی فکر کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں:

سیرت رسول ﷺ جلد ۵ حصہ اول

تحریک منہاج القرآن کے مراحل خمسہ: پروفیسر محمد رفیق

تحریک منہاج القرآن کی فکری اور نظریاتی اساس:

علی اکبر قادری الازہری



تحریک منہاج القرآن کے دس سال: پروفیسر محمد رفیق  
 تحریک منہاج القرآن اور آئندہ قیادت: منہاج القرآن پبلی کیشنز  
 بانی تحریک منہاج القرآن کے حوالے سے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں:

نابغہ عصر: پروفیسر محمد رفیق

قائد انقلاب کی انقلابی جدوجہد: پروفیسر محمد رفیق

ڈاکٹر محمد طاہر القادری میدان کارزار میں ازبیدار سردی

شاہ ولی اللہ اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے افکار و نظریات

ڈاکٹر محمد اقبال اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی نظریات

معلم عصر: نعیم انور نعمانی

ارشادات اکابر فی مقامات طاہر

فرمودات قائد انقلاب: طاہر حمید تنولی

اشعار

## فہرست اشاریہ

صفحہ	عنوانات	نمبر
۵۰۹	القرآن	۱
۵۳۱	الاحادیث	۲
۵۲۳	اشعار	۳
۵۴۱	اعلام	۴
۵۴۹	اماکن	۵
۵۵۲	مضامین	۶

# القرآن



نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
	<u>البقره: ٥:</u>		
١	هدى للمتقين Oالذين.....	٣٢:٢	٣٤٢
٢	كيف تكفرون بالله و كنتم امواتا.....	٢٨:٢	٢٩٥
٣	و قلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو.....	٣٦:٢	٣٣
٤	قلنا اهبطوا منها جميعا فاما يا تينكم.....	٣٨:٢	١٣٤-٣٣
			٣٣٤-١٣٩
٥	اتامرون الناس بالبر و تنسون.....	٢٣:٢	٢٨٢
٦	و د كثير من اهل الكتب.....	١٠٩:٢	٣٠٦
٧	ولن ترضى عنك اليهود.....	١٢٠:٢	٣٠٦
٨	و اذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت.....	١٢٤:٢	٤٠
٩	ربنا واجعلنا مسلمين لك.....	١٢٨:٢	٣٠٩
١٠	صبغة الله و من احسن من الله صبغة	١٣٨:٢	٢٥٩
١١	كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا.....	١٥١:٢	١٩٢'١٣٠
			'٢٩٤'٢٥٤
			٣٩٨
١٢	ولنبلونكم بشيء من الخوف.....	١٥٦'١٥٥:٢	٢٨٣
١٣	والذين امنوا اشد حبا لله.....	١٦٥:٢	٢٤٢
١٤	ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر.....	١٤٤:٢	٣٤٢'١٣٩
١٥	الم تر الى الذي خرجوا من ديارهم.....	٢٢٣:٢	٢٢٣

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٦	وقاتلوا في سبيل الله واعلموا.....	٢٣٣:٢	٢٣٥
		٢٣٥	
١٧	الذين يظنون انهم ملقوا الله.....	٢٣٩:٢	٢٣٦
١٨	فهذ موهم باذن الله وقتل داود جالوت	٢٥١:٢	١١٣
١٩	الم تر الى الذي حاج ابراهيم.....	٢٥٨:٢	٢٣٥'٢٢
٢٠	فانظر الى طعامك وشرابك لم يتسنه	٢٥٩:٢	٢٢٦'٢٢٥
			٢٣١
٢١	و اذ قال ابراهيم رب ارني.....	٢٦٠:٢	٢٣٨
٢٢	مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله	٢٦١:٢	٢٢٤
	<u>آل عمران:</u>		
٢٣	زين للناس حب الشهوات.....	١٣:٣	٣٢٦
٢٤	ان الذين عند الله الاسلام	١٩:٣	٣٠٤
٢٥	قل يا اهل الكتاب تعالوا.....	٦٣:٣	٣٤٣
٢٦	لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون	٩٢:٣	٣٤٣
٢٧	و كيف تكفرون و انتم تتلى عليكم ايت الله.....	١٠١-١٠٣:٣	٣٠٩
٢٨	يا ايها الذين امنوا اتقوا الله.....	١٠٢:٣	٣٠٨
٢٩	ولتكن منكم امة يدعون الى الخير.....	١٠٤-١٠٥:٣	٣٠٥'٣٠١
			٣١٣
٣٠	كنتم خير امة اخرجت للناس.....	١١٠-١١١:٣	٣١٦

صفحة	حواله	أطراف الآيات	نمبر شمار
٢٦١	١١٣:٣	ليسوا سواء من اهل الكتاب.....	٣١
٢٢	١١٣:٣	يومنون بالله واليوم الاخر ويامرون بالمعروف.....	٣٢
٣٤٥	١٣٣:٣	وجنة عرضها السموات والارض.....	٣٣
	١٣٣		
٢٨١	١٣٩:٣	ولا تهنوا ولا تحزنوا.....	٣٤
٢٩٠	١٣٦:٣	وكاين من نبى قتل معه ربيون كثير.....	٣٥
٣٢٥	١٩١:٣	الذين يذكرون الله قياما.....	٣٦
٢٨٨	٢٠٠:٣	يا ايها الذين امنوا اصبروا.....	٣٧
		<u>النساء:</u>	
٢١	٦٣:٣	وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله	٣٨
٣٦٣	٤٣:٣	يشرون الحيوۃ الدنيا بالاخرة.....	٣٩
٢٩٠	٨٩:٣	فلا تتخذوا منهم اولياء	٤٠
٢٩٤'٢٥٨	١١٣:٣	وانزل الله عليك الكتاب والحكمة.....	٤١
٤٦	١٢٥:٣	ومن احسن دنيا ممن اسلم وجهه لله.....	٤٢
٣٣٥	١٣٣:٣	لا خير كثير من نجوهم.....	٤٣
١١٣	١٦٣'١٦٣:٣	واتينا داؤد زبوراً.....	٤٤
		<u>المائدة</u>	
٢٠٤'١٣٦	٣:٥	اليوم ينس الذين كفروا من دينكم.....	٤٥
٣٠٤			



نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحة
٣٦	و اذ قال موسى لقومه يقوم اذكروا .....	٢١-٢٠:٥	١٠١
٣٧	لكل جعلنا منكم شرعة و منهاجا .....	٢٨:٥	٣٢٥
٣٨	ولو ان اهل الكتب امنوا و اتقوا .....	٢٢-٢٥:٥	١٢٦
٣٩	يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك .....	٦٤:٥	١٩٠-١٢٩
<u>الانعام:</u>			
٥٠	فلما را الشمس بازعة قال هذا ربى .....	٤٩-٤٨:٢	٤٠
٥١	كلا هدينا و نوحا هدينا من قبل .....	٨٥:٢	١١٨
٥٢	لا تسبوا الذين يدعون .....	١٠٨:٢	٣٤٤
٥٣	ان الذين فرقوا دينهم .....	١٥٩:٢	٣٤٨
٥٣	ان صلاتى و نسكى .....	١٦٢:٢	٢٤٢
<u>الاعراف:</u>			
٥٥	لقد ارسلنا نوحا الى قومه فقال يقوم اعبدوا الله .....	٦٣-٥٩:٤	١٥٣-٣٥
٥٦	فكذبوه فانجينه و الذين معه فى الفلك	٦٣:٤	١٦٨
٥٧	و الى عاد اخاهم هودا قال يقوم اعبدوا الله	٦٨-٦٥:٤	١٥٥-٥٤
			٢٣٣
٥٨	قال قد وقع عليكم من ربكم رجس .....	٤١:٤	١٦٨
٥٩	فانجينه و الذين معه برحمة منا .....	٤٢:٤	١٦٩-٥٨
٦٠	و الى ثمود اخاهم صلحا قال يقوم اعبدوا	٤٣-٤٣:٤	١٥٩-٦٠
٦١	قال الملاء الذين استكبروا من قومه .....	٤٦-٤٥:٤	٦٣

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
٢٢	ففقرو والناقاة وعتوا عن امر ربهم .....	٤٩:٤٤	٢٢٣'١٤٠
٢٣	و لوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة .....	٨٢:٨٠	١٦١'٤٨
٢٤	فانجينه واهله الا امراته كانت من الغبرين .....	٨٣:٨٣	١٤٣
٢٥	و الى مدين اخاهم شعيبا .....	٨٨:٨٥	١٦١'٩١
٢٦	قال الملاء الذين استكبروا من قومه .....	٩٠:٨٨	١٤٣'٩٦
٢٧	فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فى دارهم جثمين .....	٩٣-٩١	١٤٥'٩٨ ٢٢٢
٢٨	ثم بعثنا من بعدهم موسى بايتنا .....	١٠٥-١٠٣	١٤٤-١٠١
٢٩	قال ان كنت جنت باية فات بها .....	١٠٦:٤	١٠٣-١١٠
٤٠	قالوا ارجه و اخاه و ارسل فى .....	١١٩-١١٣	١٠٥
٤١	و قال الملاء من قوم فرعون اتذر موسى	١٢٤:٤	١٠٣
٤٢	قال موسى لقومه استعينوا بالله .....	١٢٨:٤	١٠٢
٤٣	فانتقمنا منهم فاغرقنهم فى اليم .....	١٣٦:٤	١٤٤'١٠٤
٤٤	و اورثنا القوم الذين كانوا .....	١٣٤:٤	١٤٤'١٠٤
٤٥	الذين يتبعون الرسول .....	١٥٤:٤	١٨٦
٤٦	قل يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا .....	١٥٨:٤	١٨٤
	<b>الانفال:</b>		
٤٧	و اذ يعدكم الله احدى الطائفتين .....	٨:٤	١٩٩'١٣٥

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحة
٤٨	و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض .....	٢٦:٨	'٣٢٢'١٣١ ٣٥٢
٤٩	و قاتلوهم حتى لا تكون فتنة..... <u>التوبة:</u>	٣٩:٨	٣٩٠-٣٢٢
٨٠	يريدون ان يطفنوا نور الله بافواههم.....	٣٢:٩	'١٩٤'١٣٢ ٢٥٣
٨١	هو الذى ارسل رسوله بالهدى.....	٣٢:٩	'١٨٩'١٢٤ ٣٤٩'١٩٦
٨٢	يا ايها الذين امنوا ان كثيرا من الاحبار.....	٣٢:٩	١٩٨
٨٣	يا ايها النبي جاهد الكفار.....	٤٣:٩	٢٩٠
٨٣	ان الله اشترى المؤمنين..... <u>يونس:</u>	١١٢'١١١:٩	
٨٥	لهم البشرى في الحياة الدنيا.....	٢٣:١٠	٢٩١
٨٦	واتل عليهم نبا نوح اذ قال لقومه.....	٤٢'٤١:١٠	٣٤
٨٤	فما امن موسى الاذرية من قومه.....	٨٣:١٠	٣٦٨'١٤٩
٨٨	فلولا كانت قرية امننت فنفعها..... <u>هود:</u>	٩٨:١٠	١١٢
٨٩	ولقد ارسلنا نوحا الى قومه انى لكم نذير مبين.....	٢٤'٢٥:١١	١٥٣'٢٣
٩٠	قال يقوم اراء يتم ان كنت على بينة.....	٢٩-٢٨:١١	٢٢

صفحة	حواله	أطراف الآيات	نمبر شمار
٢٦	٣٢:١١	قالوا ينوح قد جاد لتنا .....	٩١
٢٦	٣٣'٣٣:١١	قال انما ياتيكم به الله ان شاء .....	٩٢
١٦٤	٣٩:١١	فسوف تعلمون من ياتيه عذاب .....	٩٣
٥٢	٣٨:١١	قيل ينوح اهبط بسلم منا .....	٩٤
'١٥٢'٥٢	٥٢_٥٠:١١	و الى عاد اخاهم هودا قال يقوم اعبدوا الله	٩٥
١٦٩			
١٦٩'٥٩	٦٠_٥٨:١١	ولما جاء امرنا نجينا هودا والذين امنوا معه.....	٩٦
١٥٨'٦٣	٦١:١١	و الى ثمود اخاهم صلحا قال يقوم اعبدوا الله	٩٤
١٤٠	٦٥_٦٣:١١	و يا قوم هذه ناقة الله لكم .....	٩٨
١٤١'٦٦	٦٨_٦٢:١١	قالوا يصلح قد كنت فينا مرجوا قبل هذا	٩٩
٦٩	٤٥:١١	ان ابراهيم لحليم او اه منيب O	١٠٠
٨٢	٨٠_٤٤:١١	ولما جاءت رسلنا لوطا سئ بهم .....	١٠١
١٤٣'٨٣	٨٣_٨٢:١١	فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها .....	١٠٢
١٦٣'٩٠	٨٦_٨٣:١١	و الى مدين اخاهم شعيبا قال يقوم اعبدوا الله .....	١٠٣
١٤٣'٩٦	٨٩'٨٤:١١	قالوا يشعيب صلوتك تامر ك .....	١٠٢
٩٠	٩٠:١١	واستغفروا ربكم ثم توبوا اليه .....	١٠٥
٩٥	٩٣_٩١:١١	قالوا يشعيب ما نفقه كثيرا مما .....	١٠٦

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٠٧	فلما جاء امرنا نجينا شعيبا والذين امنوا معه .....	٩٥'٩٣:١١	١٧٥'٩٩
١٠٨	ولقد ارسلنا موسى بايتينا وسلطن مبين	٩٧-٩٤:١١	١٧٨'١٠٠
١٠٩	وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى.....	١٠٣:١١	١٧٨
١١٠	فاستقم كما امرت ومن تاب معك .....	١١٣'١١٢:١١	١٨٥
١١١	فلولا كان من القرون من قبلكم .....	١١٧-١١٤:١١	١٨٦
١١٢	وكلا نقص عليك من انباء الرسل .....	١٢٠:١١	١٨٨
<u>يوسف:</u>			
١١٣	ولما بلغ اشده اتينه حكما و علما.....	٢٢:١٢	٨٦
١١٣	قال لا ياتيكما طعام ترزقنه.....	٣٠'٣٧:١٢	٨٦
١١٥	قال اجعلني على خزانن الارض انى حفيظ عليم .....	٥٦'٥٥:١٢	٣٧٠'٨٨
١١٦	انه لا ياتس من روح الله .....	٨٧:١٢	٢٩٦
١١٧	قل هذه سبيلى ادعوا الى الله .....	١٠٨:١٢	٢٨٩
<u>الرعد:</u>			
١١٨	ان الله لا بغير ما يقوم .....	١١:١٣	٣٣٣'٢٩٥
١١٩	الا بذكر الله تطمنن القلوب .....	٢٨:١٣	٣٢٥
<u>الحجر:</u>			
١٢٠	وجاء اهل المدينة يستبشرون.....	٤٠'٦٤:١٥	٨١
١٢١	فاخذتهم الصيحة مشرقين .....	٤٤'٤٣:١٥	٨٣

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
	<u>النحل:</u>		
١٢٢	وله الدين و اصبا .....	٥٢:١٦	٢١٥
١٢٣	ان ابراهيم كان امة قانتا لله .....	١٢٣'١٢٠:١٦	٤٥
١٢٣	ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة	١٢٥:١٦	'١٩٠'١٢٩ ٢٣٥'٢١٩
	<u>الاسراء</u>		
١٢٥	و قل رب ادخلني مدخل صدق .....	٨٠:١٤	٣٤١'١٣٩
		٨١:١٤	٣٤٢
	<u>مريم:</u>		
١٢٦	قال رب انى وهن العظم منى .....	٣:١٩	٢٢٨
١٢٤	يا ذكريا انا نبسترك بغلم .....	٤:١٩	٢٢٩
١٢٨	وقد خلقتك من قبل ولم تك شياء	٩:١٩	٢٣٠
	<u>طه:</u>		
١٢٩	طه O ما انزلنا عليك القرآن لتشقى! .....	٢٠:٢٠	٢٦٢
١٣٠	اذهبا الى فرعون انه طغى O	٢٣:٢٠	٣٦٩
١٣١	قال رب اشرح لى صدرى .....	٢٥:٢٠-٢٣	١٨٠
١٣٢	قال قد اوتيت سؤلك يا موسى	٣٦:٢٠	١٨٣
١٣٣	اذهب انت و اخوك .....	٢٢:٢٠	١٨٣

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٣٢	اذهبا الى فرعون انه طغى	٢٣:٢٠	٣٦٩
١٣٥	فاتيه فقولا انا رسولا .....	٢٤:٢٠	٣٤٠
١٣٦	قالوا ان هذين لسحرون يريدن .....	٢٣:٢٣	١٠٦
١٣٧	ولقد اوحينا الى موسى ان اسر .....	٤٤:٢٠	١٠٣
<u>الانبياء:</u>			
١٣٨	قال بل ربكم رب السموات والارض .....	٥٨-٥٦:٢١	١٤٢'٤٣
١٣٩	قالوا هرقوه وانصروا الهتكم .....	٢٩'٢٨:٢١	٤٥
١٤٠	ونجينه ولوطا الى الارض التي بركنا فيها للعلمين ○	٤١:٢١	٨٥
١٤١	ونصرنه آئمة يهدون بامرنا .....	٤٣:٢١	٢٣
١٤٢	ونصرنه من القوم الذين كذبوا .....	٤٤:٢١	٥٠
١٤٣	و داؤد و سليمان اذ يحكمن فى الحرث	٤٩'٤٨:٢١	١٢٠
١٤٤	و ذالنون اذ ذهب مغاضا فظن .....	٨٨'٨٤:٢١	١٠٩
١٤٥	ولقد كتبنا فى الزبور من بعد الذكر ان الارض .....	١٠٦'١٠٥:٢١	٢٥
<u>الحجر:</u>			
١٤٦	ولولا دفع الله الناس .....	٢٠:٢٢	٣٨٤'٣٦٦
			٣٨٩
١٤٧	الذين ان مكنهم فى الارض اقاموا الصلوة .....	٢١:٢٢	٣٦٦-٢٦ ٣٩٢

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٣٨	ذلك بان الله هو الحق .....	٢٦:٢٢	٢١٥
١٣٩	هو الذى احياكم ثم يميتكم .....	٢٦:٢٢	٢٩٥'٢٣١
١٥٠	لكل امة جعلنا منسكا هم ناسكوه .....	٢٨'٢٤:٢٢	٢٣٥'٢٣٤
١٥١	و اذا تتلى عليهم ايتنا بينت .....	٤٢:٢٢	٣٣٥
١٥٢	هو سمكم المسلمين من قبل و فى هذا <u>المؤمنون:</u>	٤٨:٢٢	٣٠٨
١٥٣	ولقد ارسلنا نوحاً الى قومه .....	٢٥'٢٣:٢٣	٢٠
١٥٢	فاوحينا اليه ان اصنع الفلك .....	٢٤:٢٣	٥١
	<u>النور:</u>		
١٥٥	ومن يتبع خطوات الشيطان فانه يامر	٢١:٢٣	٣٣٦
١٥٦	و يعلمون ان الله هو الحق المبين	٢٥:٢٣	٢١٥
١٥٤	رجال لا تلهيهم تجارة .....	٣٤:٢٣	٣٢٢
١٥٨	و اقساموا بالله جهد ايمانهم .....	٥٣:٢٣	٣٣٥
١٥٩	وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصلحت .....	٥٥:٢٣	'١٣٨'٢٦
		٥٦	٣٦٣'٣٣٦
			٣٨٣
	<u>الفرقان:</u>		
١٦٠	و كذلك جعلنا لكل نبي عدوا .....	٣١:٢٥	'١٣٤'١٣٣
			٢٥٣
١٦١	و قوم نوح لما كذبوا الرسل اغرقنهم	٣٤:٢٥	٢٩



نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
	<u>الشعراء:</u>		
١٦٢	كذبت قوم نوح المرسلين.....	١٠٥:٢٦	٣٢:١١١
١٦٣	قال وما علمى بما كانوا يعملون.....	١١٥-١١٢:٢٦	٦٥
١٦٣	قالوا لئن تئنه ينوح لتكونن من المرجومين O	١١٦:٢٦	٣٥
١٦٥	قال رب ان قومى كذبون.....	١١٨'١١٤:٢٦	٣٤
١٦٦	فانجينه ومن معه فى الفلك المشحون	١٢٠'١١٩:٢٦	٥١
١٦٤	كذبت عاد ن المرسلين.....	١٢٣:٢٦	٥٣
		١٣٥	
١٦٨	اذ قال لهم اخوهم هود الا تتقون.....	١٢٣:٢٦	٥٥
		١٢٦	
١٦٩	فكذبوه فاهلنكهم ان فى ذلك لاية.....	١٣٩:٢٦	٥٨
١٤٠	اذ قال لهم اخوهم صلحا الا تتقون.....	١٣٢:٢٦	٦٢
		١٥٢	
١٤١	فكذبوه فاهلنكهم ان فى ذلك لاية.....	١٣٩:٢٦	٥٨
١٤٢	اذ قال لهم اخوهم صلحا الا تتقون.....	١٣٢:٢٦	٦٢
		١٥٢	
١٤٣	قالوا انما انت من المسحرين.....	١٥٣:٢٦	٦٣
		١٥٣	

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٤٣	اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون.....	١٦١:٢٦	١٤٣'٤٤
		١٦٨	
١٤٥	اذ قال لهم شعيب الا تتقون .....	١٤٤:٢٦	٩٠'١٨٠
١٤٦	او فوا الكيل ولا تكونوا من المخسرين	١٨١:٢٦	٩٣
		١٨٣	
١٤٧	قالوا انما انت من المسحرين.....	١٨٥:٢٦	٩٣-١٨٤
١٤٨	فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة.....	١٨٩:٢٦	٩٩
		١٩١	
<u>النمل:</u>			
١٤٩	ولقد اتينا داؤد سليمان علماً.....	١٥:٢٤	١١٩
١٨٠	انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم.....	٣١'٣٠:٢٤	١٢٠
١٨١	قالت ان الملوك اذا دخلوا قرية.....	٣٣:٢٤	١٢١
١٨٢	فلما جاءت قيل أهكذا عرشك قالت	٣٢:٢٤	١٢٢
١٨٣	قالت رب انى ظلمت نفسى و اسلمت.....	٣٣:٢٤	١٢٢
١٨٣	ولقد ارسلنا الى ثمود اخاهم صلحا أن اعبدوا الله	٣٦'٣٥:٢٤	٦١
١٨٥	قالوا اطيرنا بك و بمن معك.....	٣٩'٣٤:٢٤	٦٥

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٨٦	ومكروا مكرا و مكرنا مكرا و هم لا يشعرون .....	٥٣'٥٠:٢٤	٦٦
١٨٤	ولوطا اذ قال لقومه اتأتون الفاحشة..... <u>القصص:</u>	٥٢'٥٣:٢٤	٤٩
١٨٨	ولا يصدنك عن آيت الله بعدا اذ..... <u>العنكبوت:</u>	٨٤:٢٨	٢٢٦
١٨٩	ولقد ارسلنا نوحا الى قومه.....	١٣:٢٩	٥٠
١٩٠	ولوطا اذ قال لقومه انكم لتأتون.....	٣٠'٢٨:٢٩	٨٠
١٩١	و الى مدين اخاهم شعيبا.....	٣٦:٢٩	٨٩
١٩٢	فكذبوه فاخذتهم الرجفة..... <u>الروم:</u>	٣٤:٢٩	٩٩
١٩٣-	ان وعد الله حق ولا يستخفك الذين لا يوقنون O <u>الاحزاب:</u>	٦٠:٣٠	٣٢٨
١٩٢	لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة	٢١:٣٣	٣٩٢'٣٣٩
١٩٥	يا ايها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا <u>سبا:</u>	٣٢'٣١:٣٣	٢٥١
١٩٦	يا ايها النبي انا ارسلتك شاهدا و مبشرا و نذيرا.....	'٣٥:٣٣ ٣٦	١٩١'١٣٠ ٢٥٥

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
١٩٤	ولقد اتينا داؤد منا فضلا .....	١١١٠:٣٢	١١٦
١٩٨	اعملوا ال داؤد شكرا و قليل من عبادى الشكور O <u>فاطر:</u>	١٣:٣٢	١٢
١٩٩	فلن تجد لسنن الله تبديلا .....	٢٣:٣٥	٢٢٣
	<u>الصفن:</u>		
٢٠٠	فلما اسلما و تله للجبين .....	١٠٣:٣٤	٤١
		١٠٤	
٢٠١	و تركنا عليه فى الاخرين .....	١٠٨:٣٤	٤١
		١٠٩	
٢٠٢	و ان يونس لمن المرسلين .....	١٣٩:٣٤	١٠٨
		١٣٣	
٢٠٣	و ارسلنه الى مائة الف او يزيدون .....	١٣٤:٣٤	١١٢
		١٣٨	
	<u>ص:</u>		
٢٠٢	و شددنا ملكه و اتينه الحكمة و فصل الخطاب O	٢٠:٣٨	١١٤
٢٠٥	يداؤد انا جعلنك خليفة فى الارض .....	٢٦:٣٨	١١٤
٢٠٦	و وهبنا لداؤد مسلمين نعم العبد انه اواب	٣٠:٣٨	١١٨
٢٠٤	قال رب اغفرلى و هب لى ملكا .....	٣٥:٣٨	١١٩

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
	<u>الزمر</u>		
٢٠٨	الا لله الدين الخالص	٣:٣٩	٢١٥
	<u>المؤمن:</u>		
٢٠٩	ويا قوم مال ادعوكم الى النجوة.....	٣٢:٣١-٣٠	٢٢٣
	<u>حم السجدة:</u>		
٢١٠	ان الذين قالوا ربنا الله.....	٣٢-٣٠:٣١	٢٤٦
٢١١	ومن احس قولاً ممن دعا الى الله.....	٣٢:٣١	٢٤٨
		٢٥	
	<u>الشورى</u>		
٢١٢	شرع لكم من الدين ما وصى به.....	١٣:٣٢	٤٢
٢١٣	فلذلك فادع واستقم كما.....	١٥:٣٢	٢٢٦
	<u>الزخرف</u>		
٢١٣	ولما جاء عيسى بالبينت قال قد جئتكم	٦٣:٣٣	١٢٣
		٦٣	
٢١٥	فاختلف الاحزاب من بينهم.....	٦٥:٣٣	١٢٣
	<u>الدخان:</u>		
٢١٦		٥٢'٥٥:٣٣	
	<u>محمّد:</u>		
٢١٤	فلا تهتروا وتدعوا الى السلم.....	٣٥:٣٤	٢٢٦

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
	<u>الفتح:</u>		
٢١٨	هو الذى ارسل رسوله بالهدى.....	٢٨:٢٨	١٣٠-١٣٤
		٢٩	٣٢٢
	<u>الذاريات:</u>		
٢١٩	و قوم نوح من قبل.....	٢٦:٥١	٥٠
٢٢٠	ولقد اتينا ابراهيم اشده من قبل	٥٢:٥١	١٥١
	<u>النجم:</u>		
٢٢١	ان الظن لا يغنى من الحق شياء O	٢٨:٥٣	٢٢٥
	<u>الحديد:</u>		
٢٢٢	ولقد ارسلنا رسلنا بالبينت.....	٢٥:٥٤	٢١٥'١٣٤
			٣٨٣'٣٦١
٢٢٣	ثم قفينا على آثارهم برسلنا.....	٢٤:٥٤	١٢٢
	<u>المجادلة</u>		
٢٢٣	وانهم ليقولون منكرا.....	٢:٥٨	٣٢٦
	<u>الحشر:</u>		
٢٢٥	وما اتاكم الرسول فخذوه.....	٤:٥٩	٢٨١
٢٢٦	ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون	٩:٥٩	٢٠٦
	<u>المتحنة:</u>		

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
٢٢٤	قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه <u>الصف:</u>	٣:٢٠	٤٤
٢٢٨	و اذ قال عيسى بن مريم يبنى اسرائيل انى رسول الله.....	٤٦:٢١	١٢٥
٢٢٩	يا ايوا الذين امنوا اهل ادلكم على تجارة.....	١٠-٨:٢١	٢٢٥-٢٠١
٢٣٠	هو الذى ارسل رسوله بالهدى.....	١٠-٩:٢١	٢٣٢
٢٣١	يريدون ليطفوا نور الله بافواهم..... <u>التحريم:</u>	١١-٨:٢١	٢٠١-١٣٥
٢٣٢	قوا انفسكم و اهليكم ناراً..... <u>القلم:</u>	٦:٢٢	٢٨٥
٢٣٣	فاصبر بحكم ربك ولا تكن كصاحب الحوث..... <u>نوح:</u>	٥٠-٣٨:٢٨	١١٠
٢٣٤	انا ارسلنا نوحاً الى قومه ان انذر.....	٣١:٤١	٣٨
٢٣٥	قال رب انى دعوت قومي ليلا و نهارا	٥:٤١	٢٢٣
٢٣٦	قال رب انى دعوت قومي ليلا و نهارا.....	٩-٥:٤١	٢٤
٢٣٧	ثم ان دعوتهم جهارا.....	١٣-٨:٤١	٣٩

نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
٢٣٨	قال نوح رب انهم عصوني وابتعوا.....	٢٤٢١:٤١	١٦٥'٢٨
٢٣٩	جاء الحق زهق الباطل.....	٨١:٤١	١٣٣
	<u>الجن:</u>		
٢٣٠	انا سمعنا قرآن عجبا.....	٢'١:٤٢	٢١٣
	<u>المزمل:</u>		
٢٣١	يا ايها المدثر O	٣'١:٤٣	١٢٨
٢٣٢	قم اليل الا قليلا.....	٣'٢:٤٣	٢٦٠'٢٥٩
٢٣٣	انا سنلقى عليك قولا ثقيلا O	٥:٤٣	٢٦٢
٢٣٤	ان ناشئة اليل هي اشد وطا واقوم قيلا O	٦:٤٣	٢٦٣
٢٣٥	ان لك في النهار سبحا طويلا O	٤:٤٣	٢٦٥
٢٣٦	واذكر اسم ربك.....	٨:٤٣	٢٦٦'٢٦٥
٢٣٧	رب المشرق والمغرب.....	٩:٤٣	٢٦٧
٢٣٨	وامبر على ما يقولون.....	١٠:٤٣	٢٦٨'٢٦٧
٢٣٩	و ذرني والمكذبين.....	١٣'١١:٤٣	٢٦٩
	<u>المدثر:</u>		
٢٥٠	يايها المدثر.....	٣'١:٤٣	١٩١
	<u>الدهر:</u>		
٢٥٢	هل اتى على الانسان حين من الدهر.....	١:٤٦	٢٦٣
	<u>الغاشية:</u>		



نمبر شمار	أطراف الآيات	حواله	صفحه
٢٥٣	فذكر انما انت مذكرو <u>الفجر:</u>	٢١:٨٨	١٩١'١٢٩
٢٥٣	يايتها النفس المطمئنة..... <u>اليل:</u>	٢٤:٨٩ ٣٠	٣٢١'٢٦٤
٢٥٥	وسيجننها الاتقى..... <u>البينة:</u>	١٨'١٤:٩٢	٣٤٥
٢٥٦	ليعبد والله مخلصين له الدين <u>العصر:</u>	٥:٩٨	٣٦٢
٢٥٤	والعصر ان الانسان.....	١٠٣	٢٨٣'٢٤٢
٢٥٨	وتواصو بالحق وتواصو بالصبر <u>القريش:</u>	١٠٣	٢٨٣'٢٤٢
٢٥٩	لايلف قريش <u>الماعون:</u>	١٠٦:١-٢	١٣٣
٢٦٠	اريت الذي يكذب بالدين..... <u>النصر:</u>	١٠٤	٣٤٦'١٣٠
٢٦١	اذا جاء نصر الله والفتح.....	١١٠	٢١٥

## الاحادیث

صفحة	اطراف الاحاديث والآثار	نمبر شمار
٢٨٤	انما بعثت رحمة ولم ابعث لعاناً	١
	ذكر رسول الله ﷺ فتنة فقربها قالت قلت يا رسول	٢
٣٣٢	الله من خير الناس .....	
٣٣٥	من رأى منكم منكراً .....	٣
٣٣٥	انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها .....	٤
٣٣٥	والذى نفسى بيده لتامرون .....	٥
٢٢٠	فليبلغ الشاهد الغائب	٦
٢٤١، ٢٣٢	لا يقوم بدين الله الا من .....	٧
٢٤٥	من ركب نجى' ومن تخلف عنها هلك .....	٨
٩٤٥	اصحابى كالنجوم فبايهم اقتديتم .....	٩
٢٤٦	ايما امرى قال لآخيه كافر .....	١٠
٢٨٨	كاد الفقر ان يكون كفراً	١١

اشعار



صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
31		حسن یوسف دم عیسیٰ یذ بیضاداری آنچہ خوباں ہم دارند تو تنہا داری	۱
184	اقبال	ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن	۲
223	اقبال	حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو لہو خورشید کا ٹپکے گا اگر ذرے کا دل چیریں	۳
234	اقبال	تقدیر کے قاضی کا فتویٰ ہے ازل سے ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات	۴
260	باجو	کئی جاگن کئی جاگ نہ جانن تے کئی جاگدیاں وی سته ہو کہناں نوں رب ستیاں ملیاتے کئی جاگدے وی مٹھے ہو۔	۵
261		یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن	۶

صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
263 381	اقبال	تری نماز بے سرور ترا امام بے حضور! ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزرا!	۷
264	اقبال	اسی سے ٹوٹ سکتا تھا یہ طلسم رنگ و بو یہی توحید تھی جسے نہ تو سمجھانہ میں سمجھا	۸
265	اقبال	ذکر و ذاکر محو گردد بالتمام جملگی مذکور ماند والسلام	۹
267		بیروں کشید زہیچاک ہست بود مرا چہ عقدہ ہا کہ مقام رضا کشود مرا	۱۰
273 384	اقبال	جو میں سر بسجده ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں	۱۱
276	اقبال	چمن والو چمن میں یوں گزارا چاہئے باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی	۱۲

صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
276	اقبال	باطل دوئی پسند اور حق لا شریک ہے شرکت میان حق و باطل نہ کر قبول	۱۳
281	اقبال	توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے	۱۴
287	سعدی	دوستاں راجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری	۱۵
295	اقبال	قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے	۱۶
296	اقبال	مقام بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر زنوری سجدہ می خواہی زخاکی پیش ازاں خواہی	۱۷
297	میاں محمد بخش	ہو یافتا فی الشیخ ایہہ طالب مرشد وچ سمایا لا الہ دی پھر بھاری الا اللہ گھر آیا	۱۸



صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
297	اقبال	نہ در اندیشہ من کارزار کفر و ایمانے نہ در جان غم اندوزم ہوائے باغ رضوانے اگر کاوی در و نم و خیال خویش رایابی پریشاں جلوہ چوں ماہتا بے اندر بیابانے	۱۹
298	باہو	اندر ہوتے باہر ہو ایدم ہودے نال جلیندا ہو ہودا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ہو جتھے ہو کرے رشنائی چھوڑ اندھیرا دیندا ہو میں قرباں تنہاں توں باہو جہڑا ہونوں صحی کر بندا ہو	۲۰
318	غالب	جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا	۲۱
325	اقبال	شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی	۲۲
325	اقبال	عزم مارا بہ یقیں پختہ ترک ساز کہ ما اندریں معرکہ بے خیل و سیاہ آمدہ ایم	۲۳

صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
346-364	//	باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو ہے کیا حسین فریب جو کھائے ہوئے ہیں ہم	۲۴
378	اقبال	ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد	۲۵
382	//	عصا نہ ہو تو کلیسیا ہے کار بے بنیاد	۲۶
383	اقبال	مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے	۲۷
420	اقبال	مکمل از ختم الرسل ایام خویش تکیہ کم کن برفن و برگام خویش	۲۸
445	اقبال	نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زار سے وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساتی	۲۹

صفحہ	شاعر	شعر	نمبر شمار
462	اقبال	بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی	۳۰
503	اقبال	شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے	۳۱
505	اقبال	گر تومی خواہی مسلمان زیستن نیت ممکن جز بقراں زیستن	۳۲
506	اقبال	آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہہ وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام	۳۳
507	//	قوم کیا چیز ہے؟ قوموں کی اہمیت کیا ہے؟ اس کو کیا سمجھیں یہ ہمارے دور کعت کے امام	۳۴
507	اقبال	کھویا گیا ہے جو مطلب ہفتاد و دولت میں سمجھے گا نہ تو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک	۳۵

اعلام



صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
169,70'34'30	آدم	۱
243,172,157		
150, 87 '69,31	ابراہیم	۲
305,249'213,153		
415	ابوسفیان	۳
473	ابن تیمیہ	۴
206,200	ابو جہل	۵
125	احمد	۶
149-32	ادریس	۷
150,32	اسحاق	۸
150	اسرائیل	۹
150-71	اسمعیل	۱۰
184	اقبال	۱۱
32	الیاس	۱۲
32	الیسع	۱۳
193	امام حسین	۱۴
150,127'124	انجیل	۱۵
118,32	ایوب	۱۶
195	بدھ مت	۱۷
125,107,101	بنی اسرائیل	۱۸

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
397	بنی ثقیف	۱۹
415	بنو خزاعہ	۲۰
397	بنی غفار	۲۱
197	بنی ہاشم	۲۲
127	تورات	۲۳
159, 158, 99, 68 تا 60	شمود	۲۴
176, 172		
274	ثناء اللہ قاضی	۲۵
115	جالوت	۲۶
417	حارث غسانی	۲۷
کثیر الاستعمال	حضور اکرم ﷺ	۲۸
34	حوا	۲۹
386	خالد بن ولید	۳۰
417	خسرو	۳۱
270	خواجہ اجمیر	۳۲
484	داتا گنج بخشؒ	۳۳
116 تا 113, 31, 25	داؤد	۳۴
32	ذوالکفل	۳۵
274, 273	رابعہ بصری	۳۶

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
417	روسائے یمامہ	۳۷
116ت113,25	زبور	۳۸
229,228,32	ذکریا	۳۹
327	زلینجا	۴۰
122ت117-31	سلیمان	۴۱
166,48	سواع	۴۲
417	شاہ حبشہ	۴۳
477	شاہ ولی اللہؒ	۴۴
99,89,30	شعیبؑ	۴۵
244'184'180'175ت163		
386	طارق بن زیاد	۴۶
169,160 ,156,155,61,57,	عاد	۴۷
241,32	عذیرؑ	۴۸
417,88	عزیز مصر	۴۹
320	عمرو بن عثمان	۵۰
150	عہد نامہ عتیق	۵۱
265,72,31,30	عیسیٰ	۵۲
195	عیسائیت	۵۳
301	فاروق اعظم	۵۴



صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
244'180t178'108t100	فرعون	۵۵
کثیر الاستعمال	قرآن مجید	۵۶
417	قیصر روم	۵۷
252	لات	۵۸
173'161'95t69,30	لوط	۵۹
کثیر الاستعمال	محمد رسول اللہ ﷺ	۶۰
228	مریم	۶۱
122t120	ملکہ سبا	۶۲
107t100,72,31	موسیٰ	۶۳
190t176,150,118		
270,244,236,213		
368t366		
417	نجاشی	۶۴
240,73,72	نمرود	۶۵
72,53t35,30	نوح	۶۶
154,149,95		
243,167,165		
166	ود	۶۷
367,118,31	ہارون	۶۸
252	ہبل	۶۹

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
'59ت53'95,30	ہود	۷۰
'163,156,155,150		
244,243,174,168		
193	یزید	۷۱
229,126ت123,32	یحییٰ	۷۲
150,87	یعقوب	۷۳
166,48	یعوق	۷۴
166,48	یغوث	۷۵
118,89ت85,31	یوسف	۷۶
368,329,328,327		
113ت108,31	یونس	۷۷



امساکن و بلاد



صفحة نمبر	اماکن وبلاد	نمبر شمار
418	آذربائيجان	۱
418	آرمينيا	۲
416	احد	۳
418	اردن	۴
418	افريقه	۵
418	ايران	۶
416	بدر	۷
418	بصرى	۸
418	بعلبك	۹
418	حمص	۱۰
416	حين	۱۱
418	دمشق	۱۲
418	روم	۱۳
417,177,107	شام	۱۴
197	طائف	۱۵
418	طرابلس	۱۶
418	عراق	۱۷
418	فارس	۱۸
418,417	فلسطين	۱۹

صفحہ نمبر	اماکن و بلاد	نمبر شمار
418	قادسیہ	۲۰
418	قبرص	۲۱
418	کابل	۲۲
70	کعبۃ اللہ	۲۳
418	کوفہ	۲۴
418	لاہور	۲۵
418	مدائن	۲۶
418	مدائن	۲۷
184,176,163,161,99,91,60,89	مدین	۲۸
197	مدینہ	۲۹
418,366,179,177,107	مصر	۳۰
198,197	مکہ	۳۱
418	موصل	۳۲
418	نہاوند	۳۳
418	یرموک	۳۴
417	یمن	۳۵

مضامین





صفحہ	مضامین	نمبر شمار
129	اظہار علی الدین کلہ	۱
72	اقامت دین	۲
343	انقلاب کے ادوار	۳
32	پیراڈائم	۴
310	تفرقہ امت	۵
208,196	تکمیل دین	
195	تکمیل حقہ	۶
182	جدوجہد انقلاب کے تقاضے	۷
197	جدوجہد کی مزاحمت	۸
177	جہاد و انقلاب	۹
193	ختم نبوت کا مفہوم	۱۰
270,256	داعی کا نصاب	۱۱
177	دعوت و تبلیغ	۱۲
207	دین کا تصور	
196	دین حق	۱۳
23	سامی امتیاز	۱۴
28	سیاسی حربے	۱۵
55	سیاسی مزاج	۱۶
249	سیر الی اللہ	۱۷

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
249	سیر من اللہ	۱۸
23	عدل اجتماعی	۱۹
32	علم الاسماء	۲۰
194	غایت نزول قرآن	۲۱
25	فحشاء و منکر	
192	فرائض نبوت	۲۲
24	فعل الخیرات	۲۳
23	فلاح و بہبود انسانی	۲۴
347	قومی زندگی کے شعبے	۲۵
308	قیام جماعت کے تقاضے	۲۶
222	کائناتی اصول وحدت	۲۷
34,33	مستقر و متاع	۲۸
33	معاشرتی کشمکش	۲۹
391	معاشرتی مقاطعہ	۳۰
333	معروف	۳۱
359	معمولہ بہ دین	۳۲
359	معیاری دین	۳۳
189	مقصد بعثت محمدی	۳۴
202	.....کی جدوجہد	۳۵

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
333	منکر	۳۶
238	موثر دعوت کے تقاضے	۳۷
23	نبوی نظام فکر	۳۸
25	نبوی فرائض خمسہ	۳۹
209	نتیجہ خیزی	۴۰
235	نظام دعوت	۴۱
25	نظام صلوٰۃ	۴۲
25	نظام زکوٰۃ	۴۳
371	نیکی کا تصور	۴۴
419	نیورلڈ آرڈر	۴۵
29	وحدت نامی	۴۶
196	حدی	۴۷



## فہرست ضمیمہ جات

صفحہ	عنوانات	نمبر
۵۶۱	تحریر قائد انقلاب محررہ ۱۹۷۳ء	۱
۵۷۷	منتخبات القرآن (قائد انقلاب کا قلمی مسودہ)	۲
۶۴۱	قرآنی فلسفہ انقلاب (قائد انقلاب کا قلمی مسودہ)	۳



ضمیمہ نمبر ۱ .

تحریر قائد انقلاب محررہ ۱۹۷۳ء





1 MONDAY

JANUAR

اکتوبر ۱۹۶۱ء میں ذہین کو القادری فکر  
سے شناسائی ہوئی۔

7-1971ء میں بمقام شعبہ علوم اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی لاہور

2 TUESDAY

استاذی (مکرم) ڈاکٹر برجیاں اللہ

ناروتی

یہ اسے پی ایچ ڈی (علیہ)

سے خیالات سے مستفید ہوئے۔

~~آج کے روزنامے کی~~  
~~رہنمائی کے دوران~~  
 کارل مارکس، لینن، سٹالن  
 اور ہونے والے عارضے

3 WEDNESDAY

اور بعض دیگر غزلیں  
 القادری رہنماؤں کی

تصانیف کے مطالعہ سے

انام غزالی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے القادری

نظریات سے استفادہ کیا۔

4 THURSDAY

JANUARY

۱۷ جمادی

دور بدینہ میں سے جمال الدین امینؒ کی  
 مفتی فریادہؒ کی حسن النساءؒ کے القلابی  
 رحمانات کے ایسی ماضی کی نورانی شہادتیں

شرف القلابی نقطہ نظر سے قرآن و سنت  
 انگریزی اور اردو میں

5 FRIDAY

بالذکر ملت اسلامیہ کا

عزیز و عزیزت جمال قرآن کی

”عالمی القلاب“ کو اپنا

نقطہ نظر اور تقدیر لکھتے بنا لیا

6 SATURDAY 7 SUNDAY

زندگی کو وقف القلاب کرنے کا حلف قلم و باطن  
 سیدھی و مرشدی طاہر علاء الدین القادری دہلوی  
 کے دستِ اقدس پر بصورت بیعت اٹھانا

8 MONDAY

JANUARY

یہ بیعت القلوب

اور زیدہ سابقہ 26 جولائی 1972ء

بمطابق 14 جمادی الثانی 1392ھ

بوقت 12.30 دوپہر بمقام دربار شریف

9 TUESDAY

شارع انگلیدی کوئٹہ منتقد بیعتی - نقد  
حضرت سیدنا طاہر علیہ السلام اللہ تعالیٰ انعم اللہ علیہ

نے بیعت سے پہلے "القلوب" کیلئے میں

تیز دانات فرمائیں - اور بیعت

اور سرمایہ طمانیت ثابت ہوئی

10 WEDNESDAY

کے لئے عزم و استقلال

بیعت و ہزات اور کائناتی و کامرانی کی  
دعا فرمائی - ایک فوراً بعد میں

11 THURSDAY

JANUARY

• خواجہ ابراہیم خان ابراہیم دہلوی کی تربیت نے انقلابی فکر کے ذریعے شعور متعززیت عطا کیا۔

• جارجینز کیمونسٹ پارٹی کے چیرمین ماؤزس سنڈل کی لکھنؤ نے انقلابی ولولہ اور جوش پیدا کیا۔

• جمال اللہ افغانی کے افکار نے مہری

12 FRIDAY

• وفاداریوں کو وسعت بخشی اور میں نے

• علامہ اقبال کے <sup>ملت اسلامیہ سے</sup> <sup>وہ</sup> والیانہ عشق اور جذبہ جنوں کا سبق دیا۔

• نئی نئی بات بنوی <sup>مشتی بنو</sup> <sup>ملائے</sup> <sup>اسلام</sup>

• انقلابی جدوجہد نے

13 SATURDAY

14 SUNDAY

• اور قرآن مجید سے علیحدگی کی قہمی و قطعی

• ضمانت مہیا کی

• مسئلہ کو جیتتے حکم علی سے پر سو فی کا

• ( ) کیا۔

15 MONDAY

567

JANUARY

میں نے اپنے ملک میں معاشری سے الصافی  
اور معاشی اشتهصال کا نقشہ دیکھا۔

میں نے پرورد میں کار فرما خود غرضانہ

ذہنیت اور معاد پرستانہ رہنمائی  
کے اسباب و علل کا کوج لگانا

16 TUESDAY

جا رہا۔  
میں نے بارہا اس سوال پر ایسی توجہ

ترک کر کے انسان ذاتی معاد کے تحت

معاد سے باہر کیوں بنی نکلتا۔ قیلم یافتہ

طبقت ہی حدود و قیاداریوں کے بندھنوں میں

17 WEDNESDAY

جزوا ایوان ہے۔  
بیماری درستیوں کا فضا اس قابل کیوں

لا میں کر وہ ہلبہ کی فکر کو بلند پرواز

اد سے کہے۔ یہاں سے لو جو ان بدظنی و

میں لٹھن و انفرادیت کی اہمیت سے

18 THURSDAY

JANUARY

کیوں ناواقف ہیں انہیں اپنی تہذیب و  
ثقافت کو بین الاقوامی سطح پر فروغ  
دینے کی تڑپ کیوں نہیں ہے۔  
ہمارے معاشرے کے تمام افراد انفرادی و

19 FRIDAY

اجتماعی سطح پر بے مقصدی اور

عیش کوشی کا شکار کیوں ہیں۔ زہور  
تعلیم کے آراستہ ارباب ذہنی و فکری

التباس و انتشار میں کیوں مبتلا ہیں۔  
وہ اپنے اپنے باطل نظام کے ذریعے

20 SATURDAY 21 SUNDAY

میں تڑپنے کی جرات کیوں نہیں رکھتے  
وہ غائب مغربی اقوام کی اسلام دشمنی  
کے منظم منصوبوں اور عالم اسلام کو ذلیل و  
رکوا کرنے کے پروگراموں سے بے خبر  
کیوں ہیں۔

22 MONDAY

JANUARY

اور ملت اسلامیہ کے زوال و انحطاط کو از سر نو  
 بنیاد رکھنا شروع کرتی ہیں کیونکہ بددعا جاسکتا ہے۔  
 میں اس وقت پریشان ہوں کہ جس معاشرے میں  
 اسلامی اقدار اور اخلاقی مفاد کی گنجائش کم ہے۔

23 TUESDAY

منتظر ہو و کما ہو و کما ہو

فرد اپنے مفاد و مفادات میں خود غرضی  
 کے ذریعے پورا کرنے پر مجبور ہوتا ہے  
 لہذا وہ سارا نظام معاشرت و معیشت  
 یکسر بدل کر اس نوعیت کا بنا دیتا ہے۔

24 WEDNESDAY

کہ ترک خود غرضی دے کر فرد کے  
 مفادات اور خود پورے ہونے لگیں  
 اور حقوق اور خود تمام کمال ادا ہونے  
 لگیں اس وقت کو ہی ذرا مفاد ہے۔



25 THURSDAY

JANUARY

مذہبِ محمدی سے باہر نہیں لکھے گا۔  
 یہ شخص مطالبہ کے ذریعے ایسے حقوق  
 پورے کرائیگا اور اس کا رویہ خود غرضی  
 اس کے مفادات کا تحفظ کرے گا۔

26 FRIDAY

نیتہ "کی کوئی تعمیر دلا دینی خواہی  
 نہ ہوگی۔ کوئی شخص اپنا روبرو باہی  
 اور نفع بخشی و فتنہ برسانی اسی  
 کے لیے تیار نہ ہوگا۔ معاشرے میں

27 SATURDAY 28 SUNDAY

افسوس و محبت کا فقدان ہوگا۔  
 نیا دہ بنانا اور نیا نیا لوگ  
 نیا دہ دولت سمیٹ کر سرمایہ دار  
 بنے جائیں اور سادہ و غریب لوگ

29 MONDAY

JANUARY

نیبادی اور بات سے شروع ہو کر افراد  
کے دست نگرین جائینگے۔ اس طرح  
معاشرہ اتمل واصل کا شمار  
ہو جائیگا۔ افراد عینی و شریک

30 TUESDAY باعث اذلاق و مذہب

سے دور ہو جائیں گے اور خراب  
معاشی سرگشتیوں کے باعث مذہب  
سے متنفر ہو جائیں گے اور لوگوں کا  
لا دینے کا کرز بن جائے گا۔

31 WEDNESDAY

یہ منطقی عمل بیمار سے معاشرہ میں  
25 برس سے پہلے ہے اور کوئی تباہی  
میں اصل نفس کی تشفی کر کے صبح علیہ  
ہیں کر سکی۔ لکن انجمنی زندگی کے تمام

1 THURSDAY

FEBRUARY

اداروں میں محرک عمل "مطالبہ حقوق  
 کی بجائے "انٹائی حقوق" وادائیگی فری  
 گزار جائے اور ٹوٹے نافرمان کے ذریعہ  
 اس لہول کو عملہ راج کھائے تو

2 FRIDAY

معاشرتی کٹھن ! ناک و نشان مل جائے  
 نذر ہے۔

لیکن یہ کام "انقلاب" کے بغیر  
 ممکن نہیں۔

~~انقلاب کو کبھی نہیں چھوڑنا~~

3 SATURDAY 4 SUNDAY

اس میں جان کی بازی نہیں دھن  
 کہ زبان اور ہاڑھی۔ یہ عظیم مقصد  
 بغیر خون دینے حاصل نہیں ہو سکتا۔

20/3/73

573

5 MONDAY

FEBRUARY

میں جا رہا ہوں کہ سر زمین پاک اسی لیے اس لیے  
پہلے عالمی القلوب کا مرکز بنے یہاں زندگی  
کے پر شعبے میں القلوب بیا بیو جائے۔

مرد و عمل کے پیمانے بدل جائیں۔ یہاں لغز و  
سلاستی نور و شہابی کا دور دورہ ہو۔

6 TUESDAY

یقیناً و آرام پرستی کا نام و لہجہ لگایا تو  
رہے۔ محنت و شہقت پر فرد ما زبور ہو  
دیا نہت و فلوں پر لہجہ کی پالیسی ہو۔

پہلے پوری دنیا کے اس لیے "سندھ پیکر" (سلاویک)

7 WEDNESDAY

بلکہ "یا" (سلاویک) کا من و ہلیہ

کا تمام عمل میں لائے۔  
اور دین حق پر مافیہ کہ طم شان و  
شہوت

کے ساتھ عالم انسانیت کا رہنا و رہبر  
بن جائے۔

8 THURSDAY

FEBRUARY

میں غریب ظلم بیکس اور انڈس نزدہ النماہنت  
 کا فلاح و نجات اور اربع و ترقی عرف اور عرف  
 "اسلام" کے ذریعے ممکن سمجھتا ہوں  
 اور اسلام کا اہیاء ایک ذرا چھوڑتا

9 FRIDAY

بیمیر القلوب کے بیمار لیکن ہیں۔  
 القلوب پر حرا ایمان ہے اور  
 "عظیم عالمی القلوب جہری زندگی کا  
 دار مہمند ہے۔"

10 SATURDAY 11 SUNDAY

میں خود کو وقف القلوب کر کے ملت اسلام  
 کے اہیاء کی خاطر اسلام دشمن طاقتوں کے  
 خلاف دیوار دار بند اور لگا۔ اللہ  
 مجھے دنیا کی کوئی طاقت اس عظیم مقصد

12 MONDAY

FEBRUARY

کبھی بدو بیدار باز ہیں رہ سکتی۔ اور  
 نہ ہی حالت کا زیر و بم سمجھیں اپنے مشق  
 سے محبت کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے  
 مرتبہ خواہاں خود سے سمجھنے "ان جود"

13 TUESDAY

اٹھا کر اور دو سہری زبردستی  
 آقا سے ملاقت واصل برکات کے ہاتھوں  
 کہ تو دیر فدا کے حضور شکر کرنا ہے  
 خدا کے فضل و احسان سے یقیناً "العذاب"

14 WEDNESDAY

ایک عظیم زبردست عالمی اللہ  
 صبر سے مسلم قوم کی تقدیر بدل جائے  
 کہ یہ اللہ بابر کر رہے گا  
 اور تاریخ کی حقیقت کا اعتراف کرے

15 THURSDAY

FEBRUARY

یوں پھر سے عوام میں ہمارا استیلاء اور  
 ہمارا تمسخر و تعسیر ہو گیا ہے۔ ہمارے  
 کئی کئی کارکنوں، افسران، افسران اور  
 دیگر کارکنوں نے۔

16 FRIDAY

مذاق پھینکے یاٹے اس کے بدلے میں  
 نزلت پڑا ہے۔ اس کے بدلے میں

”دریں جیب“ اور ”الاعلوان“

”ان حزب اللہ“ اور ”انقلاب“

17 SATURDAY 18 SUNDAY

یہی لفظوں میں ہے۔ اس کے بدلے میں  
 اللہ عزوجل کے نام سے اور اللہ عزوجل  
 کے نام سے اور اللہ عزوجل کے نام سے اور  
 اللہ عزوجل کے نام سے اور اللہ عزوجل کے نام سے اور

ضمیمہ نمبر ۲

منتخبات القرآن (قائد انقلاب کا قلمی مسودہ)





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نمبر شمار	نام سورۃ - آیات - (۱)	پارہ	موضوعات
1	الفلقہ - تمام	1	صفات ربوبیت
2	البقرۃ - 1 - 18	1-8	صفات متقین
3	طہ - 30 - 38	"	سبب شرفِ النبیؐ
4	النساء - 40 - 46	"	خطابِ بنی اسرائیل
5	" - 83 - 86	"	میشاقِ بنی اسرائیل
6	" - 152 - 157	2	بیانِ عبرت و استقامت
7	" - 172 - 179	4	ذکرِ اکلِ حلال و غیر حلال
8	" - 190 - 193	4	استیعابِ نیت و شر
9	" - 204 - 220	4	متفرق موضوعات (عقبات و مسائل)
10	" - 243 - 252	4	بنی اسرائیل کی بزدلی (نفسِ عامہ کی حالت)
11	" - 256 - 257	3	تفسیرِ بین الحرمین و الباطل
"	" - 261 - 281	"	ذکرِ النفاق فی سبیل اللہ و حرمت و شناختِ ربوبی (سودی نفاقِ معیشت کی نوبت)

تفسیر الخواتم - (صاحب)  
تفسیر الخواتم - (صاحب)  
تفسیر الخواتم - (صاحب)

موضوعات	آیات (2) پارہ	نکاح مسودہ	نمبر شمار
مفترق موضوعات	3	آل عمران 13 — 28	13
اطاعت و اتباع رسول	"	" 31 — 32	14
اہل کتاب سے خطاب (بالغیرتین مجاہد)	"	" 68 — 78	15
ذکر تمسک باللہ (ذکر کعبۃ اللہ کی عالمی حیثیت) و دیگر موضوعات (عالمی مرکز عدلیت)	4	" 85 — 97	16
ذکر اعتقاد باللہ ذکر فراغ امت لہذا ① دعوت الی الخیر ② امر بالمعروف ③ نہی عن المنکر ④ بیان کامل	"	110 — 99 <u>103</u> — الحار	17
عزیم اقوام کی اسلام دشمنی	"	" 118 — 127	18
ذکر اطاعت رسول ذکر مسابقت الی الخیر ذکر سورینین کی آزمائش و امتحان ذکر غلبہ اہل حق شکست باطل	"	" 132 — 142	19
ذکر فراغ جہاد منہ بنوت اور واقعہ حنین ذکر حیات شہداء ذکر تشکیل سیرت کی عداہات -	"	" 156 — 158	20
ذکر فراغ جہاد منہ بنوت اور واقعہ حنین ذکر حیات شہداء ذکر تشکیل سیرت کی عداہات -	"	" 164 — 178	21
ذکر فراغ جہاد منہ بنوت اور واقعہ حنین ذکر حیات شہداء ذکر تشکیل سیرت کی عداہات -	"	" 184 — 188	22
ذکر فراغ جہاد منہ بنوت اور واقعہ حنین ذکر حیات شہداء ذکر تشکیل سیرت کی عداہات -	"	" 191 — 198	23
② اخراج ③ ایذا ④ تہمال (مقابلہ) ⑤ شہادت و آفرینانہ سید و شہداء	198	1- انعام صلوة 4 - تغویہ رسل 2- ایثار و زکوٰۃ 5- قرمق حسنہ 3- ایمان باہرسل	

نمبر شمار	نام مسدود	آیات (3)	بارہ	موضوعات
24	آل عمران	200 (آخری)	4	عبر، صفا، صفا و بقیہ خلافت و گیمانی لعد تقویٰ - مذبح و ایسی
25	النساء	58 - 100	5	1- اطاعت رسول - 2- عبادت منافقین 3- نظام اللہ کا نفاذ - 4- حکم جہاد و غزو (اللہ کی جہاد کا حکم)
26	"	104 - 115	"	لعل حمایت، خفیہ تجاویز کا بیان
27	"	135 - 149	6	حکم عدل و قسط، ولایت کفار کی منہج عدالت منافقین
28	"	160 - 162	"	معائب یہود - (انکی تباہ حالی کے اسباب)
29	"	175 - 176	"	رسالت قرآنی کی عالمگیریت
30	المائدہ	1 - 5	4	1- انبیاء عمود - 2- تعاون و عدم تعاون کے لعل (پرو تقویٰ) > ایم و عدول 3- مالیوسی کفار اور تکلیف دین
31	"	"	"	حکم عدل و قسط (دعوت، تنظیم، تربیت، تحریک، انقلاب)
32	"	12 - 16	"	1- بیساق یہود - 2- بیساق لہجائی 3- نفقہ بیساق



موضوعات	آیات (5) پارہ	نمبر شمار	نام سورتہ
تبلیغ حق و کلمہ - انکار ظلم و ظرہ	8	43	اعراف 1 - 6
مقابلہ خود کشی (قصہ رز ابلیس)	4	44	4 10 - 18
بیان مجرمات، حکم عدل و قسط، و اقلہ من فی الدین	4	45	4 29 - 34
1. الفواحش 2. ظالم الائم 3. باطن الائم 4. بغی بغیر الحق 5. الشکر باللہ 6. القول علی اللہ بغیر علم (افتراء) کلماتہ اہل	4	46	4 44 - 53
اہل جنت، اہل علیہ اور اہل اعراف کے درمیان کیفیت آموز مکالمہ	9	47	157 - 158
1. فتح کائنات 2. رسالت قرآن کا عالمگیریت 3. آنحضرت کے صفات			
5. الرسول 2. رنبی 3. الایم 4. مقرب فی المنزلہ در الیمین 5. ادر بارہ نور 6. ان ہی من المنکر 7. نمل العینیت 8. حرم الخبلیت 9. داخ الامرد اللہ اللہ 10. معلم و مطارح			شراکہ فتح 1. رسالت تابہ ایمان 2. تفرید و تعظیم 3. نفرت 4. بیعت

سورہ عاصی	آیات ⑥	بارہ	نمبر شمارہ	آیات
بہی من المنکر ما وجوب لزوم (جرم لبقہ اور جرم صلیکہ کرنا خوش خلقی والا طبقہ دونوں مذہب الہی کے مستحق ہیں)	9	166 - 163	48	اعراف
بیانی پدایت و منکرات (بدعت و شقی گوٹ باوجود دل و دماغ کان اور آنکھ رکھنے کے نیم و ادراک سے لڑک ہیں)	"	179 - 178	49	"
عنف، امر بالعرف، ازالہ عن الی علیین	"	202 - 199	50	"
و لو کرہ المجرمون				
صفات مومنین - غلبہ حق اور شکست باطل (واقفہ بدر کی طرف اشارہ) حزب باطل سے جنگ نصرت الہی - وغیرہ	9	30 - 1	51	النفال (بیات ام)
کفار کما باطل کے غلبہ کی مثال فرج کرنا، استعمال حقہ اور غلبہ حق کیلئے جنگ و قتال،	"	40 - 36	52	"
من جنگی مصابح و حکم - من باہمی تنازع، بزوی کزہری اور یہ وقاری کا سبب بنا ہے -	10	75 - 43	53	"
انک ایہی کامیابی کی نسبت مومنین کے اعتماد و یقین کو منافقین غرور سے تعبیر کرتے ہیں۔				
				الی آخر السورۃ اخذ لیقول المنفقون والذین نی تلوہم مرفوعہ عنہم لولہم وینفروا من ینوکل علی اللہ فان اللہ عزیز ذکر

vi) القلیدی مومنین کے نیک اعمال، اجر و ثواب کی گنتی میں عیبی انداز الہی کی صورت میں مقلد ہے۔ (مذکورہ)

vii) شیطان اہل باطل کی کوششیں انکی نظروں میں اچھی لگنے دکھاتا ہے (تاکرہ لفظ اعمال سوہ مطہر میں)

۲۔ اھیں غلبہ باطل کی امید دلاتا ہے۔

۳۔ مقابلہ میں بالآخر اھیں ذلیل و رسوا کروا کر بھاگ۔ لکھتا ہے۔

viii) اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی عطا کردہ نعمت (غلبہ و اقتدار یا کوئی اور) واپس نہیں لیتا۔ تا وقتیکہ

وہ خود بدتر حالت میں نہ بدل جائیں۔ (مذکورہ)۔ (ہیں مخلص ہی درست ہے) "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یتوبوا واما بالنفس"

ix) جو قوم مومنین سے وعدہ کرے بار بار توڑ دے۔ اسے جگہ میں نہایت جرات ناک سزا دو۔ (مذکورہ)

x) اگر کسی قوم سے نقص نیک اور عطا کرے (اللہ سے ہو تو وہ عیب (Pact) اس کے لئے دس بار دہرے۔

xi) اہل باطل کو (دشمنان اسلام کو) کھینے کھینے بھر دنت پوری طاقت سے تیار مقلد (Foreign Political)

(Compulsory Military Training + War Preparation)

xii) دعوتِ صلح و توفیق کر لو۔ (مذکورہ شہادت اسلام کی مطہر ہے) (مذکورہ)

xiii) عورتی تعداد میں جی القلیدی مومنین کثرت اہل باطل پر غالب ہو سکتے ہیں۔

xiv) دشمنان اسلام (جو میں حق کو نقصان پہنچانے میں تیار ہوں) کا قلع قمع کر دو۔ اللہ معاہدہ لینے کی

جائے خون بہانا (قتل کرنا) بہتر ہے۔

xv) ایمان، ہجرت، جہاد اور مدد و نصرت (القلیدی مومنین سے امتیازی خصائص) صفاتِ مومنین

(بابی تعاون و تنازعہ) نہ ہو لو اہل باطل

فتنہ و فساد بپا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ "الذین کفروا بعظیم اولیاد لہیں" اور "الکفر ملکہ و احدہ"

(آج بھی مشاہدہ ہو سکتا ہے) (۶)



موضوعات	آیات	نمبر شمار
<p>بیان معاہدات کفار و مشرکین (ہدایات) اسلامی ریاست خالص نظریاتی ریاست ہوگی • (برہان میں نظریہ اللہ کی بالادستی، تفوق و برتری لیم ہوگی) • نقص میثاق ہے مرتکب مشرکین سے قتال • قبول اسلام یا طلب پناہ کی صورت میں معافی • غیر مسلموں کو حرم (راز دار) بنانے کی مخالفت • ایمان • ہجرت اور جہاد (بالنفس و بالمال) کی عظمت و نفیست • آباء و اجداد اولاد، ازواج و رشتہ دار خواتین و مکانات الفرض تمام دنوی منافع سے بڑھ کر الفت و محبت • اللہ، رسول اور جہاد (القلبِ اسلامی) سے ہوئی جاوے۔ در نہ سیاسی و ملکیت سے۔ (مقصودت القلبین) • ایمان باللہ، بالیوم الآخر، بحرم ما قرم اللہ و المرسلین اتباع دین حق (زنگیوں میں نفاذ) نہ بیعت کی صورت میں مستحق قتال •</p> <p>• (المغابہ نور حق) ارادہ الیزدی (تمام) • مقصد لجننت - غلبہ حق (اسلام) کا المکرم فتح</p>	<p>10 آیات 29 - 1</p> <p>توبہ</p> <p>توبہ</p> <p>• ارتکاز دولت کی عزت • (اقتناز)</p> <p>32 - 33</p> <p>39</p>	<p>54</p> <p>55</p>

(تعلق باللہ، نظر الہی)  
عناصر اربعہ القلب

(توبہ و اکتناز)  
(مقصود لجننت - غلبہ حق)  
(غیر 32 - 33)

نمبر شمار	آیات	پاگ	موضوعات
56	توبہ - 38 - 39 40 - 41	10	جہاد (الغلبہ ارادی) کیلئے کئی ہجرت • تمام دنیا کی تمام مائیکر
57	44 - 81	11	علمیات منافقین (مضموماً جہاد و الغلبہ کے) (صدقہ النساء میں بھی ہے) حوالے سے
58	85 - 98	11	علمیات منافقین - (شہادت لفاق) (صحیح معذروں کا استشاد) (مذہب 42-91)
59	107 - 112	11	منافقین کا مقصد (جو تو مسلمانوں سے کارفرما ہے) (اسم) (بنی المومنین) (مناہج رسول) (استعداد)
	1. التائبون 2. المؤمنون 3. المصدقون 4. السابقون 5. الراضون 6. الساجدون		7. القادرون بالقرآن 8. السابقون من اللہ 9. الراضون لحدود اللہ
60	122, 123 عرف	11	مؤمنین کا عقیدہ ..... (مقالہ فی سبیل اللہ) صفات مؤمنین (مذہب 112)
61	128 - 129	11	"مقابلہ سے اہل ایمان نہایت صحت و شدت سے" (مقالہ وراثت) (مؤمنین کی تکلیف) (مذہب 112)

موضوعات	یادہ (10)	آیات	نہایت	موضوعات
عاقبت پسندوں کا ایمان اور اہل ایمان کا ایمان	11	9-6	یونس	62
الذات الغیبیہ اور احوال انبیا۔ زمین کی حکمرانی آنحضرت سے	4	14-12	"	63
یعنی فی الوجود کا ایمان۔ متاع دنیوی پر غرور و غرور	"	27-22	"	64
قرآن اور حکم الہی جمیع کرامات و اسباب ظن کی نزول (تمثیل)	"	39-35	قرآن میں آیت	65
بجز اسلحا نظام انکار کی پیروی کی نزول	"	(58-57)	قرآن میں آیت	65
		(64-61)	قرآن میں آیت	65
مادی زندگی کے خواہشمند اخروی نعمتوں سے غرو (غرو)	12	3-2	ہود	66
(دنیوی جاہ و شہرت اور مادی منافع)	12	16-15	"	66
کسب معاش میں بددیانتی پوری قوم کی تباہی و	"	95-84	4	67
(انتقام دیا) عداوت کا باعث بنتی ہے	"	117	عبر	67
(قوم شعیب) کے حوالے سے	"	108-102	"	68
ظالموں کی گرفت۔ روز قیامت شقی و سعید	"	5	علامات شقاوت	68
کا ایمان۔ (فہرست شقیین یعنی علامت سعادت)	"	1	1. قسوت قلبی (دل کی سختی)	68
1. وقت قلب (نزد دل) 2. کثرت گریہ 3. دنیا سے نفرت (متاع دنیوی کا حصر نہ ہونا) 4. امیدوں کا کوتاہ ہونا 5. شرم و حیا	"	2	2. عدم گریہ 3. دنیا کی رغبت (طمع)	68
	"	4	4. دراز امیدیں 5. بے حیائی	68
انہ زخون سال فی الدین۔ (سکای و سکا)	"	(75)		68
بہن اسرئیل کو پھرنا کی عین (شعلہ)	"	(74)	یادہ 11۔	68
	"	(92)	(سکای معارون میں)	68
بیل حق و سلب اقتدار (انزاع) (74)	"		اہل باطل انزال کہ اقتدار کے خواہشمند ہیں۔	68

پر شمار	تاکسوت	آیات	پارہ	موضوعات
69	یوسف	56 - 57	13	تکلیف فی الدین (حکمران) کا طلب کرنا یعنی خدا سے اپنی کیفیت (بہانے) اٹھا کر گزارا کیلئے یہ دولتِ خدایہ۔
70	"	76	"	لفظ "دین" کے معنی قانون کے معنوں میں اہتمامی ہو گئے
71	"	111	"	قرآن جرت، تصدیق، تفصیل، پراپت اور دولت سے
72	الرعد	11	13	خدا نے آج تک اس قوم کی حالت میں ہرگز نہیں دیکھا کہ خود اپنی حالت کو برکت کا
73	"	20 - 26	"	صفات عریضہ ① ایصال ما اقر اللہ بہ خسرت الی ② ایصال عید الی ③ تکمیل حیات ④ خوف خدا ⑤ خوف سرور الحساب ⑥ عبرت ⑦ صفات الی ⑧ امانت سلوۃ ⑨ اتفاق (سزا و جزا) ⑩ اوراد الی بالحنۃ (احسان)
74	"	28 - 29	"	ذکر الی باعث الیمان قلب ہے۔
75	البراہیم	1 - 3	13	اقوام عالم کو عرف قرآن ہے ہی پراپت مل سکتی ہے۔
76	"	6 - 9	"	صلوات کفر۔ دنیا آجباب حیات دنیا بر آخرت کا صدور قوم یسوی۔ (شکر نعمت اور کوزان نعمت) (نوی آزادی سب سے بڑی نعمت ہے) کا انعام
77	"	13 - 15	"	(حق کو یاد دہرا باطل پر غلبہ ہوتا ہے)

صفحہ نمبر	آیات	پارا	موضوعات
78	ابراہیم 19 - 20	13	مادری غلبہ و تسلط مشائخ الہی سے ایک قوم سے دوسری کو (میں سے)
79	" 27 - 30	"	الحق دنیا و آخرت میں ثابت قدم رہنے میں مستقل میرنا
80	" 42 - 52	"	نہمت اللہ کو کفر و ناشکری میں بدلنے والی قوم کا انہماک تباہی و بیدگت ہے۔ ظالمین کا برتناک انہماک - روزِ حشر کا منظر مجرمین (نبیائے ایم بیان)
81	الحجر 4 - 5	14	اقوام کی تباہی تھوڑے پردوں کے مطابق ہوتی ہے حوالہ
82	" 51 - 56	"	رحمت حق سے دایمی گمراہوں کا شیوہ ہے۔ (قصہ روزتوں و حضرت ابراہیم کے بیان آنا)
83	" 56 - 99	"	بشارتِ تکرر و سماں ان قوم لوط کی بیدگت و ان قوم شعیب کی بیدگت (تاریخ قرآن کو تکی بولی حضرت صالح کا تکذیب) اہل بیت علیہم السلام مکرمہ علیہم السلام) علیہم السلام
84	التخل 40 - 43	14	شانِ قلیق (عکس سے وجود میں لانا) ہجرت فی اللہ کا صبر و توکل کا جزا۔ اہل ذکر سے استفسار۔
85	51 - 52	"	تعدد و جہاد کا نئی - دین حق کا بروی لازمی و لازمی
86	78	"	ذرائع علم - " السمع والابصار والافئدة "۔ کان آتھم دل
			حوالہ ظاہر و باطنی

نمبر شمار	نمبر آیت	موضوعات
87	النحل 78 - 91	<p>کفر اور صودہ عن سبیل اللہ کا انکار • حضورؐ کی شہادت</p> <p>تاکہ اہم سابقہ پر ہی بیرون (عالمگیر نورت) نہ کیوں اذیتنا</p> <p>میں کی امیہ بشعیدہ و بنیابک علی مولاد شہیداً؟</p> <p>قرآن کی روشنی بیان اللہ باریت اللہ رحمت</p> <p>اور اللہ بشارت ہے</p> <p>و نزلنا علیہ الکتاب بیانا لكل شیء و ہدی و رحمة</p> <p>و لیسرنا للسلین</p>
88	النحل 98 - 100	<p>استعاذہ <u>بسم اللہ الرحمن الرحیم</u> - ایل لیان و ایل نول</p> <p>پر شیطان کا داؤد میں چلنا</p>
89	نحل 112	<p>کفرانِ لغت کی صورت میں لہجہ تو کلام اللہ پر</p> <p>جمع و خوف (مورک اور پچینا) مسئلہ کریم</p> <p>جانتے ہیں</p>
90	النحل 125 - 128	<p>طریق دعوت حق - 1. حکمت 2. موعظت</p> <p>3. جدال احسن</p> <p>بدلہ و انتقام کا حکم اور معافی کا حکم</p>

سورة النحل میں سے ون  
نمبر 87، 89 اور 90  
ہی جمع کر کے

نمبر شمارہ	نام سورت	آیات	پارہ	معارف
91	بنی اسرائیل	10 - 9	15	<p>پدایت قرآنی اتوکا پدایت ہے ۔</p> <p>پرشخصی اپنی پدایت و سلولت کا خود ذمہ دار ہے ۔</p>
92	"	39 - 15	"	<p>سک و قوم پر تباہی سرداروں اور کمر الزن کے باعث کٹا ہے</p> <p>طالب دنیا عطاء الہی سے لیا حقہ یا کرا آخرت سے فرام</p> <p>(مادتی مناخ کا حریص) سیر جانا ہے ۔</p> <p>توسید اور احسان بالوالدین کا متقل حکم ۔</p> <p>پرحقدار کو اس کا حق پورا پورا ادا کرنے کی تلقین</p> <p>شناخت تبذیر - (غل و اسراف دونوں کی مخالفت)</p> <p>اعتدال آدم -</p> <p>خوف غلشی سے اولاد کو قتل کرنا (گونا گونا گوارزق)</p> <p>نہ سمجھنے کے مترادف ہے)</p> <p>زنا اور قتل ناحق کی مذمت و حرمت ۔</p>
	بنی اسرائیل کے گناہ سے گریز ۔			
	ایمانت عہد ۔ ایمانت کیل			
	(پورا ماننا)			
	وزن بالقسط (سقیم)			
	وزن بالقسط (مستقیم)			
	لغویم کسی بات پر قائم ہونا			
	(منوع ہے)			
	کان آنکو اور دل پر جو چیز			
	مستول عنہ ہے			
	غزور اور گناہ سے چلنے کی مخالفت			
93	"	72 - 70	"	<p>فقیلت نوع النانی • لغز بیات لوگ اپنے وقت</p> <p>و پیشوا کے حوالے سے بلاش جائیس ۔ ﴿دریت نہ</p> <p>المزوق من أحب ذلہ ما اکتب﴾</p> <p>جو شخص اس دنیا میں اندھا (گراہ - بے بصیرت) ہے</p> <p>آخرت میں ہی غم و کسرت کا سہارا</p>

شمار	تاکریت آیات	پارہ (15)	مباحثات
94	بنی اسرائیل 78 - 82	15	تقلباتِ قسم و تہجد بیان • عقبہ حق کیلئے طاقت اور اقتدار طلب کرنا - (اتفاقِ حق والہاں باہاں)
95	الکہف 9 - 25	"	واقعہ لہاب کبیر - (اہل باطل کے سامنے نہ جھکنے پر سفارشی و انعاماتِ خداوندی)
96	4 28 - 59	"	تفسیر بین الخیر و الشر اور دروزن کا انہام - مثال المرجلیں - (باع کا آبادی و دیرینہ) دنیوی زندگی کا نام نہاداری • انہامِ مجرمین (متاعِ دنیویہ کی حیثیت) دلالتِ شیطان • انہامِ ظالمین
97	" 60 - 82	15 16	واقعہ ملاقات موسیٰ و خضر - (تمثیلِ قیاسی کرتی بیوتِ عربیہ نہ تربیت مذکور)
98	103 - 110	"	حاصلہ جدید بعض متاعِ دنیویہ میں عرف کر دینا عیبِ نقصان ہے۔



موضوعات	پارہ	تکلیفات	نکاح و نکاح	نمبر شمار
<p>عضور باری تعالیٰ سے النکاح یافتہ بندوں کا ذکر -</p> <p>بعد کی ناخلف و ناموزان نسلیں کا ذکر -</p> <p>جنت متعین کا درجہ ہے -</p>	16	63 - 58	قریب	99
<p>روزِ شتر متعین و کرمین کے ساتھ بدامانہ سلوک</p> <p>حق شفاعت عرف عبد مازون کو سیرگما</p>	"	87 - 85	"	100
<p>مومنین و صالحین کی مقبولیت جناب باری میں</p> <p>محبوبیت کے باعث بیوی ہے -</p> <p>سالقہ ظالم و مجرم اقوام اس طرح نیت و نابود</p> <p>بیوشیں کر آج ان مانا و نشان تک باقی ہیں</p> <p>(یعنی صفحہ پستی سے کلمہ "میٹ گئی")</p>	"	98 - 96	"	101
<p>حضرت موسیٰ کو دربار فرعون میں جانے کا حکم</p> <p>آج کو اپنے معتمد اور دوست رامت ساتھی کی طلب</p> <p>مکر و خفی و باطل کے حضرت موسیٰ کی فتح (بنی اسرائیل)</p> <p>کی حالت و آزاری (علم بکرت)</p> <p>عراق فرعون - قوموں کے امتحان و آزمائش کے</p> <p>بعد انکسار الہی اور سیوین</p> <p>یہ ایت ربانی کے اتباع سے گمراہی و بد بختی سے حفاظت</p> <p>اعراض و افراف سے مواظبت تھی -</p>	16	36 - 24	ظہ	102
<p>مکر و خفی و باطل کے حضرت موسیٰ کی فتح (بنی اسرائیل)</p> <p>کی حالت و آزاری (علم بکرت)</p> <p>عراق فرعون - قوموں کے امتحان و آزمائش کے</p> <p>بعد انکسار الہی اور سیوین</p> <p>یہ ایت ربانی کے اتباع سے گمراہی و بد بختی سے حفاظت</p> <p>اعراض و افراف سے مواظبت تھی -</p>	"	82 - 77	"	103
<p>یہ ایت ربانی کے اتباع سے گمراہی و بد بختی سے حفاظت</p> <p>اعراض و افراف سے مواظبت تھی -</p>	"	128 - 123	"	104
<p>یہ ایت ربانی کے اتباع سے گمراہی و بد بختی سے حفاظت</p> <p>اعراض و افراف سے مواظبت تھی -</p>	"			

موضوعات	پارہ (17)	آیات	نکاحوت	بزشمار
صلواتِ خمسہ مانگے۔ تعلقین صبر۔ دینوی زیب وزینت کا طلب نہ کرے حکم۔ حکم توکل (رزق)	16	132 - 130	ظہ	105
یومِ حساب کے قرب کا ذکر اور لوگوں کی غفلت پر توجہ۔	17	2 - 1	الانبیاء	106
ظالم قوموں کا انجام (بتایہ و بیعت)	"	15 - 10, 9, "	"	107
بیانِ توحید۔ توحید باری تعالیٰ پر فلسفیانہ استدلال	"	27 - 21	"	(108)
قرآنِ تبارک ہے۔ ملائکہ کا بندہ خدا بیونا	"	"	"	"
تفکر فی الائنات کی دعوت۔ (سائنسی فکر	"	35 - 30	"	(109)
تفکر فی الائنات کی دعوت۔ (سائنسی فکر	"	44 - 41	"	110
عباد صالحین کی زمین کے وارث ہیں۔	"	108 - 105	"	111
قرآنِ مومنین کیسے مانگی دو افنی ہے۔	"	96 - 95	"	"
مغزور کی رحمت ساری مائنات کو عاک ہے	"	80 - 71	"	"
			(انبیاء و لعین کی آسامی)	
		44 -	انفلون انانی الارض تنقصھا	
			میں اطرافھا۔ ا فھم الخلبون	
			تجاہ شدہ	
			توکل نہایت تک	
			رہنہ نہ سکے گی	

اسلام کی فتح  
توکل  
غفلت  
کا ذکر  
ظہر کی

تجاہ شدہ  
توکل نہایت تک  
رہنہ نہ سکے گی

نمبر شمار	نام سورت - آیات	پارہ	(18) معانواعات (مضامین)
112	الحج 3 - 4	17	بعض لوگوں کو حکم اسلام میں بغیر علم جبر طراد لگا کرنا کیوں گراہ کی تائید (سرکش شیطانوں) کی لغوی تقلید
113	8 - 11	17	مسامحت باری تعالیٰ میں بغیر علم - بغیر دلیل کہ بغیر واضح و مدنی نوشتہ (کیا ثابت) گنہگاروں کی بعض لوگوں کے نزدیک مذہب کہ حق و لہدن ماسیما مادی منفعت و سعرت (یعنی غایری تنگ و فراخی) ہے یہ تصور خسران الدنیا و الآخرة ہے۔
114	15 - 25 (یعنی حق پروردگار کی بنیاد) تو سجد فرما ہذا ان ضمن اختصموا فی ما یخفون جعلنا للناس سواد العالم فیہ والباد منیم	17	بجی برحق (اندنہ ک غدی) کی دنیوی و اخروی امیدوں یعنی فوج الہی حق ہے۔ اور اس پر شرک انہو الہ جہاں برجات - و مسلمک دو گروہوں (حق و باطل) ا بیان مومن - پیوستہ صاب۔ لغاری۔ جہاں برکتین گروہ (انگزملة واحدة) الہی باطل۔ ایمانوں کو راہ حق سے لہد مسلم کی عالم پر زیت (سجدہ) سے روکنے میں اس پر عرب و عجم دونوں ماسوا حق ہے۔
115	34 - 50	17	پر اہل کبیرے قربانی تر ہے - بشارت برائے متواضعین (جنتی)

صفحہ	نمبر	آیات - نکات	نمبر شمار
<p>علیٰ بن ابی طالب - دل و دل تو بہ بزرگوار اللہ                  دل، صبر بوقت مصیبت - دل، کلمات صلوة                  دل، اتفاق المال - تقسیم شہادت اللہ</p>	17	<p>ذالک من لیظہر شہادۃ اللہ فانما من                  تقویٰ القلوب ع 32</p>	
<p>بیان تقویٰ (قرآن میں نیت و فلسفہ کی)                  لبتاریا برائے عینیت</p>		<p>(اصول عن الدیار)                  الذین اخرجوا من دیارہم لفریحی لا                  ان لفرحوا ربنا اللہ</p>	
<p>تذریع الیہ یا من المؤمنین -                  ظالموں کے خلاف مظلوموں کو علیٰ عینیت -                  لغرت الی ما وعدہ -</p>		<p>یہ قاعدہ الیہ سے -</p>	
<p>ایلیٰ حق پر حرف و ذرا تاک لیسے سے یہاں ظالم مرتد                  ہیں - (یعنی حق و باطل کا تقاضا اور نتائج)</p>		<p>ع 40</p>	
<p>دفع الناس بالناس (اگر ایلیٰ حق باطل                  طاقون (مشرفین) اسٹیبل نہ کہتے تو تاک                  مذہبی مرکز بنا دے اور پادریجات - گویا                  [ مذہبی عبادت گاہوں کا آبادی دین حق کے                  سیاسی غلبہ کا گریہ کا منت ہے ]</p>		<p>دین حق کی سب سے بڑی کھلی لغرت الی                  ما وعدہ ہے .</p>	
<p>ولینظر اللہ من یفرہ ان اللہ لظہر لظہر</p>		<p>منیٰ ظہر ظہر لظہر لظہر                  بقرہ</p>	

بزرگوار	نام سورت	آیات (20)	پارہ	مصنوعات
	بخرا 41	تَمَكَّنْ مِنَ الْعَدَانِ مَا نَيْبَهُ وَأَنْ دَامَتْ مَعْلُومَةٌ (11) ایتلاذ کوؤة مَنْ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ (12) یسین عن المنکر	17	تَمَكَّنْ مِنَ الْعَدَانِ (سیا کھیلنے) خدا سے شرط ہے گویا یہ لایف ہے (سیا یہ دین) اور معمول بہ دین (معلوم) بشرط اور مفوض ہے گویا تبلیغ دین بھی صحیح معنوں میں ایک طرح ٹوڑ کر پھاڑتی ہے
	بخرا 42			اہل حق کی تکذیب ہمیشہ گمراہوں کا مشورہ ہے
	بخرا 45			ظالم اقوام کی تباہی و بربادیت -
	بخرا 46	تاریخ کا جائزہ مطالعہ		اہم سابقہ کے حالات و واقعات کا مطالعہ سبق و عبرت کا سبب ہونا چاہیے - یہ چیز سرکاری انگلیوں سے نہیں بدل سکتا قلب کی بنیاد سے ممکن ہے ۔
	مردہ مطالعہ سے سودے			آج کا مسلم انہی سابقہ تاریخ کا مطالعہ اہم القلوب کی حقیقت سے کھرے گا
	بخرا 48			ظالم اقوام کو کھیلنے تک ہیلت دیگر لگانے گرفت میں لیا گیا -
	الحج - 54 - 55	وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ - عَذَابَ يَوْمٍ عَقِيمٍ		اہل ایمان ہمیشہ رات پر رہیں گے لہذا اہل باطل دن کے میرے درمیان لہر لہر کر رہیں کی صورت پر تعاقب کے بارے میں گفت

اہم القلوب -  
اہم القلوب -

116  
بائشمار القلوب  
سورہ الحج

موضوعات	آیات (21) پاروں	ناکسرت	نمبر شمار
سبیل اللہ ہجرت - قتل و موت نقاص و انتقام کا حکم (من عاقبہ)	17	الحج - 58 - 60 اور ولکم فی النقص حیوة یا ادلی الالباب	117
برکت کعبے خاص لادھ عمل مکرر یا (شریانی و لیثار)		الحج - 67 - 34 قرآنی	118
ایمان رکوع کجود عبادت فعل الخیر (خلج و نجات)		78 - 77	119
جماد (الغلاب) اعلیٰ دین حق (یعنی غلبہ حق کعبے الغلاب بیا کرے)		و جاهدوا فی اللہ حق جمادہ	
ہوا جنتکم (اس مقصد کعبے اس ات کو مقرب کیا گیا ہے)		ولکل امۃ حیلنا منسکاً فہما ناسکونہ - 67 نہج	
عذرا حج - (الرسول شریف) ملت ابراہیمی - ہوستمکم المسلمین		یکون الرسول علیکم شہیداً - علم اتحاد	
انابت صلوٰۃ - اتباد زکوٰۃ اعتقاد باللہ - لغیر المؤمنین و غیر المؤمنین		نتیجہ باجالی - لغیر المؤمنین	

موضوعات	آیات (22) پارہ	ناکسمت	نمبر شمار
فلاح مومنین <del>ممنون</del> صفات مومنین	18	<u>المؤمنون</u>	
① عشق خدا و صلوات ② ازالہ عن اللغو ③ نفل الزکوٰۃ ④ صافقت فرج ⑤ رعایت لعنات ⑥ رعایت عمد ⑦ محافظت صلوات خالد دلان		11 — 1	120
لعبت نوح - اعترافات قوم نوح حشر نوح پر طلب تفضل دنیوی (اقتدار) اور مالی برتری کی خواہش کا الزام الزاک دیوانگی -		→ اولئک ہم الوارثون الذین یورثون الفردوس ہر فیہا	
		25 - 23 "	121
تکذیب عود اور ابلیس شکرین		48 - 39	122
دیگر امیناء کی لعنت - انکار اور شکرین کی تباہی و بے لگت لعنت موسیٰ اور ہارون - بے لگت مومن		(اس سے قبل اعترافات) مذکور ہیں -	

نمبر شمار	ناگہت	آیات	ماہ	(23) مضموعات
123	المؤمنون	64 - 78	18	• تمام کائنات میں سے گریبان میں " غیب "۔ • قرآن کے باعث میں تو میں سر پہنڈ بیرونگ میں " 71 "۔
124		108 - 111	"	نیابت کے بعد اہل ایمان نماز اترانے والوں • انہوں نے اور " صابریں کا جزا "۔
125		115	"	بہنہ نزع اللہ کی عقلیں باوجود عیب - عیب ہیں (یعنی اللہ کسی معصومہ کا خاطر سے کیا گیا ہے)
126	النور	1	18	1- عدی زنا، عدی قذوف، لسان، (عدد اللہ) • زہری زعمیا، دیوانہ نوعیت
			"	2- واقعہ انک اور عفریہ حالت عدی زنا کا برأت دقتہ سے بیان -
			"	3- شعاع الناعشہ (بریا باء) چرچا کرنا کا نعت - منافقین اور عدی کے بعد → برتنہ نقیہ
	انواہیوں کی نعت			



مضامین	نمبر	نمبر شمار	تفسیر - آیات
<p>4- اتباع غلوات الشیطان، فساد و منکر ہے۔</p> <p>(شیطان طریق عمل کا پیروی کا مخالفت)</p> <p>5- کسی حالت میں نفع بخشی و نفعی دانی منتقل کرنے کا خواہ ضروری و مائیں کس قدر عداوت کیوں نہ کر رہے ہوں بلکہ عنود در گزر کی تلقین</p> <p>6- شجاعت ایسا ہے - 7- اہباب کے گمان آند</p> <p>دروغ کے آداب - حکم استغذان و تسلیم</p> <p>بیوت غرض کو نہ <i>استقامت + استقامت</i></p> <p>8- عین لہر انکم - اور حفاظت خروج (مردوں اور مردوں کو حکم)</p> <p>عصمت مومنات کے احکام۔</p> <p>31</p> <p>9- و بالینا جہور کونہ والیہ پر بیونہ</p> <p>مساجد میں نماز اور نماز کا حکم • کثرت و مکرر بار بار روزہ</p> <p>یہ مائل میں بیونہ چاہیے</p>	<p>18</p> <p>18</p>	<p>127</p> <p>128</p>	<p><b>النور</b></p> <p>« 21 - »</p> <p>ولا یاتل اولوا النفل منکم والسعة ان یؤتو اولی العربی</p> <p>احکام عصمت ع 31</p> <p>1- حکم عین لہر 2- حفاظت خروج 3- مخالفت ایسا رہنیت 4- گریبانوں کا ڈھانکنا (دو بیٹے کا استعمال) 5- ضرب ارطہ کا مخالفت وزینین زور سے پاؤں مارنے کا مخالفت</p> <p>6- پردہ سے خیز افراد مستثنیٰ ہیں</p> <p>34 - 36</p>

نمبر شمار	نمبر آیت	مضامین
129	46 — 57	<p>18 • میاں ایمان - اطاعت رسول ﷺ</p> <p>میاں نفاق - ایزالہ من الاطاعت</p> <p>• موت و تدفین نیکوں کا مابین بدہ عمل قرآنی</p> <p>• حدیث و انبیاء حضور ﷺ کی اطاعت سرسبز ہے</p> <p>• نیکو سبک القلوب ہی مذہبی تکل اور سادگی</p> <p>بہبود و سنان ہو سکتا ہے</p> <p>شرط ایمان - کف اطاعت رسول ﷺ</p>
130	61 — 63	<p>شرط ایمان - کف اطاعت رسول ﷺ</p>
131	1	<p>قرآن - الفرقان ہے (حق و باطل کے درمیان)</p> <p>نذیراً - ڈرنا بیزوالہ</p>
132	7 — 9	<p>رسالت لہری (مذہب) پر اتر آئے - (حضور ﷺ)</p> <p>انہیں منتخب کردہ سادہ میاں زندگی جو عاقل و لائق</p> <p>کے طبعاً - کفار کے نزدیک رسول ﷺ</p> <p>کے ممانی عا - وہ ان کے لئے سب سے عمدی طور پر</p> <p>بلند و بالا میاں زندگی کا نوع رکھتے تھے -</p> <p>(قیادت جس طبقہ کے مسائل حل کرنے کیلئے میدان عمل میں آئے انہیں انہی</p> <p>زندگی اسکا طبقہ کی طرز بود و باشی کے مطابق ہونا چاہیے)</p>
		<p>الفرقان</p> <p>الفرقان - اللہ لہ نذیراً</p> <p>Common Standard of Living</p>

نمبر خطہ	سورت - آیات	بارہ	مضامین (26)
133	الفرقان - 26-31 ۱۰ (اصحیٰ اودرہ زفاتنوں) کے اثرات روز قیامت عیان میرنگ	19	• روز قیامت - ملک الہی - شمار پر سخت میرنگ • خاک انہی لہو چو چیا کر جی کے کہ کاشی پہن کر • کاساتہ لہیا میرنگ - (سولہ کا صفت ہشتاب) • خاک غلط زفاتنوں پر نام دسرفہ میرنگ • سولہ شکایت کریں کہ کہ کوم نہ تران کو • صورت کے قابل بناد باقا (لہی تران • سے یرایت افذ کر خلی آرزو بائی ندرہی تم • " و لئلا تک سبحان لکل نبی عدواً من المجرمین " - • یرنجی لہی جبرین میں سے کسی نہ کسی • کی عداوت پیدا کر دی -
134	35 - 39	19	• انباردک نا فرمائی کر نہ دالی قومیں • تباہ ہو کر مہٹ گئیں - • خدا کے بندوں کے اوصاف (مقبول بندوں کے خصوصیات)
135	63 - 77	•	

وجہاء الرحمن الامین (87)

- ① متواضعانہ شان سے زمین پر ملنا - (عزت و تکریمات) بگرنے ہیں -  
 اور کسی پر ظلم و استکمال میں - (محافظ زندگی)
- ② عنود و گنہگار - (زیادتا سے حرف لڑکر جاتے ہیں)
- ③ رات کو سجد و نیام (عبادت گزارا) اور دعا و التماس بارگاہِ خداوندی میں
- ④ اِنْفَاق - لغیر اسراف و اقتراہ کے - (نہ ہر سے زیادہ نہ کم بلکہ اعتدال پر رہنے بیٹے -
- ⑤ نَفْسِ شَرِّک - (کسی غیر کے ساتھ مقبالتے ہیں)
- ⑥ تَمَلُّقِ نَفْسٍ سے اِقْتَاب -
- ⑦ زِنَا (برہناری) سے اِقْتَاب -
- ⑧ جھوٹی گواہی سے برہناری - (اِقْتَابِ عَنِ الزُّور)
- ⑨ لَعْنُو اور لَعْوَلِب سے برہناری - (یہ خلاف تہانت و شرافت)
- ⑩ اَمَانَةِ اللّٰہِ سے سبق حاصل کرتے ہیں - (حکم بنیاد رکھتے ہیں)
- ⑪ ازواج و ذریت (اولاد) سے اِنْسِ و سَفَقَت -
- ⑫ کَثْرَتِ تَقْوٰی کی تمنا و کمزوری  
 کمال پر ہونے کا ہے

نمبر شمار	سہیت	آیات	نارہ	مغاسس
136	الشعراء	(مخبر)	19	موسیٰ علیہ السلام مدعا میں فرعون کے پاس نبی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں (مقصود لعنت میں - نبی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانا شامل ہے) - کراچی میں کامیابی -
137	مجادلہ (تہمت و تائب)	65 - 68		بلاخرہ موسیٰ کی کامیابی اور لشکر فرعون کی ہلاکت -
138	توم	122 - 105	4	توم نوح کی تکذیب - نوح کی موت توم طعنہ اور انکار ، نوح کو دھکی (توم کا طرف سے) -
93-94	توم	توم کی تباہی		توم نے اپنے اور قوم کے درمیان واقعہ پہلے

تہمت و تائب  
موسیٰ علیہ السلام مدعا میں فرعون کے پاس نبی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں (مقصود لعنت میں - نبی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانا شامل ہے) - کراچی میں کامیابی -

بلاخرہ موسیٰ کی کامیابی اور لشکر فرعون کی ہلاکت -

(انبیاء اپنے شاگرد کی تکمیل میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں) یہ کامیابی انکی نبوتوں کی تصدیق بیٹھی ہے - اور وعدہ پہلی کا ایفاء

توم نوح کی تکذیب - نوح کی موت توم طعنہ اور انکار ، نوح کو دھکی (توم کا طرف سے)

توم نے اپنے اور قوم کے درمیان واقعہ پہلے

تہمت و تائب  
موسیٰ علیہ السلام مدعا میں فرعون کے پاس نبی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں (مقصود لعنت میں - نبی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانا شامل ہے) - کراچی میں کامیابی -

بلاخرہ موسیٰ کی کامیابی اور لشکر فرعون کی ہلاکت -

(انبیاء اپنے شاگرد کی تکمیل میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں) یہ کامیابی انکی نبوتوں کی تصدیق بیٹھی ہے - اور وعدہ پہلی کا ایفاء



(30) - پہلو

۱۰: (موسیٰ، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب) - ان

نظامِ انبیاء کو خود باطل کے نقاب سے ڈھائی اور دبا دیا۔ نتیجہ وہاں تک

برہ - اور کوئی جی نتائج کے اعتبار سے ناکام نہ ہوا۔

✓ یہ نجات اپنی دعوت کے ساتھ یہ لیا کہ

”وما اشلکما علیہ من اجرٍ ان اجرہ الا علی رب

العلین“

✓ یہ دفعہ منکرین کی بلوائی کے تذکرے کے بعد ثران پر الفاظ استعمال

کرنا ہے ”ان فی ذاک لآیۃ“ — وان ربک

سعو الغریر الرحیم“

۱۰: - ان ”وما اهلکنا من قریب الا لھا منذرون“ 204 ع

انہا وما کنا معین حتی نبوت رسولاً -

پر شمار	سورت	آیات	صفحہ
143	208		19
			<p>31) صفحہ 19</p> <p>مذکورہ درجہ ذیل کے کو بیسے بغیر کی</p> <p>گائوں کو بناہ من کرے۔</p> <p>x. (گویا نیکوں کی عبادت سے بغیر کی فتح قرار)</p> <p>یاد ہے</p>
144	النمل	2-3	19
صالح			<p>تک آیت القرآن و کتاب مبین۔</p> <p>عدوی و بشری للمومنین الفویض لعموم</p> <p>المسلوۃ</p>
145	45-53		<p>صالح کی دعوت تو خود کو</p>
146	54-59		<p>حق و باطل دو گروہ ہو گئے</p> <p>ناظر کیف کان عاقبۃ مکرہم</p> <p>انادرتنہم و تو تم اجمعین۔</p> <p>لوط کی دعوت اور ماہیابی</p> <p>سیریں کی بلادت</p>
			<p>x. باطل کی تباہی</p>



مضامین	آیات (33) پارہ	سورہ	بخش نمبر
<p>"قل میرا ہی اللہ ہے فالظنوا لیف کان عاقبۃ          الہجرین؟ (الم سآلۃ کی بنا پر صبح          تاریخ ذریعہ عزت ہے) حاصل کرنا          اور سرخیمہ صیات ہے۔"</p>	20	الہمل - 69	147
<p>✓ "قرآن ان مسائل (ذکر کرتا ہے) منبر افہون          اختلاف کیا اور تفرقہ میں مشابہ ہو گئی۔          لیکن قرآن (یہ بیان ایمان لائے والوں کیلئے          ہدایت اور رحمت ہے) (اختلاف امتی          "ان ربک لیقضی بینہم بحکمہ"</p>		76-79	148
<p>اصفاق حق والباطل باطل (ان اعداء ربک          هذه البلۃ          ۱- عبادت الہی (ملکہ منورہ کی کرنیزت)          ۲- فرما بزداری - (ان اکون من المسلمین          ۳- تلوت قرآن) - عداوت - اعتد          ۴- عداوت ربانی (جس نے راہ کو مایا          ۵- (عدالت گراہی) - بھی مکن ہے</p>		91-93	149
<p>فرعون کا قلب و ظلم -          کزور اسراہیلوں کی منظومیت و بی          ارادہ الہی = التوبہ =</p>		فیصل بہ کثیراً و رحیمی بہ کثیراً	150
		<b>القصص</b>	
		6-1	

نمبر شمار	سہیت	تاریخ (33) پارہ	مفہمات
151	26 - 35	20	<p>● دوسری کی لعنت امیہ عظیم اللہ کی مقدس کتب                      تھی۔ نہایت اس لعنت سے قبل تقریباً 10 سال                      شعیب کی تربیت میں تھی۔</p> <p>● دم عارف نسیم جمع دم ہے۔ اسی سے رشتہ معنی میں دم ہے                      اگر کوئی شعیب کے ہمسفر۔ شبانی سے کلمہ بھی دو قدم ہے</p>
			<p>(انبیاء)</p> <p>فناختہ برکت لعنت مرسومی دو                      نشانوں کا شاید کرا مار۔</p>
			<p>(i - معجزہ عصا - ) ناکہ اطمینان                      (ii - درہم بھینا - ) قلب سیر</p> <p>● عمر کاروں جو موسیٰ کے ہاتھ میں تھی اور ان کا معاون (دوسرا) بنا گیا                      اور اطمینان سے ہوتی دکھائی۔</p> <p>● تپ دونوں مہر جیسے گتے دربار فرعون میں - اللہ ب -                      اور نبی اسرائیل کی ہجرت و آزادی</p>
152	39 - 43	"	<p>فرعون کا شرور تکبر۔ اسی بنا پر -                      دو مرتبہ لعنت و ہلاکت کا شمار ہونا ہے۔                      ● سالقہ اقوام کی تباہی کی بنا پر -</p>

x. شاید سے لعنت ملتا ہے →

x.

✓

●

صفحہ نمبر	آیات (34)	بازہ	مضامین	درست
153	التقصیر - 49 - 51 "کتاب" - لا تم عمل	25	دعا الہی سے براہ کسر کوئی کتاب یا صحیفہ ہدایت میں دے سکتا۔ (یعنی منزل تک نیہانت یا شاخ کے بعد اگر نہ کہ غنات یہا میں کر سکتا)	تقریباً
154	و من امنل من اتبع ہدایت بخیر حدیث من اللہ 56 - 60		ہدایت ربانی کو قبول کرنا ان لوگوں کے ذہنی تقریباً لا تم عمل کو اپنانا امر الہی ہے۔ انک لا تعدی من اجبت وکن اللہ یعدی من لیشاد۔	
	یہ طبقہ مادی لقمان کے اندیشے سے حدایت ربانی کو نظر انداز کیے رہتا ہے۔		منا و ہرست سوچتے ہیں کہ حدایت ربانی کی پروا میں ہمیں ملک بدر کر دیا جائیگا۔	
	و ما علینا الا البلدح البین میں فرق		دینیوں مانع و لغت ساح پر فخر کر سولوں کی تاشی۔	
160	پہنچا رہے اللہ واعظانہ اللہ		توہن کے پاس رسول کے ذریعے حدایت جیسے بغیر اللہ تعالیٰ ایسے پلاک نہیں کرتا۔	
	پہنچا رہے اللہ - پہنچ بیوتا ہے۔ جس کی اطاعت - فلاح اور جس - افران - پلاکت و تاشی۔		علاقہ تباہ بنی ہرتس و بت تک کہ ایک باشندہ کا تم نہ ہو جائیں۔	
	کار شیخ مہر کر رہتا ہے۔ ذہنی زندگی دعوت کی کامیابی ہے۔			



● قازون م برشنگ انہام - تاجی - (زین میں کبر و عناد م انہام)

دینی انہام م ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

— من جاد بالحسنة فله فير منها — ومن جاد بالسيئة فلا يحزها الذين  
محلوا السيات الا ما كانوا يعملون «

✱ نیک و بد پر کوشش (عمل اور جذبہ) م انہام و نتیجہ جزا و سزا کا حصہ میں

اسی دنیا (زندگی) میں شریک ہو کر رہنا ہے «

ہر عمل اپنے نتیجے پر پہنچ کر رہنا ہے -

● عہدی - مئلدل دورانتے (لائعہ عمل) میں -

(من جاد بالهدى - ومن هوني ضل بيين) جدوجہد در اسولوں پر

✓ ہوسکتی ہے - رہ عہدات پر یا رہ منکرات پر - دو ایک مثال  
دنگ لائعہ عمل م اگ تباہ

● کل شئی خاک الا وجعہ — « کامیابہ (لقبا) عرف

حقا کیت ہی ہے - باقی سب کچھ خاک لینی سبت و نا

(باطل ہمیشہ ناکام ہو موزا لہ)

✱  
صمد

نمبر شمار	سورہ	آیات	بارہ	مفہمیں
156	العنکبوت	1 - 7	20	ایمان کے بعد آزمائش شرط ہے۔ یقین کہ غیبی امر تحقق قہری نہیں، آزمائش علم لہذا نبیؐ کی کسوٹی سے طے پانا ہے۔ گویا صدق کا ہر کوہ امتحان سے ہی پرکھا جاتا ہے عامل بالسورہ ہی کیا خاص اشفاق سے گزرے گا
157	فان اجل اللہ لات	لکل امۃ اجل اور لکل اجل کتاب	اجل	بیرا حیح یا ہر سے عمل کرنیوالے کیلئے تفصیل کنی ساعت آنیوالے ہے۔
158	ومن جاهدنا بما جاهد لہنہ	ان اللہ لعنی عن التلمیذ	تلمیذ	بہر شخص کی ہر کوشش ایک ایسے نفع یا نقصان کیلئے ہی ہوتی ہے۔ ذات حق اس سے بے نیاز ہے عمل صالح سے تکفیر سنیات ہوتی ہے
159	10 - 11	14 - 15	✓	عدوتِ منافقت - دوسری ایمان اور آزمائش و امتحان سے گھبرانے سے آج عذاب سمجھنا
160	18	✓	✓	نوحؑ 950 برس تبلیغ کرنا۔ اگر اتباع کی بات اور مخالفین کی بددلت

صفحہ	آیات (38) پرہ	سورت	نمبر شمار
<p>20 • خدا کی رحمت سے بالبرس (بے یقینی) خوف                  کنار کو یہی ہو سکتا ہے۔ اور ان کی کھلیت                  مددناک عذاب (عزیزانگ انعام) سے</p>	23	طہ (طہ) - ملکوت منتق	161
<p>4 لوط کو اپنی خواہش عذاب سے پہلے کیا                  انہوں نے دعا کی — اور فرشتے                  کنار کو تباہ فرمائی گئی آتش - لوط اور اہل غات                  ڈالت اور باقی صبا تباہ ہو گئی۔</p>	29, 30, 31, 32, 33, 34, 35	دعوتِ انبیاء کا اثر	162 Sup
<p>4 اہل مدین کی تباہی (مقبیہ) ،                  عاد و ثمود کا تباہی ،                  قارون، فرعون اور عامان کی تباہی</p>	36 — 40	(و منعم من اخذتہ العیبۃ و منعم من ضعنابہ الودین و منعم من اعزقنا —)	163 Sup
		<p>Sup                  نتیجہ فری کی کوشش                  (آراؤ النکرة الذلوب)</p>	

نمبر شمار	سورت آیات	بابہ	مضامین (39)
164	النسکوت - 45	21	رجوع الی الکتاب (قرآن) ، امانت صلوة ، نماز کا نامی عن النشاء و الحکرینا -
165	51	"	قرآن رحمت اور نصیحت ہے -
166	53	"	ولولا اہل عسیمی لجاد ہم الذباب (یعنی تباہی دیکھتے آجاتے -)
167	58 - 59	"	صبر اور توکل کا اجر نعم الاحمر
168	64	"	حیات الدنیا - لعود لیب ہے - اور دار آخرت لعل زندگ ہے -
169	67 - 69	"	باطل پر یقین اور حق کی نسبت سے یقینی دیا ہوئی (خدا کا لغت)
			افتراء علی اللہ یا تکذیب حق - کفر ہے - (حق کے بیٹھے خزیوں پر شک) کفر ہے - اور باطل کے بیٹھے خزی یا یقین کفر ہے
			راہ حق کی جدوجہد - یقیناً بیٹھے خزیوں کی اہل حق کو خدا کی صحبت حاصل ہے ہوتی ہے
			وہذا منہ جہ تبی اور کا فرانہ یقین واللہ جہدنا ینبأ لیسع ینہم سلیمان وان اللہ لیسع المؤمنین



صفحہ	آیت	سورہ
(40) صفحہ	21	الروم
دن رومیوں کی شکست کا ذکر	104 - 105	(بَلَدَ لَدَارٍ مِّن قَبْلٍ وَمِن بَلَدِهِ)
(21) رومیوں کے دوبارہ غالب ہونے کا ذکر		یہ زمینیں حادثاتی ہیں۔
وفاقی عدت کا تعین (دوبارہ غلبہ کیلئے)		بلکہ قدامی قانون و ضابطہ کے مطابق بیوی ہیں۔
(22) شکست و غلبہ دونوں قدامی قانون کے مطابق بیوی ہیں۔		وَفَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَابًا مَّعْبُورًا
(23) قدامی وعدہ (دعویٰ) پر صورت میں		أُولَئِكَ لِيَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
یورپ ہو کر رہنا ہے۔ (وعدہ اللہ لا یخلف اللہ وعدہ)		
(24) دنیوی فہمی اور اخروی فہمی کا تعادل		
(25) کائنات کی تخلیق اور آسمان کا نظام حق ہے		
(26) یعنی ایک باقاعدہ اصول ضابطہ اور مفید کن امر سے بحث ہے		
(27) تاریخ الخاتم کا مطالعہ اس خاص زاویہ نگاہ سے کیا جائے۔ (اقوام سابقہ کے عروج و زوال کے احوال ایک باقاعدہ اصول کی نشاندہی کرتے ہیں۔)		
		کائناتی قانون مشہور تھا اور خارجی قانون تھا
		عروج و زوال ہے

170

X

اصل ضابطہ قانون

صفحہ نمبر	صفحہ	آیات	سورت	ترجمہ
50	(41) مضافی	21	32 - 30	171
	دین حق سے اسطرح دلالتہ میرا ذکر میرا باطل سے لیا عدالتہ منقطع کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی فطرت پر پیدا کیا۔ رجوع الی اللہ، تقویٰ، امانت معلوۃ، اقباب شرک اقباب تفرقہ،		فطرت بالقرۃ فطرت بالنسب	دعا دعا
	انہما مال (یہ مال دنیا مقہاروں کو انہما حق دنیا ہے) خدا کا رضا کا یہی طریقہ ہے۔ فلاح ہمہ ای طرح ممکن ہے۔	39 - 38		172
	سورہ سے معصیت تباہ ہو گیا اور خیرات و عہدہ سے معصیت لور وسیع ہو گیا۔		"قد ابلح من تزلی"	
	عادلانہ اور مستحکم معصیت "اسرا"			
	خاک و تری میں تھا) شر (بیگات) انسان (انہما بنا کر دہ ہے۔ (الزام فلامرگ، غلط ہے) اہم سالبہ کے انہما کے ساتھ کی تلبین۔	45 - 41		173
	مقررہ دن کے آنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لو (افلاس فی الدنیا پیدا کر لو)	47		174
	کنز لور عمل صالح پر حاصل حکم رکھنے کا "وکان حقاً علینا نصرہ المرین"		سالبہ انہما، حسن باطل کو برکات اور اہل باطل (مکذبین) کو آگ دنیا میں سے قلب کے ذریعہ ہٹا کر دیا گیا۔ مومنوں کا مدد کرنا خدا کی ذمہ داری ہے۔	مسئلہ حق و باطل

<p>قرآن نہ لوگوں کیلئے پرستش کا مثل (مخبر) بیان کیا ہے۔</p> <p>فدا کا دھرو (لغزب الیٰہ اور دین حق کے غلبے کا دھرو) حق ہے۔</p>	<p>21</p>	<p>(49) 58-60</p>	<p>175</p>
<p>قرآنی آیات - حکمت، ہدایت اور رحمت ہیں محسن کیلئے۔</p> <p>محسن کی تعریف جو امانتِ صلوٰۃ،</p>	<p>21</p>	<p><u>لقمن</u> 1-6</p>	<p>176</p>
<p>ایسا تذکرہ، اور ایمانِ بلاخوف سے پروردگار پر ہی لوگ عبادت اور فلاح دے سکتے ہیں۔</p> <p>قرآن کے بدلے لہو الحدیث (باطل بات) کا پیرو ہونا - ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔</p>		<p>(محسن کی تعریف)</p> <p>”ان الشکر نعم عظیم“</p>	
<p>اجتنابِ شرک و مکرم، احسان باللہ والذین و حکم اور اعلیٰ اللہ کا پیروی و مکرم۔</p>		<p>13-15</p> <p>(و اتبع سبیل من اناب الیٰہ)</p>	<p>177</p>
<p>برائے اندظم صفتہ یو اور جہاں یو فرام یو شہیدہ یو رہ سکتا۔ وہ فرور اسے الیٰہ کو پہنچے گا (برائے سے اجتناب کی تعلیم)</p>		<p>16-20</p> <p>(صفت لقمن اسے بتاؤ کہ لغزبت کرتے ہیں)</p>	<p>178</p>

حصص میں	آیات (43) پورہ	پر شمار
<p>① انعامتہ مطوۃ ② امر بالمعروف ③ غنم من الذکر -                  ④ صبر ⑤ عاقبت لقبیر خد (کیسی کو غیر مجبور                  رضامندی سے کو کج کرنا) ⑥ اتلا کر تھن کا حالت                  (کر و ضرور کا غموت) ⑦ امتقادہ المشی کا قلم                  (سیانہ حال پلانا) ⑧ غنم صرت (آواز کا                  دھما لہلہت رکھنا) ⑨ خراگ لہتوں کو پلار کھنا                  اور اس کا شکر بخالانا</p>	<p>21                  (عفا - 20)                  ان ذاک من عزم الامور                  تیرہ دھما</p>	<p>179</p>
<p>خالصہ خراگ جھکا (غنا) دنیوی صحت دیکھ سے                  (یاک غنا) اور محسن غنا (در پزیر گاری)                  پس یہ تمسک بالعمروۃ الولقی                  غنا کاموں (انہا) اللہ سے طرف سے -</p>	<p>22                  فقد استمسک بالعمروۃ الولقی                  مضبوط رہنا کو غنا                  والی اللہ عاقبتہ الامور</p>	<p>180</p>
<p>تشریح کتاب لاریب فیہ من رب العین -                  یہ رب کا نام ہے حق ہے - قرآن کے خدیج عالم                  اقوام کو ڈر سنا جائے، تاکہ انہیں یہ آیت                  نصیب ہو -</p>	<p>21                  النجیرۃ                  3-1                  تبارک و تعالیٰ العین                  کی معرفت ہو، اور اس کا                  حصول ممکن ہو</p>	<p>181</p>

نمبر شمارہ	سورۃ	آیت	نمبر	تفسیر
۱۸۲	۱۵-۱۶	۲۱	۶۹	اہل ایمان کے احسان • سجدہ ، تسبیح و تحمید تولیع (رومہ لیتنگرون) شب بیداری (عبادت نیم شبی) فدا سے خوف و امید الفان فی سبیل اللہ -
۱۸۳	۲۸-۳۰	۲۱		و یقولون منیٰ هذا الفیج ان کنتم صدقین فیصل کن گھڑی - حق و باطل کے درمیان انباؤ دنیہ کے اعتبار سے واضح امتیاز قائم کر دینی -
۱۸۴	۱-۳	۲۱		تقویٰ کا تعلیم ، گناہوں سے بچنے کی حالت (یاد ان کی پیروی نہ کرنا) ، اتباع وحی توکل علی اللہ ، بعد خدا کے کافی بھروسہ پر لیتنا
۱۸۵	۶-۲۷	۲۱		بنی اہلک مسلمانوں کی جانوں سے جو زیادہ مانگ (قریب تر) ہیں (باب ہیں) ازواج معلومات مومنوں کی ماہی ہیں - مہاجر مسلمانوں کی بہت مسلمان رشتہ دار زیادہ قریب ہیں -

صلہ وحی متفقہ ہے



نمبر	سورت آیات	بارہ	معنا میں
186	الہ عزاب 35-36	22	ایمان کے اہمات - اسلام، ایمان، عزت (نہاداری) صدق، صبر، خشوع، تصدق، (صدقہ فرات کرنا) صوم، صافقت ترویج، ذکر کلمہ ان کیفیت عزت اور ابرہیم ص، خدا اور رسول کا فیصلہ منہ و قطع ہے۔ ایک بے گناہ کو دانت زہ کا حق ہیں۔ یہ گناہ اور گناہی ہے۔
187	40	43	آیت فتم نبوت - ما کان محمد اباً احد من رجاکم وکن رسول اللہ و خانم البینین وکان اللہ لکرامتی علیہا اللہ تعالیٰ درموز کو تارکی سے نکال کر دنیا سے بیا کرتا ہے پہلے رحمت پہنچاتا ہے۔ نیکوگی - شاید، جبر، نذر، داعی، اور سراج منیر میں 9 کلمہ دنیا فتن کی راہ طلب ہے اعتراض، انکہ ذاتی انہاد رسانی سے عزت نذر، اور توکل علی اللہ خدا کا کافی کارساز ہونا
188	45-48		
189	56-58		

(فتم نبوت اور منوم و نلفقہ)  
 اور بھیل دین آیت

اگر شاخ کا ضاقت نرد  
 تو گناہ کارساز  
 کیا مطلب ہے؟

سورہ	آیات	تفسیر
19	60-62 مَلْعُونِينَ اِيْمَانًا لِّيَعْلَمُوا اٰخِذُوا وَتَقْتُلُوا لِقَتْلًا	22 • اگر شائق (خادہ رست طبعہ) اپنے نفاق اور جوٹ سے باز نہ آئیں تو انہیں تفسیر میں سے ما جائے (منسوب کر لیا جائیگا) اور قتل کیلئے لیا جائیگا۔ (یعنی قوت سے دیا جائیگا)
19	70-73	• خدا کا سنت (دلیل) بدل نہیں سکتا۔ (سیدھی بات)
19	73-70	• ایمان، تقویٰ، قول سچہ (خردی)
19	رسول کا پیروں کے عظیم کامیابی لغیب بیوتی سے	• صلہ - اصلاح اعمال اور مغفرت ذلوت اطاعت اللہ والرسول - صلہ خود خانا نوزا (عظیم کامیابی) - عظیمیا
		• انسان کی امانت الہی کو امانا - ✓ (مغفرت الہی) - (امانت الہی کی ذمہ داری) کو امانت نہ قبول کر لیا
		• نفاقوں اور شرکوں کو عذاب، پلذت اور برائیوں کو بخشش دیا جائیگا -



سورت	آیات	پارہ	تفسیر
192	العبا 6	22	ایں علم جانتے ہیں کہ قرآن میں حق ہے اور منزل تنزیل تصور کیلئے کافی ہدایت ہے۔
193	28-30	"	رسالت گہری خاک لعل اللہ کی کھینچ ہے۔ تبشیر و تنذیر ایک دو پہلو ہیں۔ ایں باطل ساجت موطودہ کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ اس دن کیلئے (مفید کن گہری) ایک میعاد (مقرر فرمائی) ہے۔ ایک آگ بجھے ہوئی کواہ اسکان ہیں۔
194	31-39	4	ایں باطل قرآن کا کھدال کار کرتے ہیں۔ (بتلہ علم بالوحی)۔
195	40-44	5	ایں باطل اپنے اعمال سے سود و انجام بھگت کر رہے ہیں۔ انکار کفر کا آغاز ہمیشہ وڈیرے طبقے (سربایہ داروں اور کارداروں) کا طرف سے ہوتا ہے۔ مال و دولت کا لٹا ہوا حق سے نپو کرتا ہے۔ (زخمیوں میں جگر سے جاگتے)
		6	اینا عبرتناک انجام دیکو کر ایسا دورے کو گراہی الزماک دیں گے اور ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ گروہ طبقہ وڈیروں کو ساری بیکت و فلت کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔ وہ ایسا دان صاحب کرنا چاہیں گے۔ دولت طبقات نامہ و سرنندہ بیونک علاقی میں بتلہ بیونک

⑤ ایمان اور اہل صالحہ (حق کا جبریل) دو گنا ملے گا۔

۱۰۰ (یعنی آفت کے علاوہ دنیا میں جو نتائج موطودہ سسرہ آئیں گے۔)

(فوائد لیس لم جزاء الضعف بما عملو -)

⑥ حکایت الطیہ (فدا کی وعدوں) کو غلط اور ناکام ثابت کرنے کی کوشش کرنا بیکار کا شکار ہونے۔ (والذین لیسعون فی آیتنا معجزین -)

⑦ رزق کی کمی دینی فدا کی طرف سے ہے۔ (کسی ماہی کو وسیع کر دے، (مراخی اور تنگی) کسی ماہی کو فروغ تک محدود رکھے۔ یہ فدا کے قبیلہ قدرت میں ہے۔ لیکن وہ کسی کو محروم رزق میں کرنا۔

اگر ایسا ہو تو سمجھیں کہ لوگ ظالمی احکام کے خلاف ورزی کے ذریعے دوسروں کو اسحقا کر رہے ہیں۔ فدا رزاق ہی ہے)

⑧ خیر کرنا بدلہ لے کر جزا فرمائیگی۔ (وہو ضمیر الرزاقین)

22	48-49
حق ۱۴۱۱ رب کی طرف سے ہوتا ہے۔	(تسلیم جہالت و باہمی ابطال و باہمی)
(علم بالوحی سے حق ملتا ہے)	(باطل نہ ٹٹے، حق میں)
حق کا دیکھنا یہ ہے کہ وہ آتے تو باطل جڑ	جاء الحق رزق حق الباطل - ان الباطل
سے ختم ہوتا ہے اور کچھ لوٹ آئے کھانڈت ہی نہیں۔	کالیہ (موت)

نمبر عثمانی	سورت	آیات	باب	مضامین
196	بخاطر	2	22	<p>اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے (کامیابی سے                      سیکھ کر کرنا چاہے) تو کوئی روک نہیں سکتا۔                      اگر وہ کسی سے اپنی رحمت و فضل روکنا چاہے                      (نا کام اور شکست خوردہ کرنا چاہے) تو کوئی                      اسکا اجراء نہیں کر سکتا۔ وہ عزیز و حکیم ہے</p>
197	ان وعد اللہ حق	4-6		<p>ابن باطل کی تفسیر سے گہرا ناسخ چاہیے۔                      وعدہ الہی حق وہ یوں یوں کر رہیگا۔                      دنیوی زندگی (جہ و منصب اور سرمایہ و دولت)                      پر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔                      شیطان ایل من یا دشمن ہے۔ اور اسے دشمن                      سمجھنا ہی چاہیے۔</p>
198	عزت و غلہ سب اللہ کے پاس	10		<p>ایمان اور عمل صالح سے مغفرت اور اجر لہر                      ایل باطل کو لینا بہت اعمال (بریا کو شیشی)                      اپنی نوریں اچھے لگتے ہیں۔                      پرامن و مندرت — دو ارب تک سنی                      ہیں۔ جو خدا کی طرف سے متعین ہیں۔                      طنز کرنا ہے۔ منزل اللہ کے شریک کرنا ہے</p>

بچہ خدائی منصبہ وارادہ حق ہے۔  
 پورا یوں کر رہنا ہے۔ کوئی مخالف طاقت یا  
 لادہ عمل اسے رد و بدل نہیں کر سکتا

ان الشیطن کم عدد  
 ناخذہ عدواً

عزت و غلہ سب اللہ کے پاس  
 اور اس سے چاہو  
 پاکیزہ کلام اچھی بگناہ تک  
 دیتا ہے۔ اور نیک نام  
 (پاکیزہ بدر بید) آدمی کو  
 طنز کرنا ہے۔ منزل اللہ کے شریک کرنا ہے

﴿ 51 ﴾ إليه يُعْتَمَدُ الْكَلِمَةُ الْغَيْبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

● الکلم الغیب — یا کلمہ اور مخلصانہ پروگرام — عزاکوارانہ بعد مشورہ  
 الیہ یصد — بارگاہ انبوی میں مقبول ہونا ہے۔ اور اس کا تاثر لغیب ہوتی  
 قبولیت

● العمل الصالح — اس پروگرام کے مطابق اگر اس یقین سے مخلصانہ جدوجہد کی  
 کہ جانت تو یرفعہ وہ اس مجاہد کو بلند کر دیتی ہے۔ یعنی منزل مقصود  
 کے قریب بنیاد دیتی ہے۔

دن دونوں اصطلاحاً معنیوں کا امتزاج ہے

حقیقت کے حوالے سے سمجھا جائے

• منا كان يريد العزة فلله العزة جميعاً —  
 (غلبہ) (غلبہ)

● بَرَكٌ دَاوُدَ حِينَ وَاوَدَ (باطل طاغوتی عزائم کہلے جدوجہد کو فریاد)

✳ (یعنی پروگرام ہے کہ نتیجے میں فریاد ہو جائے نہیں)

● دَمْرًا وَاوَدًا — یعنی باطل کے پروگرام میں یہی تباہی  
 (واضی فریاد) کی ضمانت ہے۔ جس طرح العمل الصالح  
 میں کامیابی —

نمبر شمار	سورت	آیات	صفحہ
۱۹۹	غلہ و زول	۱۶-۱۷	۱۹۹
۲۰۰	تکذیب کرمواں	۲۴-۲۶	۲۰۰
۲۰۱	مغزرت	۲۹-۳۰	۲۰۱

۱۹۹ • اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ایک قوم کو شاکر (مکرم) کر کے دوسری قوم کو غلبہ دے دے۔  
 کسیر یہ کام قطعاً دشوار ہیں۔  
 (ان ایضاً یدھبکم ریات بحق جدیدہ و ما ذاک علیہ لیزیر)

۲۰۰ رسالہ شہرہ - تبشیر و تفسیر دونوں مشتمل ہے  
 میر طبعہ کی طرف (بغیر القلوب) اہل حق کی مشابہت  
 ڈرنا سبب اولاد پر آج ہے۔ اہل باطل کی ملکیت  
 اہل باطل کی تکذیب و عبرتنا کی انجام۔

۲۰۱ اسناد سالقبہ الم کے پاس میں کہ بنیاد (روشن دلی)  
 زبیر (صحائف) اور کتب مغزرت (روشن و واضح  
 کتاب - لائحہ عمل) کیا ہو آئے۔

انہوں سے بنیادی - یہ نیتہ سہا ہو کر رہا

۲۰۱ • تہذیب کتاب، امانت صلوة، اتفاق (سری و غیرہ)  
 اس کتاب میں قطعاً نقصان ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ ایسی مکل اجر دے گا اور مزید فضل  
 کرے گا۔  
 تقدیر گر دہا میں وقت ہو تو شکر میں رہنا۔

غلہ و زول م عمل النامیہ  
 و حادثاتی میں غلبہ باقاعدہ فدائی  
 ارادے سے واقع ہوتا ہے

تکذیب کرمواں  
 گرفت میں آگے۔

امد اسناد کے لیے مہل  
 مطابق شاہ دربار بیگم  
 کتاب مغزرت - نیتہ زبیر و کرمواں

(جبکہ اطاعت سے فلاح اور

مغزرت  
 فضل) غفور - شکور  
 (یہ اگر تو آج ۲۹ ہے)  
 تقدیر گر دہا میں وقت ہو تو شکر میں رہنا۔

۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱

نمبر شمار	سورت	آیات	باب	معنی
202	غلبہ و انتدار ایب لحمت علی مگر سوت آزمائش ہی ہے۔	39	22	قلوت ارنی (غلبہ و انتدار) اللہ تعالیٰ دنیا ہی ایک لہ جو کوئی کفر کرے تو ذراے کن اسکلیتے بزاری لہد لغقان میں لغنانہ میوانا ہے۔ (لبنت سے بیٹے - یہ سو رو لغفاری کے مال کو دیکھ کر) کھارنک (قریش) نے تمہیں لھاس کر لہر بھلے پاکس کو کر رسول آما فرود آئی برون کر رہے۔ لیس لبنت فہری پر عمر نکر ہے۔ وعدہ پورانہ کیا۔ نفرت، خور لہد فریب کرتے رہے وہ بدلی استوں (انہی) دیکھیں - خدا کی مناجات بدل نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ اللہ چاہے تو ایل باطل (ظالموں) کو یہ سہرا کی لہ ظلم نہ کرے کر تباہ کر سکتا ہے۔ سب کو سنت و نابلود کر دے لیکن وہ پ کیا کو مقرر مناجات اور لہد عمل کے مطابق مہینہ کن ساعت تک ڈھیل دیتا ہے۔
203	فلن تجہ لعنت اللہ مدیلہ ولن تجہ لعنت اللہ تحویلہ	42-45		
	تاکہ لوگ خود اپنے انجام کو ہیئت رہیں - مقرر تالوں کے مطابق			

نمبر شمارہ	سہ ماہی	نمبر	تفصیل
204	اپریل - 61 - 1	22	قرآن حکمت والی کتاب ہے . حضورؐ ارسال میں - اور سیدھی راہ (عراط صقیقہ) پر جو منزل مقصود تک پہنچائی ہے - یہ تفریل برائے انوار ہے
205	" 47	23	ابن باطل کسی نام کی عقل دفع کرنا میں جاہت بلکہ اس سلسلے میں خدائی لکھ کر بیان بنا کر اپنی جان الفاق سے بچانا جاہت ہے -
206	69-70 <u>Imp.</u>	"	یغیرانہ فرمودات اور قرآنی دعویٰ مسخر (شاعرانہ تعلق) میں بلکہ واضح حقیقت ہیں - انہی ابن باطل پر حق واضح اور ثابت ہو کر رہے گا -
207	71-73	"	فلسفہ ملکیت - (اللہ تعالیٰ نہ لوگوں کو اپنی خلق کردہ اشیاء پر اسلئے مالک بنا یا کہ انہی مختلف مضاف مالک کریں اور شکر بخالہ میں -
			ملکیت - برائے اشناع و شکر
			← (ابن قس کی فتح وغلبہ کا وعدہ کیا گیا ہے) ❖

صفحہ نمبر	آیات	بابہ	صفحہ نمبر
208	المہفت - 75-82	23	حضرت نوحؑ - معرکہ حق و باطل میں کامیابی دنیا کی تعمیر لایا اور سلامتی میں خدا کی نعمت سے۔ اور یہ خدا کی طرف سے نیکی کی جزا ہے۔
209	98	"	(خاراد و ابہ کیداً یجعلنہم الاسفلین) اہل باطل کے داؤ کو ناکام بنا کر حضرت ابراہیمؑ کو کامیاب کر دیا۔
210	100-111	"	حضرت ابراہیمؑ کی دعا اولاد کیلئے، فرزندوں کی عطا کرنا، اور خدا کی رضا کیلئے اسے قربان کرنا، اطمینانِ صبر
211	114-122	"	موسیٰ و ہارونؑ کے کامیابی و غلبہ اور اہل باطل کی شکست و ناکامی - (اناکذابک تجزی المحسین)
212	133-138	"	جزا محض جزا ہے اخروی ہی ہیں۔
213	171-173	"	لوطؑ کی کامیابی اور گمراہ قوم کی ہلاکت - بیچارہ رہنے سے ایسا نہ کی طرف سے نازل یہاں تک (نخب آئینہ) کہ شکر اہل حق کی یہ درد میوگی اور بیچارہی سے شکر



نمبر شمار	سورت	آیات	پارہ	مضامین
214	قص	۱-۸	23	<p>ذکر الیٰسٰیٰ ترانہ کا قسم - کفار تکبر اور مخالفت حق میں اپنی</p> <p>میں انہوں کی تباہی کا کفار ہمنور کو جادو گر کہنا -</p> <p>تعدد آلاء کے انکار پر تعجب، ہمنور کی تبلیغ وسیع</p> <p>(توسیع) کو کسی خواہش و طمع مانوسہ سمجھنا</p> <p>قول رسولؐ کو اختلاف قرار دینا۔ (نہی نئی گوشت)</p> <p>کفار کو اپنی دنیوی عزت پر ناز تھا۔ اور ہمنور پر طعنہ</p> <p>کہ ہم سب کو حضورؐ کر اسیر و جی نازل ہوئی ہے</p>
215	۴	۱۲-۴۰	"	<p>قوم نوح، عاد، فرعون، ثمود، لوط، شیب، کا تکذیب</p> <p>اور ان کا عبرتناک انجام -</p> <p>داؤدؑ کو دنیا میں مضبوط سلطنت، حکمت و</p> <p>دانائی اور قول مفصل (مفصل الخطاب) عطا فرمایا گیا</p>
216	۴	۲۶	"	<p>سرباہ داروں کی مناد پر سنانہ اور اسحق علیٰ ذہنیت</p> <p>فما الارض ناکم بین الناس بالحق</p> <p>کائنات کی تخلیق با مقصد ہے، اور باعنا لہم ہے</p> <p>قانون سے نالی سمجھنا کا قرآن مجید (Creation by chance)</p> <p>(مسلحہ کی نفی)</p>
	سليمان	کو دین حق کے غلہ کہنے		<p>سومنین، د مفسدین ایک میں میں ہو سکتے</p> <p>متقین، د مجار</p>
	سليمان	دنیا یا د خدا سے غافل نہ کرے تو		<p>یہ خط کی لغت و عطا ہے</p>

نمبر	صفحہ	آیات	باب	مضامین
216	۵۷		23	شکر این هو الا ذکرہ للعالمین - عالمی برکت۔
217	<u>الزمر</u>	1-3		فقط غلبہ و حکمت و بلاغ جس سے قرآن نازل کیا۔ اخلاص من فی اللہ کی تعلیم۔ شرک کیلئے کوئی بھی وجہ جواز میں ہو سکتی۔ جھوٹا اور ناشکر اہانت سے محروم رہنا۔
218	9-12			فرمانبردار اور نافرمان، حائف والا اور ایمان برابر میں ہو سکتے۔ ایل حق کیلئے اس دنیا میں بھی جہاد ہے
219	17-18			اخلاص من فی اللہ کی تعلیم۔ اقتناء عن العاقبت اور امانت الی اللہ و لو ان کلمتہ لنبات اور ہدایت۔
220	22			الشریح حدہ اسلام کیلئے - خصوصاً نوز من ربہ جس کا دل بلا فطرت سے غافل ہو گیا۔ وہ عوامی طرح
221	25-28			اقوام سابقہ کی تکذیب اور انجام بد ایل باطل کو دنیا اور آخرت میں اہل تکذیب قرآن میں یہ صبر کلمہ قلیل ہیں یہی ہے تاکہ توجہ پر ایمان



نمبر شمار	سورت آیات	پارہ	معنا میں
			(59)
		24	<p>ابن باطل کا فایرہ شان و شوکت سے ابن حق کو متاثر یسا ہونا چاہیے۔</p> <p>تم نوح اور دیگر طغیان کا تکذیب کیا اور باطل کو فروغ لا رہے ہو بیونا تاکہ حق کو مٹا دیں (یہ ناکام کر دیں) اور باطل کو سہارا دینے رہیں۔</p> <p>قدرتِ حق تمام اہل باطل کو مٹا دیا اور اس طرح کلمات قدرتِ حق ثابت ہوئے۔</p> <p>اہل حق (مومنین) کیلئے حاملینِ عرش کی دعا</p>
	وعدہ اللہ باطل کو شکست دینے اور حق کو غالب کر لینے سے یہ یقین ہونا چاہیے		
	وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا (مومن کیلئے فرشتوں کی دعا)		
225	14	4	<p>اگر خدا کی بندگی و اطاعت اور اطاعتِ خالقین میں اہل باطل <del>مختلف</del> <del>مختلف</del> <del>مختلف</del> کی طرف سے مخالفت و مزاحمت پیدا نہ ہو تو یہ اطاعتِ خالقین نہیں ہوگا۔</p> <p>(لَنْ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ عَلَىٰ حَرْبٍ لِّمَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ لَعَنَ اللَّهُ الْفٰكِرِيْنَ الْبٰغِيْنَ الْعٰدِيْنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ)</p>
			<p>یہ زیادہ اگر اللہ میں توم رکھتا ہے۔ تو ان سے کیا میں ممان ہونا</p>
226	21-27	"	<p>اقوام سابقہ کی بھرت و تباہی۔ طوطی اہل باد کے انکار کے سبب فرعون، ہامان اور قارون کے حضرت موسیٰ کی طوت</p>
			<p>جابر و مشیر کو مایہ داری اور کھلوان کی نفسیات</p>

نمبر شمار	سورت	آیت	صفحہ	مضامین
227 ✓	المرین	58	24	جاملی و عالم اور نیکوکار و بدکار ہر دو میں ہو سکتے۔
228 ✓		81-85		اہم سابعہ کی <u>تجاویب</u> ، ابتدائی کی دعوت کی تکذیب کے سبب حق۔ اور یہ اصولِ اربعہ سے کہیں بدل نہیں کرتا۔
				عذاب الہی کو دیکھ کر ایمان لانا قابل قبول نہیں
229 ✱	حکم السجدہ	5-6-7		یہ امت ربانی قبول نہ کرنے کے ثلث پہانے۔ اپنے اور رسول اکرمؐ کے درمیان کارٹ و سفارت کا التزام کہ کیسے یہ آئین اطاعت کریں۔ <u>جواب</u>
				کہ آدمی بیونس میں تو نہیں اور جمعے دیکھ کر <u>جہاد</u> اتباع کر سکو۔
230		13-14-18		قوم عاد و ثمود کا تکذیب و تکبر اور برہنہ انکار۔
				اور اہل حق کی نجات دگاہی
231 ✓		30-36		کلمہ حق بلند کرنا۔ اور اس پر استقامت کا حقہ
				دنیا اور آخرت دونوں میں معاونت
				تفہیم ملائکہ۔ امداد اور بشارت

صفحہ نمبر	سورت کتاب	پرہ	نمبر
(61) دعوتِ اِلا اللہ - عمل صالح - سب سے بڑی بات ہے	توکل و عمل میں مطالبہ (و یکتا)	24	
⑤ غنہ اور غنہ میں دلچسپی اور (خوشی و شہرت اور حق و باطل کے جیسے جیسے)	مگر یہ دولت بہت بڑا الغیب ہے جو صرف صبر و ابرو کو ملتا ہے		*
⑥ غنہ و دولت کی تعلیم - (احسان) سے عداوت - دولت میں بدل جاتی ہے (انتقام نہ لینا - صحت عزیمت بیرونی)			
ہدایتِ ربانی کتاب عزیز (غنہ لائقہ عمل اور (Guaranteed Programme) لیل باطل کی جاؤں میں اس لئے غنہ عمل کو ناکام ثابت نہیں کر سکتا۔	41-42	232	Imp.
	ان کہنے بجائے کا کوئی راستہ نہیں ہے		*
			233
		25	



ضمیمہ نمبر ۳

قرآنی فلسفہ انقلاب (قائد انقلاب کا قلمی مسودہ)





① « فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون »

قرآنی فلسفہٴ القلوب

محمد علی لہرانی درمی

(2)

تکن سوال ہے۔ عمل کیوں ضروری ہے

کہلے کہ جب مطلوبہ نتائج زندگی میں (اسلام) پر عمل سے (سہا بیونا نہ بیوگت) سے لگتی ہے تائی۔ اور مالوکی دج یعنی کما لطور سے لگتی ہے۔

وہ ثمرات کیا ہیں صفتوں نے اسلام کی لذت نتائج کے لحاظ سے مالوکی سے لگتی ہے ؟

(زندگی کے بنیادی لغزات میں لغز)

زکوٰۃ کو ختم کرنے سے لگتی ہے انداز فکر میں تبدیلی درکار تھی۔

صبر

ثمرات دو ہیں

- (1) غلبہ کا بدلہ۔ حق کے ساتھ سے غلبے کا جھین جانا۔
- (2) فکری عمل کو معنی زندگی میں لغزات میں لگتی ہے۔ بیونا

دو طرح کے انقلاب درکار ہیں

- ۱۔ سیاسی انقلاب
- ۲۔ فکری انقلاب

● سائبرٹ - (3) ایسے ذاتی اجتماعی زندگی جو مطالبہ حقوق کے بجائے اساتذہ حقوق یا

کے اصول پر حرکت نہ کرے بلکہ اسکی اساسِ عدت نفس شرعیہ اسلامیہ ہو۔

، Socialism ،  
، Capitalism ،  
سماجی نظام ، بلکہ ذاتی نظام ،  
عزت انسانی نظام (و غیرت) ،  
و غیرہ

” اسباب و محرکات اور اساسی تغیرات و اثرات  
جنکے باعث عالمی سطح پر اسلام کی اجتماعی قوت

زوال نہ ہو سکی

دہائیہ کی نشیں عورت

1 سیاست نامند

تعلیمی زندگی - مرد علم

2 معاشریات

3 عمرانیات

4 اخلاقیات

5 اسلامیات

✓ صنوع - علم

✓ صنوع - عمل

دانشدہ کالج

6 تاریخ و غیرہ

تاریخی مآثر

✓ دورِ عثمانی کے اثرات - ” زوال کا سبب یہ ہے

ذہنی و جسمانی

حالانکہ اکوڑت جو سب سے زیادہ تباہ کن ہے اسکی اصلاح سے اسلام پر اثر پڑے گا۔

Chapter I  
Introduction

(4) مستقبل میں مسلمانوں کے  
 عقائد و سنی استوار رہنے کے لئے  
 درپیش آنے والے مسائل پر غور کرنا

اسلام کے قابل عمل بیوت کے  
 (تعمیر و ترمیم) کے بارے میں  
 حاکم دکنوں "منزل بن اللہ" قانون کے مطابق تابع ہو کر

سیاست  
 جامع لفظ  
 حاکم دکنوں "منزل بن اللہ" قانون کے مطابق تابع ہو کر

مشارکت میں اندازہات کے عادلانہ قیام کو فروغ دینے کی کوشش کریں  
 (آئین و حکومت سے بدلہ -  
 رد عمل کے لئے جمہوریت سے بدلہ)

تخلیق عدالت کیلئے ایسا امر لایا تو دن کا عمل ہے جس سے مٹائی نامیواری و  
 بے لگائی کا فائدہ اس انداز سے ہو کہ نہ کوئی فرد جا جمندی میں مبتلا رہے  
 اور نہ کسی کا تخلیقی جذبہ معطل ہو۔ (اسکیلے اسٹڈ گروپ سے کم پورہ  
 مشارکتی زندگی کو کیا عدت کا ~~کھانا~~ لگائی) لفظ لگائی جاوے

و کالج پیداوار کی تقسیم سے  
 مٹائی توازن و استحکام سے  
 کوشش کی جائے کہ  
 (انفرادیت و سرمایہ داریت سے بدلہ)  
 رد عمل - اجتماعیت و اشتراکیت سے بدلہ  
 حاکم دکنوں "منزل بن اللہ" قانون کے مطابق تابع ہو کر

⑤ مغربی اترک کے بالعموم سیاسی پستی سے ذہنی شکست خوردگی۔ مغربی مروجیت

نہیں لے سکتا کی نسبت اعتماد معمول۔ برصغیر میں برطانوی ہتھیار کے غلبہ سے تغیرات۔  
 ان حق عالم اسلام میں اس کی تغیرات "معاذ اللہ"

① سیاہی تغیر سے - اعلان حزب اللہ عمر القلوبون - انصاف القلوبون

② سیاہی تغیر سے - بعضکم لبعض عدو و لکن فی الارض منقرا و مناع الایمن  
 (سیاہی) (مساہی) (پتھر)

تغیرات (مساہی) (سیاہی) (پتھر) سے  
 (مساہی) (سیاہی) (پتھر) سے  
 (مساہی) (سیاہی) (پتھر) سے  
 (مساہی) (سیاہی) (پتھر) سے  
 (مساہی) (سیاہی) (پتھر) سے

7 - مذہبی تغیر - قرآن دست (دلی) سے کتاب عالم  
 کس معنی کہتے ہیں؟

سیاہی و مساہی تغیر سے غلبہ حق ختم - معیار دین مجال نہ رہا۔

تو یہ نازدہ جبکہ باہت اسلمی مضامین موجود بالفضل اور محفوظ ہے۔ ختم ہو گئی

باقی 3-4-5-6 وغیرہ نماک تغیرات کا درجہ میرا منطقی نتیجہ تھا۔

لیذا معمول بہ دین کے تغیرات نفاذ کی قوت نہ رہی۔ یعنی مجال نہ رہا۔

تغیرات - اسی کے نتیجے میں تغیرات سے غلبہ حق - یعنی سیاہی غلبہ ہو گا کہ کتاب و سنت  
 نہ ہو سکتی ہیں۔

⑥ رسول بہ دین اور مہارک دین ۱ تعلق - لہذا مآثر (آیات، احادیث - لہذا علامہ کا بیان ہے  
 (اب یہ امر طے ہو چکا کہ سیکس انفلڈب مشکا ہے یا مشترک انفلڈب)

● سیکس انفلڈب مشترک انفلڈب ہر قسم سے - (مثلاً بیت)

(پہلے رسول کا حوالہ ہجرت ۱ مقصد - - - - - پھر فقہین کے لفظ عام کے لئے -

یعنی رسول بہ دین کا حال کہ امر انگریزی کی ہے سیکس دین کے لگو بجاں کو ان کے جوہر کی جاکے  
 یہ سیکس انفلڈب کا جوہر ہے -

Chapter II  
 سیکس انفلڈب مشکا ہے اور سماجی و فاضل انفلڈب اس کا  
 نتیجہ ہے

نہایت اہم اور غور طلب موضوع - آیات -

کا ۱ سوره الحديد : پارہ 27 - آیت 25 - (الکتاب والمیزان والحديد)

کا ۲ ص ۷۰ النور - ۱۸ - ۵۶ - ۵۵ - (استغفرنما اللہن - مذہبی تکلیم و - سماجی نفع)

کا ۳ ص ۱۷ - ۱۷ - ۴۰ - ۴۱ - (دفع اللعاب بالناس - نفس خانی)

کا ۴ ص ۱۶ - ۱۶ - ۲۴ - ۳۴ - (لکھتہ دین)

۴۳/۴۴

5	سہ ماہی اسرائیل -	پارہ 15	7	ابتداء 80	حکومت لیبیا (سلطان لغیر)
6	یوسف -	13		54-55/56	دانشگاہ لیبیا
7	یونس -	11		83 - 92/95	تعلیمی ادارے
8	اعراف -	9		157	ایمان، تفریح، لغت، بیابان
9	اسناد -	5		74-75	سیرالونگ لیبیا
10	انفال -	9		26-29	سوال بڑا استعمال شدہ

"کتابت حقیقہ" - سنت "ابواب" -

Chapter III

ایں حق کی سیاسی جدوجہد تمام قطعاً اور یقیناً نتیجہ فزیر ہوگی۔

مفہوم تو اب افروزی کے امید اور دنیوی لیبیا کے

تفکر کا ذہنی شکست خوردگی کا نتیجہ ہے۔

ایسے رویے اور طریقے جو جدید ممالک میں نظر ثانی کیے گئے ہیں ان کا حقیقتاً

اور لیبیا کی فطرت و زندگی کو چیلنج کیلئے اسلئے ہمیں اس کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے۔



کامیابی و ناکامی ، یقین مقصد کے لئے سے بیرونی ہے ① مقصد بے یقین و تحقیق ضروری ہے۔

اسلام صرف اخروی نفع و کامیابی کا یہ فلسفہ نہیں ہے بلکہ دنیوی کامیابی و مصلحتی عزت و عظمت اور غلبہ و اقتدار (انسانی دنیا کی عین) دہشت کی جو صفات جیسا کہ ہے۔ {احضار حق والہا باطل}

پس اسنادِ علیہم کے ساتھ اور شاخِ اسیان (آیت 125-126) مقصد بعثت کی تکمیل سے اور ناکامی عدم تکمیل سے بارہ 12

① لعنت نوح علیہ السلام - عر 25 - سورہ ہود (نوم 1) ازلہن 3 اقرانات آیت عر 27 - جواب آیت 31) سورہ ہود منکرین مظلوم - واقعہ طوفان نوح - آغاز عر 37 - (اک میناہ ذلت و تنبای)

② لعنت نوح و علیہ السلام - عر 50 - اپنے مقصد بعثت کی تکمیل آیت عر 57 منکرین کی ذلت و کھوئی - عر 58 بارہ 57/12

③ لعنت نوح علیہ السلام - عر 61 - منکرین کی دنیوی ذلت و تنبای مقصد بعثت کی تکمیل عر 64-65 66, 67 (عذاب)

④ لعنت لوط (تو کو عادتِ شیعہ سے منع کرنا) - نازمال - مکرز کی کتابیں  
عبر ۵۰ - ۵۳

⑤ لعنت حضرت شعیب - عبر ۸۴, ۸۵, ۸۶ - وما انا علیکم بحفیظ  
عبر ۸۴ ان اریذ الا الاملح ما استطوت

مکرز کا ذلت در کواش - آیت عبر ۹۴/۹۵  
لقد اتینا موسیٰ الکتاب  
ولا تیرنا تیرا  
مصدق لعنتہ تکمیل  
الفقران پار ۱۹

⑥ لعنت حضرت موسیٰ - "فان لودیر نریا" لہذا رسلنا  
ان امشن حضور کی عاصہ سے  
کسی حد تک مائل تھا۔  
عبر ۹۶/۹۷

لہذا مصدق لعنتہ تکمیل - (تو آزاد کا بن جا کر)  
بتبلغ مذہب ہی  
سنہ الشہادہ  
۱۹۵۵  
پارہ  
۱۳۶ - ۱۴۳

⑦ لعنت حضرت لویس - "لشارة عبر ۹۴ سے لویس پارہ ۱۲

مصدق لعنتہ تکمیل - عبر ۵۵  
لا یفیع اجر المحسنی  
اور عبر ۹۹ - ۱۰۰  
وما علینا الا البلاغ  
المؤمنین

⑧ مقصد لعنتِ قہری - غلبہ دینِ حق - ایل حق و ایل باطل کا تقابلی نظام - نظر ⑩

مقصد لعنت - توبہ - پادہ نبرہ ۱۰ آیت نمبر 32/33 اور الفتنہ - پادہ 26

✓ مقصد لعنت کا تکمیل - المائدہ - پادہ نبرہ آیت نمبر 3

✓ طریق تکمیل مقصد لعنتِ قہری - انفال - پادہ نبرہ آیت نمبر 7/8

مقصد لعنت

یہ منفرد مقصد عرف اور عرف حضور کا تھا۔ اور اگلے میں تکمیل ہوئی۔

سابقہ ابناء کا مقصد ابلاغِ مبین و انذارِ مبین - ہمیں گایا بیوگ

منکرین کو ذلیل و رسوا کر دیا تاکہ نئے نئے کہنے نہ ہوتے جو۔

لہذا ان ابناء کے مقصد تکمیل بیوگی - گایا بیوگ -

✓ اب آیت قہری کا مقصد نفس ابلاغ و انذار مبین

بلکہ افعالِ حق و افعالِ باطل کے لیے غلبہ دینِ حق -

سکایا مہربانی و تمکین تاکہ امامتِ دین بیوگی -

(آیت قہری کا مقصد مقصد قہری ہے دیگر ابناء کا مثال درسا مبین)

۱۱) برادرم بنتجه خیزی اور ابا بای و ما بای کی ضمانت غز (۱۵) و (۱۶) سے بیان کریں

- ① المائدہ - پارہ ۸ - غز ۵۶ → (غزب التورم النہون)
- ② انفال - پارہ ۹ - غز ۲۹ تا ۲۶ (عطاء فرمان با وعدہ)
- ③ انفال - غز ۳۶
- ④ - غز ۳۹ - ۴۰
- ⑤ پارہ ۱۰ - غز ۴۴, ۴۵, ۴۶ (حکمت تاکہ لکھنا کی تبت سے)
- ⑥ - غز ۴۹
- ⑦ - غز ۵۳ اور عکس - "ان اللہ لا یغیر" سے
- ⑧ - پارہ ۱۰ - غز ۶۰, ۶۱, ۶۲
- ⑨ - غز ۶۵, ۶۶ (دعوت علیہ)
- ⑩ التوبہ - غز ۳۶ → ۳۲/۳۳ "انما توبتی" Blood ۶۷
- ⑪ ابراہیم پارہ ۱۳ - ۱۲ - ۱۵

ان اللہ لا یغیر  
ما بالقرآن حکم  
عندہ شہد  
فہ انما آیتوں  
نہی و سبک و نہی

- 12 ✓ (12) - الحج - باره 17 - ع 15/16 ✓  
 باره 25 ↑ زید
- 13 (13) - " - " - ع 40 ✓  
 دفع للناس بالناس
- 14 (14) - " - " - ع 55 - (مهم) - ولا يزال
- 15 ✓ (15) - الحج - باره 26 - ع 35 ✓  
 انتم الاعلون  
 (عزيمه الى زان القدي جيب)  
 ك زعيب
- 16 ✓ (16) - آل عمران - باره 4 - ع 137, 138  
 اعلون 139  
 140, 141
- 17 ✓ (17) - الفتح - باره 26 - ع 22, 23 ✓  
 من تدبسه الله سبحانه

الغلاميون حنا لقي  
 الفتح - باره 26 ع 29 -  
 المائة - باره 6  
 باره ع 54/55

18 (18) - الروم - باره 21 ع 47  
 (سان قنا مينا لغرا الموسني)

(13)

پاکستان کا تیاگ اور اس کا آئینہ دلدادہ عمل -

آپ صبر

(سیاہی کے حوالے سے)

تیاگ مدینہ کی روشنی میں پاکستان کے ماضی و مستقبل کا جائزہ

- سماں نوحؑ کی زندگی کے شخص اور علی الغر اہب کا مسئلہ
- ① مکہ میں کنار کا غالب اثریت - حکومت باجموری کنار مکہ کو سماں نوح کی سیاہی مملوئی
  - ② مکہ میں کنار کی گرفت تمام مملوئی معیت پر - سماں نوح کی سیاہی اصرار اور لپٹی -
  - ③ مکہ میں کنار کی سیاہی برتری و فوقیت سماں نوح کے ساتھ ساتھ سماں نوح کی سیاہی مملوئی
  - ④ سماں نوح کی سماں نوح کی حالت ناگفتہ بہ - سماں نوح کی سیاہی مملوئی
- سرگرم برطانیہ کا اصل حریف و دشمن سماں نوح تھا - حکومت سماں نوح کی سیاہی مملوئی

رضی شخص اور علی الغر اہب کا مسئلہ

سیاہی - سیاہی اور سماں نوح کی آزادی کے بغیر نہ ہی رضی شخص کا تیاگ ناممکن

لینا آزاد و علینہ خطہ لفظی درکار تھا =

تیاگ مدینہ  
تیاگ پاکستان

(آیات و لغات)

صبيته بمرو عن أبي هريرة قال وعذرا رسول الله ﷺ غزوة الهند ما ادر كتما  
 الفتن فيما نفسى ومالى وان قتلت كنت افضل الشهداء وان رجعت فانا  
 ابو هريرة المحرر .

غزوة 2 - عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ / عصابة من اتى حررها الله  
 من النار عصابة تغزوا الهند وعصابة تكون مع عيسى بن مريم <sup>عليها السلام</sup>

(باب غزوة الهند - سنن أبي جلد دوم)  
 p. 52

(Reconquest of India  
 for Islam)

(Reconquest of Mecca  
 for Islam)

ع 12

جا

باب غزوة الهند 191/190

(واقتلوهم حيث تقفتمهم واخرجوهم من  
 حيث اخرجوكم .)

فما لهم لا يقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال .

④ مہینہ کی شہری ریاست؟ تیار (15) ④ کیا پاکستان اعلیٰ سے عرف  
 عدت اور نظر باری کی بنا پر -  
 جعفر انبائی لفظ لسان یا سنی عدت  
 ہیں - لا الہ الا اللہ

⑤ تیار کی غرض تیار نہ آفتاب  
 لیم نہیں کیا - مخالفت و مزاحمت -  
 (بہرہم نہ اس معیت کو نظر انداز کر دیا)  
 (دوسرے)

⑤ ریاست مہینہ کے وجود کو ملے گی  
 غیر مسلم تیار نہ لیم نہ کیا - مخالفت  
 و مزاحمت -

⑥ گامی سماں تیار (بابت) میں رہے -  
 حالت تیار بہتر ہے -  
 (آزاد کا دلنا مفرد ہے)  
 جبکی جانب  
 توجہ نہیں کی گئی  
 اس کی

⑥ کچھ سماں ملے میں رہے -  
 ان کا جان و مال اور عزت و آبرو  
 معرض خطر میں رہے -  
 (پاشنگ نہ آزاد کر لیا گیا)

⑦ بیان ہی ضد غرض مسلم اقلتی موجود میں  
 (نہ میں کچھ وجود پاکستان کی دشمنی میں نہ)  
 تو یہ نہروں نہ لیں -  
 لفظ لہذا علی مرتب کرنا

⑦ ضد غرض مسلم اقلتی موجود نہیں  
 ہمہ اور لغاری و غیرہ  
 (دفع لہذا علی مرتب کیا گیا)

⑧ بیان ہی اعلیٰ موقع مرتب میں  
 جو ملے تیار و سالمیت کو دار و مدار لگا کر اپنا  
 سنا دھال کرنا یا عدت میں

⑧ ضد نہ نہیں  
 شروع سے موجود ہے - ضد نقل و حرکت  
 پر نظر کی گئی



<p>⑨ دیگر وہ کھل رہا ہے (تفادد کا معنی نہ ہو سکتا) <u>تبادلت</u> نہ تھی۔ ذہنی لفظ نہ بیرونی</p>	<p>⑨ صابجہ و القمار دگر وہ مبادلات و تفادد نہ ہو سکتا۔ تبادلت <u>قریبی</u></p>
---	--

<p>⑩ دو عالمی طاقتیں - روس اور امریکہ Capitalist Socialist کاپیٹلسٹ سوشلسٹ</p>	<p>⑩ دو عالمی طاقتیں - روس و ایران اینٹروکسٹری کو خطرہ</p>
--	--

<p>⑪ دونوں طاقتوں کی اصلاح دشمنی کئی قصبات ہے۔ پاکستان کو بیرونی طاقتوں کا اندرونی سازشیں اور بیرون ملک</p>	<p>⑪ دونوں عالمی طاقتوں کا لہجہ و مبادلات و مخالفت ریاست نہ رہے۔ اندرونی سازشوں اور بیرون ملکوں کے اندر لہجے لفظوں</p>
---	--

<p>⑫ Reconquest of India for Islam کی بدولت طلب ہے۔ یہی شرط لگا ہے۔ اجابت</p>	<p>⑫ Reconquest of Mecca for Islam کی جدوجہد جاری تھی آیات</p>
---	--

<p>⑬ مدنیوں بلڈکوں میں مدغم ہونے سے          بچنا چاہئے۔ (انہی شخصوں والی وزارت          پر شعور پیدا میں ہوا)          نئی بلڈک (Muslim Bank          Islamic Council          Bank) عمل میں لایا جائے          اور عالمی سیاست کے اجاروں سے          غیر صالحانہ القلوب خفاک</p>	<p>⑭ ⑬ مدنیوں بلڈکوں (تہذیبوں)          میں سے کسی ایک میں ہی مدغم نہیں          ہونے۔ انہی شخصوں والی وزارت          کو نام ملے ہونے سے بلڈک آتا ہے          اور ان (سبھی) دماغوں کا تعلق کے          ساتھ غیر صالحانہ القلوب خفاک</p>
--	---

<p>تہذیبوں میں پیدا ہونے کیساتھ لہجہ لہجہ اور          اشتراکات کے باوجود ہر گمانہ قومیت          اور شعور میں کیا۔ اور اپنی اشتراک          کو اس کی قومیت قرار دیا          دو نوم (نوم)</p>	<p>عراقیوں - اہل کلمہ کیساتھ لہجہ          ساسی اور غیر اپنی وطن اور ان وقت          کے باوجود اس فرسودہ شعور قومیت کو          نظر دیا اور اہل دینہ کے ساتھ ملحق          دہائی نقد اور نظریات کی گنت          شہدہ وقت میں منگ ہو گئے          (میں قومیت وجود میں آئی) (سب سے پہلے تاہینہ)</p>
--	---

Chap. VI under (no wage progressive wars) under 18 جونی  
للغلب  
to eliminate the Aggression  
Blood Revolution

- 178 ① كتب على العاصم في القتلى . البقرة - باره غز ٢ آيت 178
- 179 ② وكتب على العاصم في قوة ياربى الاباب .

(بني ظالمين اعتبار الفزاد الطمان مع مكر المدون عمومي تومك زنگير)

(عصا ومنتقا) قوما نزلك بقا و حفظك شرط اولين مع

- 3 ③ باره غز ٢ - البقرة 193-190 (دقاتلوا في سبيل الله - واتلوا بيت تقفتموهما - وقاتلوهما حتى لا يكون شنة)

214 البقرة 214 (فدا نربانان... اعد من بيت لعيب يرك)

- 4 ④ " البقرة 214
- 5 ⑤ البقرة 216-214 كتب على القتلى

243, 244 البقرة 243, 244 (صفت نوسى... نوم بنى السراويل مهال)

247 = 252 7 249 / 250, 251

واقتلوا الله حيث معبروه

متنوع علم کے مستقبل (۱۶) اولو لا یرفع اللہ لنا من بعضہم — حضرت الارضی (ع)  
 وجود اللہ کے ثبوت کے لئے (Necessity of Allah) پارہ نمبر ۱۲ البقرہ ص 251  
 Revolutionary  
 غلبہ حق کیلئے لفقہہ ایک کامیاب گریب  
 پارہ نمبر ۱۱ ص 40

پارہ نمبر ۲ البقرہ ص 154 تا 157 (شہادت - مصائب - وکایماتوں) لا احر

(۱۰) پارہ نمبر ۵ النساء ص 72-74, 75-76, 77 حکمِ شال (بانی کربانہ س گریب  
 صحت لقاہ ص)

(۱۱) " " " " ص 84 حکمِ شال

(۱۲) " " " " ص 88-91 (مصائبِ منہ نقیبین صبارہ لفقہہ تک) (شال)

(۱۳) " " " " ص 95-96

(۱۴) پارہ نمبر ۶ المائدہ ص 21-26 نوکوسا۔ اللہ نلسطون  
 حکمِ شال اللہ

(۱۵) " " المائدہ ص 54-56 (فضائل اللہ جبین) غیر صالحانہ اللہ تک بار بار لقاہ

(۱۶) ۱۰ - انفال، منہ ص 39 (تا تو معنی لا تو کاشفہ -)

(۱۷) " " " " ص 60

(۱۸) ۱۰ توبہ ص 5 (عید اللہ کی لقاہ و کربانہ) (شال)

(۱۹) " " " " ص 12-16 (۲۰) ص 23-24

۱۰۰ رسول اور پیغمبر (الغلاب) ۱ نماز میں بار بار دعا فرمائی فرمائی فرمائی۔ (20)

۱۰۰ بارہ ۱۰ توبہ ۲۹ - غیر صالحانہ اللغلاب (خون) مذک

(منہ و ماہ فی ذوالقعدہ - ذوالحجہ - محرم - رجب - ذی القعدہ)

۱۰۰ انفال ۶۴/۶۵ (حرف الموضی علی اللغلاب)۔

۱۰۰ بارہ ۱۰ توبہ - ۳۹ - ۳۸ (اگر لوگ تو خون صبر کرے)

(خون کا ترہا کی شرط توئی زندگی) کو فہم نہ ہونا

۱۰۰ توبہ ۷۳ - ۷۲ (منا و صیامت مناسک اللغلاب کے مذک)

۱۰۰ ۸۱ - ۸۰ (بند کرے کرے - دعا کا باطن صبر)

اللغلاب غابروں کا فضیلت  
اللغلاب شناعت - منافقین کا عفت

{ ومن یقنط الی جمہ رطلہ }  
الافضالون

۱۰۰ ۱۷ - الحج - ۳۹ = سطوروں کو تمام اللغلاب کے فضیلت

(27) 17 - الحج - ع 67 ( لكل امة جعلنا منسكاً ) (2)

(34 ع 65)

(28) 18 - الحج - ع 77-78 ( يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته )  
 عواقتبكم

(29)

سورة قمر - باره ۲۶ - ع 3, 4

{ ذالك باقعهذين كفروا اتبعوا الباطل  
 (ودن الذين آمنوا اتبعوا الحق -

لغناد حق و باطل .  
 (يسئلوكم لعنكم ببعض)

سورة قمر باره 26

نياتنا ايم

(ايضا مفرع سئل)

سورة القم ع 26

باره 26

” اِلَّا تَتَّقُوا لِعَذَابِهَا عَذَابًا اِيْمًا و لِيَسْئَلَكُم مَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ  
 وَلَا تَقْرُؤْهُ سِوَا وَاَللّٰهُ عَلٰمُ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ “

22) ان لوگوں کے طریق و زوال کا حرکت مند  
جو تاریخی قانون سے معین ہوئے۔

(دائرہ مجمع و زوال)  
اور تائید آیات

- جس کے نتیجے میں
- i. Definition of Loyalty.
  - ii. Integration of Group
  - + iii. Decisiveness of date.
- کا غائب ہونا۔

25 (Chap. VIII) { عقیدتِ لہری و غائب نزول قرآن }  
 { عقیدہ تکمیل دین و خاتمیت لہری - }  
 خدامہ انسانی

(عقیدت جمعاً نوٹ کیا گیا)

\* وہ کوئی قسمی تقویٰ و لغوی تہذیب و تمدن ہے جس کا عقیدہ تو کمال میں ہے۔

✓ - پروگرام - پانچ نکات طریق اللہ

(Five fold Technique of revolution)

- ① - لغاتین - Determination of conflict.
- ② - نتیجہ جزیائی ضمانت - Guarantee of decisiveness.
- ③ - پہلی از وقت لغاتیم و اللہ واد - Postponement of Pre-mature clash.
- ④ - اللہ کے رد عمل - Reactions of revolution.
- ⑤ - رد عمل و جواب - Policy as regards every reaction.



● تضاداً مستقلاً . تضاداً شرطياً بيننا يا تضاداً من نوعيت كوصفين كرتنا  
 (24) كثيرين ضروريه ؟ تضاداً كياس - تران كالفزقان  
يونان

1. بعضي بعض عدو — ( باره 1 - البقره عن 36 )
2. تجعل بيننا من لئيمه بيننا و لئيمك الدماء — ( 1 - البقره عن 30 )
3. و لولا دفع الله الناس لبعضهم بعض — ( باره 2 البقره عن 251 )
4. دفع الناس بالناس — ( 17 - الحج عن 40 )
5. و لولا جعلنا لكل نبي عدواً <sup>يتكلمون بالبين والبين</sup> — ( 8 - النفاك عن 113 )
6. <sup>عدوان المؤمنين</sup> بيريده الله ان يحين بكلمته و ليقطع دابر اللذين — ( 19 - النور عن 31 )
7. <sup>ع 78</sup> اتباع حق > اتباع باطل — ( النفال - باره 9 )
8. اتباع حق > اتباع باطل — ( باره 26 - حجر عن 34 )
9. اتباع نور حق > اتباع نور حق - الحج - ( باره 10 - توبه )  
ع 32, 33
10. كولنا تضاد - ( لقد تضاد كذبي ) <sup>كحالت</sup> كالتضاد

● تیسری جزئی کی صفحت - (عمل اور رد عمل) (کلمہ)

آیات - 1 - لا تعنوا وولا تحزنوا — الاعلون . (پاؤں 4 - آن لائن)

2 - (پاؤں 26 - کلمہ 35) 139

” فلا تعنوا وتدعوا الى الكفر وانتم الاعلون -

والله معكم ولن يتركم اعمالكم “

3 - ” ولو ما تكلم الذين كفروا لوقوا الدباب ثم لا يجدون وليا و

ملا لغير سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا “

(پاؤں 26 - کلمہ 22, 23)

● پروگرام برائے التواضع لصادق - (عمل و فوائد کی روشنی میں)  
نفع بخشی اور نفع برسانی پروگرام

● رد عمل - بین گروہ - القلبی - رہت لید - صلوات کوش

الغلابیوں - حصلا افزائی

رہت لیدیں - کو قوت سے دینا

● ظرف کار - صلوات کوشوں - کو عہدہ کرنا (بے نقاب کرنا)



27

للمصاحف انقلاب - دوران

زاد انقلاب، انقلاب

لغوه معنی بدلنا، عینا،

1. محمود معنی میں بہت حال - سعد آل عمران: 144

2. \* اللہ شتاق (8): 9

3. \* (انقلاب) البقرہ (2): 144

4. \* السجرات (26): 219

5. \* الزخرف (43): 14 - بلذراف (7): 125

Continued

توبہ: 1، 2، 3، 4، 5، 6، 7، 8، 9، 10، 11، 12، 13، 14، 15، 16، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 23، 24، 25، 26، 27، 28، 29، 30، 31، 32، 33، 34، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100

عقبتہ دین 3  
 عالمگیری کی عالمگیری (دین)

- ۱ - مقصد یا تعین اور اس کی خاصیت پر کامل ایمان (بہت)
- ۲ - راہ کارستاندہی
- ۳ - مقصد کی عالمگیری

- ۴ - ~~عقبتہ دین~~ کامیابی یا حقیقت یقین (علم راسخ) یقین سے حاصل ہو رہا
- ۵ - طریق کار کا تعین

- ۶ - طریق کار کی پیروی

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ ہمیں اس ساری ساری  
 اعمال کی سعادت عطا فرمائے

مسائل فقہیہ تصوف  
 (عمائد، اعمال، عقائد)  
 کی تسلیح

